

دشمنانِ امیرِ
علی محاسب
جلد اول

محقق اسلام اختر مولانا محمد علی حسینی

مکتبہ نوریہ حسینیہ جلال گنج

لاہور

علماء اہلسنت کی کتب Pdf فائل میں حاصل
کرنے کے لئے

”فقہ حنفی PDF BOOK“

چینل کو جوائن کریں

<http://T.me/FiqahHanfiBooks>

عقائد پر مشتمل پوسٹ حاصل کرنے کے لئے

تحقیقات چینل ٹیلیگرام جوائن کریں

<https://t.me/tehqiqat>

علماء اہلسنت کی نایاب کتب گوگل سے اس لنک

سے فری ڈاؤن لوڈ کریں

[https://archive.org/details/](https://archive.org/details/@zohaibhasanattari)

[@zohaibhasanattari](https://archive.org/details/@zohaibhasanattari)

طالب دعا۔ محمد عرفان عطاری

زوہیب حسن عطاری

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
 در بیان فضائل و مناقب حضرت علی (ع)
 و در بیان کرامت و جلال و جلال و جلال

دشمنانِ ایمان علمی محاسبه جلد اول

محقق سلام حضرت مولانا محمد علی صاحب

مکتبہ نوریہ سنیہ جامعہ شیرازی
 بلال گنج — لاہور

معتبر شیعہ کتب شیعہ ہر کے جملہ عقائد کی تحقیق ترویج و ترویج مستند شیعہ کتب

تلف جعفریہ ۵ جلد شیعہ ہر کے جملہ عقائد جعفریہ ۴ جلد میزان الکتب

یہ سب کتب چھپ کر منظر عام پر آچکی ہیں

تصنیف محقق اسلام شیخ الاسلام علی صاحبہا رز بلال گنج لاہور

خصوصیات کتاب

- (۱) جس نے شیعوں کے جملہ باطل عقائد کو تاریکوت کی طرح بکھر کر رکھ دیا۔
- (۲) دور حاضر میں اپنے موضوع پر بھی جانے والے یکتا کتاب ہے
- (۳) جس کے برتے ہوئے شیعوں کی توحید کی دوسری کتاب کی ضرورت نہیں رہ جاتی۔
- (۴) جس میں ازواج مطہرات، امیر معاویہ اور خلفاء راشدین پر شیعہ فرقہ کی طرف مانگہ ذرا امتات کا تذکرہ جواب دیا گیا ہے۔
- (۵) خلفاء راشدین امیر معاویہ اور اہل بیت کی بنی رشتہ بائے محبت اور خاندانی تعلقات کا تذکرہ
- (۶) جس میں نبی و آل نبی سے شیعہ فرقہ کی خفیہ عداوت کا بے خطا انکشاف کیا گیا ہے۔
- (۷) جسے پڑھ کر کوئی شخص آدمی شیعہ نہیں رہ سکتا۔
- (۸) صحابہ کرام کے گستاخوں کے لیے تازیانہ عبرت، مناظرین کے لیے علمی خزانہ۔
- (۹) میزان الکتب میں اس بات کی تحقیق کی گئی ہے کہ شیعہ لوگ کہتے ہیں۔ فلاں فلاں سنیوں کی معتبر کتاب میں لکھا ہے۔ کیا وہ سنیوں کی کتاب ہے بھی یا نہیں۔ اگر ہے تو معتبر یا نہیں۔ طرہ امتیاز: مذکورہ کتب میں اپنے ہر دعوے کا استدلال صرف معتبر شیعہ کتب سے کیا گیا ہے۔

ناشر مکتبہ نوریہ حنیہ - جامعہ سولیہ شیرازیہ امیر روڈ بلال گنج لاہور

محقق اسلام شیخ الحدیث محمد علی صاحبہا رز بلال گنج لاہور
حضرت مولانا محمد علی صاحبہا کی تصانیف اور ان کی قیمتیں

- | | |
|---------------------------------------|---------------------------------------|
| (۱) تحفہ جعفریہ جلد اول قیمت ۱۱۰ روپے | (۱) تحفہ جعفریہ جلد اول قیمت ۱۱۰ روپے |
| (۲) تحفہ جعفریہ جلد دوم ۱۱۰ روپے | (۲) تحفہ جعفریہ جلد دوم ۱۱۰ روپے |
| (۳) تحفہ جعفریہ جلد سوم ۱۱۰ روپے | (۳) تحفہ جعفریہ جلد سوم ۱۱۰ روپے |
| (۴) تحفہ جعفریہ جلد چہارم ۱۱۰ روپے | (۴) تحفہ جعفریہ جلد چہارم ۱۱۰ روپے |
| (۵) تحفہ جعفریہ پنجم ۱۱۰ روپے | (۵) تحفہ جعفریہ پنجم ۱۱۰ روپے |

- | | |
|---------------------------------------|--|
| (۱) لعنہ فیہ ایسا آئے الیکونین | (۱) عقائد جعفریہ جلد اول قیمت ۱۲۰ روپے |
| (۲) دشمنان امیر معاویہ کا علمی محاسبہ | (۲) عقائد جعفریہ جلد دوم ۱۲۰ روپے |
| (۳) قیمت: ۱۱۰ روپے | (۳) عقائد جعفریہ جلد سوم ۱۲۰ روپے |
| (۴) قیمت: ۱۱۰ روپے | (۴) عقائد جعفریہ جلد چہارم ۱۲۰ روپے |
| (۵) قیمت: ۱۲۰ روپے | (۵) قیمت: ۱۲۰ روپے |

کشف المغطانی شرح الموطا المعروف شرح کبیر موطا امام محمد (ذریعہ طبع) میزان الکتب (ذریعہ طبع)

مصنف علامہ کے فرزند ارجمند مولانا قاری محمد طیب صاحب کی تصانیف

- | | |
|--|--|
| (۱) ترجمہ و ریاض النضرہ (چار جلدیں) ذریعہ طبع | (۳) ترجمہ دلائل النبوت، الانبیاء صفائی چار جلدیں (ذریعہ طبع) |
| (۲) فن تجوید میں شاملی، کی شرح اور تفسیر اور تفسیر جلدیں (ذریعہ طبع) | (۴) بیاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت پر ایک تحقیقی ذریعہ |

ناشر: مکتبہ نوریہ حنیہ - جامعہ سولیہ شیرازیہ امیر روڈ بلال گنج لاہور

جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ ہیں

مصنف — محقق الاسلام شیخ الحدیث محمد امجد علی صاحب سہروردی لاہور

نام کتاب — دشمنان امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا علمی محاسبہ

کتابت — راجہ ہرچند کھنڈی حضرت کیلیا نوالہ شریف
قیمت — ۱۱۰ روپے

معاونین: (۱) خصوصی معاون مصنف علامہ کے اتاذ بھائی
حضرت مولانا شرف الدین صاحب صدر مدرس جامعہ ہذا

مصنف علامہ کے تلامذہ

(۱) آپ کے صاحبزادے علامہ مولانا قاری محمد طیب صاحب انگلیٹ

(۲) خصوصی معاون مافظ محمد اکرم شاہ صاحب جامعہ ہذا (۳) علامہ مولانا مبار علی صاحب

انگلیٹ (۴) علامہ مولانا صفوی محمد یونس صاحب لاہور (۵) علامہ مولانا صفوی

ولایت صاحب بھول (۶) محمد رمضان عطشی منکیروی

(۷) صاحبزادہ قاری رضاؒ مصطفیٰ جامعہ ہذا

مصنف علامہ کی تصنیف کا محرک اول

برخوردار مولانا چوہدری محمد بخش صاحب

محرک دوم: راجہ ناصر محمود باداھی باغی لاہور

فون ۲۲۷۲۲۸۱ سن طباعت ۹ جون ۱۹۹۲ء

الانتساب

میں اپنی اس ناچیز تالیف کو قدوة السالکین جنت الاولیاء صلیین
پیری و مرشدی حضرت قبلہ خواجہ سید نور الحسن شاہ صاحب رحمۃ
اللہ علیہ سرکار کیلیا نوالہ شریف اور نگہدار ناموس اصحاب رسول
محبت اولاد بتول سپر طریقت راہبر شریعت حضرت قبلہ
پیر سید محمد باقر علی شاہ صاحب زریب سجادہ کیلیا نوالہ شریف
کی ذات گرامی سے منسوب کرتا ہوں جن کے روحانی تقصیر
نے ہر مشکل مقام پر میری مدد فرمائی۔

ان کے طفیل اللہ میری یہ سعی مقبول و مفید اور میرے لیے
ذریعہ نجات بنائے۔ آمین :

احقر العباد

محمد علی رضا اللہ عنہ

الأهـداء

میں اپنی یہ ناچیز تالیف زبدۃ العارفين حجتہ الکاملین، مہربان
نہان رحمۃ للعالمین حضرت قبلہ مولانا فضل الرحمن صاحب
ساکن مدینہ منورہ، خلف الرشید شیخ العرب العجم حضرت
قبلہ مولانا ضیاء الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ مدفون جنت البقیع
(مدینہ طیبہ) خلیفہ اعلیٰ حضرت امام اہلسنت مولانا احمد رضا
خان صاحب فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت عالیہ میں
ہدیہ عقیدت پیش کرتا ہوں جن کی دعائے نفع نے اس
کتاب کی تحریر کا آغاز کیا۔

ج۔ گرتبول افتہ زبہ عز و شرف

محمد علی مدظلہ

تقریظ

محقق ابن محقق، شارح بخاری حضرت علامہ سید محمود احمد رضوی مدظلہ
امیر مرکزی دارالعلوم حزب الاحناف گنج بخش روڈ لاہور



جامعہ رویہ شیرازیہ کے شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد علی صاحب فاضل
درج نظامی ہیں۔ درس و تدریس اور تبلیغ و اشاعت دین ان کا شغور ہے۔
مطالعہ بھی وسیع ہے اور مختلف مکاتب فکر کے عقائد و نظریات اور ان
کے دلائل پر بھی ان کی نظر ہے۔ ان کی تالیف تحفہ جعفریہ ایک نہایت دقیق
علمی مواد پر مشتمل ہے۔ میں نے اس کتاب کا ایک جزو حضرت علی اور صفار
شکوہ میم الرحمة والرضوان کے درمیان خوشگوار تعلقات کے کچھ اوراق پر نظر ڈالی
ہے جسے پڑھ کر اس کتاب کی عظمت، افادیت اور دلائل و بہان کی رفعت
کا اندازہ ہوتا ہے۔ اس موضوع پر یہ کتاب ایک اچھی، مفید، جامع اور مدلل
کوشش ہے۔

یری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ فاضل مولف کی اس دینی خدمت کو قبول فرمائے
اور عوام و خواص کے لیے یہ کتاب ہدایت و موعظت کا سبب بنے۔



سید محمود احمد رضوی

امیر مرکزی دارالعلوم حزب الاحناف
گنج بخش روڈ لاہور - ۱۴ اگست ۱۹۸۲ء

تقریظ

شیخ الحدیث التفسیر جامع العقول والمنقول اتاذی المکرّم حضرت مولانا
علامہ غلام رسول صاحب فیصل آباد

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الحمد لله رب العالمین والصلوة والسلام علی سید الانبیاء وامنواہ وصحبہم اجمعین !
اما بعد :

میں نے شیعہ مذہب (تحفہ جعفریہ) کا اہم مقامات سے بغور مطالعہ کیا۔ فاضل
مؤلف نے محنت شاقہ سے شیعہ کتب سے شیعہ مذہب کے عقائد بڑی تفصیل
سے کتب کے مقتضی کے مطابق ذکر کیے۔ اپنی طرف سے ان میں کچھ
افراط و تفریط نہیں کی۔ اثنا عشریہ کے عقائد بڑی تفصیل سے باطل کیے اور
ان کو بیت علیکوت سے زیادہ کمزور ثابت کیا اور واضح کیا کہ ان لوگوں
کے عقائد میں شدید تضاد ہے اور انہی کی کتب میں حضرات اہل بیت کرام
علیہم السلام کی شان میں آداب سے تجاوز کیا گیا ہے۔ اقول سے آخر
تک اس کے مطالعہ سے شمس النہار کی طرح شیعہ مذہب کی حقیقت کھل
جاتی ہے۔ گویا اثنا عشریہ کی کتب ہی اس مسلک کے بطلان کی منادی ہیں
مولیٰ کریم مؤلف کو احسن جزائے کہ انہوں نے نہایت ہی عرق ریزی سے
اہلسنت و جماعت کا ہم ضرورت کو پورا کیا اور عوام پر عظیم احسان فرمایا۔ آمین

غلام رسول رضوی

تقریظ

مفسر قرآن علامہ العصر، شیخ الحدیث حضرت علامہ محمد فیض احمد اویسی مدظلہ
(بہاولپور)

شیعہ ذوق کے رومی جامع کتاب لکھنے کا پروگرام فقیر اویسی نے اس وقت بنایا جب
سنی کانفرنس ٹوبہ ٹیک سنگھ (دارالسلام) کی ایک نجی محفل میں قرآن اسلام والملت حضرت
خواجہ قمر الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ سے فہمائے تھے کہ کاش کوئی مرد میدان ہوتا جو شیعہ
مذہب کے ایک ایک عقیدہ اور مسئلہ کی قلعی کھولتا، اس کے بعد اگرچہ میری چند کتب
در سائل اس موضوع پر منظر عام پر آئے مگر..... افسوس! کہ فقیر اپنے پروگرام میں کلی طور
پر کامیاب نہ ہو سکا اور نہ حضرت خواجہ کی دلی تمنا برآئی۔

لیکن شیعہ مذہب کے رومی فقیر کی دیگر کتب کی اشاعت نہ ہونے پر اب کوئی
تعلق نہیں رہا جب فاضل حلیل شیخ الحدیث حضرت علامہ الحاج مولانا محمد علی دامت برکاتہم
کو "تحفہ جعفریہ" کی تصنیف میں منہمک پایا، اب میں سمجھتا ہوں کہ علامہ موصوف نے
خواجہ قمر الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ کی آرزو اور میرے پروگرام کی تکمیل کر دی ہے کیونکہ
علامہ موصوف نے تحقیقی اور مفصل کتاب لکھی ہے کہ جس میں ایک ایک شیعہ عقیدہ کے رومی
درجنوں شیعہ کتب سے تحقیق فرمائی ہے، اس کتاب کے کچھ ابواب فقیر نے پڑھے ہیں۔ الحمد للہ حضرت علامہ
نے اپنے ہر دعویٰ کا اثبات قرآن اور صرف کتب شیعہ سے کیا ہے اور یوں اہلسنت کی ایک بڑی
خدمت کو پورا کر دیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ مصنف کو اس کی بہتہ جزا عطا فرمائے۔ آمین :

محمد فیض احمد اویسی رضوی مغفرہ (بہاولپور) ۱۲ شعبان ۱۴۰۲ھ

تقریظ مناظر اسلام مولانا عبد التواب صدیقی اچھوی

اہل تشیع ایسا چالاک فرقہ ہے جو اسلام کا ببادہ اوڑھ کر شجر اسلام کی جڑیں کاٹنے کے درپے ہے۔ ہر دور میں علماء حق نے ان کی سرکوبی کے لیے نعرہ جہاد بلند کیا۔ آج کے دور میں اس فرقہ نے گرد فریب کا نیا جال بچھایا ہے۔ اور طرح طرح کے جھوٹے دلائل سے عظمت صحابہ کو داغدار کرنا چاہا ہے۔ اہل سنت کی طرف سے ایک ایسی کتاب کا وجود میں آنا ضروری تھا جو شیعوں کی ایک ایک دلیل کو لے کر اس کی تردید کرتی۔ اور فی الوقت ان کے نئے نئے دلائل کا منہ توڑ جواب پیش کرتی۔ حضرت شیخ الحدیث مولانا علامہ محمد علی کا عوام و علماء اہل سنت پر عظیم احسان ہے کہ انہوں نے یہ کچی پوری کر دی۔ اور ایک بچائے گئی کتاب کی تالیف فرمادیں جن کی جلدیں مجموعی طور سے ۱۱ عدد ہیں۔ یقیناً یہ کتابیں علماء سے لے کر مناظرین تک سب کے لیے ایک نعمت ثابت ہوئی ہیں۔ اللہ تعالیٰ مولانا کی تصانیف کو شرف قبولیت عطا فرمائے۔

علی اللہ علی حبیب محمد وآلہ وصحابہ جمیع

محمد عبد التواب صدیقی

فادامہ آستانہ عالیہ مناظر اسلام لاہور

تقریظ

پیر طریقت شہباز شریعت حضرت علامہ الہی بخش لاہور

استاذ العلماء مناظر اسلام شیخ الحدیث حضرت علامہ مولانا الحاج الحافظ محمد علی صاحب دامت برکاتہ العالیہ ناظم علی جامعہ سولیشہ ازبک بلال گنج لاہور کا وجود اس قحط الرجال کے دور میں علامہ سلف کی ایک چلتی پھرتی تصویر ہے۔ آج سے چند سال پیشتر ہمارے تصور میں بھی یہ نہیں آسکتا تھا کہ قدرت ان سے ایک عظیم الشان کام لینے والی ہے۔ تاریخ عالم کے صفحات اور شواہدات سے یہ بات ثابت ہوتی ہے۔ کہ بعض اوقات بہت سے افراد اہل کربت تاریخی کارنامہ سر انجام دیتے ہیں۔ لیکن بعض اوقات فرد واحد ایک ایسا معجزہ العقول کا نام نہ نہ انجام دے دیتا ہے۔ کہ بہت سے افراد اہل کربتوں تک بھی وہ کام مکمل نہیں کر سکتے۔ اور اہل کارنامہ صدیوں تک زندہ و تابندہ رہتا ہے عقائد و مذاہب پر تحقیق و تدقیق کا سلسلہ شروع سے جاری ہے۔ بکار و زور و وسیع سے وسیع تر ہو رہا ہے۔ اختلافات و اعتراضات کے دھارے ہمیشہ بہتے رہتے ہیں۔ دلائل و براہین کے ساتھ ان کے جوابات دیے جاتے ہیں۔ اور یہ دلائل و براہین ہی کسی کی عظمت و شخصیت کا پتہ بتاتے ہیں۔ شیعہ مذہب ابند اسے ہی تشریح طلب رہا ہے۔ شیعہ مذہب کا بانی کون تھا۔ اس کے عقائد و نظریات کیا تھے۔ اور پھر شیعہ مذہب میں اللہ تعالیٰ اور اس کی کتاب اور اس کے رسول اور رسول کی اولاد و ازواج اور صحابہ کرام کے متعلق جو شیعہ لوگوں کو کچھ نہیں عقائد تھے ان کے مذاہب کی بات فقط ان کی کتابوں سے ہی دینیجے جاسکتے تھے اس عظیم کام نے

ایک عظیم محقق کی ضرورت تھی اللہ تعالیٰ نے کیم علامہ موصوفیؒ کی نہایت محققانہ انداز سے قلم اٹھایا اور تحقیق کا حق ادا کر دیا اس درویش صفت انسان نے گوشہ تنہائی میں بیٹھ کر کتابوں کی دنیا میں سفر کرنا شروع کیا عقل و فرد کے پیمانوں سے علم و حکمت کے خزانوں کی تلاش شروع کی۔ نہایت کامیابی کے ساتھ قیمتی ذخائر کو تلاش کیا۔ شیعہ مذہب کی عمارت کے بڑے بڑے ستونوں کو ان کی کتابوں سے اتنے مضبوط دلائل کے ساتھ گرا تے چلے گئے ہیں۔ کہ شیعہ صاحبان بھی اگر دیانتداری سے اس کا مطالعہ کریں تو انہیں فاضل مصنف کا احسان مند ہو کر اپنے عقائد و نظریات پر نظر ثانی کرنے کی نہایت پاکیزہ دعوت دی گئی ہے۔ تحفہ جعفریہ کی پانچ جلدیں اور فقہ جعفریہ کی چار جلدیں ہزاروں کتابوں کے مطالعے سے بے نیاز کر دیتی ہیں۔ یہ حقیقت بالکل سچا ہے۔ کہ اس سے پہلے بھی ایسی بڑی بڑی عظیم کوششیں کی گئیں تھیں محقق کے بڑے بڑے خزانے زائے نفع اور تحفہ اشاعہ کی صورت میں ہمارے سامنے آئے۔ مگر مجھے یہ کہنے میں کوئی باک نہیں ہے۔ کہ یہ خیال کے مطابق کسی زمانہ میں بھی اتنی محقق اور مفصل کتاب رد ووافضد میں نہیں لکھی گئی اور میں یقیناً کہتا ہوں کہ اگر آج حضرت شاہ ولی اللہ صاحب اور حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی صاحب زندہ ہوتے تو یقیناً فاضل مصنف کو دعا اور مبارکباد دیتے۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ قبلہ شیخ الحدیث علامہ حافظ محمد علی صاحب کو عمر وافرمانے کا سایہ اہل سنت و جماعت پر ہمیشہ سلامت رکھے۔ اور ہم سب کو ان سے زیادہ سے زیادہ استفادہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

راحم الخروف

بندہ نصیم الی بخش قادری

ثروت حشا نفع عظام
فیض الرحمان صاحب
شیخ العرب والعجم علامہ



فیض الرحمان صاحب

فیض الرحمان صاحب

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم
لَا تَهْتِكُوا اللَّهَ بِكَلِمَةٍ رَجُلًا وَاحِدًا حَتَّى لَكَ مِنْ خَيْرِ الْعَمَلِ
الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي خَصَّ هَذِهِ الْأُمَّةَ الْمُحَمَّدِيَّةَ - بِالْعُلَمَاءِ الْعَامِلِينَ
وَعَمَلُهُمَا مَرْجِعًا لِلْعِبَادِ - وَحِفْظًا لِلتَّسَرُّعِ الْمُطَهَّرِ مِنْ أَهْلِ
الرَّيْبِ وَالْعَادِ - وَتَوَعُّدًا إِلَى حِفْظِهِ وَنَقَادِ - وَالصَّلَاةِ وَالسَّلَامِ
عَلَى عَبْدِهِ وَرَسُولِهِ سَيِّدِنَا وَرَحِيْبِنَا وَشَفِيعِنَا مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
أَمَّا هَذَا مِنْ بَيْنِ سَائِرِ خَلْقِهِ وَرَسُولِهِ عَلَيْهِمُ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ فَقَدْ
عَيَّنَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى تَارِكِهِ قِيَامَهُ الثَّقَلَيْنِ كِتَابَ اللَّهِ ثُمَّ قَالَ
وَعَبْرَتِ أَهْلِ بَيْتِي - أَرْبَعُ أَلْفَةٍ فِي أَهْلِ بَيْتِي نَبِيًّا - وَاصْطَفَا لَهُ
مُرَاسِلَةً وَصَحَابَةً لَا تَجُوعُ - لَدَيْهِ كَالشَّعْوِشِ - وَمِنْهُمْ مَنْ شَرَّفَهُ اللَّهُ
بِإِدَارَةِ الْفَضْلِ وَالْمُرَامَةِ لِمُخْلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ - وَبِأَقْبَى الْعَشِيرَةِ
الْمُسِيرَةِ وَغَيْرِهِمْ - رَضَوْنَ اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِمْ أَجْمَعِينَ - وَبَعْدَ أَقْدِيمِ
الْحَرِيِّ لِفَضْلِهِ الدُّسْتَادَ الْكَبِيرَ قَدْوَةَ السَّالِكِينَ زِيْدَةَ الْمُحَقِّقِينَ
وَالْمُدَقِّقِينَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ عَلَى حِفْظِهِ اللَّهُ عَلَى إِيْدَانِهِ أَلَكْتُ أَلَّتْ أَلْفَا
وَمِنْهَا لِمُحَرِّرِهِ هَذِهِ الْأُسْطُرُ - حَرَّاهُ اللَّهُ عَنِ الْإِسْلَامِ وَالْمُسْلِمِينَ
وَالْحُرَّادِ - رَأَيْتُ قَدْ طَالَعْتُ فِي مَوْاقِفَاتِهِ الدَّقِ دَلْرَهَا مِنْ عَدَةِ أُمَمَاتٍ
وَأَسْمَعِي قِرَادَةَ بَعْضِ الْمُحِبِّينَ مِنْ أَحِبَّاءِ مُشْرِقِهِ مِنْ كِتَابِهِ [شِبَعَةَ
مِنْهُمُ الْمَرْبُوعَ لِعَمَانِدِ الْحَقِّقَةِ] وَكَلَامَ لِحَقِّهِ الْجَعْفَرِيَّةَ مِنَ الْمِلَّةِ
الْأَوَّلَى وَالْمِلَّةِ التَّالِيَةِ
وَعَبْرَتِهَا مِنْ عَقَائِدِهِمُ الْمَاسِيَةِ

بسم الله الرحمن الرحيم
موقادير

فصل في بيان فضيلة الدين القادري
ملك العربيه السعودية ص ٩٢ - ٩٣ سورة



والحقيقة ان فضيلته يستحق الشكر والتقدير في مثل مجهوداته
التي هي الثمينة في سبيل اخراج هذه المجموعة الكبرى المتألف منها
والتي يقال - لانها رائدة معارف دينية - في مؤلفاته الثمينة المتوالي
والتي جعلها سهلة التساؤل - لكل من يشتره الله لمعرفة ربه الخبير
وسنة نبه الهادي الى اقوم سبيل - وقد اكثرت في شخصه الخليل
هذه المهمة العظيمة - والإخلاص العميق - بما تلتزمه من سهر متواصل
وسعي حثيث في تحقيق مشروعه الذي هو الأول من نوعه بهذه السلسلة
الذهبية - وما يورثه ورثته في كل كتاب منها من فصول وأصول - وما
زنته من آيات قرآنية كريمة - أدرجها في عبارة لطيفة مستفيضة من
أكابر العلماء في بيان فضل أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم
وما يجب في حقهم من تحسني الاعتقاد - وتزويج سبيل السداد -
ومن أحسن القول في أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم
وارواجه وذريته - فيقدر برئ من الاتفاق - ومن ذكرهم بشوق
فهو على غير سبيل ومن المعلوم ان فضل النبي صلى الله عليه وسلم
سائر منه في فضل أصحابه - الذي هو متفرع عن فضله - فلذلك
الدرية القاهرة فضلهم فرع عن فضله صلى الله عليه وسلم
وبهذا يتضح ان أصل الفضيلتين - فضل الدرية - وفضل الصحابة
هو رسول الله صلى الله عليه وسلم - وهما فرعان من أصل واحد

بسم الله الرحمن الرحيم
موقادير

فصل في بيان فضيلة الدين القادري
ملك العربيه السعودية ص ٩٢ - ٩٣ سورة



فمنها حصل لأحد هيا من مدح أو ذم - لأنه ان يتعدى على الآخر
فليس له إلا على من فرق بولاء بعضهم - وفعارات البعض
فان عادي أحدهما لم ينفعه ولا الآخر وكان عداؤه
ورسوله - وأعود فأقول لقد خلقت مؤلفات فضيلته -
من تيسير جميل - وفن مدح - علاوة على ما حظي به
من تماريد جهالة العالم والدين - وتقدير المشايخ والعلماء
العالمين وقد بين فضيلة المؤلف ما ورد من الأدلة الواضحة
ان خبر هذه الأمانة بعد نبينا أبو بكر الصديق ثم عمر الفاروق
ثم عثمان بن عفان ثم أسد الله على ابن أبي طالب ثم من بعد
الثلاثة أصحاب الشورى الخمسة رضوان الله عليهم أجمعين
هد ما ظهر على قلبي وجرى به لساني - حررته وقت السحر
وأنا مسرور بما أمانة عليه من السلسلة الذهبية المشرقة
إليها - وهكذا يكون العلم ابتعاد ربه الله ورضوانه
أسأل الله الأكرم رب العرش العظيم أن يبارك في عمده - و
أن يحزله المثوبة - عوض فضله وكرمه وهبه ان يري جميع الدعاء
وصلى الله على سيدنا محمد خاتم النبيين وعلى آله وأصحابه أجمعين

حرر في ١٢ - ١٣ - ١٤٠٦ هـ
مدرسة ١٧ - ١٨ - ١٩٨٦
فضل الرحمن بن فضيلة الشيخ
صبيح الدين القادري المدرس
فصل في بيان فضيلة الدين القادري
عفا الله عنه آمين

ترجمہ تاثرات

شیخ العرب والعجم عمدة الاقبياء ميزبان مہمانان مصطفیٰ علیہ التبیۃ والثناء

علامہ محمد فیصل الرحمن مدظلہ

خلف الرشید شیخ ایشیوخ حضرت مولانا ضیاء الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ ساکن

مدینہ شریف، زادہا اللہ شرفاً

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا دو اگر تیری وجہ سے اللہ تعالیٰ کسی ایک شخص کو ہدایت فرما دے تو یہ تیرے حق میں سرخ رنگ کے جانوروں کے حاصل ہونے سے کہیں بہتر ہے (یعنی یہ نعمت تمام نعمتوں سے بڑی ہے)۔
تمام ترخوبیاں اس اللہ پاک کے لیے کہ جس نے اُمت محمدیہ کو باعمل علماء کے ساتھ مخصوص فرمایا۔ اور انہیں عام لوگوں کے لیے مرجع قرار دیا اور شریعت مقدسہ پر گمراہ اور اس کے دشمنوں کے لگاتار حملوں کے خلاف محافظ بن کر کھڑے ہوئے اور انہیں شریعت پاک کی حفاظت کھرے کھوٹے کی پرکھ کرنے کی ذمہ داریاں سونپی۔

اور بے انتہا اللہ کی رحمتیں اور ان گنت سلام اس کے مخصوص بندے اور عظیم الشان رسول جناب محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہوں جو ہم سب کے آقا حبیب

ورثۂ نعت فرمائے والے ہیں جنہیں اللہ رب العزت نے اپنی تمام مخلوق اور حضرات نبیہ کرام سے ممتاز بنایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:-

”میشک میں تم میں دو بھاری اور گراں قدر چیزیں چھوڑے جا رہی ہیں۔

ایک کتاب اللہ اور دوسری اپنی عمرت یعنی اہل بیت۔ میں تمہیں اپنی اہل

کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا خوف یاد دلاتا ہوں۔“

یہ اپنے تین مرتبہ فرمایا۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کی قرابت یعنی رشتہ داری کو تمام قرابتوں سے برتر یہ فرمایا۔

دراپکے صحابہ کو ممتاز فرمایا جو ہدایت کے تابندہ ستارے نہیں، بلکہ روشن سورج ہیں۔

اور ان میں سے بعض وہ حضرات ہیں کہ جنہیں اللہ تعالیٰ نے نفیست اور کرامت میں حصہ

و اعطا فرمایا۔ جیسا کہ خلفائے راشدین، عشرہ مبشرہ وغیرہ۔ ان سب پر اللہ تعالیٰ کی

نوشنودری نازل ہو۔

بعد از میں فاضل کبیر، استاد مظہر، قزوہ الساکین، زبدۃ المتقین والمصدقین، جناب

مولانا محمد علی صاحب (اللہ ان کی حفاظت فرمائے) کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انہوں نے

مجھ راقم الحروف کو اپنی تالیف کردہ کتاب میں بطور ہدیہ عنایت فرمائی۔ اللہ تعالیٰ

نیری طرف سے اور اسلام و مسلمانوں کی طرف سے بہترین جزا عطا فرمائے۔

میں نے ان کی تالیفات میں سے شیعہ مذہب الموعود تحفہ جعفریہ کی پہلی اور دوسری

جلد کے مختلف مقامات کا مطالعہ کیا اور کئی ایک جگہوں سے مجھے اپنے دوستوں

سے سننے کا اتفاق ہوا۔ جن سے مذہب شیعہ کے فاسد عقیدوں کی یخ کنی کی

گئی۔

اور تحقیقت یہ ہے کہ حضرت فاضل علامہ کی قیمتی محنت اور اس عظیم مجموعہ کی تالیف

و تدوین پر کی گئی ان خشک محنت لائق صد شکر و احسان ہے اور حق تو یہ ہے کہ یوں کہا

جائے کہ ان کی کتابیں دینی علوم کا خزانہ ہیں اور ان سے مقصد حاصل کرنا ہر شخص کے لیے بہت آسان کر دیا ہے جسے اللہ تعالیٰ نے دینِ نبی کی معرفت آسان کر دی ہو اور حضور علیہ صلوٰۃ والسلام کی سنتِ پاک کا سمجھنا آسان کر دیا ہو۔

میں نے مصنف موصوف کی شخصیت میں عظیم ہمت اور گہرا خلاص پایا۔ جس کا ثبوت ان کی اس تصنیف کے بارے میں لگا تار شب بیداری اور ان تھک محنت سے قلم ہے اور پھر مزید یہ کہ اس کتاب کی ترتیب اور تقسیم ابواب اور سلسلہ کی علاحدہ فصل سے قلم ہے۔ اور اس وجہ سے بھی کہ انہوں نے قرآنی آیات کو ہر مناسب مقام کی زینت بنایا۔ صحابہ کرام کے فضائل کے سلسلہ میں اکابر علماء کی گراں قدر اور فیض رسال عبارت اس کتاب میں درج کی اور ان حضرات کے ساتھ حسن اعتقاد کے سلسلہ میں جو تحریرات لازم تھیں انہیں کتاب کی رونق بنایا اور حضور علیہ صلوٰۃ والسلام کے صحابہ کے متعلق جو عقائد کا راستہ مستقیم تھا اسے مضبوطی سے تھامنے کے لیے ضروری حوالہ جات سے کتاب و مزین کیا۔

حقیقت یہ ہے کہ جس شخص نے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب، ازواج اور آپ کی آل پاک کے بارے میں اچھی گفتگو کا انداز اختیار کیا وہ شخص نفاق سے بچ گیا۔ اور جس شخص نے ان حضرات کے بارے میں نازیبا باتیں کہیں وہ سیدھے راستے سے علیحدہ ہو گیا۔ اور یہ بات سبھی کو معلوم ہے کہ حضور علیہ صلوٰۃ والسلام کی فضیلت اور بزرگی ہی صحابہ کرام کی فضیلت اور بزرگی میں موجزن ہے۔ کیونکہ ان کی فضیلت آپ ہی کے شجرہ فضیلت کی شاخ ہے۔ اور یہی معاملہ آپ کی آل پاک میں موجود ہے۔ اور اس سے یہ واضح ہوا کہ صحابہ کرام اور آپ کی آل پاک کی فضیلت دراصل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت ہی ہے۔ کیونکہ یہ دونوں ایک ہی درخت کی دو شاخیں ہیں۔ لہذا ان دونوں میں سے جس کی بھی تعریف یا مذمت کی گئی یقیناً وہ

دوسرے کو بھی شامل ہوگی سوائے اللہ کی لعنت اس شخص پر کہ جس نے ان میں سے کسی کے ساتھ دوستی اور دوسرے کے بغض کے ساتھ عداوت کر کے تفریق کی۔ تو اگر کسی نے ان دونوں میں سے کسی ایک کے ساتھ عداوت کا اظہار کیا تو اسے دوسرے کی محبت پر گزرنے سے روکے گی۔ اور وہ شخص اللہ اور اس کے رسول کا دشمن ہوگا۔

میں اپنے موضوع کی طرف واپس آتا ہوں اور کہتا ہوں کہ مصنف مذکور نے اپنی اس عظیم الشان تصنیف میں عبارتِ سلیس اور فنِ فصاحت اور بلاغت کے معیار کے مطابق لکھی علاوہ ازیں اس کتاب کی عظمت ان تقاریر سے بھی عیاں ہے۔ جو علم و دین میں ممتاز علماء ہیں اور حضراتِ مشائخ کرام اور باہل علماء کی تعریفی تحریرات سے اس کتاب کی عظمت عیاں ہے اور اس تالیف کی فضیلت اس واضح دلیل سے بھی ظاہر ہے کہ حضور علیہ صلوٰۃ والسلام کے بعد آپ کی امت میں سب سے بہتر ابو بکر صدیق پھر عمر فاروق پھر عثمان ابن عفان پھر شیر خدا علی ابن طالب پھر اصحاب شوریہ ہیں۔

یہ چند کلمات جو میرے دل میں آئے اور میری زبان سے ادا ہوئے ہیں نے انہیں سحری کے وقت قلم بند کیا اور میں اس سنہری تالیفات پر مطلع ہو کر انتہائی خوشی محسوس کر رہا ہوں۔ اور اسی طرح علم و عمل اللہ تعالیٰ کو خوشنودی اور رضامندی کی تلاش کے لیے ہونا چاہیے۔ عرشِ عظیم کے مالک اللہ کریم سے میں مصنف کی عمر میں برکت کا طلب گار ہوں اور درخواست گزار ہوں کہ وہ اپنے محض فضل و کرم اور احسان سے انہیں ثواب جزیل عطا فرمائے یقیناً میرا رب دعا سننے والا اور قبول کرنے والا ہے اور ہمارے آقا خاتم النبیین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی آل اور آپ کے تمام صحابہ پر رحمتیں نازل فرمائے۔

الفقیہ الی اللہ تعالیٰ

فضل الرحمن بن نفیلة الشیخ

ضیاء الدین القادری المدنی

تاثرات

پیر طریقت راہبر شریعت انتخا نقشبندیت
قبل سید محمد باقر علی شاہ صاحب سجادہ نشین
آستانہ عالیہ حضرت کیلیا نوالہ شریف (گوجرانوالہ)



اس خادم اہل بیت و صحابہ راقم الحروف سید محمد باقر علی کی دیرینہ تمنا تھی جموئے
محبان اہل بیت المعروف شیعہ فرقہ کی تردید میں ایک مفصل اور عام فہم کتاب ہونی چاہیے
اس مقصد کے لیے میں نے چند بار علماء کی میٹنگ بلانی مگر کسی نے اس کام کی جانی
نہ بھری۔ اچانک اللہ تعالیٰ نے ہمارے استاد کے خادم علامہ محمد علی صاحب کو اس
طرح متوجہ کیا اور دیکھتے ہی دیکھتے ان کے قلم سے تین ضخیم کتابیں تحفہ جعفریہ، عقائد جعفریہ
فقہ جعفریہ ضبط تحریر میں آگئیں جن کی مجموعی طور پر گیارہ جلدیں ہیں۔ اس میں کئی شخص کو کوئی
شک نہیں کہ یہ کتابیں تحقیق کا انمول خزانہ ہے۔ میرے تاثرات ان کتابوں کے متعلق
اس قدر تشکراً میر میں کلفلوں سے انہیں بیان نہیں کر سکتا۔ میرا تو اپنے سب
ارادہ مندوں کو حکم ہے کہ جس کے پاس بھی کچھ مالی گنجائش ہے وہ یہ کتابیں
خرید سے بلکہ تمام مسلمانوں کو میرا یہی مشورہ ہے۔ اللہ تعالیٰ مولانا کی محنت قبول
فرمائے اور ہمارے استاد کے روحانی اجداد کی شفاعت عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین

سید محمد باقر علی سجادہ نشین آستانہ عالیہ

حضرت کیلیا نوالہ شریف (ضلع گوجرانوالہ)

تعارف مصنف

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم۔ اما بعد
تخلیق کائنات کے ساتھ ہی خالق کائنات نے جب بنی آدم کو عزت و
شرافت کا تاج بخشا تو اسے پردہ عدم سے منصفہ شدہ میں لاکر سطح زمین پر آباد فرمایا
پھر ہر دور و ہر عہد میں دینی امور کی رشد و ہدایت اور دنیوی ضروریات کی فلاح و بہبود
کا راستہ دکھانے کے لیے جلیل القدر انبیاء علیہم السلام، عظیم المرتبت اولیاء کرام علیہم
الرحمۃ اور متبحر علمائے دین مبعوث و مقرر فرماتا رہا۔ ان عظیم مہنتوں نے نوع انسانی
کو صراطِ مستقیم کی یقین و تبلیغ فرمائی اور انہیں شرک و کفر اور گمراہی کی بھینک تارکیوں سے
نکال کر ان کے سینوں کو نور علی نور اور معرفت خداوندی سمجھو فرمایا اور یہ حضرات متلاشیانِ حق
کے لیے مینارۂ نور ثابت ہوئے۔

چودہ سو سال ہوئے، خلاقِ عالم نے سلسلہ نبوت تو اپنے محبوب خاتم النبیین صلی اللہ
علیہ وسلم پر ختم فرمادیا۔ جب سید کائنات ختمی مرتبت نے بظاہر دنیا سے پردہ فرمایا تو
اس وقت سے آج تک اولیاء اور علمائے حق جو پیام حق بندگانِ حق تک پہنچاتے
ہے ہیں اور تاقیامت پہنچاتے رہیں گے۔ ان ہی عظیم مہنتیں اُمت میں سے ایک استادِ عالم
استاذی المکرم حضرت الحاج الحافظ علامہ مولانا محمد علی صاحب مدظلہ العالی شیخ الحدیث
و ناظم اعلیٰ دارالعلوم جامعہ رسولیہ شیرانزیہ رضویہ بلال گنج امیر روڈ لاہور ہیں۔ آپ بیک وقت
ادبیت سی خوبیوں کے ساتھ ساتھ ایک متبحر عالم دین، حق گو مجاہد، شیریں لسان خطیب
ایک مہربان و مشفق استاد اور اعلیٰ درجہ کے مدرس ہیں۔ آپ کے تلامذہ کی تعداد سینکڑوں

تے بتاؤ کہ جرم کے طول و عرض میں ہر حصہ سے مسلک اہل السنۃ و الجماعت کی تبلیغ و اشاعت میں مصروف ہیں۔ راقم الحروف بھی ان کے گلشن کے خوشہ چیںوں میں سے ایک دنی ساغلام ہے۔

حضرت مولانا الحاج الحافظ محمد علی صاحب دامت برکاتہ مذہب سنی، حنفی، برہنہ، مشربانقشبندی ہیں، ساکن لاہوری و مولد انجرائی ہیں۔

قبل استاذی المکرم نے کم و بیش اٹھارہ سال تک نارووال ضلع سیالکوٹ کی مرکزی جامع مسجد شاہ جماعت میں فرائض خطابت انجام دیے۔ اس مسجد کی بنیاد حضرت امیر ملت قبلہ پیر سید جماعت علی شاہ صاحب محدث علی پوری رحمہ اللہ نے رکھی تھی۔ اس مسجد میں خطابت کے دوران عوام کے اجتماع کا یہ حال ہوتا تھا کہ جامع مسجد کے وسیع ہال اور صحن کے علاوہ گلیوں، بازاروں، دکانوں اور مکانوں کی چیتوں پر عوام کا ٹھٹھیس مارتا ہوا سمندر نظر آتا تھا۔ جب آپ اپنی تقریریں قرآن مجید کی آیات اپنے مخصوص لہجہ میں تلاوت فرماتے تو مجمع جھوم جھوم اٹھتا تھا۔

پیدائش استاذی المکرم مولانا اسحاق محمد علی صاحب مدظلہ العالی ۱۹۳۳ء میں موضع حاجی محمد مصنفات شہر لاہوری تحصیل کساریاں ضلع گجرات میں پیدا ہوئے۔ اس زمانے میں آپ کے والدین کی مالی حالت کچھ اچھی نہ تھی۔ خود فرماتے ہیں: ”جب میری عمر سات برس کی ہوئی اور کوشش نبھالا تو دیکھا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہایت تنگدستی کا دور دورہ تھا۔ آپ کی والدہ محترمہ جو کہ ایک ولیہ کاملہ تھیں اور روزانہ ایک ہزار رکعت نوافل ادا کرتی تھیں، نے محسوس فرمایا کہ ہم اپنی کنالیت نہیں کر سکتے۔ لہذا فیصلہ فرمایا کہ اپنے بیٹے محمد علی کو کسی دینی مدرسہ میں داخل کر لیا جائے تاکہ علم دین حاصل کریں اور اسی سبب سے اللہ تعالیٰ ہمارے دن پھیر دے۔“ لہذا آپ کی والدہ ماجدہ نے آپ کو کچھ روزی شریف ضلع گجرات کے ایک مدرسہ میں داخل کروادیا مگر صبح سرپرستی

نے آپ کو جب سے آپ چار پانچ سال تک مختلف مدارس میں گھومتے رہے اور اس عرصہ میں صرف قرآن مجید ناظرہ ہی ختم ہوا۔

بعد ازیں جب آپ گھر واپس تشریف لائے تو خیال کیا کہ اب کسی طرح والدین کی خدمت کو کرنی چاہیے گھر سے نکلے اور لاہور پہنچ کر ہر مہینے پورے کے قریبیائی جہنم بھاؤنی میں ملازم ہو گئے اور اس طرح بذریعہ ملازمت کچھ عرصہ تک والدین کی خدمت کرتے رہے۔ ۱۹۴۷ء میں جب تقسیم ہند ہوئی تو آپ واپس اپنے گاؤں حاجی محمد ضلع گجرات چلے آئے۔

تعلیم و تربیت چوں کہ والدہ محترمہ کا دلی ارادہ علم دین پڑھانے کا تھا اور آپ اکثر اوقات اس کی دعا بھی فرماتی رہتی تھیں۔ اسکی نتیجہ تھا کہ آپ کے دل میں علم دین کے حصول کی تڑپ اس شدت سے پیدا ہوئی کہ جب آپ خیال فرماتے کہ ساری عمر یمنی گزر جائے گی؟ تو آنکھوں سے اشکوں کی جھریاں لگ جاتیں۔ ایک دن والدہ صاحبہ سے اجازت چاہی تو انہوں نے خاموش رہنے کی تلقین فرمائی۔ کیوں کہ وہ جانتی تھیں کہ ان کے والد اور بھائی اجازت نہیں دیں گے۔ اور پھر ایک دن آپ بلا کسی اطلاع کے گھر سے نکلے اور میانہ گوندل ضلع گجرات پہنچ گئے۔ وہاں ایک مسجد میں حافظ قاضی غلام مصطفیٰ صاحب پن وال ضلع جہلم قرآن مجید حفظ کرتے تھے آپ بھی ان کے حلقہ درس میں داخل ہو گئے اور ایک سال میں پندرہ پارے حفظ فرمائے۔ دفعۃً ایک دن خیال آیا کہ ندر کا زمانہ ہے اور حالات مندوش ہیں والدین کہیں یہ نہ سمجھ بیٹھے ہوں کہ ان کا بیٹا کیس شید ہو گیا ہے جس کی آج تک کوئی اطلاع نہیں آئی۔ لہذا آپ نے والدین کو ایک خط اپنی خیر و عافیت کے متعلق لکھا مگر اس میں اپنا پتہ درج نہ فرمایا۔ صرف یہ تحریر کیا کہ میں زندہ و سلامت ہوں اور بخیر و عافیت ہوں۔ آپ کی زحمت گوارہ نہ فرمائی۔ قرآن پاک مکمل حفظ کر کے خود گھر واپس آجاول گئے۔

یہ خط جب پہنچا تو حقیقتاً والدین آپ کی زندگی سے مایوس ہو چکے تھے۔ والدین آخر والدین ہوتے ہیں برداشت نہ کر سکے۔ خط پر مومنا ڈپو کی مہر دیکھ کر والد صاحب وہاں پہنچ گئے۔ اور تلاش کرت کرتے میانہ گوندل تشریف سے آئے اور ملاقات ہوئی تو گئے لگا کر بہت روتے لہذا واپس گھر لے آئے۔

چند دن گھر پر گزارنے کے بعد پھر وہی اشتیاق حصول علم موجزن ہوا۔ آپ پھر بھاگے اور موضع گوہر مضافات منڈی بہاؤ الدین پہنچے۔ وہاں آپ کو ایک نہایت ہی مہربان اور تجربہ کار استاد مل گئے جن کا اسم گرامی حافظ فتح محمد صاحب تھا۔ وہ آپ کو اپنے مدرسہ اجروال سے گئے اور بڑی محنت و جانفشانی سے قرآن مجید مکمل کرایا۔ قرآن حکیم مکمل حفظ کرنے کے بعد آپ گھر تشریف لے آئے۔

میلان طبع کو دیکھتے ہوئے گھر والوں نے مزید علوم دینیہ حاصل کرنے کی اجازت سے دی اور آپ دارالعلوم جامعہ محمدیہ بھکھی شریف ضلع گجرات میں داخل ہو گئے۔ دارالعلوم کے شیخ الحدیث اور ناظم اعلیٰ علامۃ الدھر جامع العقول و المنقول حضرت پیر سید جلال الدین شاہ صاحب نے بڑی شفقت فرمائی اور آپ کو حضرت مولانا علامہ بشیر احمد سرگودھی مرحوم کے سپرد فرمادیا۔ انہوں نے آپ کو قانونیہ کیسوالی، نحو میر اور شرح مائت عامل وغیرہ ابتدائی کتب پڑھائیں۔

تلاش مرشد کمال دوران تعلیم مرشد کمال کی تلاش ذہن میں آئی تو اپنے استاد مکرم

حضرت علامہ مولانا حافظ محمد سعید احمد صاحب خطیب اعظم علی پور چٹھہ کی معیت میں آستانہ عالیہ حضرت کیلیا نوالہ شریف حاضر ہوئے۔ مراجع الکریم قدوة العارفین قبلہ پیر سید نور الحسن شاہ صاحب بخاری قدس سرہ العزیز، اکمل واعظم غلیظہ مجاز، سلطان العارفین، قطب زماں اعلیٰ حضرت قبلہ مباحث شیر محمد صاحب شرق پوری رحمہ اللہ نے آپ کو دیکھ کر فرمایا "آپ حافظ قرآن ہیں" پھر جواب سے پہلے خود ہی

فرمایا: "ہاں آپ حافظ قرآن تو ہیں" پھر فرمانے لگے "آپ کس لیے آئے ہیں؟" نے عرض کیا حضور: اللہ اللہ! سیکھنے حاضر ہوا ہوں۔ حضرت خواجہ پیر سید نور الحسن صاحب مہاری رحمہ اللہ نے فرمایا کہ آپ پہلے بھی ایک دفعہ یہاں آئے تھے۔ آپ نے عرض کیا ہاں حضور! حاضر ہوا تھا۔ حضرت صاحب کے اس عارفانہ کلام کا دل پر نہایت گہرا اثر ہوا۔ اس واقعہ یہ تھا کہ جب آپ اجروال میں قرآن مجید حفظ کر رہے تھے تو اس کاؤل کا یہ چوبدری شیر محمد راجہ آپ کو ساتھ لے کر حضرت کیلیا نوالہ شریف حاضر ہوا تھا راستہ میں دوران گفتگو چوبدری صاحب نے آپ سے پوچھا کہ حافظ صاحب! بھلا مرشد کیسے ہونا چاہیے؟ آپ نے فرمایا کہ ایسا جسے کم از کم اتنی خبر ہو کہ کوئی آنے والا عقیدت سے آ رہا ہے۔ جب یہ دونوں صاحب حاضر بارگاہ ہوئے تو جمعہ شریف کا دن تھا۔ حضرت صاحب خطبہ کے لیے ممبر پر رونق افروز ہوئے۔ آیت قرآنی، ہوالذی یسل رسولہ بالہدی الخ تلاوت فرمائی۔ دوران تقریر آپ نے فرمایا کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ پیروہ کتاب ہے جسے خبر ہو کہ مرید آ رہا ہے۔ مگر دوستو! آزمائش اچھی بات نہیں ہوتی۔ ظنوا المؤمنین خیرا (مومنوں کے متعلق حُسن ظن رکھو) حدیث پاک پڑھی اور وعظ ختم فرمایا۔ خطبہ کے اختتام پر اشارہ فرمایا کہ اسے یعنی آپ کے ساتھی کو پیچھے کر دو کیوں کہ چوبدری صاحب دارللمیٰ منیٰ سے تھے۔

اگلی صبح اجازتیں ملنے لگیں۔ سب لوگ اجازتیں لے لے کر جا رہے تھے سب سے آخر میں آپ کی باری آئی تو حضرت علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ جو لوگ رہ گئے ہیں ان کو کہہ دو! پہلے جائیں۔ میری طبیعت خراب ہے۔ پھر کبھی آجائیں۔ اس طرح قبلہ استاذی المکرم کے دل میں یہ بات راسخ ہو گئی۔ شیخ کامل یہی ہیں اور بہر صورت ان سے اکتساب فیض کرنا چاہیے لیکن حضرت قبلہ عالم نے بڑی کوشش کے بعد قبول فرمایا اور اپنے ملتے ارادت میں داخل کیا۔ پھر فرمانے لگے کہ حافظ صاحب! کون کون نہ کیا کرو تجھ۔

پڑھا کرو، پھر سبق یاد کیا کرو، برکت ہوگی۔ اصل بات یہ تھی کہ جن دنوں حضرت اتذی الکرمؒ قافونچہ کھینچوالی پڑھتے تھے تو رات کو اٹھ کر صرف کی گردانیں منہ بند کر کے ناک کے راستہ دہرایا کرتے تھے جس کو حضرت شیخؒ نے ”کول کول“ سے تعبیر فرمایا۔ یہ آپؒ کا کشف باطنی تھا۔ اس کے بعد حضرت قبلہؒ نے فرمایا: ”حافظ صاحب! جلدی ”گھٹتی“ ماننا“ یعنی جلدی آنا۔ آپؒ اگلے جمعہ تیس میل پیدل چل کر درگاہ شیخ پر پہنچے تو حضرت شیخؒ نے آپؒ کا وظیفہ مکمل فرمادیا اور ساتھ ہی فرمایا: ”حافظ صاحب! اب کی بار بہت جلدی گھٹتی“ ماننا“ یعنی بہت جلدی آنا۔

استاذی المکرمؒ نے اگلے جمعہ کو حاضر ہونے کا ارادہ کیا مگر اس سے پہلے ہی حضرت شیخ کیلانی اس دار فانی سے پردہ فرما گئے۔ یہ سارا واقعہ حرف بحرف تبصرہ اتذی المکرمؒ نے خود بیان فرمایا۔

تکمیل علم بعد ازاں اتذی گرامی حضرت مولانا علامہ محمد علی صاحب مدظلہ العالی دارالعلوم حزب الاحناف لاہور میں داخل ہوئے اور بحوالہ استاذ الاساتذہ جامع معقول و منقول علامہ زمان حضرت مولانا غلام رسول صاحب رضوی فیصل آبادی کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کیا۔ حضرت مولانا قبلہ رضوی صاحب نے نہایت جانفشانی، کمال محنت و شغف سے پڑھایا اور آپؒ نے انہیں سے درس نظامی کی تکمیل کی۔ استاذی المکرمؒ اکثر فرمایا کرتے ہیں کہ جتنی محنت اور محبت میرے ساتھ قبلہ مولانا علامہ غلام رسول صاحب نے فرمائی ہے اس کی شاید ہی کہیں مثال مل سکتی ہو۔

علوم درسیہ سے فراغت کے بعد آپؒ نے اورٹیل کالج لاہور سے نمایاں حیثیت سے فاضل عربی کا امتحان پاس فرمایا پھر حضرت مولانا علامہ غلام رسول صاحب رضوی کی وساطت سے محدث اعظم پاکستان حضرت قبلہ مولانا علامہ سر دار احمد صاحب قدس سرہ العزیز سے اکتساب حدیث کے بعد سند حدیث حاصل کی۔

۱۹۶۳ء میں بلال گنج امیر روڈ لاہور میں ایک نفعہ زمین خرید کر ایک دارالعلوم کا قیام دینی ادارہ کی بنیاد رکھی اور اپنے محکم و محترم استاذ قبلہ مولانا علامہ غلام رسول صاحب رضوی دام ظلہ العالی کے نام نامی کی نسبت سے اس ادارہ کا نام دارالعلوم جامعہ رسولیہ شیرازیہ رضویہ تجویز فرمایا۔ اس وقت اس دارالعلوم میں شعبہ حفظ القرآن تجویذ و قرأت، درس نظامی، دورہ حدیث اور دورہ تفسیر القرآن نہایت محنت اور جانفشانی سے پڑھائے جاتے ہیں۔ یہ آپؒ کی مساعی جلیلہ کا ہی نتیجہ ہے کہ وہ دارالعلوم جس کا اجراء ایک چھوٹی سی کٹیہا سے ہوا تھا۔ آج ایک عظیم الشان بلند و بالا عمارت میں تبدیل ہو چکا ہے۔ دینی طلباء کے لیے ہر قسم کے قیام و طعام کا تسلی بخش انتظام کیا گیا ہے اور سینکڑوں اندرونی و بیرونی طالبان دین متین اپنی علمی پیاس بجھا رہے ہیں۔

ادارہ ہنوز تعمیر و ترقی کی راہ پر گامزن ہے۔ دُعا ہے خدائے ذوالجلال اپنے حبیب اکمال کے حفیل اس دارالعلوم کو دن رات چوگنی ترقی عطا فرمائے اور شاگردان حق کے لیے چشمہ علم و عرفان بنائے سکھے آمین۔

والدین استاذ محترم مصنف کتاب ہذا کے والد گرامی جناب غلام محمد صاحب اگرچہ دینی علوم سے شناسا نہ تھے۔ تاہم ضروریات دین کو خوب سمجھتے تھے اور اپنے دور کے قطب کامل قدوة السالکین حضرت قبلہ خواجہ محمد امین رحمۃ اللہ علیہ غنیفہ و مجاز اعلیٰ حضرت قبلہ عالم خواجہ شمس الدین سیالوی رحمۃ اللہ سے ان کا روحانی تعلق تھا۔ وہ ایک پرہیزگار، شب زندہ دار، خوب خدایں چشم گریباں رکھنے والے اور یاد خدایں ہمہ وقت شغل قلب کے مالک تھے۔ ان کا معمول تھا کہ آدھی رات کے بعد بستر سے اٹک ہو جاتے اور بقیہ رات سربسود گزار دیتے۔ اور ان کے نالہ نیم شبی کی دنگ انداز و زرات کے سکوت کا جگر پاش پاش کر دیتی تھی۔ گھر والے انہیں دیکھتے کہ وہ اندھیری رات میں سرسجدے میں رکھ کر ناز و قطار در

ہے ہیں۔ یقیناً وہ ایک جنتی انسان تھے۔ کیونکہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے
لَا يَلْبِغُ لَنَا رَجُلٌ وَهُوَ شَفِيعٌ دُونَكَ فِي دَاخِلِ نَارٍ
بَصِيٍّ مِنْ خَشْيَةِ اللَّهِ
اللَّهُ حَتَّى يَعُوذَ إِلَيْكَ
فی الصَّغَرِ۔
جلا جائے۔

ان کا معمول تھا کہ وہ رات کو اٹھ کر تہجد کی نماز مسجد میں جا کر ادا کرتے۔ اللہ نے
انہیں بڑی دگدگاز اور بھی دی تھی۔ توجہ وہ تہجد کے بعد یا خدا اور خشیت الہی
پر مشتمل اشعار اپنی جان گداز اور میں پڑھتے اور ساتھ آہو بکی کرتے تو اس پاس کے
مکانات والے لوگ بھی اس واضح آواز کو سنا کرتے۔ اور یہ سلسلہ تادم سحر جاری رہتا۔
مصنف علامہ نے بھی چونکہ اسی ماحول میں تربیت پائی تھی تو ان پر بھی اس
کا گہرا اثر ہوا۔ اور ہم نے ان کے شبانہ معمولات کو بھی اسی رنگ میں ڈھلا ہوا
دیکھا ہے بلکہ آپ کے اکثر تلامذہ اور اولاد میں بھی تہجد کے لیے رات کے کچھلے پر
بیدار ہونے کی عادت موجود ہے۔

اسی طرح مصنف علامہ کی والدہ ماجدہ کا حال بھی اس سے فزوں تر ہے۔
عالم شباب ہی میں خانوادہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک معمر اور از حد
پرہیزگار خاتون فاطمہ بی بی رحمہا اللہ ساکنہ موضع بیانیاں گجرات سے ان کا تعلق
قائم ہوا۔ اور اس کا یہ فوری اثر ہوا کہ انہوں نے مسلسل تین سال اندھیری کو ٹھہری میں اللہ کا
ذکر کرتے ہوئے گزار دیئے۔

پھر ملک کی ساری عمر ترک دنیا میں گزری کبھی نیا کپڑا نہ پہنا۔ البتہ جو پوشش بھی زیب
تن کیا وہ اجملا اور پاکیزہ ہوتا۔ روزانہ غسل کرنا ان کا معمول تھا۔ آپ کی والدہ حد سے زیادہ
دریاد دل اور سنجیدہ تھیں۔ جو ہاتھ میں آیا راہ خدا میں لٹا دیا۔ عبادت کا یہ حال تھا کہ

میں گھنٹوں میں تقریباً بارہ سو تک نوافل ادا کیا کرتیں۔ انہوں نے تقریباً سو سال
مریاتی اور وفات سے چند روز قبل تک یہی معمول رہا کہ کھڑے ہو کر رات بھر
عبادت میں گزار دیتیں۔ اور ہزار سے بارہ سو تک نوافل ادا کرتیں۔

جب مصنف علامہ نے لاہور میں جامعہ رسولیہ شیرازیہ رہاں گنج لاہور قائم کیا
اور قرآن و حدیث کی تعلیم کا سلسلہ جاری ہوا تو آپ کی والدہ تقریباً ۱۹۷۳ء میں آپ کے
پاس لاہور آگئیں۔ پھر ہم سب نے خود دیکھا ہے کہ وہ طلباء جامعہ سے قرآن کریم کا ثواب
جمع کرتیں اور روزانہ تقریباً پانچ سے دس تک قرآن کریم جمع ہو جاتے اور وہ حضور غوث
پاک رضی اللہ عنہ کا ختم شریف دلاتیں۔ روزانہ پھل وغیرہ تقسیم کرتیں۔ حتیٰ کہ وہ مائی
گیارھویں والی، ان کا نام پڑ گیا۔ طلباء جامعہ سے از حد شفقت کیا کرتیں۔ جس سے
قرآن کا ثواب لیتیں اسے کچھ نوازا بھی کرتیں۔ آج جب دادی اماں کی شفقتیں یاد
آتی ہیں تو آنکھ پر نم ہو جاتی ہے۔

ان کی وفات کا یہ عالم ہے کہ نماز ظہر کا وقت آیا تو انہوں نے اپنے بیٹے صفحہ مصنف
کو ہاتھ کے اشارہ سے بلایا اور طلبا میں پیسے تقسیم کرنے کا اشارہ کیا پھر نقاہت کی وجہ
سے لیٹے ہوئے نماز ادا کرنا شروع کی۔ ہاتھ اٹھا کر سینے پر باندھے اور ساتھ ہی روح
نفس عسقری سے پردا کر گئی۔ سن وصال ۱۹۸۳ء ہے۔

وصال کے بعد جب انہیں نہلانے کا وقت آیا مشہور واقعہ ہے کہ خاندان
کی عورتوں نے جو نہلا رہی تھیں ٹکسوس کیا کہ دادی اماں کا دل دھڑک رہا ہے۔ انہیں خطرہ
لاحق ہو گیا کہ دادی اماں کہیں زندہ تو نہیں ملے آپ تو واقعی وصال فرما چکی تھیں۔ مگر وہ اُن
کا قلب ذکر تھا جو مہنوز مصروف ذکر خدا تھا۔ لاہور جو برجی کے قریب میان فی قبرستان
میں اُن کا مزار پر انوار ہے۔ ان کے وصال پر انہیں ایثار ثواب کے لیے قرآن کریم کا
اس قدر ثواب جمع ہوا کہ حساب کرنے سے معلوم ہوا کہ ان کی قبر کی ہر اینٹ کے عوض

ایک قرآن پڑھا گیا ہے۔ قبر کی مٹی میں تقریباً ایک ہزار تھیں۔

اس پر ہیز گارا در شب زندہ دار مال کی تربیت کا استاد گرامی حضرت مصنف کے قلب و باطن پر واضح اور گہرا اثر دیکھنے میں آیا ہے۔

حضرت مصنف کے خاندان میں اور بھی کئی ایسے کامل لوگ گزرے ہیں۔ چنانچہ استاد گرامی کے ارشاد کے مطابق ان کی ساس صاحبہ ایک ولیہ کاملہ تھیں ان کی وفات پر انہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء راشدین کی زیارت کا شرف حاصل ہوا۔ سحری وقت تھا کہ وہ اچانک زور زور سے پکارنے لگیں کہ سبحان اللہ سبحان اللہ وہ دیکھو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھی گلی کے موڑ سے نمودار ہو کر تشریف لارہے ہیں۔ اور مجھے فرما رہے ہیں۔ صر

عزت نوریاں تھیں ودھ پاویں جے ساڈے دل آویں۔

پھر عالم بے ہوشی میں ہی مصرعہ ان کا ورد زبان رہا اور چند دن بعد ان کاصال ہو گیا۔ تب ان کے وصال کے بعد حضرت مصنف نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کردہ اور مصرعہ کے ساتھ شعر کو مکمل کرتے ہوئے یوں دوسرا مصرعہ ملایا۔

عزت نوریاں تھیں ودھ پاویں جے ساڈے دل آویں

جنت دے دروازے کھلے کیوں دیراں مین لاویں

آپ کی اولاد میں سے سب بڑے بیٹے مولانا قاری حافظ محمد طیب

اولاد صاحب ہیں۔ جو ایک مستند عالم دین۔ فاضل علوم دینیہ فاضل قرأت ہمارے فاضل عربی ہیں۔ اور متعدد ضخیم کتابوں کے مصنف ہیں جن میں سے چند ایک

یہ نام ہیں

۱۔ ترجمہ الریاض النضر فی مناقب العشرة المبشرہ چار جلدوں میں (عشرہ مبشرہ صحابہ)

کے مناقب و محامد پر مشتمل حضرت محب طبری رحمۃ اللہ کی مشہور رافق کتاب کا اردو ترجمہ

۲۔ سیرت نبی علیہ السلام میں دلائل النبوة مصنفہ حافظ ابو نعیم کا چار جلدوں میں ترجمہ۔

۳۔ شرح الشاطبیہ دو جلدوں میں (قرائت سبعہ کے متعلق امام شاطبی رحمۃ اللہ کی مشہور زمانہ کتاب جسے قصیدہ لامیہ بھی کہتے ہیں کا ترجمہ و تشریح)۔

۴۔ الدعاء بعد صلوٰۃ الجنائزہ۔ نماز جنازہ کے بعد دعا کے جواز پر قرآن و حدیث کے دلائل کا پیش بہا خریزہ جو ۲۰۰ سے زائد صفحات پر مشتمل ہے۔

۵۔ جشن میلاد قرآن و حدیث میں۔ جواز عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم پر تین سو سے زائد صفحات پر مشتمل قرآن و حدیث کے دلائل کا انمول مجموعہ۔

مولانا محمد طیب صاحب آج کل انگلینڈ میں تبلیغ دین کا فریضہ سرانجام دے رہے ہیں ان کی تقریر و تحریر میں حضرت مصنف کا انداز بیان اور زور استدلال

نمایاں جھلکتا نظر آتا ہے قاری طیب سے چھوٹے رضاء المصطفیٰ علوم دینیہ سے فارغ ہونے کے بعد عربی شریعت کی زیارت کرنے کے بعد اپنے مدرسہ میں درس نظامی پڑھا رہے ہیں۔ اور ان سے چھوٹے

صاحبزادے احمد رضا نے حفظ قرآن کے بعد الینٹ کے امتحان کیا ہے اور مدرسہ کی ضروریات میں والد گرامی کے ساتھ تعاون کرتے ہیں۔ ان سے چھوٹے محمد رضا حفظ

قرآن کے بعد درس نظامی پڑھ رہے ہیں آپ کی ایک بیٹی بنام اہم سکنامہ حافظہ قاریہ جو شعبہ حفظ پڑھا رہی ہے۔ اور دوسری بیٹی بنام ذفیساہ طاہرہ جو علوم دینیہ

میں اچھی ہمارت رکھتی ہے جو قرآن مجید کا ترجمہ اور تفسیر بمع مرتبہ کے پڑھا رہی ہے۔

اولاد کی تربیت و تعلیم کے انداز بھی بتلا رہے ہیں کہ حضرت مصنف گہرا دینی شغف رکھتے ہیں اور اپنی اولاد کو اپنا سچا جانشین بنانا چاہتے ہیں۔ جبکہ موجودہ دور کے علماء میں یہ جذبہ ختم

ہوتا جا رہا ہے۔ اور یہ ایک بہت بڑا قومی المیہ ہے کہ جلیل القدر علماء کی اولاد علم دین سے شائبہ نظر آتی ہے۔ ایسے دور میں حضرت مصنف کا وجود علماء کے لیے قابل تقلید ہے۔

حضرت مصنف جہاں انگنت خوبیوں کے مالک ہیں۔ وہاں ان کی ایک بڑی قابل عمل اور قابل تقلید

اخلاق و عادات

صفت والدین اور اساتذہ کبے پایاں احترام و اطاعت بھی ہے۔ استاد محترم کو جس قدر ہم نے اپنے اساتذہ کے سامنے مؤدب اور سراپا احترام پایا ہے اس کی مثال کم ہی نظر آتی ہے۔ جبکہ والدین کے لیے حق اطاعت کی بجا آوری اس سے زیادہ کیا ہوگی کہ آپ ہر جمعرات کو جامعہ کے طلباء سمیت اپنی والدہ کی قبر پر شریف لے جاتے ہیں۔ اور پورا قرآن کریم ختم کر کے ایصال ثواب کرتے ہیں۔ علاوہ ازیں سارا ہفتہ طلباء سے ثواب جمع کرتے رہتے ہیں۔ اور ہر جمعرات کو قبر انور پر ملے لے کر وہ ایک قرآن کریم جمع ہو جاتے ہیں۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء و اولیاء اور مسلمان مرحومین خصوصاً والدہ ماجدہ کا ختم شریف دلاتے ہیں۔ زندگی میں والدہ کا جو وظیفہ مقرر کیا تھا وہ اب بھی اسی طرح اپنی کاپی میں درج کرتے ہیں۔ بلکہ جیسے جیسے ہنگامی بڑھتی ہے اور گھرواں کا خرچ بڑھاتے ہیں۔ والدہ صاحبہ کا بھی خرچ بڑھاتے ہیں۔ جو طلباء پر خرچ کرتے ہیں جیسے کہ والدہ خرچ کیا کرتی تھی اور اس کا ثواب والدہ کو پہنچاتے ہیں۔

دوسری بڑی خوبی اور اعلیٰ ترین صفت عشق محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہے جو آپ کو بار بار کشاں کشاں مدینہ طیبہ لے جاتا ہے اور اب تک آپ سات مرتبہ دربار رسالت کتاب صلی اللہ علیہ وسلم پر حاضری کا شرف حاصل کر چکے ہیں۔ اور ہر وقت اسی فکر میں رہتے ہیں۔ کہ وہ گھر ہی آئے کہ انہیں روضہ رسول کے دیدار سے ٹھنڈی ہو جائیں یوں تو حضرت مصنف کے شاگردوں کی تعداد سینکڑوں سے

چند حید تلامذہ

کر رہے ہیں۔ تاہم ان میں سے چند ایک کے اسماء گرامی بطور مشتے از خرواب ذیل میں

۱۔ حضرت علامہ مولانا محمد احمد صاحب آف گجرات پچالیہ۔ جو آج کل لاہور بلال گنج میں خطیب اور جامعہ شہر قیوم شریف ضلع شیخوپورہ میں شعبہ درس نظامی

میں صدر مدرس ہیں۔

۲۔ مولانا علامہ محمد یوسف صاحب کوہی۔ جو انگلینڈ کے شہر کاؤنٹری میں حضرت علامہ مولانا عبد الوہاب صدیقی خلیف الرشید مناظر اعظم حضرت مولانا محمد عمر اچھر وئی کے قائم کردہ علوم اسلامیہ کے مشہور مرکز جامعہ اسلامیہ میں شعبہ درس نظامی میں صدر مدرس ہیں۔

۳۔ مولانا قاری محمد برخوردار صاحب مہتمم جامعہ کریمہ بلال گنج لاہور آپ فاضل درس نظامی ہونے کے ساتھ قراءات سبعہ عشرہ کے جید اساتذہ میں سے ہیں۔ اور لاہور میں حفظ و قراءات کے ایک وسیع ادارہ جامعہ کریمہ کے مہتمم ہیں۔

۴۔ مولانا احمد علی صاحب مرزا پوری۔ جو شیخوپورہ شہر میں مصروف تدریس ہیں۔

۵۔ حضرت مصنف کے بڑے صاحبزادے حضرت علامہ مولانا قاری حافظ محمد طیب صاحب جس کا تذکرہ پیچھے گزر چکا ہے۔

۶۔ مولانا محمد انیس نقشبندی قادری جو ایک عظیم دینی درسگاہ جامعہ معراج العلوم نقشبندیہ رضویہ عظیم پارک بالمقابل ساندہ بھاتیاں بند روڈ کے مہتمم ہیں اور جامعہ مسجد مدینہ ساندہ خور لاہور میں خطابت کے فرائض انجام دے رہے ہیں۔

۷۔ مولانا صوفی محمد ولایت صاحب جو کہ اس وقت جامعہ خفیفہ غوثیہ ساہیوال میں بطور صدر مدرس کے کام کر رہے ہیں۔ اور افتاد کے فرائض بھی انجام دے رہے ہیں۔

۸۔ مولانا صوفی برکت علی صاحب جو کہ مدرسہ غوثیہ جامع العلوم خانیوال میں درس نظامی کی تدریس کے فرائض انجام دے رہے ہیں۔

۹۔ مولانا حافظ محمد انیس صاحب جو کہ اس وقت مرکزی ادارہ جامعہ رسولیہ شیراز میں ہی درس نظامی پڑھانے کے فرائض انجام دے رہے ہیں۔

۱۰۔ مولانا قاری رضاء المصطفیٰ صاحب جو قبلہ شیخ الحدیث استاذی المحرم کے دوسرے صاحبزادے جو کہ قاری محمد طیب صاحب سے چھوٹے ہیں۔ یہ بھی مرکزی دارالعلوم جامعہ رسولیہ شیرازیہ میں درس نظامی کی تدریس میں مصروف ہیں۔

۱۱۔ مولانا صاحبزادہ منیر احمد صاحب جو کہ ایک بڑے عارف کامل اور شیخ اجل حضرت میاں محمد حیات صاحب رحمۃ اللہ علیہ نیکادہ شریعت کے صاحبزادے ہیں جو اپنے والد ماجد علیہ الرحمہ کی درگاہ عالیہ پر ایک عظیم دینی ادارہ کی بنیاد رکھ رہے ہیں۔ اور اسی میں تدریس کے فرائض انجام دیں گے۔ اور اس کے علاوہ استاذی المحرم کے کثیر تلامذہ ہیں۔ جو کہ دور دراز علاقوں میں بلکہ دوسرے ممالک تبلیغ دین میں مصروف ہیں۔

نوٹے،

میں اخلاص قلب کے ساتھ کہتا ہوں کہ اس جامعہ میں جتنی محنت سے قبلہ استاذی المحرم علوم دینیہ پڑھاتے ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ فرائض دینیہ سرانجام دینے کی تاکید کرنے میں اور خصوصاً سنت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل کرنے کی پابندی کراتے ہیں۔ ایسا بہت ہی کم پایا جاتا ہے۔ یعنی طلبہ پر نماز کی پابندی۔ ریش شرعی کی پابندی کہ کوئی طالب علم داڑھی منڈوانے والا اور میر شرع سے کم کرانے والا اس دارالعلوم میں داخلہ حاصل نہیں کر سکتا

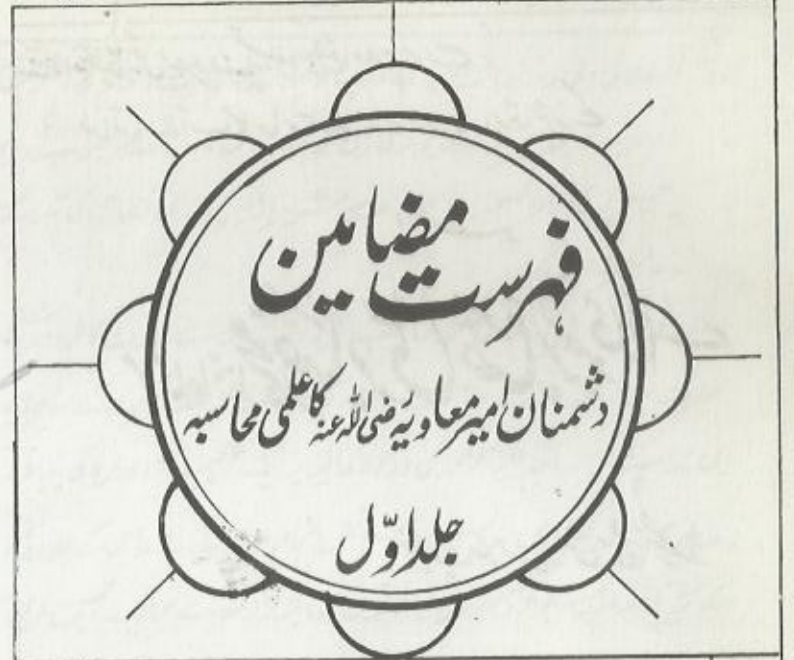
اور فقیر خود بھی اسی گھن کا ایک خوشی ہیں۔ فقیر نے حضرت مصنف کے سامنے نانو تلمذہ کر کے درس نظامی کی تکمیل کے بعد آپ کی توجہ اور اعانت سے فاضل عربی اور فاضل تنظیم المدارس کا کورس پاس کیا اور ایم اے تک عصری علوم حاصل کئے دراب آپ کی توجہ

سے انگلینڈ میں مصروف تبلیغ اسلام ہوں۔
خدا تعالیٰ آپ کا سایہ تادیر ہمارے سروں پر قائم رکھے

احقر

مولانا حافظ محمد ضابر علی صاحب رضوی ایم اے

خطیب مکہ مسجد یولین سٹی انگلینڈ



صفحہ نمبر	مضمون	نمبر شمار
۵۹	باب اول	۱
۵۹	قرآن و حدیث کی روشنی میں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل اور آپ کے متعلق مجتہدین امت کے اقوال۔	۲
۶۱	فصل اول	۳
۶۱	صحابی کی تعریف و مرتبہ و مقام۔	۴
۶۹	فصل دوم	۵
۶۹	امیر معاویہ کے لیے صحابی ہونے کا شرف حاصل ہے اس وجہ سے آپ بھی ان فضائل و مناقب کے حامل ہیں جو گذشتہ اوراق میں صحابی کے متعلق ذکر ہوئے۔	۶

صفحہ نمبر	مضمون	نمبر شمار
۷۴	فصل سوم:	۷
۷۴	صحابہ کرام پر طعن و تشنیع کرنے والے کا انجام۔	۸
۸۱	حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے گستاخ صحابہ کی زبان کاٹ ڈالنے کا ہتھیہ فرمایا تھا۔	۹
۸۲	فصل چہارم:	۱۰
۸۲	اکابرین اہل سنت کی کتب سے سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل و مناقب۔	۱۱
۸۳	فضائل و مناقب میں حدیث ضعیفہ بھی معتبر ہوتی ہے۔	۱۲
۸۶	ایک شیر نے امیر معاویہؓ کے حنٹی ہونے کی بشارت دی۔	۱۳
۸۸	فرمان رسول صلی اللہ علیہ وسلم: "میری امت میں سب سے عظیم تر معاویہ رضی اللہ عنہ ہیں۔"	۱۴
۹۰	فرمان رسول صلی اللہ علیہ وسلم: "امیر معاویہ رضی اللہ عنہ میرا محرم راز ہے۔"	۱۵
۹۲	فرمان رسول صلی اللہ علیہ وسلم: "امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کتاب خداوندی ہے۔ اور وہ بہترین امین ہے۔"	۱۶
۹۲	فرمان رسول صلی اللہ علیہ وسلم: "معاویہ رضی اللہ عنہ اللہ اس کے رسول کا محبوب ہے۔"	۱۷
۹۴	فرمان رسول صلی اللہ علیہ وسلم: "معاویہ رضی اللہ عنہ اگر تجھے حاکم بنایا گیا تو عدل کرنا۔"	۱۸
۹۹	ایک اعتراض: نبی پاک علیہ السلام نے صحابہ کو فرمایا کہ میرے بعد نبوت اور نبوت کے نبوت کی طرز پر خلافت اور چھ بادشاہت جبراً راست سے پہنچی ہوگی۔	۱۹

نمبر شمار	مضمون	نمبر شمار
۲۰	جواب :	۱۰۰
۲۱	دعا در رسول صلی اللہ علیہ وسلم دے اللہ معاویہ رضی اللہ عنہ کو علم کتاب	۱۰۱
	حکومت عطا فرما۔	
۲۲	حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جلیل القدر	۱۰۳
	صحابہ کو گورزی سے معزول کر دیا۔ مگر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ دونوں	
	کے ادوار میں برابر گورزر ہے۔	
۲۳	حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ارشاد میرے اور معاویہ رضی اللہ عنہ کے مقتول	۱۰۴
	دونوں جنتی ہیں۔	
۲۴	ابن عباس نے فرمایا امیر معاویہ فقیہ ہے۔	۱۰۸
۲۵	ابن عباس نے فرمایا کہ حکومت کے معاملات میں امیر معاویہ سے	۱۱۰
	زیادہ عالی مرتبہ نہیں دیکھا۔	
۲۶	امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اجدہ صحابہ کرام سے روایات کیں۔ اور ان	۱۱۲
	سے بھی اجدہ صحابہ اور تابعین نے روایات کیں۔	
۲۷	حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے چند امور غیبیہ کی خبریں دیں	۱۱۴
	جو صحیح نکلیں۔	
۲۸	امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے وصیت کی کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی	۱۱۵
	قیمتیں میں مجھے کفن دیا جائے اور آپ کے ناخن شریف منہ اور	
	آنکھوں پر رکھیں جائیں۔	
۲۹	فصل پنجم :	۱۱۸
۳۰	حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق مہجرت امت کے اقوال۔	۱۱۸

نمبر شمار	مضمون	نمبر شمار
۳۱	علامہ یوسف نہائی اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ	۱۱۸
۳۲	امام غزالی اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ	۱۲۷
۳۳	صحابہ کرام بالخصوص امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارہ میں مجددالت ثانی	۱۳۵
	کا عقیدہ	
۳۴	مجددالت ثانی کے مذکورہ اقتباسات سے درج ذیل امور ثابت ہوئے	۱۵۳
۳۵	علامہ عبدالوہاب شمرانی اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ	۱۵۵
۳۶	غوث اعظم محبوب سبحانی سید عبدالنقاد و جیلانی اور حضرت امیر معاویہ	۱۶۳
	رضی اللہ عنہ۔	
۳۷	امام نووی شارح مسلم اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ	۱۶۹
۳۸	باب دوم	۱۷۴
۳۹	امیر معاویہ کی ذات پر اعتراضات کرنے والے دیوبندی مودودی	۱۷۵
	سنی نامولیوں اور پیروں کا علمی محاسبہ۔	
۴۰	گستاخ اقل :	۱۷۶
۴۱	مفتی حنفی دیوبندی عبدالرحیم کے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ	۱۷۷
	کے بارہ میں تنقیدی اشعار اور اقتباسات۔	
۴۲	مولوی عبدالرحیم کے گستاخانہ اشعار اور اقتباسات کا تنقیدی جائزہ	۱۷۹
۴۳	غفلت صحابہ کے سامنے تاریخی واقعات کی حیثیت	۱۸۳
۴۴	خصوصی نوٹ : مذکورہ مولوی عبدالرحیم کا رسالہ ندائے حق	۱۸۹
۴۵	ندائے حق رسالہ کا آخر صفحات پر مشتمل فوٹو سٹیٹ	۱۹۳
۴۶	مولوی عبدالرحیم دیوبندی کے باسٹھ سوالات	۲۰۲

فہرست شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۴۷	سوال نمبر ۱: وہ کون ہے جس نے دو خلیفہ راشد سے بغاوت کی اور انہیں شہید کیا اور اس کا جواب	۲۰۲
۴۸	جواب:	۲۰۲
۴۹	سوال نمبر ۲: وہ کون ہے جس نے خلیفہ راشد سے دھوکہ فریب	۲۰۲
	فساد دل میں رکھ کر صلح کی مگر اسلام میں اس کی صلح برفساد اور غیر مشروع ہے۔	
۵۰	جواب:	۲۰۲
۵۱	سوال نمبر ۳: وہ کون ہے جس کی منافقانہ صلح کو زبانِ سات نے ناروا فرمایا۔ معاویہ رضی اللہ عنہ نے خلیفہ راشد امام حسن سے منافقانہ صلح کی اس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ هَذَا بَيْنَ عَلِيٍّ وَدُخْرٍ۔	۲۰۳
۵۲	جواب:	۲۰۳
۵۳	سوال نمبر ۴: سوال نمبر ۵: سوال نمبر ۶:	۲۰۴
۵۴	سوال نمبر ۷: کا خلاصہ وہ کون ہے جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان سے بغاوت کی اور علماء مشائخ نے پہلا باغی کہا۔ شرح مقاصد میں اس کو پہلا باغی کا خارجی کہا گیا ہے۔	
۵۵	چار مسائل سوالات کے جوابات۔	۲۰۴
۵۶	سوال نمبر ۸: وہ کون ہے جس کو محقق علماء اسلام نے مشہور و معروف کتاب مجمع البحرین میں لکھا، ہرگز ہرگز وہ صحابی نہیں ہے۔	۲۰۷

فہرست شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۵۷	جواب:	۲۰۸
۵۸	سوال نمبر ۹: وہ کون ہے جسے محمدی پر بس میں چھپی کتاب مرآۃ المتحققین نے لکھا وہ نہ خلیفہ نہ صحابہ اور نہ بہاجر ہے۔	۲۱۱
۵۹	جواب:	۲۱۱
۶۰	سوال نمبر ۱۰: وہ کون ہے جو سورہ فتح کی صحابہ کی تین تعریفوں میں نہیں آتا۔	۲۱۲
۶۱	جواب اقل:	۲۱۲
۶۲	جواب دوم:	۲۱۵
۶۳	سوال نمبر ۱۱: وہ کون ہے جسے اپنے والد کے زنا پر پچاس گواہیاں لے کر باپ کے والدین حرامی زیاد کو قرآن و سنت کے منکر ہو کر بھائی اور وارث بنایا۔	۲۱۹
۶۴	جواب:	۲۱۹
۶۵	سوال نمبر ۱۲: وہ کون ہے جس حجاز بن عدی اور ان کے بارہ صحابیوں کو ظلم سے قتل کیا جن کے حق میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان پر اللہ اور آسمان والے غضبناک ہوں گے۔	۲۲۰
۶۶	جواب:	۲۲۰
۶۷	سوال نمبر ۱۳: وہ کون ہے جس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث سنی جس نے علی کو گالی دی اس نے مجھے گالی دی اور جس نے مجھے گالی دی اس نے اللہ کو گالی دی۔ ام سلمیٰ و دیگر صحابہ کے منع کرنے پر باز نہ آیا بدستور گالی اور لعن و طعن کرتا رہا۔	۲۲۱

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۶۸	سوال نمبر ۱۴: کا غلام بھی یہی ہے۔	۲۲۱
۶۹	جواب:	۲۲۱
۷۰	سوال نمبر ۱۵: وہ کون ہے جسے ابوالکلام آزاد نے قتل کے چار حرام زادے باغیوں کا سر غنہ قرار دیا۔	۲۲۲
۷۱	جواب:	۲۲۲
۷۲	سوال نمبر ۱۶: وہ کون ہے جس نے اپنے مرتد بیٹے کو مرتے وقت وصیت کی کہ فتح مکہ و بدر و احزاب و حدیبیہ کا بدلہ لینا۔ مکہ و مدینہ تباہ کرنا تو اس نے ایسا ہی کیا۔	۲۲۳
۷۳	جواب:	۲۲۳
۷۴	سوال نمبر ۱۷: وہ کون ہے جس کی ماں نے امیر حمزہ کا بعد شہادت سینہ چیرا اور کلیجہ چبایا اور خود اس نے علی اور رسول اللہ کو گالی دی اور لعن و طعن کیا۔	۲۲۴
۷۵	جواب:	۲۲۵
۷۶	سوال نمبر ۱۸: وہ کون ہے جس نے آل و اصحاب باغیانہ جنگ کی ہے اور مرتے وقت کپڑوں کے تترک کا فریب کیا۔	۲۲۶
۷۷	جواب:	۲۲۶
۷۸	سوال نمبر ۱۹: وہ کون ہے جس نے پچیس لاکھ کی رست وے کو امام حسن رضی اللہ عنہ کو زہر دے کر قتل کروا دیا اور اس کا الزام ان کی بیوی جعدہ پر لگایا گیا۔	۲۲۸
۷۹	جواب:	۲۲۸

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۸۰	سوال نمبر ۲۰: وہ کون ہے جس نے علی رضی اللہ عنہ سے ننانوے جنگیں کر کے ان کی شہادت کا بندوبست مغیرہ ابن شعبہ کے ذریعہ کرا کے کیا اور رویا تو بیوی نے شرمندہ کیا۔	۲۲۸
۸۱	جواب:	۲۲۸
۸۲	سوال نمبر ۲۱: وہ کون ہے جس نے آل رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ننانوے جنگیں کر کے ایک لاکھ ستر ہزار صحابی قتل کیے اور خوف ضرانہ کیا۔	۲۲۹
۸۳	جواب:	۲۲۹
۸۴	سوال نمبر ۲۲: وہ کون ہے جس نے حرم کعبہ حرم مدینہ کو ونگل گاہ بنا کر لاتعداد مسلمان صحابی قتل کیے۔ منبر رسولؐ سے جا کر گم کرنے لگا تو سورج کو گرہن لگا۔ دن کو تارے نظر آنے لگے۔	۲۳۱
۸۵	سوال نمبر ۲۳: وہ کون ہے جس نے ایک بدری صحابی عمار کو صفین میں قتل کیا جس کے حق حضور علیہ السلام نے متواتر حدیث میں فرمایا۔ عمار کو باغی جہنمی گروہ قتل کرے گا۔	۲۳۱
۸۶	جواب:	۲۳۱
۸۷	سوال نمبر ۲۴: وہ کون ہے جس نے خیرات یمن اسیس قرنی کو صفین میں قتل کیا جس سے امت کے لیے دعا کرانے کو حضور علیہ السلام نے فرمایا۔	۲۳۲
۸۸	جواب:	۲۳۲

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۸۹	سوال نمبر ۲۵: وہ کون ہے جس نے عمرو علی اور حسن و عمار عائشہ صدیقہ اور اوسین کو شہید کیا۔	۲۳۳
۹۰	جواب:	۲۳۳
۹۱	سوال نمبر ۲۶: وہ کون ہے جسے علی بہادر خان بی، این سی (BSC) علیگٹ بناہ تخریب کاروں کا قائد قرار دیا۔	۲۳۴
۹۲	جواب:	۲۳۵
۹۳	سوال نمبر ۲۷: وہ کون ہے جس نے حافظ قرآن و سنت عبدالرحمن بن ابوبکر کو زہر دے کر اور ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے بہانے بلا کر گم نام قتل۔ اور محمد بن ابی بکر کو قتل کر کے گھر کے کھال میں ان کا قیمہ رکھ کر تیل ڈال کر جلادیا۔	۲۳۵
۹۴	جواب:	۲۳۵
۹۵	سوال نمبر ۲۸: وہ کون ہے جسے اتنے قتل و ظلم کے بعد امت کے بے بصیر لانے صحابی بنانے مجتہد ٹھہرانے اور رضی اللہ عنہ پر لڑھکتے ہیں۔	۲۳۶
۹۶	جواب:	۲۳۶
۹۷	سوال نمبر ۲۹: وہ کون ہے جو اسلام اور آل و اصحاب رسول کا جبری دشمن ہو کر بھی اصحاب رسول میں شمار کیا جاتا ہے	۲۳۸
۹۸	جواب:	۲۳۸

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۹۸	سوال نمبر ۳۰: وہ کون ہے جس کے جادو سے امت مسلمہ کے علماء و مشائخ ایسے غمار ہیں کہ سورہ نساء کی آیت نمبر ۹۳ میں ہے۔ کہ ایک مومن کے عمداً قتل میں ہمیشہ جہنم ہے۔ اس پر اللہ کا غضب اور لعنت ہے۔	۲۳۹
۹۹	جواب:	۲۳۹
۱۰۰	سوال نمبر ۳۱: وہ کون ہے جس نے خدائی منصوبہ خلافت جو مرکز ملت کو متباہ کیا۔ یہ ساری امت کی بدخواہی ہے جس کا ارتکاب کیا۔	۲۴۰
۱۰۱	جواب:	۲۴۰
۱۰۲	سوال نمبر ۳۲: وہ کون ہے جس نے اللہ و رسول ص کی نافرمانی اور بغاوت کی اِنْ فِیْ جَا عِلٍّ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَہُ۔ اسے باغی کون ہے	۲۴۱
۱۰۳	جواب:	۲۴۱
۱۰۴	سوال نمبر ۳۳: وہ کون ہے جسے ایڈورڈ گین سید امیر علی پریوری کونسل کے جج نے ارجح اپیل کہا۔	۲۴۲
۱۰۵	جواب:	۲۴۲
۱۰۶	سوال نمبر ۳۴: وہ کون ہے جس نے رسول اللہ کے فرمان عَلَيْكُمْ بِمَدِينَتِي وَ سُنَّةِ خَلَفَائِ الرَّاشِدِينَ الْمَقْدِيَّةِينَ سے بغاوت کی۔	۲۴۲
۱۰۷	جواب:	۲۴۳

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۱۰۸	سوال نمبر ۳۵: وہ کون ہے جو اللہ کے فرمان فَعَاثِلُوا السُّيُوفَ تَبَعِي کے زمرہ میں شامل ہے۔	۲۴۴
۱۰۹	جواب:	۲۴۵
۱۱۰	سوال نمبر ۳۶: وہ کون ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان خلیفہ حق سے باغی ہو کر فاضل جوہ یا السیف قَائِلًا مَنْ كَانَ فِي شَمَارِهِ ہوتا ہے اسے تلوار سے قتل کر دیا جائے۔	۲۴۴
۱۱۱	جواب:	۲۴۴
۱۱۲	سوال نمبر ۳۷: وہ کون ہے جو خلیفہ راشد علیہ السلام کے رضی اللہ عنہ اور اس سے محبت والوں پر خطبہ جمعہ میں لعن طعن کرتا اور کروانا رہا۔	۲۴۸
۱۱۳	سوال نمبر ۳۸: وہ کون ہے جو اپنی حکومت ستر ہزار دس ممبروں پر علی اور راشد اور رسول پر لعن طعن کرتا اور کرتا رہا۔	۲۴۸
۱۱۴	جواب:	۲۴۸
۱۱۵	سوال نمبر ۳۹: وہ کون ہے جس کے لیے حضور مقصود کائنات کا فرمان ہے جو میرے صحابی کو گالی دے اس پر لعنت کرو۔ ایسا کس نے کیا۔	۲۵۰
۱۱۶	جواب:	۲۵۰
۱۱۷	سوال نمبر ۴۰: وہ کون ہے جس نے سب پہلے ان لوگوں کو خصی کرنے کا حکم دیا۔	۲۵۱

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۱۱۸	جواب:	۲۵۱
۱۱۹	سوال نمبر ۴۱: وہ کون ہے جس نے علی رضی اللہ عنہ کو مار گٹ بنا کر اللہ و رسول اور تمام مومنوں پر سب و شتم لعن طعن کیا اور کروایا	۲۵۱
۱۲۰	جواب:	۲۵۱
۱۲۱	سوال نمبر ۴۲: وہ کون ہے جس نے اللہ اور رسولوں کے کافر اور ماں سے بدکاری کرنے والے بیٹے یزید کو ولی عہد بنا دیا۔	۲۵۱
۱۲۲	جواب:	۲۵۱
۱۲۳	سوال نمبر ۴۳: وہ کون ہے جو فتح مکہ کے دن پچھلے کفر کے ساتھ اسلام میں مداخلت کو آیا۔ اور جس کا ایمان بے نفع ہے۔ قرآن نے ان لوگوں کے لیے کیا۔ کفر کے ساتھ اسلام میں داخل ہوئے اور اسی کفر کے ساتھ اسلام سے نکل گئے۔	۲۵۳
۱۲۴	جواب:	۲۵۳
۱۲۵	سوال نمبر ۴۴: وہ کون ہے جس کے متعلق عبداللہ بن بریدہ دو صحابیوں نے گواہی دی کہ اس نے شراب پی اور ہمیں بھی	۲۵۴
۱۲۶	سوال نمبر ۴۵: وہ کون ہے جس کے متعلق عبداللہ بن ابی صادق رضی اللہ عنہ نے مسجد میں اعلان کیا کہ اس نے سود لیا اور کھایا اور گلے تک دوزخ میں ہے۔	۲۵۴
۱۲۷	جواب دونوں سوالوں کا۔	۲۵۴

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۱۴۸	سوال نمبر ۴۶: وہ کون ہے جس بد بخت ازلی ابدی نے مغیرہ ابن شعبہ کا غلام لڑو کو خرید کر اس سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو شہید کرایا۔	۲۵۵
۱۴۹	جواب:	۲۵۵
۱۵۰	سوال نمبر ۴۷: وہ کون ہے جس کے معتقد پیشوا عقبہ بن مری اور اس کے اپنے فرزند شہید نے کہا۔ سب جھوٹ ہے۔ نہ فرشتہ آیا نہ وحی۔	۲۵۷
۱۵۱	جواب:	۲۵۷
۱۵۲	سوال نمبر ۴۸: وہ کون ہے بے نفع ایمان لانے والا جس کے ازلی کافر باپ نے عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے کہا۔ یزیدی بادشاہیت ہے۔ میں نہیں مانتا جنت و دوزخ کو۔	۲۵۸
۱۵۳	سوال نمبر ۴۹: وہ کون ہے جس کے مشہور و معروف ذاتی منافق باپ کو جب اسلام میں آیا منافقین کا ماوی و ملجاں اور قابضیت میں زمین تھی۔ استیعاب جلد ۶ ص ۸۹	۲۵۸
۱۵۴	دو فوں سوالوں کا جواب۔	۲۵۸
۱۵۵	سوال نمبر ۵۰: وہ کون ہے جس بانی بغاوت ظلم و بدعت متبرع دو حکومت کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہناؤ ہناؤ مصائب فتنہ و فساد فرمایا۔ سوال نمبر ۵۱: وہ کون ہے جس کو باغی باطل ظالم سراہا فتنہ و فساد اس کی حکومت کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مَلَّکَ عَصُوْضًا ورنہ شاہی فرمایا۔	۲۶۳

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۱۵۶	جواب:	۲۶۳
۱۵۷	سوال نمبر ۵۲: وہ کون ہے جس نے مرتے دم پیغمبر علیہ السلام کے سب معرکوں کے بدلے لینے کی بسر کر دی مسلم بن عقبہ سب حراموں کو حلال جاننے والے ماننے والے صریح کافر بیٹے یزید کو حرمِ مدینہ کو غارت و تباہ کرنے کی وصیت کی جذب القلوب	۲۶۷
۱۵۸	سوال نمبر ۵۳: وہ کون ہے جس نے اپنے بیٹے کافر یزید کو حرمین شریفین کی تباہی کا مشورہ بطور نصیحت دیا پھر اس میں اس منافق مسلم بن عقبہ کو سب سے بڑھ کر معتقد و سر جی کہا۔	۲۶۸
۱۵۹	دو فوں سوالوں کا جواب:	۲۶۸
۱۶۰	سوال نمبر ۵۴: وہ کون ہے جس میں ہزار و چودہ اسباب کفر پائے جانے کے باوجود اس کے نمک حلال ملانے اور رسول اللہ سے بیگانے اسے صحابی بنانے اس پر رضی اللہ عنہ پڑھنے پڑھانے پر لبند ہیں۔	۲۶۹
۱۶۱	سوال نمبر ۵۵: وہ کون ہے جسے بغاوت پرست ملازموں نے محض باطل پر مجتہد بنا رکھا ہے۔ محقق علماء مشائخ نے تفریح کی ہے کہ وہ وجہ درجہ اجتہاد تک نہ پہنچے تھے۔	۲۷۰
۱۶۲	جواب:	۲۷۰
۱۶۳	سوال نمبر ۵۶: وہ کون ہے کہ جسے اجتہاد کی ٹکڑی براہ راست طیفہ راشد سے ہوئی۔ حالانکہ ایسا اجتہاد قطعاً بغاوت اور کفر تک پہنچانے والا ہے۔ جیسا ابلیس کا اجتہاد خلیفہ سے ہوا۔	۲۷۰

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۱۴۴	جواب:	۲۷۰
۱۴۵	سوال نمبر ۵۷: وہ کون ہے جس نے بھونڈے اجتہاد سے ۲۷۱ وتر کی تین رکعت کو ایک بنا دیا اور عبادت و اطاعت کے دو حصے برباد کر دیئے۔ (بخاری شریف)	۲۷۱
۱۴۶	سوال نمبر ۵۸: وہ کون ہے جس کے ایک وتر کے معاملہ ۲۷۱ میں اجتہاد کو ملاحظہ کر کے ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اسے گدھا کہا۔ (طحاوی شریف فیض الباری)	۲۷۱
۱۴۷	دو فوں سوالوں کے جواب:	۲۷۲
۱۴۸	سوال نمبر ۵۹: وہ کون ہے جس نے اجتہاد کر کے بغاوت ۲۷۳ کی اور غلیف راشد سے نانہ لے کر جنگ باغیانہ کی اور ایک ستر ہزار حافظ قرآن و سنت قتل کیے۔ ابو بکر صدیق کی اولاد کو گدھے کی کھال میں رکھ کر جلادیا۔	۲۷۳
۱۴۹	سوال نمبر ۶۰: وہ کون ہے جسے حنفی تفسیر احکام القرآن نے ۲۷۳ ائمۃ الکفر سے لکھا اس کے باپ اور اس کے گروہ کو کہا قَتْلُ لَعْنٌ بَيْنَقَ قَلْبِهِ مِنَ الْكُفْرِ۔ وہ کہ جن کے دلوں کو اللہ نے کفر سے پاک نہ کیا۔	۲۷۳
۱۵۰	سوال نمبر ۶۱: وہ کون صاحب ہے کہ جو اللہ و رسول کے حکم ۲۷۷ دین و ایمان سے بغاوت کی بنا پر دین و ایمان سے خارج ہوا۔ اور ملت میں تفرقہ کا موجب بنا۔	۲۷۷

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۱۵۱	سوال نمبر ۶۲: وہ کون صاحب ہیں جو ملت کے لیے باغی ۲۷۷ ہیں۔ اگر مسلمان ان کے متعلق غلط فہمی رفع کر کے انہیں ملت سے پہلا باغی جانیں تو تفرقہ نہ رہے علما و مشائخ اور دانشور و حکام متعلقہ کا فرض ہے کہ اس تحریک کے بغاوت و فساد کو بلا تاخیر ختم کرنے کا بندوبست کریں۔	۲۷۷
۱۵۲	دو فوں سوالوں کا جواب:	۲۷۸
۱۵۳	اعلان عام:	۲۷۸
۱۵۴	اعلان عام کا جواب:	۲۷۹
۱۵۵	گستاخ دوم:	۲۸۱
۱۵۶	مودودی کے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر سات عداوتیں ۲۸۱ اعتراض اول:	۲۸۱
۱۵۸	حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ولد الزنا زبیر بن سمیہ کو اپنا ۲۸۱ بھائی قرار دیا۔ (مودودی)	۲۸۱
۱۵۹	جواب اول:	۲۸۲
۱۶۰	استلحاق زیاد کی روایت کسی سند صحیح کے ساتھ مذکور نہیں۔ ۲۸۲	۲۸۲
۱۶۱	امیر معاویہ کا اپنے باز و مضبوط کرنے کے لیے زیاد کو بھائی بنانے کا ۲۸۲ الزام بے بنیاد ہے	۲۸۲
۱۶۲	جواب دوم:	۲۸۴
۱۶۳	جواب سوم:	۲۸۴
۱۶۴	ولد الزنا کو اپنا بھائی بنانے کا الزام اہل تشیع کی ایجاد ہے۔ ۲۸۴	۲۸۴

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۱۶۵	جواب چہارم:	۲۹۲
۱۶۶	زیادہ کے ابرسیان کی جائز اولاد ہونے پر شہادتیں	۲۹۲
۱۶۷	جواب پنجم:	۲۹۲
۱۶۸	(حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ زیاد کو ولد الزنا نہیں سمجھتے تھے۔)	۲۹۲
۱۶۹	اعتراض دوم:	۲۹۷
۱۷۰	امیر معاویہؓ نے قانون کی بالادستی کا خاتمہ کر دیا۔ (موردی)	۲۹۷
۱۷۱	جواب:	۲۹۸
۱۷۲	اعتراض سوم:	
۱۷۳	حضرت امیر معاویہؓ رضیر دستہ غلیفہ بنے۔ (موردی)	۳۱۷
۱۷۴	قرید اول:	۳۱۹
۱۷۵	اس اعتراض میں چار امور پائے گئے جو درج ذیل نقل کیے جاتے ہیں۔	۳۱۹
۱۷۶	امرا اول:	۳۱۹
۱۷۷	امیر معاویہؓ نے خلافت لڑ کر حاصل کی تھی۔	۳۱۹
۱۷۸	امردوم:	۳۱۹
۱۷۹	ان کی بیعت عوام نے اس لیے کی تا کہ خو نریزی سے بچا جاسکے۔	۳۱۹
۱۸۰	امر سوم:	۳۱۹
۱۸۱	آپ کے دور خلافت کو عام الجماعت اس لیے کیا گیا کہ اس میں غارتہ جنگی ختم ہوئی تھی۔	۳۱۹

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۱۸۲	امر چہارم:	۳۱۹
۱۸۳	لوگوں کی ناراضگی کا امیر معاویہؓ رضیر کو بھی علم تھا۔	۳۱۹
۱۸۴	جواب امر اول:	۳۱۹
۱۸۵	جواب امر دوم:	۳۲۲
۱۸۶	جواب امر سوم:	۳۲۳
۱۸۷	جواب امر چہارم:	۳۲۶
۱۸۸	قرید دوم:	۳۳۰
۱۸۹	ابن حجر مکی کے قلم سے۔	۳۳۰
۱۹۰	اعتراض چہارم:	۳۳۲
۱۹۱	حضرت امیر معاویہؓ رضیر نے آزادی رائے کا خاتمہ کر دیا (موردی)	۳۳۲
۱۹۲	جواب مفصل:	۳۳۵
۱۹۳	اعتراض پنجم:	۳۳۳
۱۹۴	امیر معاویہؓ رضیر نے کافر زندگی کو تبدیل کر دیا تھا۔ (موردی)	۳۳۳
۱۹۵	جواب مفصل:	۳۳۴
۱۹۶	اعتراض ششم:	۳۵۷
۱۹۷	امیر معاویہؓ رضیر نے بیت المال کی حیثیت تبدیل کر دی (موردی)	۳۵۸
۱۹۸	جواب:	۳۵۸
۱۹۹	امیر معاویہؓ رضیر بیت المال کی ایک ایک پائی کا حساب لیا کرتے تھے۔	۳۵۹

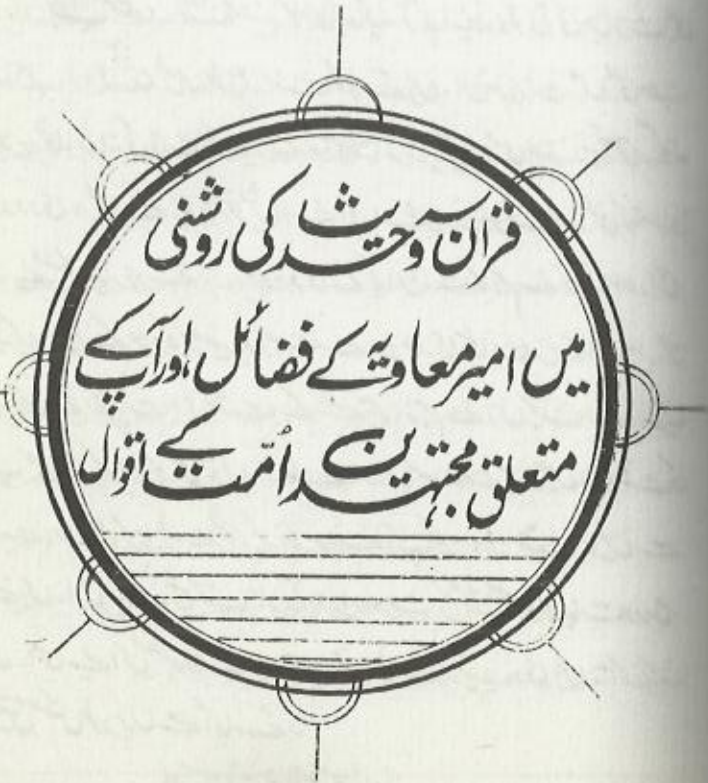
صفحہ نمبر	مضمون	نمبر شمار
۳۸۶	گستاخ پنجم:	۲۰۹
۳۸۶	وحید الزمان اہل حدیث کی امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی شان میں تنقیص۔	۲۱۰
۳۸۷	قرعہ صید:	۲۱۱
۳۸۹	فتح قبرص کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیش گوئی۔	۲۱۲
۴۰۰	فرمان رسول صلی اللہ علیہ وسلم امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی شان میں۔	۲۱۳
۴۰۲	فرمان عمر فاروق رضی اللہ عنہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی شان میں۔	۲۱۴
۴۰۳	فرمان علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی شان میں۔	۲۱۵
۴۰۴	قول ابن عباس رضی اللہ عنہما۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی شان میں۔	۲۱۶
۴۰۶	حضرت حمیر بن سعد رضی اللہ عنہ کا قول امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی شان میں۔	۲۱۷
۴۰۶	سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ کا قول امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی شان میں۔	۲۱۸
۴۰۷	امیر معاویہ رضی اللہ عنہ تالیسین کی نظر میں۔	۲۱۹
۴۰۷	عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے گستاخ کو کڑوں کی سزا دی۔	۲۲۰
۴۱۰	امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے شب و روز کے نیک اعمال کی تصدیق خدیجہ مخرمہ رضی اللہ عنہا کے قلم سے	۲۲۱
۴۲۶	نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت ابرہہ کی عداوت کی تردید	۲۲۲
۴۲۷	ابوسنیان کا مقام نبی علیہ السلام کی نظر میں۔	۲۲۳

صفحہ نمبر	مضمون	نمبر شمار
۳۶۰	اگر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بیت المال میں غیر اسلامی تصرف کرتے تھے تو انہیں اہل بیت اور کبار صحابہ ان کے عطیات کیوں وصول کب کرتے تھے۔	۱۹۸
۳۶۱	امام احمد بن حنبل نے مشکوک مال وصول کرنے اور اسے تصرف میں لانے سے انکار کر دیا۔	۱۹۹
۳۶۵	اعتراض ہفتم:	۲۰۰
۳۶۵	حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے مسکودیت کو تبدیل کر دیا (مودودی)	۲۰۱
۳۶۰	ملک غلام علی کی مودودی کی طرف سے عجیب وکالت۔	۲۰۲
۳۶۲	ما فطر یسٹ صلاح الدین الحمدیث کا مودودی کی کتاب خلافت و ملکیت کے متعلق نظریہ۔	۲۰۳
۳۶۲	گستاخ سوہا:	۲۰۴
۳۶۲	حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں ایک دیوبندی مولوی عبدالرحیم کی گستاخانہ تحریر۔	۲۰۵
۳۶۷	گستاخ چہارم:	۲۰۶
۳۶۷	ظاہر القادری کی سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں دو عدد تنقیصی عبارات	۲۰۷
۳۶۸	ظاہر القادری کی مذکورہ دو عدد عبارات کا تنقیدی جائزہ	۲۰۸
۳۸۰	غوث وقت قبلہ سیدی دہلوی و مرشدی سید محمد باقر علی شاہ صاحب سجادہ نشین آستانہ عالیہ حضرت کیلیانہ شریف ضلع گوجرانوالہ کار و حافی اور سچا خواب۔	۲۰۹

صفحہ نمبر	مضمون	نمبر شمار
۲۳۶	باب سوم	۲۳۶
۲۳۵	مشہور نعت خزانہ مائے حشر فیصل آبادی کے باطل نظریات کا رد۔	۲۳۵
۲۳۶	مشکل کشاکش کتاب کے چند زندیقانہ عنوانات۔	۲۳۶
۲۳۸	امام ربانی مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ کا مقام و مرتبہ۔	۲۳۸
۲۴۱	عنوان اول: علماء انبیائے کرام کے ہم مرتبہ۔	۲۴۱
۲۵۸	امتی کو نبی کا ہم مرتبہ کہنے والا کذاب اور زندیق ہے (مجدد الف ثانی)	۲۵۸
۲۵۹	کوئی امتی کسی صحابی کے مقام مرتبہ کو نہیں پاسکتا نبی کے مقام و مرتبہ	۲۵۹
۲۶۱	تک رسائی کیسے ممکن ہے۔ (مجدد الف ثانی)	۲۶۱
۲۶۱	صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا سر مبارک پیغمبر کے سب سے نچلے درجہ سے بھی نیچے ہے۔ (مجدد الف ثانی)	۲۶۱
۲۶۲	ولایت کو نبوت پر ترجیح دینا یوں ہے جیسے کفر کو اسلام سے افضل کہا۔ (مجدد الف ثانی)	۲۶۲
۲۶۳	عنوان دوم:	۲۶۳
۲۶۴	انبیاء میں صحابہ کرام جیسے کمالات۔	۲۶۴
۲۶۵	عنوان سوم:	۲۶۵
۲۶۶	ان انبیاء پر صحابہ کو فضیلت نہیں دے سکتے۔	۲۶۶
۲۶۷	عنوان چہارم:	۲۶۷
۲۶۸	امت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وہ کمال جو انبیاء کرام	۲۶۸
	کو نہیں ملتا۔	

صفحہ نمبر	مضمون	نمبر شمار
۲۸۲	امتی پیغمبر سے اوپر پاسکتا ہے۔	۲۸۲
۲۸۳	عنوان چہارم کے تحت میں دونوں ذیلی عنوانوں کی تردید	۲۸۳
۲۸۶	عنوان پنجم:	۲۸۶
۲۸۶	امتی کے وسیع سے حضور علیہ السلام کو کمال حاصل ہوا۔	۲۸۶
۲۸۷	عنوان پنجم کی تردید	۲۸۷
۲۹۲	عنوان ہفتم کمالات انبیاء سے الحاق۔	۲۹۲
۲۹۳	عنوان ششم کی تردید۔	۲۹۳
۵۰۰	عنوان ہفتم: حضرت علی رضی اللہ عنہ کا فضل میں۔	۵۰۰
۵۰۱	عنوان ہفتم کی تردید۔	۵۰۱
۵۰۶	عنوان ہشتم: حضرت علی رضی اللہ عنہ کیوں افضل ہیں۔	۵۰۶
۵۰۷	عنوان ہشتم کی تردید۔	۵۰۷
۵۱۰	ایک مشہور اعتراض: حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول میں ہی صدیق اکبر ہوں اس کو میرے بعد کوئی نہیں کہے گا سوائے کذاب کے۔	۵۱۰
۵۱۱	جواب مشہور اعتراض کے دو حصے ہیں	۵۱۱
۵۱۱	حصہ اول:	۵۱۱
۵۱۱	حضرت علیؑ کا فرمان کہ میں صدیق اکبر ہوں جو میرے بعد کسی کو صدیق اکبر کہے وہ کذاب ہے	۵۱۱
۵۱۱	حصہ دوم: سب پہلے میں نے سات سال نمازیں پڑھیں	۵۱۱
۲۵۵	جواب حصہ اول:	۲۵۵
۲۵۶	جواب حصہ دوم	۲۵۶

صفحہ نمبر	مضمون	نمبر شمار
۵۲۱	تمام صحابہ کرام سے شیخین کا مقام منفرد ہے اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے نور سے جنت بھرا ہوا ہے۔	۲۵۷
۵۲۵	اس امت کے معزز ترین اور مقرب ترین عند اللہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔	۲۵۸
۵۲۷	خلافت ظاہری کے لیے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلیفہ بلا فضل ہونے پر صائم چشتی کی ایک لالینی دلیل۔	۲۵۹
۵۲۷	حجاب۔	۲۶۰
۵۲۹	عنوان ذہور، غیر نبی کی نبی پر فضیلت۔	۲۶۱
۵۳۰	عنوان ذہور کی تردید۔	۲۶۲
۵۳۲	آخری گزارش:	۲۶۳
۵۳۳	چیلنج:	۲۶۴



باب اول:

قرآن و حدیث کی روشنی میں امیر معاویہؓ کے

فضائل اور آپ کے متعلق مجتہدین امت کے اقوال

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

تحفہ جعفریہ اور عقائد جعفریہ میں ہم نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی ذات پر اہل تشیع کی طرف سے جو الزامات و اعتراضات تھے۔ ان کے جوابات پیش کیے۔ اس دوران جب مختلف کتب مصنفہ کا مطالعہ کیا۔ تو کچھ ایسے لوگوں کی عبارات بھی سامنے آئیں۔ جو اہل تشیع نہیں بلکہ اہل سنت کہلاتے ہیں۔ ان عبارات میں بھی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی ذات کو تنقید بے جا کا نشانہ بنا گیا۔ اسی طبقہ سے تعلق رکھنے والا "مودودی" بھی ہے جو بڑی خوش اپنے اور اپنے پیروؤں کے سوا کسی کو "مسلمان" کہنے کے لیے مشکل تیار ہوئے ہیں۔ مودودی کے کچھ الزامات کا ہم نے گزشتہ اوراق میں محاسبہ کیا۔ اس کے علاوہ برصغیر میں بہت سے دیوبندی سنی نابریہوی اور پیر بھی ایسے ہیں جن کے نظریات اہل سنت کے سے نہیں۔ ہم نے اس بحث کے آخر میں یہ مناسب سمجھا۔ کہ کچھ ان کا بھی تذکرہ ہو جائے۔ جو اس سلسلہ میں ہمیں اہل سنت کی کتب سے استدلال کرنا پڑے گا۔ کیونکہ یہ اپنے آپ کو "اہل سنت" میں سے گردانتے ہیں۔ اہل سنت کی کتب تاریخ اور احادیث کی کتب کے حوالہ جات درج ہوں گے۔ اس لیے اس مضمون کے لیے ہم نے چند فصول ترتیب دی ہیں۔ تاکہ زبردست مسئلہ کی تحقیق مکمل طور پر سامنے آجائے۔

وَبِاللّٰهِ التَّوْفِیْقُ

فصل اول

صحابی کی تعریف اور مرتبہ مقام

صحابی کی تعریف: الناہیہ:

ذَكَرَ لِإِمَامِ الْقُسْطَلَانِي فِي الْمَوْاهِبِ وَغَيْرِهِ
أَنَّ أَصْحَابِي هُوَ مَنْ صَاحَبَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
مِنَ الْمُسْلِمِينَ أَوْ رَأَاهُ وَلَوْ سَاعَةً وَهُوَ مُؤْمِنٌ
بِهِ وَمَاتَ عَلَى ذَلِكَ.

الناہیہ تصنیف امام عبد العزیز بن احمد دفرہروی
(صفحہ ۴۵۷)

ترجمہ: امام قسطلانی نے مواہب میں اور دیگر حضرات نے اپنی اپنی تصانیف میں ذکر کیا ہے کہ "صحابی" ہر وہ مسلمان (مرد و عورت) ہے جس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہم نشینی کی ہے۔ یا آپ کی محض زیارت کی ہو اگرچہ یہ زیارت یا ہم نشینی ایک ساعت کی ہی کیوں نہ ہو۔ لیکن یہ سب کچھ حالت ایمان میں۔ اور پھر ایمان پر ہی اس کا خاتمہ بھی ہوا ہو۔

مقام و مرتبہ: الناہیۃ؛

حَسْبُكَ مِنَ الْقُرْآنِ قَوْلُهُ سُبْحَانَكَ لَا يَسْتَوِي
مَنْكُم مَّنْ أَلْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَاتِلْ أُولَٰئِكَ
أَعْظَمُ دَرَجَةً مِنَ الَّذِينَ اتَّفَقُوا مِنْ بَعْدِ
وَقَاتِلُوا وَكَلَّا وَعَدَ اللَّهُ الْحُسَيْنِ وَفِيهِ
بَشَارَةٌ لِّأَجْمَاعِهِمْ بِالْجَنَّةِ - (الناہیۃ صفحہ ۱)
ترجمہ: صحابہ کرام کی شان اور مقام و مرتبہ کے لیے اللہ تعالیٰ کا یہ قول تیرے
لیے کافی ہے۔ ”تم میں سے جس نے فتح مکہ سے پہلے اپنا مال اللہ کی
راہ میں خرچ کیا۔ اور جہاد کیا۔ اُن لوگوں کے درجات ایسے لوگوں سے
بڑھ کر ہیں جنہوں نے فتح مکہ کے بعد مال خرچ کیا اور جہاد کیا۔ ان دونوں
اقسام کے مومنوں کے لیے اللہ تعالیٰ نے اچھا وعدہ کر رکھا ہے۔“
اس آیت کریمہ میں اس امر کی خوشخبری ہے کہ تمام صحابہ کرام جنتی
ہیں۔

الناہیۃ وغیرہ:

عن عمران بن حصین رضی اللہ عنہ مَرْفُوعًا
خَيْرُ أُمَّتِي قَرَفِي ثُمَّ الَّذِينَ يَلَوْنَ نَفْسَهُمْ
ثُمَّ الَّذِينَ يَلَوْنَ نَفْسَهُمْ - الحديث

(رواہ البخاری و الترمذی ص ۱۷۰ صواعق مرقومہ)

ترجمہ: حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت ہے۔ کہ
حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میرے زمانہ کے لوگ بہترین

امت ہیں۔ پھر دوسرے درجہ پر وہ جوان کے بعد پھر وہ جوان کے بعد۔
العواصم والقواصم:

حدیث ابن عباس عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
مَهْمَا أَوْ تَبَيْتُمْ مِنْ كِتَابِ اللَّهِ فَالْعَمَلُ بِهِ لَأَعْدَرُ
لَا حِدَ كُمْ فِي تَرْكِهِ فَإِنْ لَمْ يَكُنْ فِي كِتَابِ اللَّهِ
فَسُنَّةٌ مِنْ مَتْنِ مَا ضَيَّعَ فَمَا قَالَ أَصْحَابِي إِنَّ
أَصْحَابِي مَنْزِلَةُ الثَّجُومِ فِي السَّمَاءِ فَأَيُّهَا أَخَذَ
تَرْبِهِ اهْتَدَيْتُمْ وَاخْتَلَفَتْ أَصْحَابِي لَكُمْ
رَحْمَةً - (العواصم والقواصم ص ۳۳)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ ایک حدیث حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے
بیان کرتے ہیں۔ ”اُپ نے فرمایا۔ جب بھی تمہیں کوئی بات قرآن کریم
سے کہی جائے تو اس پر عمل کرو۔ اس پر عمل نہ کرنے کے بارے میں
تم سے کسی کا کوئی عذر قبول نہ ہوگا۔ پھر اگر کتاب اللہ میں وہ مسئلہ نہ پاؤ
تو میرے ارشادات میں تلاش کرو۔ اور اگر وہاں بھی نہ پاسکو۔ تو قول
صحابی پر عمل کرو۔ میرے صحابہ ایسے ہیں۔ جیسا کہ آسمان میں ستارے۔
لہذا تم نے جس صحابی کی بات پر عمل کر لیا۔ ہدایت پا جاؤ گے۔ اور میرے
صحابہ کا اختلاف تمہارے لیے رحمت ہے۔“

الناہیۃ:

۱۔ عن جابر مرفوعًا لَا تَمَسُّ النَّارَ مُسْلِمًا رَأْفًا
أَوْ رَأْفًا مِّنْ رَأْفِي

(رواہ الترمذی)

تاروں کی طرح ہیں۔ تم جس کے پیچھے چل پڑو گے ہدایت پا جاؤ گے۔
ترمذی شریف:

عن ابی سعید الخدری قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لَا تَسْبُوا أَصْحَابِي فَوَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَوْ أَنَّ أَحَدَكُمْ أَتَقَرَّ بِمِثْلِ أَحَدٍ هَبَا مَا أَدْرَكَ مَكَدَ أَحَدِهِمْ وَلَا يَصِيفُهُ - هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ -

(ترمذی شریف جلد دوم ص ۲۲۵ صواعق محرقہ ص ۶)
ترجمہ: ابوسعید خدری کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے صحابہ کو برا بھلا مت کہو۔ اس بات کی قسم جس کے ہاتھ میری جان ہے۔ اگر تم (غیر صحابہ) میں سے کوئی ایک آدمی کے برابر سونا اللہ کی راہ میں خرچ کرے۔ تو وہ کسی صحابی کے ایک دریا نصف در کے برابر نہیں ہو سکتا۔
صواعق محرقہ:

فِي الدَّارِ قُطْنِي مَنْ حَفِظَنِي فِي أَصْحَابِي وَرَدَعَنِي الْحَوْضَ وَمَنْ لَمْ يَحْفَظْنِي فِي أَصْحَابِي لَمْ يَرِدْ عَلَيَّ الْحَوْضَ وَلَمْ يَرَانِي - (صواعق محرقہ ص ۶)

ترجمہ: دارِ قُطْنی میں ہے کہ جس نے میرے صحابہ کو میری وجہ سے برا بھلا کہنے سے بچائے رکھا۔ وہ حوض کوثر پر میرے پاس آئے گا۔ اور جس نے نہ بچایا وہ نہ حوض کوثر پر میرے پاس آئے گا۔ اور نہ ہی میری زیارت اسے مشون ہوگا۔

شواہد الحق:

قَالَ الْإِمَامُ ابْنُ حَجَرٍ قَالَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ

أَحَبَّ اللَّهُ أَحَبَّ الْقُرْآنَ وَمَنْ أَحَبَّ الْقُرْآنَ أَحَبَّنِي وَمَنْ أَحَبَّنِي أَحَبَّ أَصْحَابِي وَقَرَأَ بَيْتَهُ -

رشواہد الحق ص ۴۸۲

ترجمہ: ابن حجر نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو اللہ سے محبت کرتا ہوگا۔ وہ قرآن سے محبت کرتا ہوگا۔ اور جو قرآن سے محبت کرتا ہوگا۔ وہ مجھ سے اور جو مجھ سے وہ میرے صحابہ اور قرابت سے محبت کرتا ہوگا۔
العواصم من القواصم:

عن عمر بن الخطاب قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم سَأَلْتُ رَبِّي فِي مَا اخْتَلَفْتُمْ فِيهِ أَصْحَابِي مِنْ بَعْدِي فَأَوْحَى إِلَيَّ يَا مُحَمَّدُ إِنَّ أَصْحَابَكَ جُنْدِي بِمَنْزِلَةِ التَّجُومِ فِي السَّمَاءِ بَعْضُهَا أَضْوَاءُ مِنْ بَعْضٍ فَمَنْ أَخَذَ بِسَبْطِي وَمَقَامِعِهِ عَلَيْهِمْ مِنْ إِنْخِلَالِهِمْ فَلَهُمْ عِنْدِي عَلَى هُدًى -

العواصم من القواصم ص ۳۳

ترجمہ: عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے اپنے پروردگار سے اپنے صحابہ کے اختلاف کے متعلق پوچھا۔ جو میرے بعد ان میں پیدا ہوگا۔ تو اللہ تعالیٰ نے میری طرف وحی بھیجی۔ اے محمد! تیرے صحابہ میرے نزدیک آسمان کے ستاروں کی طرح ہیں۔ بعض بعض سے زیادہ روشن ہیں۔ لہذا جس نے ان کی اختلافی بات میں سے کسی کو بھی قبول کر لیا۔ وہ ہدایت پا گیا۔

ملحہ فکرمیہ: قرآن کریم کی متعدد آیات اور احادیث مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے

یہ بات اظہر من الشمس ہے۔ کہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی ضعیفی ہیں۔ اور یہ کہ ان کو بُرا بھلا کہنے والا اللہ اور اس کے رسول کا نافرمان ہے۔ اور حضرات صحابہ کرام کے باہم مشاجرات اور اختلافات میں سے کوئی صحابی اپنی رائے کے بارے میں مگر ابھی پر نہیں۔ بلکہ ان میں سے کسی کے قول کو ماننے والا ہدایت پر ہے۔ اور ان میں سے ہر ایک ہدایت کا روشن ستارہ ہے۔ ان شواہد کے پیش نظر کوئی صاحبِ ایمان یہ جرأت نہیں کر سکتا۔ کہ حضرات صحابہ کرام میں سے کسی کے بارے میں گت تافعی اور بے ادبی کا اظہار کر کے اپنے آپ کو دوزخ کا ایندھن بنائے۔ اور سرکارِ دو عالم حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت سے محروم ہو جائے۔ یہ اعزاز و اکرام انہیں بارگاہِ ایزدی اور درِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل ہوا ہے۔

ایں سعادت بزورِ بازو نیست
مناز بخشد خداے بخشندہ

و بالله التوفیق

ۛ

فصل دوم

گزشتہ سطور میں مطلقاً صحابی کا مقام و مرتبہ قرآن و حدیث سے پیش کیا گیا۔ اب ہم یہ ثابت کیے دیتے ہیں۔ کہ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بھی وہ شخصیت ہیں جنہیں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہونے کا شرف حاصل ہے۔ اور اس وجہ سے آپ بھی ان فضائلِ مناقب کے حامل ہیں۔ جو گزشتہ اوراق میں صحابی کے متعلق ذکر ہوئے۔

البدایۃ والنہایۃ:

معاویہ بن ابی سفیان صخر بن حرب بن امیہ بن
عبید شمس بن عبد مناف بن قصی ابو عبد الرحمن
القرشی الاموی خال المؤمنین و کاتب و حنی
رَبِّ الْعَالَمِينَ اسْلَمَ صَوْرَ وَاَبُوهُ وَاُمُّهُ هِنْدُ
بِنْتُ عَتِیْبَةَ بْنِ رَبِیعَةَ بْنِ عَبْدِ شَمْسٍ یَوْمَ الْفَتْحِ
وَقَدْ رُوِيَ عَنْ مُعَاوِیَةَ اَنَّهُ قَالَ اسْلَمْتُ یَوْمَ
عُمُرَةَ الْقَضَاءِ وَلَکِنِّي كَتَمْتُ اسْلَامِي مِنْ اِبْنِ اِلٰی
الْفَتْحِ وَكَانَ اَبُوهُ مِنْ سَادَاتِ قُرَیْشٍ فِي الْجَاهِلِیَّةِ
وَالَّتِ الْبَیْهَ رِیَاسَةً قُرَیْشٍ بَعْدَ یَوْمِ بَدْرٍ فَكَانَ
هُوَ اَمِیرَ الْحَرْوِبِ مِنْ ذَا لِكَ الْجَانِبِ وَكَانَ رَیْسًا
مَطَاعًا اَمَالِیَ بَعْرِیْلٍ وَلَمَّا اسْلَمَ قَالَ یَا رَسُولَ اللّٰهِ
مُرْ فِی حَتِّیْ اُقَاتِلَ الْکُفَّارَ کَمَا کُنْتُ اُقَاتِلُ الْمُشَکِکِیْنَ

قَالَ نَعْرِفُكَ قَالَ وَمَعَاوِيَةَ تَجْعَلُهُ كَاتِبًا بَيْنَ يَدَيْكَ
قَالَ نَعَمْ ثُمَّ سَأَلَ أَنْ يُزَوَّجَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ بِابْنَتِهِ وَهُوَ عَزَاهُ بِنْتُ أَبِي سَفْيَانَ وَاسْتَعَانَ
عَلَى ذَلِكَ بِاخْتِيَارِ أُمِّ حَبِيبَةَ فَكُلُّهُنَّ تَعَجَّ ذَلِكَ وَبَيْنَ
رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ ذَلِكَ لَا يَحِلُّ لَهُ
سِوَا الْمُقْصُودِ أَنَّ مَعَاوِيَةَ كَانَ يَكْتُبُ الْوَحْيَ لِرَسُولِ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعَ غَيْرِهِمْ مِنْ كُتَّابِ الْوَحْيِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ

(البدایۃ والنہایۃ جلد ۱ ص ۲۰-۲۱)

ترجمہ: امیر معاویہ بن سفیان رضی اللہ عنہ قریشی اور اموی ہیں۔ تمام مومنوں کے خالو اور
اللہ تعالیٰ کی وحی کے کاتب تھے۔ یہ ان کے والد اور ان کی والدہ ہند بنت
عقبہ فتح مکہ کے دن مشرف اسلام ہوئے۔ خود امیر معاویہ سے روایت ہے
کہ میں عمرۃ القضا کے موقع پر مسلمان ہو گیا تھا۔ لیکن میں نے اپنے والد سے
اسلام کو فتح مکہ تک چھپائے رکھا۔ ان کا باپ دور جاہلیت میں قریش کے
سرداروں میں سے تھا۔ غزوہ بدر کے بعد قریش کی سرداری ان کو ملی۔ لہذا
یہی معاویہ قریش کی طرف سے لڑائی کے لیے پہ سالار ہوئے۔ بہت
بڑے امیر اور لوگوں کے آقا تھے۔ جب مسلمان ہوئے۔ تو عرض کی یا رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم مجھے ارشاد فرمائیں۔ کہ میں جس طرح اسلام سے قبل مسلمانوں
سے لڑتا تھا۔ اسی طرح اسلام لانے کے بعد کفار سے لڑوں۔ فرمایا: اچھا
ہے۔ پھر معاویہ عرض گزار ہوئے۔ کہ مجھے اپنا کاتب مقرر کر لیجئے۔ فرمایا منظور
ہے۔ پھر عرض کیا۔ حضور! میری بہن سے شادی کر لیں۔ اور اسے ام حبیبہ کا
شریک بنالیں۔ لیکن یہ عرض منظور نہ ہو سکی۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا۔ ایسا کرنا یعنی دو بہنوں کا نکاح میں جمع ہونا جائز نہیں ہے۔ مقصد یہ ہے
کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ دیگر کاتبان وحی کی طرح کاتب وحی تھے
جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر اتارنے والے احکامات وغیرہ کی کتابت کرتے
تھے۔ (رضی اللہ عنہم)

البدایۃ والنہایۃ:

معاویہ بن ابی سفیان القرشی الاموی ابو عبد الرحمن
خَالُ الْمُغِيرَةِ بْنِ وَحْيٍ رَسُولِ رَبِّ الْعَالَمِينَ
..... قَالَ مَعَاوِيَةَ وَلَقَدْ مَقَّلَ عَلِيٌّ رَسُولَ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَكَّةَ فِي حُمْرَةِ الْقَضَاءِ وَإِنِّي لَمُصَدِّقٌ
بِهِ ثُمَّ لَمَّا دَخَلَ عَامُ الْفَتْحِ أَظْهَرْتُ إِسْلَامِي فَجِئْتُ
فَرَجَبَ بِي وَكَتَبْتُ بَيْنَ يَدَيْهِ وَكَانَ أَبُوهُ مِنْ
سَادَاتِ قُرَيْشٍ وَكَفَرُوا بِاللَّهِ دُونَ بَعْدَ يَوْمِ بَدْرٍ
ثُمَّ لَمَّا أَسْلَمَ حَسَنَ بَعْدَ ذَلِكَ إِسْلَامَهُ وَكَانَ
لَهُ مَوَاقِفٌ شَرِيفَةٌ وَأَثَارٌ مَحْمُودَةٌ فِي يَوْمِ بَيْتِكَ
وَمَا قَبْلَهُ وَمَا بَعْدَهُ وَصَحَّبَ مَعَاوِيَةَ رَسُولَ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَتَبَ الْوَحْيَ بَيْنَ يَدَيْهِ
مَعَ الْكُتَّابِ وَرَوَى عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ أَحَادِيثَ كَثِيرَةً فِي الصَّحِيحَيْنِ وَغَيْرِهِمَا
مِنَ السُّنَنِ وَالْمَسَانِيدِ وَرَوَى عَنْهُ جَمَاعَةُ عُلَمَاءِ الْقُرْآنِ
وَالْتَّابِعِينَ قَالَ أَبُو بَكْرٍ بْنُ أَبِي الدُّنْيَا كَانَ مَعَاوِيَةَ
أَطْوَلًا أَبْيَضَ جَمِيلًا - (البدایۃ والنہایۃ جلد ۱ ص ۱۱۵) ترجمہ

ترجمہ: معاویہ بن ابی سفیان، مومنوں کے خالو اور اللہ تعالیٰ کی وحی کے کاتب تھے معاویہ کہتے ہیں۔ کہ جب میں مکہ میں عمرہ القضاء کے وقت پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا۔ تو میں ان پر ایمان لا چکا تھا۔ پھر جب فتح مکہ ہوا۔ تو اس دن میں نے اپنا اسلام لانا ظاہر کر دیا۔ میں جب اس مرتبہ حضور کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوا۔ تو آپ نے خوش آمدید کہا۔ میں آپ کے حکم سے وحی کی کتابت کرتا رہا۔ ان کا باپ قریش کے سرداروں میں سے ایک تھا۔ غزوہ بدر کے بعد امیر معاویہ کو سرداری مل گئی۔ پھر جب اسلام لائے تو ان کا اسلام لانا بہت اچھا تھا۔ ان کے فضائل اور اخلاق قابل تعریف تھے۔ جنگ یرموک اور اس سے پہلے و بعد میں ان کی خدمات قابل تحسین تھیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت نصیب ہوئی۔ دوسرے کامیاب وحی کے ساتھ یہ بھی وحی کی کتابت کرنے رہے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت سی احادیث کی ان سے روایت صحیحین وغیرہ میں موجود ہے۔ پھر ان سے روایت کرنے والوں میں صحابہ کرام اور تابعین بھی بکثرت ہیں۔ ابوبکر بن ابی دنیا کے قول کے مطابق جناب معاویہ لمبے قد اور سفید رنگ والے خوبصورت شخص تھے۔

الاصابة:

معاویہ بن ابی سفیان القرشی الاموی امیر المومنین
وَلَمَّا قُبِلَ الْبُعْثَةُ بِعُثْمَانَ بْنِ مَسْلُومٍ وَفِيْلَ بَسْبِجٍ وَقِيلَ
بِثَلَاثَةِ عَشَرَ وَالْأَوَّلُ أَشْهَرُ وَحَكَى الْوَاثِقُ أَنَّهُ
أَسْلَمَ بَعْدَ الْبُعْثَةِ وَكَتَمَ إِسْلَامَهُ حَتَّى أَظْهَرَهُ
عَامَ الْفَتْحِ أَنَّهُ كَانَ فِيْ عُمْرَةِ الْقَضَاءِ مُسْلِمًا.....

وعن ابن عباس أَن مَعَاوِيَةَ قَالَ قَصَرْتُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَ الْمَرْوَةِ..... قَالَ ابْنُ نَعِيمٍ كَانَ مِنَ الْكُتُبَةِ الْحَسْبَةِ الْقَصْحَةَ حَلِيمًا وَقَدْ رَأَى عَنْ خَالِدِ بْنِ مَعْدَانَ كَانَ طَوِيلًا أَبْيَضَ أَحْبَلِي وَصَاحِبَ التَّبَيُّ مَلَى اللَّهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَتَبَ لَهُ.

(الاصابة في تمييز الصحابة جلد ۳ ص ۲۳۳ حرف الميم)
ترجمہ: امیر المومنین جناب معاویہ بعثت سے پانچ، سات یا تیرہ برس قبل پیدا ہوئے۔ اول تاریخ زیادہ مشہور ہے۔ واقفی نے بیان کیا کہ یہ مدینہ کے بعد مسلمان ہوئے تھے۔ اور انہوں نے اسلام چھپائے رکھا۔ حتیٰ کہ فتح مکہ کو ظاہر کیا۔ آپ عمرہ القضاء میں مسلمان تھے۔ ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ معاویہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سرانور کے بال مروءہ کے نزدیک کاٹے۔۔۔۔۔ ابونعیم کے مطابق جناب معاویہ کاتب وحی، بڑے فصیح، بردباد اور باوقار آدمی تھے۔ خالد بن معدان کہتے ہیں کہ امیر معاویہ دراز قد، سفید رنگ اور خوبصورت شخص تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی تھے۔ اور آپ پر اترنے والی وحی کی کتابت فرمایا کرتے تھے۔

ملحہ فکریہ:

مذکورہ حوالہ جات سے سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا وہ صحابی رسول،، ہونا دو ٹوک الفاظ سے بیان ہوا۔ آج تک کسی نے ان کی صحابیت کا انکار نہیں کیا۔ علاوہ ازیں ان کے کاتب وحی ہونے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت احادیث کرنے کے شواہد بھی مذکورہ حوالہ جات میں موجود ہیں اسلام قبول کرنے کے بعد اس میں حسن اور برتری

کی گواہی بھی موجود ہے۔ ان فضائل اور کمالات کے ہوتے ہوئے وہ لوگ جو ان کی ذات کو طعن و تشنیع کا نشانہ بناتے ہیں۔ چند حوالہ جات ان کے انجام اور مقام پر پیش کیے جاتے ہیں۔ ملاحظہ ہوں۔

فصل سوم

صحابہ کرام پر طعن و تشنیع کرنے والے کا انجام

صواعق محرقہ:

اخرج المعاملى والطبرانى والحاكم عن
عويمر بن ساعده أَنَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
قَالَ إِنَّ اللَّهَ اخْتَارَ فِيَّ وَاخْتَارَ لِي أَصْحَابًا فَاجْعَلْ
لِي مِنْهُمْ وَرَاءَ وَأَنْصَارًا وَأَصْهَارًا فَمَنْ سَبَّهُمْ
فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللَّهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ
لَا يَقْبَلُ اللَّهُ مِنْهُمْ قِيَمَ الْقِيَامَةِ صَرْفًا وَلَا عَدْلًا.
(۱- صواعق محرقہ ص ۴ - (۲) الناہیۃ ص ۴)

ترجمہ:

معاملی، طبرانی اور حاکم نے عویمر بن ساعدہ سے روایت کی کہ حضور
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے مجھے پسندیدہ
اور منتخب فرمایا۔ اور میرے لیے میرے اصحاب کو پسند فرمایا۔ پھر ان پر

سے میرے وزیر سسرال اور معاون بنائے۔ لہذا جو انہیں کالی دے گا۔
ابھی پر اللہ، اس کے فرشتوں اور انسانوں کی لعنت۔ اُن کی قیامت میں
اللہ تعالیٰ کوئی نیکی قبول نہ کرے گا۔

صواعق محرقہ:

عَنْ أَنَسٍ أَنَّ اللَّهَ اخْتَارَ فِيَّ وَاخْتَارَ لِي أَصْحَابًا وَاخْتَارَ لِي
مِنْهُمْ أَصْهَارًا وَأَنْصَارًا فَمَنْ خِفَظَنِي فِيهِمْ حَفِظَهُ
اللَّهُ وَمَنْ آذَانِي فِيهِمْ آذَاهُ اللَّهُ.

(صواعق محرقہ ص ۴)

ترجمہ: حضرت انس سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے پسند فرمایا
اور میرے لیے اصحاب پسند فرمائے۔ ان میں سے سسرال اور مددگار
بنائے۔ لہذا جس نے ان کے بارے میں مجھے محفوظ رکھا۔ اللہ تعالیٰ اُسے
محفوظ رکھے۔ اور جس نے ان کے بارے میں مجھے اذیت دی۔ اُسے
اللہ اذیت دے۔

صواعق محرقہ:

عن أنس بن مالك أَنَّ اللَّهَ اخْتَارَ فِيَّ وَاخْتَارَ لِي أَصْحَابًا
وَأَصْهَارًا وَأَنْصَارًا فَمَنْ سَبَّوْنَهُمْ وَيَتَّقُونَ صَوْلَتَهُمْ
فَلَا تَجَالِسُوهُمْ وَلَا تَشَارِكُوهُمْ وَلَا تَقُوا أَهْلَهُمْ
وَلَا تَنْتَاصِحُوهُمْ.

(صواعق محرقہ صفحہ نمبر ۴)

ترجمہ: انس بن مالک کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک
اللہ تعالیٰ نے مجھے پسند فرمایا۔ اور میرے لیے میرے صحابہ اور سسرال

پسند کیے۔ عنقریب کچھ لوگ آئیں گے۔ جو ان کو گالی دیتے ہوں گے۔ ان کی تنقیص کریں گے تو تم ان کے ساتھ مت بیٹھنا۔
اور نہ ہی ان کو پہننے کو دینا اور نہ ہی ان کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھانا اور نہ ان سے نکاح کا لین دین کرنا۔

شفاء شریف:

وَمَنْ إِذَا هُمْ فَقَدْ أَذَانِي وَمَنْ إِذَا فِي فَقَدْ أَذَى اللَّهِ وَمَنْ
أَذَى اللَّهِ يَوْمَ شِكِّ أَنْ يَأْخُذَهُ (شفاء شریف ص ۲۶۶)
ترجمہ: جو میرے صحابہ کو اذیت دے گا۔ وہ مجھے دیکھا اور جو مجھے تکلیف پہنچائے
گا تحقیق اس نے اللہ تعالیٰ کو تکلیف پہنچائی۔ اور جس نے اللہ تعالیٰ کو
تکلیف دی۔ تو عنقریب اللہ اسے پکڑے گا۔

صواعق محرقہ:

الطبرانی و ابونعیم في المعرفة وابن عساکر
عن عیاض الانصاری الحنفی فی اصحابی
و اصحابی و انصاری و من عطف علی فیہم حفظہ اللہ
فی الدنیا و الآخرة و من لم یحفظ فی فیہم یحرق علی
اللہ منہ و من تغلی اللہ منہ یوم شیک ان
یأخذہ۔ (صواعق محرقہ ص ۷)

ترجمہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میرے صحابہ کرام اور معاویہ کے
بارے میں مجھے حفاظت میں رکھو۔ سو جس نے ان میں مجھے حفاظت میں
رکھا۔ اُسے اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت میں حفاظت میں رکھے گا۔ اور جس نے
میری ان کے بارے میں حفاظت نہ کی۔ وہ اللہ کی رحمت سے دور ہوگا۔

اور جو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور ہوا قریب ہے اللہ تعالیٰ اس سے
مواخزہ کرے۔

شفاء شریف:

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم الله الله في
اصحابي لا تتخذوا همر عر ضا بعدى فمن
احببهم فحببني احببهم ومن ابغضهم فبغضني ابغضهم
و من اذا همر فقد اذاني ومن اذا في فقد اذى الله و من
اذى الله يوم شيك ان يأخذہ۔
(شفاء شریف ص ۲۶۶ جلد دوم)

ترجمہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میرے صحابہ کے بارے میں اللہ
سے خوف کرو۔ میرے بعد انہیں اپنی اغراض کا نشانہ نہ بنانا۔ پس
جس نے ان سے محبت کی تو وہ میری محبت کی وجہ سے کی۔ اور
جس نے ان سے بغض رکھا۔ تو اس نے میرے ساتھ بغض کی وجہ سے
ایسے کیا۔ جس نے انہیں تکلیف دی اس نے مجھے تکلیف دی۔ اور
جس نے مجھے تکلیف دی۔ اس نے اللہ تعالیٰ کو تکلیف دی اور اس
کو تکلیف دینے والے کو عنقریب اللہ تعالیٰ پکڑے گا۔

فسیر الریاض:

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا تسبوا
اصحابي فمن سبهم فعد علي لعدته الله والملائكة
و الناس اجمعين ناصية للعموم لا يقبل الله
منه صرفاً اى توبة او طاعة قصير

وَجَعَلَهُ لِجَانِبِ اللَّهِ (وَلَا عَدْلًا) أَيْ قَدِيَّةً أَوْ قَرِيبَةً
(نسیم الریاض ص ۵۴۳)

ترجمہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے صحابہ کو گالی مت دو جس نے اسے گالی دی اس پر اللہ اس کے فرشتوں اور تمام انسانوں کی لعنت - اللہ تعالیٰ اس کی توبہ اور کوئی بندگی قبول نہیں کرے گا۔ جو اسے اللہ کا قرب عطا کرتی ہو۔ اور نہ ہی اس سے کسی قسم کا فدیہ اور فرض عبادت قبول کی جائے گی۔

صواعق محرقہ:

عَنْ ابْنِ عُمَرَ إِذَا رَأَيْتُمُ الَّذِينَ يَسْبُحُونَ أَصْحَابِي فَقُولُوا لَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى شَرِّكُمْ وَابْنِ عَدَى عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ شَرَّ رَأَى أَتَيْتِي أَخْبَرْتُكُمْ عَلَى أَصْحَابِي -
(صواعق محرقہ ص ۵)

ترجمہ: ابن عمر کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم ان لوگوں کو دیکھ پاؤ جو میرے صحابہ کو گالی دیتے ہیں تو کہو تم میرے شریر ترین پر اللہ تعالیٰ کی لعنت - ابن عدی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ میری امت کے شریر ترین وہ لوگ ہیں جو میرے صحابہ پر برا بھلا کہنے کی جرأت کرتے ہیں۔

شرح شفاء ملا علی قاری:

قَالَ سَحْنُونُ مِنْ كَقَرَأَ أَحَدٌ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلِيًّا أَوْ عَثْمَانَ أَوْ غَيْرِهِمَا كَعَمَّاوِيَةَ وَعُمَرُ بْنُ الْعَاصِ يَهْوِجُ

بصيغة المجبول مخففاً أو مشدداً أَضْرَبًا.....
حكى أبو محمد بن أبي زيد عن سحنون فيمن
قال في أبي بكر وعمر وعثمان وعلي إلههم
كلهم كانوا في ضلالي وكفر قتل ومن شتم
غيرهم أفي غير الخلق إلا رُبْعَةً مِنَ الْعَمَاءِ
كَعَمَّاوِيَةَ وَغَيْرِهِ بِمِثْلِ هَذَا الْقَوْلِ يُحِلُّ
الْبُكَالَ الشَّدِيدَ

شرح شفاء ملا علی قاری محشئی نسیم الریاض

جلد چہارم ص ۵۴۴ طبع قدیم

ترجمہ: سحنون کہتے ہیں جس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ عثمان غنی وغیرہ جیسا کہ معاویہ اور عمر بن العاص کی تکفیر کی اسے سخت سزا دی جائے سحنون سے ابو محمد بن ابی زید بیان کرتے ہیں کہ جو شخص یہ کہتا ہے کہ ابو بکر صدیق، عمر، عثمان اور علی المرتضیٰ یہ سب گمراہی پر تھے اور یہ کافرتھے۔ اسے قتل کر دیا جائے۔ اور جو ان قلعے اربعہ کے علاوہ دوسرے صحابہ مثلاً حضرت معاویہ وغیرہ کو گالی دیتے ہیں اور گزشتہ قول ان کے متعلق کہتا ہے۔ تو اسے عبرت ناک سزا دی جائے۔

نوٹ:

کچھ نا عاقبت اندیش دیوبندی، سنی نما بریلوی وغیرہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو برا بھلا کہنے کے لیے ملا علی قاری کی ایک عبارت پیش کرتے ہیں۔ جس میں انہوں نے جناب معاویہ کو دو باغی، کہا ہے۔ اور اس لفظ کو فاسق و فاجر کا ہم پڑ قرار

دے کر یہاں تک کہہ دیتے ہیں۔ ان کی نماز جنازہ پڑھنا بھی جائز نہیں لیکن یہ ان لوگوں کا فریب ہے۔ اور ملا علی قاری کے مقصد کے بالکل خلاف ہے۔ ملا علی قاری جب امیر معاویہ کو برا بھلا کہنے والے کے بارے میں سخت ترین سزا کا قول کر رہے ہیں۔ تو یہ کس طرح ممکن کہ ایک طرف وہ انہیں فاسق و فاجر باغی قرار دیں اور دوسری طرف خود ہی ایسا کہنے والے کو سزا کا مزدہ سنائیں۔ لہذا اگر وہ رہنا چاہتے ہیں کہ ملا علی قاری کے لفظ ”باغی“ کہنے سے یہ مراد ہے کہ امیر معاویہ سے بغاوت عنادی نہیں بلکہ بغاوت اجتہادی سرزد ہوئی تھی۔ یعنی حضرت امیر معاویہ نے اگرچہ حضرت علی المرتضیٰ کی بغاوت اجتہادی کی۔ لیکن وہ اس کے باوجود اس درجہ محترم ہیں کہ اُن کو گالی دینے والا سخت سزا کا مستوجب ہو گا۔ ایسی سزا دی جائے۔ کہ آئندہ اس قسم کے الفاظ بولنے کی جرأت نہ کرے۔

خلاصہ کلام:

گزشتہ حوالہ جات سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اُن ارشادات کو ہم بخوبی سمجھ چکے ہیں۔ جو آپ نے حضرات صحابہ کرام کو برا بھلا کہنے والے کے متعلق ارشاد فرمائے۔ گویا صحابہ کرام میں سے کسی کا بدخواہ۔

اپنے نماز روزہ سے ہاتھ دھو بیٹھتا ہے۔

اللہ، اس کے فرشتوں اور تمام انسانوں کی چھکار کا مستحق ہو جاتا ہے۔

تمام انسانوں میں سے وہ شریر ترین آدمی ہے۔

اس کے ساتھ کھانا پینا، رشتہ کا تبادلہ قطعاً جائز نہیں۔

اور یہ کہ ایسے کو اول تو قتل کر دیا جائے۔ یا پھر سخت ترین سزا دی جائے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ان ارشادات کے پیش نظر کسی گستاخ صحابہ سے

میل جول قطعاً درست نہیں۔ چاہے وہ اپنے آپ کو کتنا ہی برا کہتا سنا پھرے۔

حضرات صحابہ کرام کے دور میں اگر کسی سے ایسی حرکت ہو جاتی۔ تو اس کے بارے میں سخت رد عمل ہوتا تھا۔ صرف ایک واقعہ بطور نمونہ پیش خدمت ہے۔

حضرت عمر فاروق نے گستاخ صحابہ کی

زبان کاٹ ڈالنے کا تہیہ فرمایا تھا

نسیم ریاض:

روى ابو ذر الغفارى المشهور رضى الله عنه
وهذا مما نقل الخطيب وابن عساكر فى التاريخ
عن رعمربن الخطاب رضى الله عنه أنه سَدَرَ
قَطَعَ لِسَانَ عُبَيْدِ اللَّهِ (بضم العين) بن عمر
إِذَا شَتَمَ الْمُقْدَادِ بْنَ الْأَسَدِ) الأصحابي المشهور
رضى الله عنه..... فَقَالَ عَمْرٍو لِمَنْ كَلِمَةٌ
فِي شَأْنِهِ دَعُوْنِي أَقْطَعُ لِسَانَهُ أَوْ أَتْرَكُوْنِي
أَفْعَلُ ذَلِكَ وَلَا تَمْنَعُوْنِي مِنْهُ حَتَّى لَا يَشْتَمَ
أَحَدٌ مِنَ النَّاسِ بَعْدَ الْخُرَى

نسیم ریاض جلد چہارم ص ۵۶۹

ترجمہ: ابو ذر غفاری حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں۔ کہ انہوں نے عبید اللہ بن عمر کی زبان کاٹنے کی نذر مانی۔ یعنی یہ کام اپنے لیے لازم کر لیا۔ لوگوں نے اس بارے میں ان سے گفتگو کی۔ اور کہا کہ معاف کر دیا جائے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو گور

سے کہا۔ مجھے چھوڑ دو۔ اور اس کی زبان کاٹنے دو۔ یہاں تک اس کے بعد کوئی شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کو گالی دینے کی جرأت نہ کرے۔

اس واقعہ سے ان دیوبندیوں اور سنی منافقوں اور دکاندار پیروں کو عبرت حاصل کرنی چاہیے۔ جو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی شان میں گستاخی کرتے ہیں۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

فصل چہارم

اکابرین اہل سنت کی کتب سے سیدنا حضرت

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل مناقب

جیسا کہ گزشتہ سطور میں آپ ملاحظہ فرما چکے ہیں۔ کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بالاتفاق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دو صحابی ہیں۔ اس لیے صحابہ کرام کے اجتماعی فضائل اور مناقب جو قرآن و حدیث میں مذکور ہیں۔ وہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ میں بھی موجود ماننے پڑیں گے۔ علاوہ ازیں ہم نے کچھ وہ فضائل بیان کرنے کا ارادہ کیا ہے جو ان کے نام گرامی کے ساتھ بیان ہوئے۔ اور وہ اہل سنت کی معتد و معتبر کتب سے پیش کر رہے ہیں۔ اس کی ضرورت اس لیے محسوس ہوئی۔ کہ اس دور میں

کچھ نام نہاد سنی امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی ذات کو ہفت تنقید بناتے ہیں۔ لہذا قارئین کرام اس بارے میں اہل سنت کے معتقدات پڑھ کر ان نام نہاد سنیوں سے باخبر رہیں ان مفاد پرستوں کا ایک حربہ یہ بھی ہے۔ کہ جب آپ کوئی روایت پیش کرتے ہیں جس میں جناب معاویہ کے فضائل موجود ہوں۔ تو فوراً کہہ ٹھیں گے۔ کہ یہ حدیث یا روایت ضعیف ہے۔ لہذا ان کے اس حربہ کے جواب کے طور پر ہم سب سے پہلے اس بات کو لیتے ہیں۔ کہ کیا ضعیف روایت فضائل میں مقبول نہیں؟

فضائل مناقب میں حدیث ضعیف بھی

معتبر ہوتی ہے

الموضوعات کبیر:

وَالضَّعِيفُ يُعْمَلُ بِهِ فِي فَضَائِلِ الْأَعْمَالِ
إِثْقَاقًا وَلِذَا قَالَ أَكْمَتُنَاكَ مَسْحَ الرَّقَبَةِ
مُسْتَحَبًّا أَوْ سَدًّا

(الموضوعات کبیر ص ۱۰۸ مطبوعہ مدیر محمد کتب خانہ)

ترجمہ: فضائل اعمال میں روایت ضعیف پر بالاتفاق عمل کیا جاتا ہے۔ اسی لیے ہمارے ائمہ نے گردن پر مسح کرنے کو مستحب یا سنت کہا ہے۔ (جو کہ ضعیف حدیث سے ثابت ہے)

تطہیر الجنان:

فَإِنْ قُلْتَ هَذَا الْحَدِيثُ الْمَذْكُورُ سَدُّهُ
ضَعِيفٌ فَكَيْفَ يُحْتَجُّ بِهِ قُلْتَ الَّذِي أَطْبَقَ

عَلَيْهِ أَيْمَنَّا النُّقَّاءَ وَالْأَوْصِيَاءَ وَالْحَقَّاءَ
الْحَدِيثُ الضَّعِيفُ حَبْءٌ فِي الْمَنَاقِبِ كَمَا أَنَّ
قُرْبَاجِمَاعٍ مَنْ يُعْتَدُّ بِهِ حَبْءٌ فِي فَضَائِلِ
الْأَعْمَالِ وَإِذَا ثَبَتَ أَنَّ حَبْءًا فِي ذَلِكَ لَمْ تَبْقَ
شُبُهَةٌ لِمَعَانِدِهِ وَلَا مَطْعَنٌ لِحَاسِدِهِ بَلْ وَجَبَ
عَلَى كُلِّ مَنْ فِيهِ أَهْلِيَّةٌ أَنْ يَقَرَّ هَذَا الْحَقُّ فِي
نَصَائِهِ وَأَنْ يَرُدَّ إِلَى إِمَائِهِ وَأَنْ لَا يَضْغَى إِلَى
تَرْهَاتِ الْمُضِلِّينَ وَتَرْهَاتِ الْمُبْطِلِينَ وَبَعْدَ
أَنْ تَقَرَّرَ لَكَ مَا ذُكِرَ فِي الْحَدِيثِ الضَّعِيفِ فَلَسْكَ
ذَلِكَ عَلَى ذِكْرِكَ مِنْ كُلِّ مَعْلٍ مِنْ هَذَا الْكِتَابِ
وَعَلَيْهِمْ رَوَيْتُ فِيهِ حَدِيثًا ضَعِيفًا فِيهِ مَثَقَبَةٌ
لِصَحَابِيٍّ أَوْ غَيْرِهِ كَأَسَمْسِكَ بِهِ لِمَا عَلِمْتَ
أَنَّهُ مُنَاحِبَةٌ كَافِيَةٌ۔

(تطهير الجنان ص ۱۳)

ترجمہ: اگر تو کہے کہ یہ حدیث سند کے اعتبار سے ضعیف ہے، تو پھر اس سے
احتجاج کیونکر ہو سکتا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ تمام فقہاء اہل الاصول اور حفاظ
کا اس پر اتفاق ہے کہ ضعیف حدیث مناقب میں حجت ہوتی ہے
جیسا کہ یہ بات اُن لوگوں کے اجماع سے ثابت ہے کہ ان پر اجماع کیا جاتا ہے حدیث ضعیفہ
فضائل اعمال میں حجت ہوتی ہے۔ جب یہ ثابت ہو گیا۔ کہ یہ حدیث
حجت ہوتی ہے۔ تو پھر کسی مخالفت کے لیے شبہ کی گنجائش باقی نہ رہی اور
نہ ہی کسی طعن کرنے والے کے لیے کوئی بہانہ رہا۔ بلکہ ہر اہل بیت والے

پر لازم ہے۔ کہ اس بات کو اپنے نزدیک حتیٰ کچھ کو بھی کرے۔ اور اس کے
خلاف، گمراہ کرنے والوں کی باتوں کی طرف قطعاً دھیان نہ دے۔ اور
مبطلین کی شرارتوں کی پرواہ نہ کرے۔ لہذا جب یہ بات تیرے ذہن
میں پختہ ہو گئی۔ تو پھر اس کتاب میں جہاں کہیں ایسی جگہ آئے۔ کہ جس میں
حدیث ضعیف مروی ہو۔ اور اس کے ذریعہ کسی صحابی وغیرہ کی منقبت
بیان ہوتی ہو۔ تو اس سے دلیل پکڑنے۔ کیونکہ تجھے حدیث ضعیف کے
حجت کاملہ ہونے کا علم ہو چکا ہے۔

نوٹ:

حدیث ضعیف کا حجت ہونا اس سے آپٹ نہ سمجھ لیں۔ کہ حضرت امیر معاویہ
رضی اللہ عنہ کے فضائل و مناقب میں تمام روایات ضعیف ہیں۔ نہیں نہیں۔ بلکہ
ان میں سے بہت سی حسن و صیح بھی ہیں۔ ہاں
ضعیف بھی مذکور ہیں۔ لیکن حدیث ضعیف چونکہ بالاتفاق مناقب و فضائل میں حجت
ہے۔ اس لیے ان احادیث و روایات کا ذکر کرنا استدلال کے لیے مفید ہوگا
ہم اس موضوع پر علامہ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ سے ایک رسالہ بنام تطہیر الجنان واللسان
سے روایات پیش کر رہے ہیں۔ ملاحظہ ہو۔



ایک شیر نے امیر معاویہ کے غنئی ہونے کی بشار دی

روایت نمبر ۱: تطہیر الجنان:

وَمِنْهَا مَا جَاءَ بِسَنَدٍ لَيْسَ فِيهِ عِلَّةٌ إِلَّا اِتِّخَاذُ طَّحْصَلٍ
لِبَعْضِ رُوَاةِهِمْ أَنَّ عَوْفَ بْنَ مَالِكٍ كَانَ قَائِلًا تَائِمًا
بِمَسْجِدِ بَابِ يَحْكُ فَاتَّبَعَهُ قَائِدًا اَسَدًا يَمْضِي
الْيَوْمَ فَآخَذَ سَلَحَهُ فَقَالَ لَهُ اَلَا سَدَمَةٌ
اَلَمَّْا اُرْسِلْتُ اِلَيْكَ بِرِسَالَةٍ لَتُبَلِّغَهَا قُلْتُ مَنْ اُرْسَلْتُ
قَالَ اللهُ اُرْسَلْتُ اِلَيْكَ لِتَعْلَمَ مَعَاوِيَةَ اَنَّهُ مَيِّ
اَهْلُ الْجَنَّةِ قُلْتُ مَنْ مَعَاوِيَةُ قَالَ ابْنُ اَبِي
سَفْيَانَ - (تطہیر الجنان ص ۱۲)

ترجمہ: فضائل حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ میں مذکورہ احادیث و روایات میں سے ایک یہ روایت بھی ہے جس کی سند میں اختلاف کے سوا اور کوئی علت نہیں ہے۔ وہ یہ کہ حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ مسجد ربیعہ میں قیلولہ فرما

رہے تھے۔ آپ کو آواز آئی۔ اُسٹے تو دیکھا کہ ایک شیر آپ کی طرف چلا آرہا ہے۔ آپ نے ہتھیار اٹھائے۔ تو شیر نے آپ سے کہا۔ ٹھہریے۔ میں آپ کو ایک پیغام دینے آیا ہوں۔ تاکہ وہ مطلوبہ شخص تک آپ پہنچا دیں۔ میں نے پوچھا۔ تمہیں کس نے بھیجا ہے؟ شیر کہنے لگا مجھے اللہ تعالیٰ نے تمہاری طرف بھیجا ہے۔ تاکہ تم جناب معاویہ کو بتا دو۔ کہ وہ غنئی ہیں۔ میں نے پوچھا کہ کونسا معاویہ؟ کہنے لگا ابوسفیان کا بیٹا۔

توضیح از ابن حجر:

شیر کے پیغام پہنچانے کو بعید از عقل نہیں سمجھنا چاہیے۔ کیونکہ شیر کا گفتگو کرنا دراصل حضرت امیر معاویہ کی کرامت تھی۔ اور کرامت کا واقعہ ہونا جائز ہے۔ اگرچہ معتزلہ اس کی مخالفت کرتے ہیں۔ رہا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا غنئی ہونا تو اس کی بہت سی دلیلیں گواہی دیتی ہیں۔ اگر اور کوئی بھی دلیل نہ ہوتی۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرنا دیا اللہ! معاویہ کو ہادی اور مہدی بنادے، یہ ایک دلیل ہی کافی تھی۔ لہذا اس مقام پر کوئی جائے تعجب نہیں۔ جو اس حکایت میں کسی طور پر ظن کو جگہ دے۔

توضیح از ابن حجر:

تم ان دونوں اوصاف میں مقرر کرو۔ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت امیر معاویہؓ کے بارے میں ارشاد فرمائے۔ تو تمہیں علم ہو جائے گا۔ کہ ان دونوں کے سبب سے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کمالات میں اس مرتبہ پر فائز ہوئے۔ جو ان کے علاوہ دوسرے میں پائے نہیں جاسکتے۔ کیونکہ بڑی باری اور سخاوت اس بات کی نشاندہی کرتے ہیں۔ کہ آپ نے ان دونوں کی وجہ سے نفس و خواہش کے تمام فائدے ختم کر دیئے تھے۔ جہاں تک بڑی باری کا تعلق ہے۔ تو اسے خاص کر دل تنگی اور غصہ کی شدت کے وقت وہی شخص اپناتا ہے۔ جس کے دل میں تکبر بالکل ختم ہو چکا ہو اور نفس کا کوئی حصہ باقی نہ رہا ہو۔ یہی وجہ ہے۔ کہ ایک شخص نے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا۔ حضور! مجھے وصیت فرمائیے۔ فرمایا۔ غصہ چھوڑ دو۔ وہ بار بار وصیت طلب کرتا رہا۔ اور آپ بار بار ہی فرماتے رہے۔ گویا۔ آپ یہ سمجھا رہے تھے۔ کہ جب غصہ کی شرارت سے آدمی بچ جاتا ہے۔ تو نفس و شہوت کی شرارتوں سے بھی بچ جاتا ہے۔ اور جو ان سے محفوظ ہو جاتا ہے۔ تو وہ نیکی اور بھلائی کی تمام اطراف و اقسام اپنے میں جمع کر لیتا ہے۔ رہا سخاوت کا معاملہ۔ تو یہ بات یقینی ہے کہ دنیا کی محبت ہر گناہ کا منبع ہے۔ جیسا کہ حدیث پاک میں آیا ہے۔ لہذا جسے اللہ تعالیٰ دنیا کی محبت سے بچائے رکھے۔ اور سخاوت کی حقیقت اسے عطا فرمادے۔ تو یہ اس بات کی دلیل ہوگی کہ اس شخص کے دل میں ذرہ بڑی بھی حسد باقی نہیں ہے وہ فانی دنیا کی طرف کبھی متوجہ نہ ہوگا۔ اور نہ ہی وہ نیکی اور بھلائی ختم کرنے والے اسباب کی طرف متوجہ کرے گا۔ چاہے ان کا تعلق ظاہر سے ہو یا باطن سے۔ اور جب کسی کا دل ان دونوں غصہ و خصلتوں سے خلا ہی پا جاتا ہے۔ بلکہ غضب اور کین ایسی

فرمان رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: میری امت

میں سب سے حلیم تر معاویہ رضی اللہ عنہ ہے

روایت نمبر ۲: تطہیر الجنان:

وَمِنْهَا الْحَدِيثُ الَّذِي أَخْرَجَهُ الْحَافِظُ الْحَارِثُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ وَهُوَ أَنَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ أَجِبُوا بَعْضَ أَرْقَى أُمَّتِي وَأَرْحَمَهَا ثُمَّ ذَكَرَ مَنَاقِبَ بَقِيَّةِ الْخُلَفَاءِ الْأَرْبَعَةِ ثُمَّ مَنَاقِبَ جَمَاعَةٍ الْآخَرِينَ مِنْ أَصْحَابِهِ وَذَكَرَ مِنْهُمْ مَعَاوِيَةَ فَقَالَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَعَاوِيَةُ بْنُ أَبِي سُفْيَانَ أَحْكَمُ أُمَّتِي وَأَجْوَدُهَا۔ (تطہیر الجنان ص ۱۲)

ترجمہ: ان میں سے ایک حدیث یہ بھی ہے۔ جسے حافظ حارث بن اسماعیل نے ذکر کیا۔ وہ یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ ذکر فرمایا۔ کہ ابو بکر میری امت میں سے بڑا نرم دل اور مہربان ہے۔ پھر آپ نے بقیہ مناقب خلفائے اربعہ ذکر فرمائے۔ اس کے بعد صحابہ کرام کی دوسری جماعت کا آپ نے تذکرہ فرمایا۔ اور آپ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق فرمایا۔ معاویہ بن ابی سفیان میری امت میں سے سب سے زیادہ بڑا اور سخی ہے۔

دو قبیح خصلتیں ہیں۔ جو بقیہ تمام نقائص اور عیوب کی سرچشمہ ہیں۔ تو ایسا شخص ہر قسم کے کمال اور ہر طرح کی بھلائی سے آراستہ ہو جائے گا۔ اور ہر شرارت و برائی سے پاک ہو جائے گا۔ اس وقت یہ دو باتیں اپنا نتیجہ پیدا کریں گی۔ یعنی ایسا آدمی بقیہ آدمیوں سے زیادہ بڑو بار اور سخی ہوگا۔ جب سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان اقدس سے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں احلم اور اجمود کے لفظ نکلے ہیں تو پھر نہیں وہ تمام اوصاف و کمال تسلیم کرنے پڑیں گے۔ جو ہم ان دونوں اوصاف کے ضمن میں کر چکے ہیں۔ اور پھر ان باتوں اور غرافات کی طرف تمہارا خیال ہرگز نہ جائے گا۔ جو بدعتی اور جہالت میں ڈوبے لوگ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق کہتے پھرتے ہیں۔

فرمان رسول صلی اللہ علیہ وسلم معاویہؓ امیر

محرراز ہے

روایت نمبر ۳: تطہیر الجنان،

وَمِنْهَا الْحَدِيثُ الَّذِي أَخْرَجَهُ الْمُؤَلَّفَاتُ
سَيَرَتِهِمْ وَنَقَلَهُ عَنْهُ الْمُعَبِّطُ الطَّبْرِيُّ فِي
رِيَاضِهِ أَنَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَرْحَمُ
أُمَّتِي يَا مَعْشَرَ أَتْبَاطِ بَكْرٍ وَأَقْوَامُهُمْ فِي دِينِ اللَّهِ
عَمَرَ وَأَشَدُّهُمْ حَيَاءً عَثْمَانُ وَأَقْضَاهُمْ عَلَى
وَلِكُلِّ سَبِيٍّ حَوَارِيٍّ وَحَوَارِيٍّ طَلْحَةُ وَالزُّبَيْرُ وَحَيْثُمَا
كَانَ سَعْدُ بْنُ وَقَّاصٍ كَانَ الْحَقُّ مَعَهُ وَسَعِيدُ بْنُ

رَبِّدَ أَحَدَ الْعَشْرَةِ مِنْ أَحِبَّاءِ الرَّحْمَنِ وَعَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ
مِنْ تُجَّارِ الرَّحْمَنِ وَالْبُوعْبِيدَةُ بْنُ الْجَرَّاحِ أَمِينُ اللَّهِ
وَأَمِينُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَصَاحِبُ
بَيْتِ مَعَاوِيَةَ بْنِ أَبِي سَفْيَانَ فَمَنْ أَحَبَّهُمْ فَقَدْ
نَجَا وَمَنْ أَبْغَضَهُمْ فَقَدْ هَلَكَ -

(تطہیر الجنان ص ۱۳)

ترجمہ:

ان احادیث میں سے ایک وہ کہ جسے ملانے اپنی سیرت میں اور اسے
محب طبری نے اپنی ریاض میں نقل کیا۔ وہ یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا۔ میری امت میں سے انتہائی نرم دل ابو بکر ہے۔ اور مضبوط ترین
اللہ کے دین میں عمر فاروق اور بہت زیادہ باحیا عثمان غنی اور سب سے
زیادہ بہتر فیصلہ کرنے والا علی المرتضیٰ ہیں ہر نبی کے حواری ہوئے ہیں
اور میرے حواری طلحہ و زبیر ہیں۔ اور سعد بن وقاص جہاں بھی ہوگا حق
اس کے ساتھ ہوگا۔ اور سعید بن زید جو عشرہ مبشرہ میں سے ایک ہیں
وہ اللہ تعالیٰ کے محبوب ترین لوگوں میں سے ہیں۔ اور عبدالرحمن بن عوف
کے تاجروں میں سے ہیں۔ ابو عبیدہ بن الجراح اللہ اور اس کے
رسول کے امین ہیں۔ اور میرا زادار معاویہ بن ابی سفیان ہے۔ لہذا
جو ان سے محبت رکھے گا وہ نجات پائے گا اور جو ان سے بغض رکھے گا۔
وہ ہلاک ہوگا۔

توضیح از ابن حجر:

تم ان خصوصیات میں غور کرو۔ جو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے کاتب وحی اور امین ہونے کی وجہ سے ملیں۔ وہ اللہ تعالیٰ کے اسرار کے محافظ تھے۔ اور اس کی طرف سے اترنے والی باتوں کے امین تھے۔ ان باتوں سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ ان کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں بلند مرتبہ تھا۔ کیونکہ راز و نیاز و اسرار پر ایسے شخص کو ہی مطلع کیا جاتا ہے جس کے بارے میں معلوم ہو۔ کہ وہ ہر قسم کے کمالات کا جامع ہے اور خیانت کے ہر شعبہ سے خالی ہے۔ اور یہ وصف ان اوصاف میں سے ایک ہے جو کسی کے مناقب۔ فضائل اور مطالب میں اعلیٰ درجہ رکھتا ہے۔

فرمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت امین کتاب

فداوندی ہے اور وہ بہتر امین ہے

روایت نمبر ۴: تطہیر الجنان:

وَمِنْهَا مَا جَاءَ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ
قَالَ جَاءَ جَبْرِئِيلُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ اسْتَخُوصْ بِمَعَاوِيَةَ فَإِنَّهُ أَمِينٌ
عَلَى كِتَابِ اللَّهِ وَنِعْمَ الْأَمِينُ مَوْءِدًا لِرِجَالِ
الصَّحِيحِ إِلَّا وَاحِدًا أَفْقِيهًا لَيْئًا وَالْآخِرُ قَالَ
الْحَافِظُ الْهَيْثُمِيُّ لَا أَعْرِفُهُ وَمِثْلُ هَذَا الَّذِي

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ لَا يَقَالُ مِثْلُهُ مِنْ قِبَلِ الرَّأْيِ
فَلَهُ حُكْمٌ أَلْمَزَ هُنُوْدُ إِلَى النَّبِيِّ وَجِهَالَهُ أَحَدُ
رَوَاتِهِمْ غَايِبَتِهَا أَنْهَا خَرُجَتْ ضَعُفَتْ سَنَدُهُ وَقَدْ
مَرَّ أَنْفَا أَنْ الضَّعِيفُ حَجَبٌ فِي الْمَنَاقِبِ -

(قطب الہدای الجنان ص ۱۳-۱۴)

۴۔ ان روایات میں سے ایک وہ جو کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ
سے مروی ہے۔ کہتے ہیں۔ کہ جب جبرئیل امین حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ
میں حاضر ہوئے اور کہا۔ یا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! معاویہ کو وصیت
کیجئے۔ کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی کتاب کا امین ہے۔ اور وہ بہت اچھا
امین ہے۔ اس روایت کے تمام راوی ایک کو چھوڑ کر وہی ہیں
جو حدیث صحیح کے راوی ہوتے ہیں۔ وہ ایک کچھ ضعیف ہے۔
اور دوسری کمزوری یہ کہ حافظ ہیثمی نے کہا۔ میں اسے نہیں جانتا۔
بہر حال اس مضمون کی روایت حضرت ابن عباس اپنی رائے
سے نہیں کہہ سکتے۔ لہذا اس کا حکم حدیث مرفوعہ کا حکم ہے۔ اور اس
کے ایک راوی کی جمالت زیادہ سے زیادہ اسے ضعیف کر
دے گی۔ اور یہ بات ایک سے زائد مرتبہ گزر چکی ہے۔ کہ حدیث
ضعیف بھی فضائل و مناقب میں حجت ہوتی ہے۔

فرمانِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بمعاویہ اللہ

اس کے رسول کا محبوب ہے۔

روایت نمبر ۵: تطہیر الجنان

وَعَنْهَا أَنَّهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَلَى زَوْجَتَيْهِ أُمِّ حَبِيبَةَ وَرَأْسِ
مُعَاوِيَةَ فِي حِجْرٍ هَا وَهِيَ ثَقِيلَةٌ فَقَالَ لَهَا أَتَجِدِينَ
قَالَتْ وَمَا لِي لَا أَحِبُّ أَخِي فَقَالَ عَلَيْكَ السَّلَامُ فَإِنَّ
اللّٰهَ وَرَسُولَهُ يَحِبُّانِيهِ قَالَ الْحَافِظُ الْمَذْكُورُ
فِي سَنَدِهِ مَنْ كَرَّمَ عَرْفَ قَوْمٍ أَيْ قَوْمٍ ضَعِيفٌ وَمَرَّ
أَنَّهُ حُجَّةٌ هُنَا وَهُنَا فَتَوَرَّعَ بِمَصَاهِرِّهِ صَلَّى اللّٰهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِنَّ أُمَّ حَبِيبَةَ أُمُّ الْمُؤْمِنِينَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا
أُخْتُكَ وَقَدْ قَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَعَا
أَصْحَابِي وَأَصْوَارِي فَإِنَّ مَنْ حَقَّقَنِي فِيهِمْ
كَانَ مَعَهُ مِنَ اللّٰهِ حَافِظٌ وَمَنْ لَمْ يَحْفَظْنِي فِيهِمْ
تَخَلَّى اللّٰهُ عَنْهُ وَمَنْ تَخَلَّى اللّٰهُ عَنْهُ يَوْمَ شِكِّ
أَنْ يَأْخُذَهُ رَوَاهُ الْإِمَامُ الْحَافِظُ أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ
وَقَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ امَّةٍ مِنْ بَنِي
وَعَهْدُ عَهْدِهِ إِلَى أَنْ لَا أَتَزَوَّجَ إِلَى أَهْلِ بَيْتِ
وَلَا أَزْوَاجَ بَنَاتٍ مِنْ بَنَاتِي لِأَحَدٍ إِلَّا ضَالُوا

رَفَقَاتِي فِي الْجَنَّةِ رَوَاهُ الْحَارِثُ بْنُ أَبِي اسَامَةَ وَقَالَ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَأَلْتُ رَبِّي أَنْ لَا أَتَزَوَّجَ إِلَى
أَحَدٍ مِنْ أُمَّتِي وَلَا أَزْوَاجَ أَحَدٍ مِنْ أُمَّتِي إِلَّا كَانَ مَعِيَ فِي الْجَنَّةِ
قَاعُ طَائِفَةٍ ذَالِكَ - رَوَاهُ الْحَارِثُ أَيْضًا

تطہیر الجنان صفحہ نمبر ۱۴

ترجمہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ اپنی زوجہ حضرت ام حبیبہ کے ہاں تشریف
لے گئے۔ اس وقت حضرت معاویہ ان کی گود میں سر رکھے ہوئے
تھے۔ اور وہ انہیں چوم رہی تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کیا تو اسے
پسند کرتی ہے۔ عرض کی۔ میرا بھائی ہے۔ میں اس سے محبت کیوں
نہ کروں۔ پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کبے شک اللہ اور اس کا
رسول دونوں اس سے محبت کرتے ہیں۔ حافظ نے کہا۔ کہ اس روایت
کی سند میں کوئی راوی مجہول ہے۔ یعنی یہ ضعیف روایت ہے۔ اور
اور ایسی روایت کا حجت ہونا کئی مرتبہ ذکر ہو چکا ہے۔ اور ان فضائل میں
سے ایک یہ بھی ہے۔ کہ حضرت امیر معاویہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سسرال
بننے کا شرف بھی ہے۔ کیونکہ ام المؤمنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا
حضرت امیر معاویہ کی ہمیشہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔
میرے صحابہ اور میرے سسرال کو (برا بھلا کہنا) چھوڑ دو۔ بے شک جس
نے ان کے بارے میں میری حفاظت کی۔ اللہ اس کا حافظ ہو گا۔ اور
جس نے حفاظت نہ کی۔ اس سے اللہ بیزار ہو گا۔ اور جس سے اللہ بیزار
ہو جائے گا۔ اُسے وہ بہت جلد پکڑ لیتا ہے۔ اس روایت کو حافظ
احمد بن منیع نے ذکر کیا ہے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ

اللہ تعالیٰ نے مجھ سے یہ وعدہ فرمایا ہے۔ کہ میں جس خاندان سے شادی کروں۔ یا جس کہ میں اپنی کوئی بیٹی نکاح میں دوں۔ جنت میں میرا رفیق ہوگا۔ اسے عمارت بن ابی اسامہ نے روایت کیا۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں میں نے اپنے اللہ سے سوال کیا۔ کہ میں جس سے شادی کروں۔ یا جس کو اپنی صاحبزادی نکاح میں دوں۔ اُسے جنت میں میری معیت عطا فرما دے۔ تو اللہ تعالیٰ نے میری یہ دعا قبول فرمائی۔

توضیح از ابن حجر:

اس خاندان کی فضیلت اور علو مرتبت میں تم غور کرو۔ جس میں سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی عورت کو اپنے عقد میں لیا۔ اس سے جناب ابوسفیان کے گھرانے کا مقام و مرتبہ معلوم ہوتا ہے۔ پھر اس خاندان میں سے حضرت امیر معاویہ کی بزرگی، کمال، عزت، فخر، جلالت، عظمت، حفظ و اکمال سب سے نمایاں نظر آتا ہے۔ اور پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان میں بھی غور کرو۔ کہ ان کی حفاظت کرنے والے کا خدا حافظ ہوگا۔ یہ حدیث ہم نے اس لیے ذکر کی۔ تاکہ تو اسے قاری ان لوگوں سے بچ جائے۔ جو ان لوگوں کے عیوب و نقائص نکالنے میں سرگرداں ہیں۔ جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے سسرال ہونے کا شرف عطا فرمایا ہے۔ اور انہیں اپنا قرب خاص عطا فرمایا ہے۔ کیونکہ ان حضرات کے بارے میں غور و غوض کرنا نہ ہر قاتل اور کاٹنے والی تلوار ہے۔ پھر جس کو یہ زہر چھڑ جائے۔ اور ایسی تلوار کا گھاؤ لگ جائے۔ اس کی شخصیت بے قیمت اور اس کی شہوات و خواہشات ہر دافعی میں اس کا ساتھ دیتی ہیں۔ اور پھر یہ شخص جگہ پہنچ گیا۔ اللہ تعالیٰ کو اس کی پرواہ نہیں۔ جس گمراہی میں مرضی (جائے)۔ اور جس ہلاکت کے گڑھے میں پاپے گرے

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے غضب اور عذاب سے بچائے۔ آمین۔

حضرت رضی
فرمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اے معاویہ
اگر تجھے حاکم بنایا گیا تو عدل کرنا

روایت نمبر ۶: تطہیر الجنان:

أَنَّه صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَشَّرَهُ بِالْخَلَائِفَةِ رَوَى
الْبُخَارِيُّ عَنْ أَبِي شَيْبَةَ يَسْتَدِرُّ إِلَى مُعَاوِيَةَ
رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ قَالَهُ مَا زِلْتُ أَطْمَعُ فِي الْخَلَائِفَةِ
مُنْذُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا
مَلَكَتْ فَأَحْسِنُ..... عَنْ مُعَاوِيَةَ قَالَ نَظَرَ
إِلَيْهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا مُعَاوِيَةُ
إِنْ قُلَيْتَ أَمْرًا فَاتَّقِ اللَّهَ وَاعْدِلْ.....
عَنْ مُعَاوِيَةَ أَنَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ
لَا مَحَابِيَهَ تَوَضَّؤُا فَلَكَ تَوَضَّؤُا تَقَرُّوا
فَقَالَ يَا مُعَاوِيَةُ إِنَّ قُلَيْتَ أَمْرًا فَاتَّقِ اللَّهَ وَاعْدِلْ
وَفِي رَوَايَةٍ طَبْرَانِي وَالْأَوْسَطُ وَأَقِيلُ مِنْ فَحْشِيهِمْ
وَاعْفُ عَنْتِ مُسِيئَتِهِمْ.

(تطہیر الجنان صفحہ نمبر ۱۲-۱۵)

ترجمہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے امیر معاویہ کو خلافت کی خوشخبری دی تھی۔ ابوبکر بن ابی شیبہ، امیر معاویہ سے بیان کرتے ہیں۔ کہ میں (معاویہ) اس وقت سے

خلافت کا منظر تھا۔ جب سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا۔ کہ اے معاویہ! جب تو حکمران بن جائے۔ تو احسان کرنا۔

جناب معاویہ بیان کرتے ہیں۔ کہ ایک دفعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے میری طرف دیکھ کر فرمایا۔ اے معاویہ! اگر تجھے حکومت دی جائے۔ تو اللہ سے ڈرنا۔ اور عدل کو اپنانا۔

جناب معاویہ ہی بیان کرتے ہیں۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو فرمایا وضو کرو۔ جب وہ وضو کر چکے۔ تو آپ نے میری طرف دیکھ کر فرمایا۔ اے معاویہ! اگر تجھے حکومت دی جائے۔ تو اللہ سے ڈرنا اور عدل اپنانا طبرانی اور اوسط میں یہ الفاظ بھی آئے ہیں۔ احسان کرنے والوں کو گلے لگانا اور بڑوں کو معاف کر دینا۔

نوٹ:

روایت مذکورہ میں امام ابن حجر نے کئی طریقوں سے یہ ثابت کیا ہے۔ کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل میں سے ایک یہ بھی ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں خلیفہ یا حکمران بننے کی بشارت دی تھی۔ اور ساتھ ہی وصیت بھی فرمائی تھی لہذا معلوم ہوا۔ کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک تھی۔ اسی لیے آپ نے اس کی مزید بہتری کے لیے چند آیات دیں۔ لیکن اس مضمون کے خلاف ایک روایت کو لے کر نام نہاد متنبی حضرت امیر معاویہ کو گمراہ، فاسق اور منافق تک کے الفاظ کہہ دیتے ہیں۔ اور قرآن کریم میں موجود منافقین والی آیات ان پر چسپاں کر دیتے ہیں۔ علامہ ابن حجر نے اس مقام پر وہ روایت ذکر کر کے پھر اس کا جواب بھی ذکر کیا۔ لہذا ہم استراض و جواب کو قارئین کی نظر کرتے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں۔

اِعْتِرَاضُ

تطهير الجنان:

فَإِنْ قُلْتَ كَيْفَ ذَٰلِكَ وَقَدْ جَعَلَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَدْكَا بَدَلِيلٍ مَا صَحَّ أَنْ حُدِّثَ صَلَاحٌ سِرَّ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْفِتَنِ رَوَى عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ يَكُونُ فِيكُمْ النَّبِيُّ ثُمَّ تَكُونُ خِلَافَةٌ عَلَى مَنَابِجِ النَّبِيِّ ثُمَّ مَلَكَا عَاَضًا۔

(تطهير الجنان ص ۱۵)

ترجمہ: اگر تو کہے۔ کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ کہ حضرت امیر معاویہ کی خلافت کی خوشخبری حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دی لہذا وہ حق ہو گئی۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی حکومت کو راہِ راست سے ہٹتی ہوئی حکومت فرمایا۔ آپ کا یہ فرمان اس روایت میں ہے۔ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے رازدان جناب حذیفہ رضی اللہ عنہ نے فتنوں کے بارے میں بیان فرمائی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے۔ کہ آپ نے ارشاد فرمایا۔ تم میں نبوت ہوگی۔ پھر نبوت کے طرزِ خلافت اور پھر بادشاہت جو راہِ راست سے ہٹتی ہوئی ہوگی۔

توضیح:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوت کے بعد خلافت علی منہاج النبوة کا ذکر فرمایا۔

اس خلافت کا زمانہ تیس سال خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دوسری روایات میں موجود ہے۔ اور تیس سال کا عرصہ امام حسن رضی اللہ عنہ کی خلافت کے چھ ماہ مکمل کرنے پر ختم ہو جاتا ہے۔ تو ان کی خلافت تک تو خلافت علی منہاج النبوة رہی۔ اس کے بعد امیر معاویہ خلیفہ بنے۔ تو یہ حکومت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق گمراہی کی حکومت ہے لہذا امیر معاویہ خود گمراہ اور ان کی حکومت گمراہی پر مبنی ہوئی۔

جواب:

اس حدیث سے مراد امیر معاویہ نہیں ہو سکتے۔ اس لیے کہ اس کے مقابلہ میں ایک حدیث موجود ہے۔ جو اس سے زیادہ صحیح ہے۔ وہ یہ ہے۔

تَطْهِيرُ الْجَنَانِ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوَّلُ هَذَا الْأَمْرِ نُبُوَّةٌ وَرَحْمَةٌ ثُمَّ يَكُونُ خِلَافَةٌ وَرَحْمَةٌ ثُمَّ يَكُونُ مَلَكًا وَرَحْمَةٌ ثُمَّ يَكُونُ أَمَارَةً وَرَحْمَةٌ ثُمَّ يَكُونُ كَدَمُونَ عَلَى نَبَا تَكَادُمُ الْحَمِيرِ فَعَلَيْكُمْ بِالْجِهَادِ وَإِنْ أَفْضَلَ جِهَادَكُمْ الرِّبَاطُ وَإِنْ أَفْضَلَ رِبَاطَكُمْ عَسَقْلَانِ رَوَاهُ طَبْرَانِي وَرِجَالُهُ ثِقَاتٌ وَهُوَ صَرِيحٌ فِيْمَا ذَكَرْتَهُ إِذَا الْمَلِكُ الَّذِي بَعْدَ الْخِلَافَةِ هُوَ مَلِكٌ مُعَاوِيَةُ (تطهير الجنان ص ۱۶)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پہلے پہل یہ معاملہ نبوت و رحمت کا ہوگا۔ پھر خلافت اور رحمت ہوگی۔ پھر بادشاہت اور رحمت ہوگی۔ پھر امارت اور رحمت ہوگی۔

پھر حکومت حاصل کرنے کے لیے گھوڑوں کی طرح ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کریں گے۔ تو ان حالات میں تمہیں جہاد کرنا پڑے گا۔ اور بہترین جہاد گھوڑوں کو جہاد کے لیے تیار کرنا ہے۔ اور بہترین رباط، عسقلان ہے۔ یہ روایت طبرانی نے ذکر کی۔ اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔ اور یہ روایت اس پر صریح ہے کہ خلافت کے تیس سال بعد جو حکومت ملی۔ وہ حکومت رحمت تھی۔ (راہ راست سے، ہنسی ہوئی تھی۔)

دعاء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اے اللہ معاویہ رضی

کو علم کتاب اور حکومت عطاء فرما

روایت نمبر: تطهير الجنان:

مَا جَاءَ بِسُنْدٍ رَوَاهُ ثِقَاتٌ عَلَى خِلَافَتِهِمْ وَإِنْ سَأَلَ فَيُنِجِ اللَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَحَائِلَ مُعَاوِيَةَ فَقَالَ اللَّهُمَّ عَلِّمَهُ الْكِتَابَ وَالْحِسَابَ وَمَحْنُ لَهُ فِي الْبِلَادِ وَقِهِ سُوءَ الْعَذَابِ وَفِي رَوَايَةٍ اللَّهُمَّ عَلِّمْ مُعَاوِيَةَ الْكِتَابَ وَالْحِسَابَ۔

(تطهير الجنان ص ۱۶)

ترجمہ: ایک حدیث یہ بھی ہے جس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔ اس کے مرسل ہونے میں اختلاف ہے۔ وہ یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ دعا فرمائی۔ اے اللہ! معاویہ

کو کتب و حساب کی تعلیم عطا فرما۔ اور اسے شہروں کی حکومت عطا کر اور بڑے عذاب سے اسے بچا۔ ایک روایت میں یوں بھی آیا ہے اسے اللہ معاویہ کو کتب و حساب سکھا دے۔

ملحہ فکریہ:

حدیث مذکور سے مودودی اور اس کے ہم خیال ”روشن خیال مفکرین“ کو سبق حاصل کرنا چاہیے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے امیر معاویہ کے لیے حکومت کی دعا فرمائی۔ اور گزشتہ روایات کے مطابق آپ نے حکومت کی انہیں خوش خبری دی۔ اور پھر یہ بھی دعا فرمائی کہ کتب و حساب عطا فرمایا جائے۔ اور عذاب بچایا جائے آپ کی ایسی دعاؤں کی برکت سے امیر معاویہ پالیس سال تک خلافت پر متمکن رہے۔ یہ نہیں کہ مودودی وغیرہ کے بقول آپ نے ڈنڈے اور دڑے کے بل بوتے پر حکومت کی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاؤں کی برکت سے آپ کو اس طویل دور میں کبھی پریشانی کا سامنا کرنا پڑا۔ اور اگر دورانِ خلافت یا اس سے قبل آپ سے کوئی اجتہاد یا غلطی ہوئی تو جس طرح حضور کی دوسری دعائیں قبول ہوئیں۔ اسی طرح ان غلطیوں کے بارے میں بھی آپ کی دعائیں قبول ہوئیں۔ اور وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ امیر معاویہ کو مذاہب بچائے لہذا اہل سنت کا یہ عقیدہ ہے کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ جنتی ہیں۔ اور غرض کہ ان کی دعاؤں کے طفیل اللہ نے ان کی خطاؤں کو معاف کر دیا۔

✽

حضرت عمر اور حضرت عثمان نے جلیل القدر

صحابہ کو گورنری سے معزول کر دیا مگر امیر معاویہ

دونوں کے ادوار میں برابر گورنر رہے

روایت غابریہ: تطهير الجنان:

وَمِنْهَا أَنَّ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ مَدَحَهُ وَأَثْنَى عَلَيْهِ وَوَلَاهُ دِمَشْقَ الشَّامَ مَدَّةَ خِلَافَةِ عُمَرَ وَكَذَلِكَ عُثْمَانُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ وَنَاهِيكَ بِهِ مَنَقِبَهُ عَظِيمَةً مِنْ مَنَاقِبِ مُعَاوِيَةَ وَمِنْ ذَلِكَ كَانَ عُمَرُ يُضِي بِهِ لَهُ وَالْوَلَايَةِ الْوَاسِعَةِ الْمُسْتَعْمَرَةِ وَإِذَا تَأَمَّلْتَ عَزَلَ عُمَرَ لِسَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ الْفَضْلَ مِنْ مُعَاوِيَةَ بِمَوَاتِبَ وَإِثْبَاتِهِ لِمُعَاوِيَةَ عَلَى عَمَلِهِ

وَمِنْ عَمْرِو عَزَلَ لَهُ عَلِمَتْ بِذَلِكَ أَنَّ هَذِهِ يَنْبَغِي عَنْ رَفِيعَةٍ كَبِيرَةٍ لِمُعَاوِيَةَ وَأَنَّ لِمُرِيكَ وَلَا ظَرَاءَ فِيهِ قَادِحٌ مِنْ قَوَادِحِ الْوَلَايَةِ وَالْأَمَّا وَلَا هُمْ أَوْ لَعَزَلَهُ وَكَذَلِكَ عُثْمَانُ وَقَدْ شَكَاهُ أَهْلُ الْأَقْطَارِ كَثِيرًا مِنْ

وَلَا تَقْلِبْهُمُ إِلَى عُمَرَ وَعُثْمَانَ فَعَزَّزَ لَاهُنَا مَرْمُومًا
شَظِيفًا هُمُ وَإِنْ جَلَّتْ مَرَاتِبُهُمْ وَأَمَّا مَعَاوِيَةُ
فَأَقَامَ فِي أَمَارَتِهِ عَلَى دَمِشْقِ الشَّامِ هَذِهِ الْمَدِينَةُ
الْقَوْلِيَّةُ فَلَمْ يَنْشِكْ أَحَدٌ مِنْهُمْ وَلَا إِقْلَمَهُ
بِجَوَابٍ وَلَا مَظْلِمَةً قَتْلًا مَلَّ ذَلِكَ لَيْزًا إِذَا عَتِيقًا
أَوْ لَيْسَ لِيَخْرُجَ مِنَ الْغَبَا وَقَدْ أَلْعَنَادُ الْبُهْتَانِ
(تظہیر الجنان ص ۱۶-۱۷)

ترجمہ: ان دلائل میں سے ایک یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جناب معاویہ کی تعریف اور خوبیاں بیان کیں۔ اور دمشق کا انہیں اپنی پوری خلافت کے دوران امیر بنائے رکھا۔ پھر آپ کے بعد حضرت عثمان نے بھی ان کی امارت کو بحال رکھا۔ حضرت امیر معاویہ کی منقبت میں سے یہ بات کافی ہے۔ اور وہ شخص کہ جس سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس قدر طویل عرصہ تک امیر رہنے پر خوش رہے۔ اس کی عظمت کے لیے دلیل کافی ہے۔ پھر جب تو اس بات کو سامنے رکھے گا۔ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سعد بن ابی وقاص کو معزول کر دیا تھا۔ حالانکہ جناب سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نفیست اور عظمت میں امیر معاویہ سے کہیں بڑھ کر تھے اور اس کے مقابلہ میں جناب عمر نے معاویہ کو بحال رکھا۔ تب تب سے معلوم ہو جائے گا۔ کہ امیر معاویہ کی شخصیت کس قدر رفیع الشان تھی۔ ان میں امارت و ولایت کے نااہل ہونے والے اعتراضات میں سے کوئی ایک بھی سامنے نہ آیا۔ ورنہ حضرت عمر انہیں معزول کر دیتے اور یونہی حضرت عثمان کو بھی ان کی طرف سے کوئی شکایت نہ ملی۔

حالانکہ اطراف و جوانب سے لوگ اپنی اپنی شکایات پیش کرنے میں آزاد تھے۔ انہی شکایات کی بنا پر عمر و عثمان رضی اللہ عنہما نے کئی ایک لوگوں کو معزول بھی کر دیا۔ اس بارے میں معزول ہونے والے شخص کا تہذیبی مقام اڑے نہ آیا۔ لیکن حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ایک طویل مدت تک دمشق کے امیر رہے۔ اس عرصہ میں نہ تو کسی نے ان کی شکایت کی۔ اور نہ ہی کوئی اور تہمت والا رام لگایا۔ تب تب اس دلیل میں خوب غور کرنا چاہیے۔ تاکہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں تبرا عقیدہ اور پختہ ہو جائے۔ اور بے وقوفی فساد اور الزام تراشی سے محفوظ رہے۔

ملحہ فکریہ:

سیدنا حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی اسلام سے والہانہ محبت اور پختگی ضرب المثل ہے کسی صحابی سے بھی اگر تھوڑی سی غلطی ہو جاتی۔ تو انہیں سے طیش آجاتا تھا۔ عاتب بن بلتعہ کا واقعہ آپ کے سامنے ہے۔ مکہ میں انہوں نے اپنے اعزہ احباب کو خفیہ پیغام بھیجا۔ جب پیغام پکڑا گیا تو یہی عمر بن خطاب تھے کہنے لگے۔ یا رسول اللہ! اس منافق کی گردن اڑانے کی اجازت دیجئے۔ یہی عمر ہیں۔ کہ جناب سعد بن ابی وقاص کے خلاف شکایات پر معزولی کا حکم دیا۔ حالانکہ آپ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔ اس لیے اگر بیس سال کے طویل عرصہ میں امیر معاویہ کے خلاف کوئی شکایت ملتی۔ اور مودودی وغیرہ کے کہنے کے مطابق اصول اسلام کی پامالی اور ظلم و ناانصافی کی شکایات ہوتیں۔ تو ہرگز بحال نہ رہتے۔ سب سے بڑھ کر یہ بات کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ساتھ جب ان کی لڑائی ہوئی۔ جس کی وجہ سے دیوبندی، مودودی اور سنی نمابریلوی وغیرہ حضرت امیر معاویہ پر لعن طعن کرتے ہیں۔ لڑائی کے بعد حضرت علی نے جو پیغام مختلف اطراف کے عاملین کو بھیجا اس میں

اُس نے صاف صاف لکھا تھا کہ میرا اور معاویہ کا خدارسول اور دین ایک ہے۔ زوہ مجھ پر فضیلت کے خواہاں اور زمین اس کا منتہی ہوں۔ حضرت علی المرتضیٰؓ تو اپنے مد مقابل کے بارے میں یہ الفاظ کہیں۔ اور آج کا وہ مسلمان، امیر معاویہ کو مسلمان کہنے سے گریز کرے۔ کیا یہ ظلم عظیم نہیں۔ اور خدا کی چٹکار نہیں ہے۔ لہذا ان نام نہاد مفکروں، اسلام کے ٹھیکیداروں اور گدڑی نشینوں کو سبق حاصل کرنا چاہیے۔ اور اللہ کے حضور توبہ کرنی چاہیے۔

ارشادِ حضرت علی المرتضیٰؓ رضی اللہ عنہ امیر اور معاویہ کے

مقتول دونوں صنتی ہیں

روایت نمبر ۹: تطہیر الجنان :

وَمِنْهَا ثَنَاءٌ عَلَيَّ كَرَّمَ اللَّهُ وَجْهَهُ عَلَيْهِ يَقُولُ
قَتَلَا عَلَى وَقْتِ لِي مَعَاوِيَةَ فِي الْجَنَّةِ رَوَاهُ الطَّبْرَانِيُّ بِسَنَدٍ
رِجَالُهُ مُوثِقُونَ عَلَى خِلَافٍ بَعْضُهُمْ قَوْلُ هَذَا مِنْ عَنِّي مَرِيحٌ
لَا يَقْبَلُ ثَمَّ وَجِيلًا يَأْتِ مَعَاوِيَةَ مَجْتَهِدًا
تَوَفَّرَتْ فِيهِ شَرُّ قَوْلِ الْأَجْتِهَادِ الْمَوْجِبَةِ لِتَحْرِيمِ
تَقْلِيدِ الْغَيْرِ إِذْ لَا يَجْعَلُونَ لِمَجْتَهِدٍ أَنْ يَقُولَ مَجْتَهِدًا
بِالْوِثَاقِ مَقَاوِمًا لَفَتْهُ فِي اجْتِهَادِهِ وَهُوَ وَاضِعٌ أَمَّ وَافِقَةٌ

تطہیر الجنان ص ۱۹

ترجمہ: ایک دلیل یہ ہے کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی تعریف حضرت علی المرتضیٰؓ نے ان الفاظ سے کی۔ جنگ صفین میں میرے ہاتھوں قتل ہونے والے اور معاویہ کے ہاتھوں قتل ہونے والے صنتی ہیں۔ یہ روایت طبرانی نے نقل کی

یہ بالکل دو ٹوک ہے اس میں کوئی تاویل نہیں ہو سکتی کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ایسے مجتہد تھے جن میں اجتہاد کی تمام شرائط وافر مقدار میں موجود تھیں۔ جن کی بنا پر اسے کسی دوسرے مجتہد کی تقلید کرنا حرام ہو جاتی ہے۔ کیونکہ مجتہد کے لیے ایک دوسرے مجتہد کی تقلید کرنا بالاتفاق ناجائز ہے۔ چاہے دونوں کا اجتہاد باہم مختلف ہو یا موافق۔

ملحہ فکریہ:

حضرت علی المرتضیٰؓ رضی اللہ عنہ کے اس ارشاد کو سامنے رکھ کر ہم یہ کہہ سکتے ہیں۔ اور حقیقت بھی یہی ہے کہ امیر معاویہ اور ان کے تمام رفقاء اس لڑائی کی وجہ سے فاسق اور فاجر نہ تھے۔ بلکہ وہ شہید ہونے کی بنا پر صنتی تھے۔ اور یہ اس وقت درست ہو گا۔ جب یہ تسلیم کیا جائے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ غلطی پر تھے لیکن وہ غلطی اجتہادی تھی۔ گویا حضرت علی المرتضیٰؓ رضی اللہ عنہ مقتولین صفین کے صنتی ہونے کا قول کر کے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی اجتہادی غلطی کی طرف اشارہ کر رہے ہیں۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی اجتہادی حیثیت کو ابن عباس رضی اللہ عنہ نے بھی صراحت سے بیان فرمایا جیسا کہ بخاری شریف میں مذکور ہے۔ کہ جب ابن عباس رضی اللہ عنہ سے کسی نے پوچھا کہ امیر معاویہ وتر کی ایک رکعت پڑھتے ہیں؟ فرمایا۔ دَخَّ رَأْيُكَ فَيَقِيْلُ۔ چھوڑو۔ وہ مجتہد ہیں۔ حضرت علی المرتضیٰؓ رضی اللہ عنہ کے اس ارشاد پر بھی مودود دیوں۔ دیوبندیوں اور سنی نمابر دیوں اور پیروں کو کان دھرنے چاہیں۔

ابن عباسؓ نے فرمایا امیر معاویہؓ فقیہ ہے

روایت نمبر ۱: تطہیر الجنان:

وَمِنْهَا ثَنَاءُ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا عَلَى مُعَاوِيَةَ
وَمَوْ مِنْ أَحَبِّ آلِ الْبَيْتِ وَالشَّابِعِينَ يَعْلَمُ كَرَمَ اللَّهِ وَجْهَهُ
فَقَالَ صَحِيحُ الْبُخَارِيِّ عَنْ عِكْرَمَةَ قَالَ قُلْتُ لِابْنِ
عَبَّاسٍ إِنَّ مُعَاوِيَةَ أَوْ تَرَى بِرُكْعَتِهِ فَقَالَ إِنَّهُ فَقِيهٌ
وَفِي رِوَايَةٍ أَنَّهُ صَحَّبَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
وَهَذَا مِنْ أَحَبِّ مَنَاقِبِ مُعَاوِيَةَ أَمَّا أَوْ لَا فَلِإِنَّ
الْفَقِيهَ أَحَبُّ الْمَرَاتِبِ عَلَى الْإِطْلَاقِ وَمِنْ ثَمَرِهَا صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِابْنِ عَبَّاسٍ فَقَالَ اللَّهُمَّ فَقِيهُهُ فِي الدِّينِ
وَعَلِمُهُ النَّاسِ وَيْلَ وَقَالَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي
الْحَدِيثِ الصَّحِيحِ مَنْ يُرِيدِ اللَّهُ بِهِ خَيْرًا يُفَقِّهُهُ
فِي الدِّينِ وَأَمَّا ثَانِيًا فَهَذَا مِنْ هَذَا التَّوَصُّفِ الْجَلِيلِ
لِمُعَاوِيَةَ مِنْ عَظَمِ مَنَاقِبِهِ كَيْفَ وَقَدْ مَدَّ رُكْعَةً
مِنْ حَبْرِ الْأَمَةِ وَتَرَجَمَتِ الْقُرْآنُ وَابْنُ عَبَّاسٍ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَابْنُ عَبَّاسٍ عَلَيْهِ
رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا وَالْقَائِمُ بِنُصْرَةِ وَعَلِيٍّ فِي حَبَابَتِهِ
وَبَعْدَهُ وَفَاتِهِ وَصَحَّ ذَلِكَ عَنْهُ فِي الْبُخَارِيِّ الَّذِي
هُوَ أَصَحُّ الْكُتُبِ بَعْدَ الْقُرْآنِ وَإِذَا ثَبَتَ مَعَ

هَذِهِ الْكَلِمَاتِ فِي التَّوَاتُؤِ وَالصَّرَوحِ عَنَّهُ أَنَّ مُعَاوِيَةَ
فَقِيهٌ فَقَدْ اجْتَمَعَتِ الْأَثَرَةُ أَهْلُ الْأَصُولِ وَالْقُرُوبِ
عَلَى أَنَّ الْفَقِيهَ فِي عُرْفِ الصَّحَابَةِ وَالسَّلَفِ الصَّالِحِ
وَقُرُوبِ الْخَيْرِينَ بَعْدَهُ هُوَ الْمُجْتَبَى الْمُطْلَقُ۔

(تطہیر الجنان ص ۲۰-۲۱)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے سیدنا معاویہ کی تعریف کی۔ اور ابن عباس
سرداران اہل بیت اور علی المرتضیٰ کے تابعین میں سے ہیں۔ صحیح بخاری میں
عکرمہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے ابن عباس سے پوچھا کہ امیر معاویہؓ
کی ایک رکعت پڑھتے ہیں۔ فرمائیے گئے۔ وہ بے شک فقیہ ہیں۔ ایک روایت
میں ہے کہ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت پائی ہے۔ امیر معاویہ
کے مناقب میں سے یہ بہت بڑی ثقیب ہے۔ اولاً اس طرح کہ فقیہ مطلقاً
اعلیٰ مراتب کا حامل ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
ابن عباس کے لیے دعا فرماتے ہوئے کہا۔ اے اللہ! اسے دین کی فقیہ
اور تاویل کا علم عطا فرما۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد حدیث صحیح میں یوں
موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے اسے دین
کی فقیہ اور تاویل کا علم عطا فرماتا ہے۔ ثانیاً اس عظیم وصف کا حضرت
امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے لیے اطلاق اس شخصیت نے کیا ہے جو جلالاًۃ
ترجمان القرآن، رسول اللہ کے چچا زاد بھائی، علی المرتضیٰ کے چچا زاد بھائی،
علی المرتضیٰ کی زندگی اور وفات کے بعد ان کے معاون ہیں۔ یعنی سیدنا عبداللہ
بن عباس رضی اللہ عنہ۔ اور یہی بات صحیح بخاری میں بھی موجود اور ثابت
ہے۔ جو قرآن کریم کے بعد صحیح ترین کتاب ہے۔ جب حضرت امیر معاویہؓ

کے بارے میں ”فقیہہ“ کا لفظ جو عظیم وصف ہے اور اس کا قائل یعنی ابن عباس بھی فقیہ ہیں۔ تو اس بات پر تمام اصول و فروع کے علماء متفق ہیں۔ کہ فقیہہ، حضرات صحابہ کرام اور سلف صالحین اور ان کے بعد والے حضرات کے نزدیک ایسے شخص کو کہتے ہیں۔ جو مجتہد مطلق ہوتا ہے۔

لمحلہ فکریہ:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ جو خادم علی المرتضیٰ ہیں۔ جنگ صفین میں شریک رہے عکرمہ جب ان سے معاویہ کے بارے میں پوچھتے ہیں۔ تو فرماتے ہیں۔ وہ فقیہہ ہیں۔ صحابی رسول ہیں۔ ان دونوں اوصاف کو جب دوسری احادیث سے متصل کیا جاتا ہے تو معلوم ہوتا ہے۔ کہ فقیہہ وہی ہوتا ہے۔ جو اللہ کے نزدیک پسندیدہ اور بہترین شخص ہے۔ اور اللہ ان کے لیے خیر کا ارادہ فرماتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے بغیر اس سے خیر کا حصول و وصول ناممکن۔ لہذا معلوم ہوا۔ کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اللہ، اور اس کے رسول اور صحابہ کرام کے نزدیک کامل اور مقبول بندوں میں سے ہیں۔ اب ان سنی مبارک یلوں اور دیوبندیوں، جعلی پیروں کو اپنے رویہ پر نظر ثانی کر کے عاقبت سنوارنے کا ارادہ کرنا چاہیے جو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی شان میں لعن طعن کرتے ہیں۔

ابن عباس نے فرمایا کہ حکومت کے معاملہ امیر معاویہؓ

سے زیادہ عالی مرتبہ نہیں دیکھا

روایت غبار: تطہیر الجنان:

وَمِنْهَا قَوْلُ ابْنِ عَبَّاسٍ فِي حَقِّهِ مَا رَأَيْتُ لِلْمَلِكِ أَعْلَى مِنْ مُعَاوِيَةَ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ فِي تَارِيخِهِ وَتَيَقُّوْا

ذَلِكَ مَا ذَكَرْتُهُ أَنَّ عُمَرَ لَمَّا دَخَلَ الشَّامَ وَرَأَى مُعَاوِيَةَ وَكَثْرَةَ جُنُودِهِ وَالْقِيَبَةَ مَلِكًا أَحْجَبَهُ ذَلِكَ وَاعْتَجَبَ بِهِ ثُمَّ قَالَ هَذَا كَسْرَى الْعَرَبِ أَقْبَى فِي فَخَامَةِ الْمُلْكِ وَبَاهِيسِ جَلَالَتِهِ وَعَظَمَةِ أَجَلَتِهِ

تطہیر الجنان ص ۲۴

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے امیر معاویہ کے حق میں فرمایا۔ میں نے حکومت کے معاملات میں امیر معاویہ سے زیادہ عالی مرتبت کوئی نہیں دیکھا اس کو امام بخاری نے اپنی تاریخ میں ذکر کیا۔ اور اسی کے موافق یہ بھی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب شام تشریف لے گئے۔ اور دیکھا کہ معاویہ کی فوج کثیر ہے۔ اور ان کی سحرانی بارعب ہے۔ تو یہ دیکھ کر بڑے متعجب ہوئے۔ پھر فرمایا۔ معاویہ عرب کا کسری ہے۔ یعنی حکومت کے رعب و عجب اور جلالت و عظمت کے اعتبار سے۔

توضیح از ابن حجر:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی پسندیدگی اور تعجب دیکھنا امیر معاویہ کی عظمت کی کتنی بڑی دلیل ہے۔ اور پھر یہ بھی کہ یہ بات ابن عباس رضی اللہ عنہ روایت کر رہے ہیں۔ حالانکہ ابن عباس خود حضرت علی المرتضیٰ کے ساتھ ان لوگوں میں شامل تھے۔ جنہوں نے امیر معاویہ کے ساتھ لڑائی کی تھی۔ اس کے باوجود وہ معاویہ کی شان میں گستاخی نہیں کر رہے ہیں۔ بلکہ خوب بڑھ چڑھ کر تعریف کر رہے ہیں۔ اور انہیں فقیہہ مجتہد تک کہہ رہے ہیں یہ کلمات تمہیں اس امر کی نشاندہی کرتے ہیں۔ کہ حضرات صحابہ کرام اگرچہ بعض معاملات میں ایک دوسرے کے ساتھ لڑے بھی تھے۔ لیکن اس کے باوجود ان میں کامل محبت اور ایک

دوسرے کا احترام تھا۔

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اجلہ صحابہ سے روایات کیں اور

ان سے بھی اجلہ صحابہ اور تابعین نے روایات کیں

روایت نمبر ۱۲: تطہیر الجنان:

وَمِنْهَا أَقْبَلَهُ حَازِ شَرَفَ الْأَخْذِ عَنْ أَكْبَرِ الصَّحَابَةِ
وَالَتَّابِعِينَ لَهُ وَشَرَفَ أَخْذِ كَثِيرِينَ مِنْ أَجْلِهِ
الصَّحَابَةُ وَالتَّابِعِينَ عَنْهُ وَذَلِكَ أَنَّهُ كُنَّ وَى عَنْ أَبِي
بَكْرٍ وَعُمَرُ وَاخْتَلَمَ أُمُّ الْمُؤْمِنِينَ امُّ حَبِيبَةَ وَرَوَى
عَنْهُ مِنْ أَجْلَاءِ الصَّحَابَةِ وَفَقَّهَاتِهِمْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ
عَبَّاسٍ وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ زُبَيْرٍ
وَجَرِيرُ الْبَجَلِيِّ وَمَعَاوِيَةُ بْنُ خَدِيجٍ وَالسَّائِبُ
بْنُ يَزِيدٍ وَالنَّعْمَانُ بْنُ بَشِيرٍ وَأَبُو سَعِيدٍ الْخَدْرِيُّ
وَأَبُو مَامَةَ بْنُ سَهْلٍ وَمِنْ كِبَائِرِ التَّابِعِينَ وَفَقَّهَاتِهِمْ
عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الْحَارِثِ بْنِ نُوفَلٍ وَقَيْسُ بْنُ أَبِي حَازِمٍ وَ
سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيْبِ وَالْبُوَادِرِيُّ الْخَوْلَانِيُّ وَمِمَّنْ بَعْدَهُمْ
عِيسَى بْنُ طَلْحَةَ وَمُحَمَّدُ بْنُ جَبْرِ بْنِ مُطْعَمٍ
وَحَمِيدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ وَأَبُو مَجْلَزٍ
وَحَمْرَانُ مَوْلَى عُثْمَانَ وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَحْبِرٍ
وَعَلْقَمَةُ بْنُ أَبِي وَقَاصٍ وَعُمَيْرُ بْنُ هَدَافٍ وَهَمَامُ

بن منبہ و ابوالعریان النخعی و مطرف بن عبد اللہ
بن لشخیر و آخرون۔ فَتَأَمَّلْ هَؤُلَاءِ الْأَكْمَلَةَ الْأَسْلَامَ
الَّذِينَ رَوَوْا عَنْهُ تَعْلَمُوا أَنَّهُ كَانَ مُجْتَهِدًا وَفَقِيهًا۔

(۱)۔ تطہیر الجنان صفحہ نمبر ۲۶ (۲)۔ تہذیب التہذیب

جلد مناص ۲۰۲

توجہ: ان دلائل میں سے ایک یہ ہے کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے بہت
سے اکابر صحابہ کرام اور تابعین سے اخذ علم کیا۔ اور پھر ان سے اخذ کرنے
والوں میں بھی بہت سے جلیل القدر اور فقیہہ وقت صحابہ اور تابعین ہیں
دیکھئے کہ جناب معاویہ رضی اللہ عنہ، ابوبکر صدیق، عمر فاروق، اپنی ہمیشہ
ام المؤمنین ام حبیبہ سے روایت کرتے ہیں۔ اور ان سے آگے روایت
کرنے والوں میں عبد اللہ بن عباس، عبد اللہ بن عمر، عبد اللہ بن زبیر،
جریر البجلی، معاویہ بن خدیج، سائب بن یزید، نعمان بن بشیر، ابوسعید خدری
اور ابوامامہ بن سہل ایسے بزرگ لوگ ہیں۔ تابعین کرام میں سے بزرگ اور
فقیہہ شخصیات یہ ہیں۔ عبد اللہ بن حارث بن نوفل، قیس بن ابی حازم،
سعید بن المسیب، ابوادریس خولانی اور ان کے بعد آنے والے عیسیٰ بن
طلحہ، محمد بن جبیر بن مطعم، حمید بن عبد الرحمن بن عوف، ابومجلز، حمران مولى
عثمان، عبد اللہ بن محرز، علقمہ بن ابی وقاص، عمیر بن ہدافی، ہمام بن منبہ
ابوالعریان نخعی، مطرف بن عبد اللہ بن لشخیر وغیرہ

توضیح از ابن حجر:

ان جلیل القدر ائمہ کو تم جانتے ہو۔ کہ یہ سب اسلام کے مائے ناز امام اور دین

کے پتو اڑیں۔ انہوں نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے اخذِ علم کیا۔ اور حدیث کی روایت کی۔ اس کا صاف صاف نتیجہ ہے کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بہت بڑے مجتہد اور فقیہ تھے۔

حضرت امیر معاویہؓ نے چند امور غیب کی خبریں

دیں جو صحیح نکلیں

روایت نمبر ۱۱: تطہیر الجنان؛

وَمِنْهَا أَنَّهُ أَخْبَرَ عَنْ أُمِّهِ هَيْبِ بْنِ كَوْحٍ الْأَمْرُ
بَعْدَهُ كَمَا أَخْبَرَهُ وَذَلِكَ كَرَامَةً فَهِنَّ ذَاكَ
مَا جَاءَ عَنْهُ بِسَنَدٍ رَجَالُهُ ثِقَاتٌ
أَنَّهُ قَالَ إِنَّ أَهْلَ مَكَّةَ أَخْرَجُوا رَسُولَ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَا تَكُونُ الْخَلَافَةُ فِيهِمْ
أَبَدًا فَإِنَّ أَهْلَ الْمَدِينَةِ قَتَلُوا عِثْمَانَ فَلَا
تَعُودُ الْخَلَافَةُ فِيهِمْ أَبَدًا۔

د تطہیر الجنان صفحہ نمبر ۲۶)

ترجمہ: ان دلائل میں سے ایک یہ بھی ہے کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے امور غیبیہ کی خبریں دیں۔ اور پھر وہ کام اسی طرح ہوئے جس طرح آپ نے اطلاع دی تھی۔ اور یہ اُن کی کرامت تھی۔ اُن میں سے یہ بھی ہے۔ جو ثقہ راویوں کی سند سے مروی ہے۔ جناب معاویہ نے کہا کہ اہل مکہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہجرت پر مجبور کیا۔ لہذا ان میں کبھی خلافت نہ آئے گی اور یہ کہ اہل مدینہ نے حضرت عثمان کو شہید کر دیا۔ اس لیے ان میں بھی خلافت

کبھی نہ آئے گی۔

توضیح از ابنِ حجر:

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے اس فیصلہ (اطلاعِ عدمِ خلافت) میں غور کرو۔ کہ مکہ والوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو زبردستی ہجرت پر مجبور کیا۔ جس کے نتیجہ میں امیر معاویہ کے کہنے کے مطابق ان میں سے خلافت کو ختم کر دیا گیا۔ اس پر یہ اعتراض نہ کیا جائے کہ اگر یہ درست ہے تو پھر جناب عبداللہ بن زبیر کی خلافت کا کیا ہوگا؟ کیونکہ ان کی خلافت ناقص تھی۔ کیونکہ شام، مصر اور دیگر شہران کی خلافت سے باہر تھے۔ حالانکہ یہ تمام علاقہ جات مسلمانوں کے تھے۔ اور پھر یہ بھی ان کی حکومت و خلافت ابتدا سے انتہا تک خلفشار اور فساد کی آماجگاہ بنی رہی۔ ایک دن بھی ایسا نہ گزرا۔ جو قابلِ تعریف ہو۔ رہا اہل مدینہ کا معاملہ تو جو لوگ شہادت عثمان کے وقت موجود تھے۔ ان میں سے کوئی بھی بعد میں خلیفہ نہ بنا۔ یعنی مدینہ منورہ، مرکزِ خلافت نہ رہا۔ یہ شہادت عثمان کا ضیاع تھا۔ چنانچہ امیر معاویہ کا قبل از وقت ایسا کہنا حالات نے ثابت کر دیا کہ درست تھا۔

امیر معاویہؓ نے وصیت کی کہ نبی علیہ السلام کی متیص

میں مجھے کفن دیا جائے اور آپ کے ناخنِ شین نکھوں

پر رکھے جائیں

روایت نمبر ۱۲: تطہیر الجنان؛ وَمِنْهَا أَنَّهُ لَمَّا حَضَرَ تَعَاُفَاةَ

أَوْصَى أَنْ يُكْفَنَ فِي قَبْرِ بَيْتِ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَسَاهُ إِيَّاهُ وَأَنْ يُجْعَلَ مِمَّا يَلِي جَسَدَهُ وَكَانَتْ عِنْدَهُ قَلَامَةً أَطْلَقَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَضَعَهَا فِي أَنْ تُسْحَقَ وَتُجْعَلَ فِي عَيْنَيْهِ وَقَتِهِ - وَقَالَ أَفْعَلُوا إِذَا إِلَيْكَ فِي وَحَلُّوا بَيْنِي وَبَيْنَ اِرْحَمِ الرَّاحِمِينَ -

وَلَمَّا نَزَلَ بِهِ الْمَوْتُ قَالَ يَا لَيْتَنِي كُنْتُ رَجُلًا مِنْ قُرَيْشٍ بِذِي طُوى وَإِنِّي لَكُمُ الْإِمَامُ مِنْ الْأَمْرِ شَيْئًا - (تطهير الجنان ص ۲۸)

ترجمہ: ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ جب ان کی وفات کا وقت قریب آیا۔ تو وصیت فرمائی۔ کہ مجھے وہ قمیص پہنائی جائے۔ جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پہنا کرتے تھے۔ اور اس کا وہ حصہ جو آپ کے جسم اطہر کے ساتھ لگتا تھا۔ مجھے لگایا جائے۔ امیر معاویہ کے پاس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ناخن شریف تھا۔ اس کے بارے میں وصیت کرتے ہوئے کہا۔ اُسے پس کر میری آنکھوں اور منہ میں لگایا جائے۔ اور کہا۔ جب یہ کر چکو۔ تو مجھے ارحم الراحمین کے سپرد کر دینا۔ جب امیر معاویہ کی موت کا وقت آیا تو فرمائے لگے کاش میں ایک عظیم آدمی قریش سے ہوتا اور میں کسی چیز کا والی نہ ہوتا۔

توضیح از ابن حجر:

کتنی عظیم شان پائی امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہ قابلِ ستائش اور مبارک باد ہے۔ کیونکہ انہیں وہ قسمت ملی۔ جس کی بنا پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جسد اطہر کے ساتھ لگنے والا پٹرا انہیں اپنے جسم کے ساتھ لگانا نصیب ہوا۔ اور اپنے منہ

کے اندرونی حصہ اور آنکھوں میں اس چیز کو سمو لیا جو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے بدن پاک کا ایک حصہ تھا جو جدا ہوا تھا۔ بالاتفاق امیر معاویہ کا دمشق میں انتقال ہوا اور مشہور یہ ہے۔ کہ اپنے ۲۶ رجب سنہ ہجری میں وفات پائی۔ آپ کی عمر بائیس برس کی تھی۔ چھیاسی سال بھی عمر بتائی گئی ہے۔

پ

فصل پنجم

حضرت امیر معاویہ کے متعلق مجتہدین امت

کے اقوال

نوٹ: یہاں تک جو چودہ عدد روایات ذکر ہوئیں۔ ان کو ذکر کرنے کے بعد علامہ ابن حجر نے اپنی توضیحات بھی ذکر فرمائیں۔ ہم نے انہیں ذکر کر کے قارئین کرام کو ابن حجر کا عقیدہ بتایا ہے۔ اس کے بعد چند دیگر ممتاز اہل سنت علماء کا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں عقیدہ بھی تحریر کرتے ہیں۔ تاکہ وہ اہل سنت کے عقیدہ کو نکھار مل جائے۔ اور نام نہاد دنیوں کا پول کھل جائے۔ وباللہ التوفیق

علامہ یوسف نبہانی اور حضرت امیر معاویہ

شواہد الحق:

لَا يَخْفَاكَ أَيُّهَا الْمُرُومُ الْعَاقِلُ الْمُتَّصِفُ
إِنَّا إِنَّمَا نَحِبُّ عَلِيًّا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ وَلِلَّهِ وَرَسُولِهِ
وَكَذَلِكَ نَحِبُّ سَائِرَ أَهْلِ الْبَيْتِ وَجَمِيعَ

الْأَصْحَابِ لِلَّهِ وَرَسُولِهِ وَإِلَيْكَ كَانَتْ مَحَبَّتُنَا
لَهُمْ لَا عَلَى السَّوِيَّةِ - بَلْ تَفَاضَلُ بَيْنَهُمْ
بِالْمَحَبَّةِ بِحَسَبِ دَرَجَاتٍ فَضَّلِيهِمْ عِنْدَ اللَّهِ
وَرَسُولِهِ عَلَى مَا رَوَاهُ لَنَا الْأَكْثَمَةُ وَتَنَا
قَلْتُهُ الْأَيْمَةُ الْخَلْفُ عَنِ السَّكْفِ فَتَقَدِّمُ أَبَا
بَكْرٍ ثُمَّ عُمَرَ ثُمَّ عُثْمَانَ ثُمَّ عَلِيًّا ثُمَّ بَاقِي
الْعَشْرَةِ الْمُبَشِّرِينَ بِالْجَنَّةِ وَمِنْ أَكْبَابِهِمُ الزَّبِيرُ
وَطَلْحَةُ الْمُؤْمَلَانِ لِلْخَلِيفَةِ بَعْدَ عَلِيٍّ وَهُمَا
مِنَ الْمُهَاجِرِينَ الْأَوَّلِينَ السَّابِقِينَ فِي الْإِسْلَامِ
ثُمَّ بَاقِي أَهْلِ بَيْتِهِ وَمِنْ أَكْبَابِهِمُ الزَّبِيرُ
وَطَلْحَةُ ثُمَّ أَهْلُ بَيْتِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ
وَمِنْ أَكْبَابِهِمُ الزَّبِيرُ وَطَلْحَةُ وَهُمَا
عَمْرُو بْنُ الْعَاصِ ثُمَّ مَنْ أَسْلَمَ بَعْدَ الْفَتْحِ وَبَيْنَهُمْ
مَعَاوِيَةُ قَالَ اللَّهُ تَعَالَى (لَا يَسْتَوِي مَنْ آمَنَ مِنْكُمْ
مِنَ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَاتِلٌ أُولَئِكَ أَكْثَرُ دَرَجَةً
مِنَ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْ بَعْدِ وَقَاتِلُوا) وَكَذَلِكَ
وَعَدَ اللَّهُ الْحُسَيْنِ فَمَعَاوِيَةُ مِمَّنْ وَعَدَهُمُ اللَّهُ
الْحُسَيْنِ وَهِيَ الْجَنَّةُ وَهُوَ إِنْ كَانَ مِنْ قِسْمِ
الْآخِرِينَ مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

رَهُوَ مَفْضُولٌ بِالنَّظَرِ إِلَى الْأَقْسَامِ السَّابِقَةِ إِلَّا أَنَّهُ
هُوَ وَجَمِيعُ الصَّحَابَةِ وَمَنْ أَسْلَمَ بَعْدَهُ أَيْضًا
أَفْضَلُ مِنْ جَمِيعٍ مَنْ جَاءَ بَعْدَهُمْ مِنْ هَذِهِ الْأُمَّةِ
الْمُعْتَمَدِيَّةِ فَفَضْلُهُ مِنْ هَذِهِ الْجِهَةِ أَيْ جِهَةِ
الصَّحْبَةِ وَخُذْهَا إِذَا اعْتَبَرْتَ تَحْدِثُ عَظِيمًا
عَظِيمًا إِلَى دَرَجَةٍ لَا تَقْدِرُ عَلَى تَصَوُّرِهَا لِأَنَّكَ
تَعْلَمُ أَنَّكَ قَدْ جَاءَ فِي هَذِهِ الْأُمَّةِ بَعْدَ الصَّحَابَةِ
مِنْ أَحِبَّائِ الْأُمَّةِ وَالْعُلَمَاءِ وَالْأَوَّلِيَاءِ مَنْ لَا يُمَكِّنُ
إِسْتِيفَاءَ مَنْ أَقْبَلَهُمْ وَفَضْلًا لِيْلَهُمْ بِوَجْهِهِ مِنَ الْوَجْهِ
فَمَعَاوِيَةُ مَعَ تَأَخُّرِهِ فِي الْفَضْلِ عَنْ مُعْظَمِ الصَّحَابَةِ
هُوَ أَفْضَلُ مِنَ الثَّابِعِينَ وَمِنْ بَعْدِهِمْ أَجْمَعِينَ
يَتَشَرَّفُ بِهِ بِصُحْبَةِ سَيِّدِ الْمُرْسَلِينَ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَإِلَيْهِ وَأَصْحَابِهِ أَجْمَعِينَ كِتَابِي بِهِ
لَهُ انْزَعَجِي فِي بَعْضِ الْأَحْيَانِ وَجِهَادِهِ مَعَهُ أَهْلُ الشَّرَاكِ
وَاللُّغَيَّانِ فَضْلًا عَمَّا أَتَصَفَّ بِهِ فِي حَدِّ ذَاتِهِ
مِنَ الْقَضَائِلِ وَالْمَرَائِيَا الْكَثِيرَةِ وَخُذْ مَا تَه
بَعْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْخِدْمَاتِ
الِدِّيَّةِ الْمَشْكُورَةِ فَقَدْ جَاءَ هَذَا فِي سَبِيلِ اللَّهِ
مُدَّةَ خِلَافَةِ أَبِي بَكْرٍ وَعُمَرُ وَعُثْمَانُ
وَبَعْدُ أَنْ اسْتَقْبَلَ بِالْأَمْرِ خَلِيفَتَهُ بَقِيَ فِي الشَّامِ

مُدَّةَ طَوِيلَةٍ ثَمَانِيًا وَأَرْبَعِينَ سَنَةً وَمِنْهَا
تَحْوِيلَتِ سَنَوَاتٍ تَحْتَ رَأْيِهِ أَخِيهِ يَزِيدَ
وَمِنْهَا اثْنَانِ وَعِشْرُونَ سَنَةً أَوْسَرُ أَجَاهِدًا
ضَاطِبًا لِبِلَادِ الشَّامِ وَبِهِ حُدُودُ الرُّومِ وَفَتْحُ
وَمِنْهَا عِشْرُونَ سَنَةً مَدِيْنًا مَجَاهِدًا حَتَّى
فَتَحَّ فَتُوحَاتٍ كَثِيرَةٍ وَوَصَلَ جَيْشُهُ إِلَى
الْقُسْطَنْطِينِيَّةِ وَكَانَ مَعَهُ أَكْبَرُ أَكْبُوبِ الْأَنْصَارِ
فَمَاتَ مِنْكَ وَدَفِنَ فِيهَا وَقَبْرُهُ إِلَى الْآنَ ظَاهِرٌ
يُرَ اِنْ وَهُوَ مَعَ كُلِّ فَضَائِلِهِ الَّتِي لَا يُحَاطَرُ بِهَا
وَلَا يُقَارَى بِهَا فَضَائِلُ أَحَدٍ عَنْ غَيْرِ الصَّحَابَةِ
يُسَبِّحُهُ فِي الْفَضْلِ إِلَى عَالِي كَيْسِيَّةِ الدِّينِ هَمِ
مِنَ الْفَقَةِ مِثْلًا إِلَى الْقَتَاتِيْرِ الْمُقْتَضِرِ وَمِنَ الدَّهَبِ
بَلِّ مِنَ الْجَوَاهِرِ الْفَيْسَةِ الْعَظِيمَةِ الَّتِي جَلَّتْ
أَنْ تُقَوِّمَ بِقِيَمَةِ كَمَا قُلْتَ فِي قَصِيدَةٍ
رِسْعَادَةِ الْمَعَادِ فِي مَوَازِينِ بَانَتْ سَعَادَةً فِي مَدَحِ

سَيِّدِ الْعِبَادِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

كَأَلْشَّمْسِ فِي الْأَفْقِ الْأَعْلَى الْبُوحَيْنِ

وَمِنْ مُعَاوِيَةَ فِي الْأَرْضِ قُنْدِيلٌ

(شواہد الحق ص ۵۲۶ - ۵۲۷ فصل فی شہن روساء الامام الذین خلفوا علینا)
تَرْجَمَہٗ اے عاقل مومن! تجھ پر یہ بات پوشیدہ نہ رہے کہ بے شک
ہم (اہل سنت) علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے محبت صرف اللہ اور اس

کے رسول کی خاطر کرتے ہیں۔ اور اسی طرح ہم تمام صحابہ کرام اور اہل بیت عظام سے محض اللہ اور اس کے رسول کی رضا کی خاطر محبت کرتے ہیں یہی وجہ ہے۔ کہ ان حضرات کے ساتھ ہماری محبت ایک جیسی نہیں ہے۔ بلکہ جس طرح اللہ اور اس کے رسول کے ہاں ان کے درجات میں فرق ہے۔ ہمارے ائمہ نے یہی عقیدہ رکھا۔ اور اسی کو سلف صالحین سے آج تک کے علماء نے اپنا لئے رکھا۔ ہم ابو بکر صدیق پھر عمر پھر عثمان اور پھر علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہم کو بالترتیب سب سے مقدم مانتے ہیں۔ ان کے بعد عشرہ مبشرہ جن میں زبیر و طلحہ اکابرین میں سے ہیں۔ جو علی المرتضیٰ کے بعد خلافت کے اہل بھی تھے۔ یہ دونوں وہ مہاجر ہیں۔ جنہوں نے اسلام میں سب سے اولیت پائی۔ پھر بقیہ بدری صحابہ سے ہماری محبت ہے۔ ان میں بھی زبیر اور طلحہ اکابر تھے۔ پھر غزوہ احد کے شرکاء کی محبت ہے اور ان میں اکابر زبیر اور طلحہ ہی ہیں پھر بیعت رضوان کرنے والے اور ان میں بھی زبیر و طلحہ اکابر ہیں۔ پھر ان حضرات سے جو فتح مکہ سے پہلے مشرف باسلام ہوئے۔ ان میں سے بھی زبیر و طلحہ اکابر ہیں۔ اور ان میں عمرو بن العاص بھی ہیں۔ پھر ان حضرات سے ہماری محبت ہے جو فتح مکہ کے بعد مسلمان ہوئے۔ ان میں سے معاویہ بھی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ اور جس نے تم میں سے فتح مکہ سے قبل اللہ کی راہ میں خرچ کیا اور مسلمان ہو گیا اور جہاد کیا۔ اس کے مساوی وہ نہیں جس نے فتح مکہ کے بعد اللہ کی راہ میں خرچ کیا۔ اور مسلمان ہوا۔ اور جہاد کیا۔ ان دونوں اقسام کے مومنوں سے اللہ تعالیٰ نے حسنی یعنی جنت کا وعدہ فرمایا ہے لہذا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ

ان لوگوں میں سے ہیں۔ جن سے جنت کا اللہ نے وعدہ فرمایا ہے آپ اگرچہ صحابہ کرام میں سے ان حضرات میں شامل ہیں۔ جو ترتیب فضیلت میں آخری قسم ہے۔ اور وہ اگرچہ پہلی اقسام سے افضل نہیں۔ مگر آپ اور وہ صحابہ کرام جو ان کے بعد مسلمان ہوئے وہ سب ان لوگوں سے لازماً افضل ہیں جو ان کے بعد امت محمدیہ میں تشریف لائے۔ لہذا امیر معاویہ کی اس جہت یعنی صحابیت کی وجہ سے فضیلت کو اگر تنہا دیکھا جائے۔ تو یہ بھی عظیم و عظیم ہے۔ اور اس کے درجہ کا ادراک ناممکن ہے۔ اس لیے کہ تمہیں بخوبی علم ہے۔ کہ صحابہ کرام کے بعد اس امت میں بڑے بڑے اکابر ائمہ اور علماء تشریف لائے۔ اور وہ بھی ایسے کہ ان کے فضائل و مناقب کا کسی طرح شمار کرنا ممکن نہیں۔ سو حضرت معاویہ اگرچہ معظم صحابہ کرام سے فضیلت میں کم سہی لیکن تمام تابعین اور ان کے بعد آنے والے تمام مسلمانوں سے بہر حال افضل ہیں۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کا شرف آپ کو میسر ہوا۔ کتابت وحی کے فرائض سرانجام دیئے۔ اور آپ کی معیت میں مشرکین و باغیوں سے جہاد کیا۔ یہ شرف ان فضائل کے علاوہ ہے جو امیر معاویہ کی اپنی شخصیت میں تھے اور ان خدمات عظیمہ کے علاوہ ہے جو انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد سرانجام دیئے۔ اور وہ خدمات اللہ کو منظور و قبول ہوئیں۔ آپ نے ایک طویل مدت تک خلافت ابو بکر عمر اور عثمان میں جہاد فی سبیل اللہ کیا۔ اور جب سے آپ نے حکومتی ذمہ داریاں سنبھالیں۔ شام میں آپ تقریباً اڑتالیس برس مقیم رہے۔ ان میں سے سات سال تک اپنے بھائی یزید کے جھنڈے کے تحت بسر کئے

بائیس سال تک امیر اور مجاہد ہونے کے ساتھ ایک اعلیٰ درجہ کے ناظم رہے آپ کے ذمہ شام کے علاقہ جات کا انتظام تھا۔ اس کی ان دنوں روم کے ساتھ حدود ملتی۔ پھر بیس سال تک حکمران بن کر مجاہدانہ کاموں میں مصروف رہے۔ اور کثیر فتوحات کیں۔ ان کی فوج قسطنطنیہ تک پہنچ گئی۔ ابویوب انصاری بھی ان کے ساتھ تھے۔ وہیں ان کا انتقال ہوا۔ اور دفن ہوئے اور آج بھی ان کی قبر زیارت گاہ عام و خاص ہے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ان تمام فضائل و مناقب کے ہوتے ہوئے جن میں صابر کرام کو چھوڑ کر کوئی دوسرا مماثل اور مقارب نہیں۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں یوں ہیں۔ جس طرح چاندی کے درہم سونے کے عظیم خزانہ کے مقابلہ میں یا نفیس ترین موتیوں کے مقابلہ میں ہوں ایسے موتی جن کی قیمت نہ لگائی جاسکتی ہو۔ جیسا کہ میں نے اپنے تصنیف شدہ قصیدہ میں کہا ہے۔

علی المرتضیٰ افعیٰ اعلیٰ میں سورج کی مانند ہیں
اور معاویہ زمین پر روشن قندیل ہیں

خلاصہ کلام :

علامہ نہہانی رحمۃ اللہ علیہ نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں اہل سنت کے عقیدہ کی یہ ترجمانی فرمائی کہ

- ۱۔ صحابی ہونے کی وجہ سے آپ تمام مسلمانوں سے افضل ہیں۔ جو صحابی نہیں (اُن میں حوث قطب، علماء، صلحاء شامل ہیں)
- ۲۔ اللہ تعالیٰ کے ارشاد کے مطابق قطعی یقینی ہیں۔
- ۳۔ اپنی ذاتی خوبوں میں آپ کا بعد میں کوئی مثل نہیں۔

۴۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سورج اور معاویہ رضی اللہ عنہ زمین پر قندیل کی طرح ہیں۔

اہل سنت کے سلف و خلف کے اس عقیدہ کو سامنے رکھیے۔ اور مودودی دیوبندیوں اور سنی غمباریلوں کی وہ عبارات دیکھیں۔ جن میں انہوں نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی ذات پر کیچڑا چھالا۔ تو آپ لازماً یہی نتیجہ فذ کریں گے۔ کہ سنی ہو کر کوئی شخص حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو برا بھلا نہیں کہہ سکتا۔ علامہ نہہانی نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق مزید فرمایا۔

مشواہد الحق :

اَعْلَمَ اَنْ مَعَاوِيَةَ فِي مَذْهَبِنَا مَعَاشِرِ اَهْلِ السُّنَّةِ
كَسَائِرِ الصَّعَابَةِ الَّذِينَ خَرَجُوا عَلَى عِلِّيٍّ رَضِيَ
وَعَنْهُمْ كَانُوا مُجْتَهِدِينَ فِي مَا فَعَلُوهُ مِنْ ذَلِكَ
وَالْكَفَّانَ عَلِيًّا هُوَ الْمُصِيبُ وَكَانَ الْخَارِعُونَ
عَلَيْهِ مُخْطِئِينَ وَالْمُجْتَهِدُ مَا جُورَ لَا مَوْزُونَ
الْمُصِيبُ لَهُ عَشْرُ حَسَنَاتٍ وَالْمُخْطِئُ لَهُ حَسَنَةٌ
وَاحِدَةٌ بِنَيْتِهِ وَنِيَا تَلُمُّكَ كَانَتْ صَحِيحَةً لِقَصْدِهِ
الْقِصَاصِ مِنْ قَتَلَةِ عَثْمَانَ وَقَدْ ظَهَرَ لَهُمْ اَنْ
فِي ذَلِكَ مَوْافَقَةُ الشُّرَافِ وَالْمُصْلِحَةِ
لِلْإِمَّةِ لَسَلَا يَتَجَرَّأُ عَلَى الْإِمَّةِ الْخَبِيرِ
وَهَكَذَا كَانَتْ نِيَا تَلُمُّكَ هُوَ مَا آذَاهُمْ إِلَيْهِ
اجْتِهَادُهُمْ الْمُخْطِئُ وَلِذَا لَكَ لَمْ يَخْلُ خَرُوجُهُمْ
عَلَيْهِ فِي عَدَا تَلُمُّكَ وَتَشْرُ هُمْ فَلَمْ يَتَطَرَّقْ

يَذَاكَ خَلَّ فِي أَخْدِ الدِّينِ عَتَبُهُمْ وَمَعَاوِيَةَ مَعَ
فَضْلِ الصُّحْبَةِ لَهُ حَسَنَاتٌ كَثِيرَةٌ لَا تُعَدُّ وَلَا
تُحَدُّ مِنْ أَجْلِهَا جِهَادُهُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ إِمَّا بِنَفْسِهِ
وَأَمَّا بِجُيُوشِهِمْ حَتَّى قُتِلَتْ بِلَادٌ كَثِيرَةٌ وَصَارَتْ
دَارَ إِسْلَامٍ بَعْدَ أَنْ كَانَتْ دَارَ كُفْرٍ وَبِسَبَبِهِ
دَخَلَ إِلَى الْإِسْلَامِ أَلْفُ أَلْفٍ كَثِيرَةٌ مَنْ أَسْلَمُوا
عَلَى يَدِهِ وَبِجُيُوشِهِمْ وَمِنْ دَارِ رَيْبِهِمْ إِلَى
يَوْمِ الْقِيَامَةِ فَلَهُ مِثْلُ حَسَنَاتِهِمْ أَجْمَعِينَ۔

(شواہد الحق ص ۵۲۹ تا ۵۳۱) فصل فی ثبوت کس الامامۃ الذین قالوا علیاً

ترجمہ: معلوم ہونا چاہیے کہ ہم اہل سنت کے مذہب میں حضرت امیر معاویہ
رضی اللہ عنہ ان صحابہ کرام کی طرح ہی ہیں۔ جنہوں نے حضرت علی المرتضیٰ
کے خلاف خروج کیا تھا۔ وہ اپنے کام میں مجتہد تھے۔ لیکن علی المرتضیٰ
صواب پر تھے۔ اور ان پر خروج کرنے والے غلطی پر تھے۔ اور مجتہد
کو بہر حال اجر ملتا ہے۔ گناہ نہیں۔ اگر صواب پر ہے تو دس نیکیاں
اور غلطی پر ہے تو بھی اس کی نیت کے مطابق ایک نیکی ضرور ملتی ہے
اور علی المرتضیٰ کے خلاف خروج کرنے والوں کی نیتیں صیغ تھیں۔
کیونکہ ان کا مطالبہ یہ تھا۔ کہ حضرت عثمان کے قاتلوں سے قصاص
لیا جائے۔ اور انہیں یہ علم تھا۔ کہ یہ مطالبہ شرع شریف اور مصلحت
کے موافق ہے۔ تاکہ آئے دن فاجر لوگ نیک امر کو قتل کرنے کی
جرات نہ کرتے پھریں۔ ان حضرات کی نیتیں ایسی تھیں۔ ان کے
اجتہاد نے صیغ نتیجہ پر نہ پہنچایا۔ لیکن اجتہاد ضروری تھا۔

اسی لیے ان کی عدالت اور تقویٰ پر کوئی اثر نہ پڑا۔ اور نہ ہی ان سے دین
کی باتیں حاصل کرنے میں کوئی رکاوٹ بنی۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ
صحابی ہونے کے ساتھ ساتھ اور بھی بہت سی خوبیوں کے مالک ہیں
جن کا شمار نہیں ہو سکتا۔ ان میں سے عظیم تر یہ کہ انہوں نے بذاتِ خود
یا اپنے لشکر کے ساتھ جہاد فی سبیل اللہ کیا جس کے نتیجہ میں بہت سی
فتوحات ہوئیں۔ اور وہ علامۃ جات جو پہلے دار الکفر تھے دار الاسلام
بن گئے اور اس سبب سے لاکھوں کروڑوں لوگ مشرف باسلام ہوئے
جو یا تو خود امیر معاویہ کے ہاتھ پر یا ان کے لشکر کے ہاتھوں چسلائے
ہوئے۔ اور پھر ان کی اولادیں قیامت تک اسلام پر چلی آ رہی ہیں
ان تمام نیکیوں کا مجموعی ثواب بھی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے نامہ اعمال
میں ہی درج ہو گا۔

امام غزالی اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ

شواہد الحق:

وَالْمَشْفُورُ مِنْ قِتَالِ مُعَاوِيَةَ مَعَ عَلِيٍّ وَ مَسِيرِ
عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا إِلَى الْبَصْرَةِ وَالْظَّنُّ
بِعَائِشَةَ أَنَّهَا كَانَتْ تَطْلُبُ تَطْفِئَةَ الْفِتْنَةِ
وَالْحِكْمَ نَحَرَ بَيْحِ الْأُمَمِ مِنَ الضَّبْطِ قَطَا وَ اخْتِلَافِ الْمُؤَبِّ
لَا تَبْقَى عَلَى وَفْقِ طَلِبِ أَوْ إِيْلَهَا بَلْ تَخُجُّ بَيْحِ عَنِ
الضَّبْطِ وَالظَّنُّ بِمُعَاوِيَةَ أَنَّهُ كَانَ عَلَى تَأْوِيلِ
وَلَمْ يَكُنْ فِيهِمَا كَانَ يَتَعَاكَا وَ مَا يَحْكِي سُلُوكِ

هَذَا مِنْ رَوَايَاتِ الْأَحَادِيثِ الضَّعِيفِ مِنْهُ مُخْتَلِطٌ
بِالْبَاطِلِ وَالْوَخِيلِ أَكْثَرُهُ اخْتِرَاعَاتُ
الرَّوَاغِضِ وَالْخَدَرِ أَرْبَعٌ وَأَرْبَابُ الْفَضُولِ الْخَالِفِينَ
فِي هَذَا وَالْفَتُونَ فَيَنْبَغِي أَنْ تُلَازِمَ الْإِنْكَارَ فِي
حُلِّ مَا كُنْ تَشُبُّهُ وَمَا ثَبَتَ فَاسْتَنْبِطْ لَهُ
تَأْوِيلًا فَمَا قَعَدَ رَعْلِكَ فَقُلْ لَحَلَّ لَهُ تَأْوِيلًا
وَعَدَّ الرَّأْطِلُ عَلَيْهِ -

وَأَعْلَمُوا أَنَّكَ فِي هَذَا الْمَقَامِ بَيْنَ أَنْ تُسَمِّيَ
الظَّنَّ بِمُسْلِمٍ وَتَطْعَنَ عَلَيْهِ وَتَكُونَنَّ كَاذِبًا
أَوْ تُحْسِنَ الظَّنَّ بِهِ وَتَكُفَّ لِسَانَكَ عَنِ الظَّنِّ
وَأَنْتَ مُنْعَطِيٌّ مَثَلًا وَالنَّحْطَاءُ فِي
حُسْنِ الظَّنِّ بِالْمُسْلِمِ أَسْلَمُ مِنَ الصَّوَابِ بِالظَّنِّ
فِيهِ قُلُوبُ سَكَّتْ إِنْ سَأَلَ مَثَلًا عَنْ لَعْنِ أَبِي بَلِيسٍ
أَوْ لَعْنِ أَبِي جَبَلٍ أَوْ أَبِي لَهَبٍ أَوْ مَنْ شِئْتَ مِنْ الْأَشْرَارِ
طَوَّلَ تَهْمَرِهِ كَوَيْضُ السُّكُوتِ وَكَوْهَفُ هَفْوَةٍ
بِالظَّنِّ فِي مُسْلِمٍ بِمَا هُوَ بَرِيٌّ عِنْدَ اللَّهِ تَعَالَى
مِنْهُ فَقَدْ تَعَرَّضَ لِلْهَلَاكِ بَلْ أَكْثَرُ مَا يَعْلَمُ
فِي النَّاسِ لَا يَحِلُّ التَّنَطُّقُ بِهِ لِتَعْظِيمِ الشَّرْعِ
الرَّجَرِ عَنِ الْغَيْبَةِ مَعَ آتِهِ إِحْبَابًا عَمَّا
مُتَعَقِّقٌ فِي الْمَعْتَابِ فَمَنْ يَلَاخِظُ هَذِهِ الْفُضُولَ
وَلَمْ يَكُنْ فِي طَبْعِهِ مَيْلٌ إِلَى الْفَضُولِ

أَثَرُ مَلَأَ مَتْنَهُ السُّكُوتُ وَحُسْنُ الظَّنِّ بِكَافَّةٍ
الْمُسْلِمِينَ وَإِطْلَاقُ اللِّسَانِ بِالشَّنَاءِ عَلَى
جَمِيعِ السَّلَفِ الصَّالِحِينَ هَذَا أَحْكَمُ
الصَّعَابَةِ عَامَةً -

وَقَالَ الْإِمَامُ الْغَزَالِيُّ أَيْضًا فِي أَحْيَاءِ
عُلُومِ الدِّينِ -

الْإِمَامُ الْحَقُّ بَعْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ أَبُو بَكْرٍ ثُمَّ عُمَرُ ثُمَّ عِثْمَانُ ثُمَّ عَلِيٌّ
رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَلَمْ يَكُنْ نَصَّ رَسُولَ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى إِمَامٍ أَضَلَّ - إِذَا
تَوَكَّاهُ كَانَ أَوْلَى بِالظُّهُورِ مِنْ نَصْبِهِ
أَحَادُ الثُّلَاثَةِ وَالْأَمْرُ عَلَى الْجَنُودِ فِي الْبِلَادِ
وَلَمْ يَخَفْ ذَلِكَ فَكَيْفَ خَفِيَ هَذَا - وَإِنْ
ظَهَرَ فَكَيْفَ إِنْ حَذَرَ مَنْ حَتَّى لَمْ يَنْقُلْ إِلَيْنَا
فَلَمْ يَكُنْ أَبُو بَكْرٍ مِمَّا إِلَّا بِالْإِخْتِيَارِ وَالْبَيْعَةِ
وَأَمَّا تَقْدِيرُ النَّصْرِ عَلَى غَيْرِهِ فَهُوَ
نِسْبَةٌ لِلصَّعَابَةِ كَلِمَةٍ إِلَى مُخَالَفَةِ رَسُولِ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَخَرْقِ الْإِجْمَاعِ مِمَّا لَا
يَجُوزُ عَلَى اخْتِرَاعِهِ إِلَّا التَّزْوِافُضُ
إِغْتِقَادُ أَهْلِ السُّنَّةِ تَنْكِيَةً جَمِيعِ الصَّعَابَةِ
وَالشَّنَاءِ عَلَيْهِمْ كَمَا أَثْنَى اللَّهُ سُبْحَانَهُ وَقَالَ

وَرَسُولُهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَا جَرَى
بَيْنَ مَعَاوِيَةَ وَعَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا كَانَ
مَبْنِيًّا عَلَى الْإِجْتِهَادِ لَا مَنَازَعَةَ مَعَاوِيَةَ
فِي الْإِمَامَةِ إِذْ كُنَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ كَسِيلِيْمَ
قَتَلَهُ عُثْمَانُ مَعَ كَثْرَةِ عَشَائِرِهِمْ وَاجْتِلَادِهِمْ
بِالْعَسْكَرِ يُؤَدِّي إِلَى اضْطِرَابِ أُمْرِ الْإِمَامَةِ
فِي بَدَايَتِهَا فَرَأَى النَّاسُ خَيْرَ أَصَوِّبٍ وَكُنَّ مَعَاوِيَةُ
أَنَّ تَأْخِيرَ أَمْرِ هُوَ مَعَ عَطْفٍ جَنَابِيَّتِهِمْ
يُوجِبُ الْإِعْرَاءَ بِالْأَثَمَةِ وَيَعْرِضُ دِمَاءَ
السَّلَفِ.

وَقَدْ قَالَ أَفَاضِلُ الْعُلَمَاءِ كُلُّ مَنْ جَوَّدَ
مَصِيبَتٍ وَقَالَ قَاتِلُوتُ الْمَصِيبِ وَاحِدٌ
وَلَوْ يَذْهَبُ إِلَى تَخْطِئَةِ عَلِيٍّ دُونَ تَحْصِيلِ أَصْلِهِ
وَفَضْلُ الصَّحَابَةِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ عَلَى حَسْبِ
تَرْكِ تَبِيئِهِمْ فِي الْخِلَافَةِ إِذْ حَقِيقَةُ الْفَضْلِ
مَا هُوَ فَضْلٌ عِنْدَ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ وَذَلِكَ لَا
يَكُنْ عَلَيْهِ إِلَّا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ وَرَدَ
فِي الثَّنَاءِ عَلَى جَمِيعِهِمْ آيَاتٌ وَأَحْبَابٌ كَثِيرَةٌ وَإِنَّمَا
يُذَكَّرُ قَائِقُ الْفَضْلِ وَالثَّرْتِيْبُ فِيهِ الْمَشَاهِدُونَ
لِلْوَحْيِ وَالثَّنْزِيلِ بِقَرَابَةِ الْأَحْوَالِ وَدَقَائِقِ
التَّفْصِيلِ فَكُلُّهُمْ لَا قِيَمَهُمْ ذَلِكَ كَمَا تَبَيَّنَ الْأَمْرُ

كَذَا بَلَّكَ إِذْ كَانُوا لَا تَأْخُذُهُمْ فِي اللَّهِ كَوْمَةً
لَا تَكْمُرُ وَلَا يَضُرُّهُمْ عَنْ الْحَقِّ صَارِفًا
(رشواہد الحق ص ۴۶۳ تا ۴۶۵ الامام الغزالی)

ترجمہ:

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور امیر معاویہ کے مابین جو لڑائی ہوئی۔
اور ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بصرہ کی طرف سفر فرمانا
ان واقعات کے بارے میں مشہور مذہب یہ ہے۔ کہ حضرت عائشہ
رضی اللہ عنہا کا ظن تھا کہ وہ فتنہ کو بجھائیں گی لیکن یہ کام ان کے
ہاتھ سے نکل گیا۔ کیونکہ ایسا ہوتا ہے۔ کہ بہت سے کاموں کی ابتداء
تو اچھی ہوتی ہے لیکن ان کا اخیر مقصد و مطلب کے خلاف ہو جاتا ہے۔
بلکہ اس پر قابو پانا مشکل ہو جاتا ہے۔ اور حضرت امیر معاویہ کے بارے
میں یہ ظن ہے۔ کہ وہ ایک اجتہادی رائے رکھتے تھے۔ اور اس میں وہ
اپنے خیال کے مطابق درست تھے۔ ان خیالات کے علاوہ جو لڑائی
وکی روایات ملتی ہیں۔ تو مجمع بات یہ ہے۔ کہ ان میں حق و باطل کی آمیزش
ہے۔ اور ایسی روایات بکثرت روافض نے گھڑیں۔ اور فارسیوں کی
خود ساختہ ہیں۔ اور ان لوگوں کی بنائی ہوئی ہیں۔ جن کا کام ہی یہ ہوتا
ہے کہ وہ اس قسم کے واقعات کی کھوج لگائیں۔ لہذا ایسی روایات کا
انکار کرنا چاہیے۔ جو سرے سے ثابت ہی نہیں۔ اور جن کا کوئی ثبوت
نہیں ملتا ہے۔ ان کی جائز تاویل تلاش کرنی چاہیے۔ اور جس کی تاویل
منفی مشکل ہو۔ تو کم از کم یہ عقیدہ رکھنا چاہیے۔ کہ اس کی کوئی تاویل یا عذر
ہوگا۔ جس کی مجھے اطلاع نہیں۔

تھیں معلوم ہونا چاہیے کہ یہ وہ مقام ہے کہ ایک طرف ایک مسلمان کے بارے میں سوچنے اور دینِ طعن کا معاملہ ہے اور دوسری طرف تو جھوٹا ہو یا یہ کہ حسن ظن رکھنا ہو اور طعنِ زبان کو روکنا ہو اور بالآخر تو اس میں خطر ہے وہاں ان دونوں میں بہتر ہے کہ کسی مسلمان کے بارے میں حسن ظن میں نظر آئے ہو۔ اور یہ بات اچھی نہیں کہ تو طعنِ طعن کرے۔ اور تو اس میں صواب پر ہو۔ لہذا اگر کوئی آدمی ابلیس، ابو جہل اور ابولہب وغیرہ پر لعنت بھیجنے سے خاموش رہتا ہے اور ساری عمر اسی طرح گزار دیتا ہے۔ تو اس کی یہ خاموشی نقصان دہ نہیں۔ اور اگر کسی مسلمان کے بارے میں طعن کرتا ہے۔ حالانکہ وہ بیمارہ اس سے اللہ کے ہاں بری ہے۔ تو ایسا کرنے والا اپنی ہلاکت کے درپے ہے بلکہ بکثرت ایسی باتیں ہوتی ہیں جن کا لوگوں کو علم ہوتا ہے۔ شرع کی سنت ڈانٹ کی وجہ سے اسے زبان پر لایا نہیں جاتا۔ حالانکہ اگر وہ بات لوگوں کو بتائی جائے۔ تو مبنی بر حقیقت ہوتی ہے جیسا کہ غیبت کرنے والے اور جس کی غیبت کی جا رہی ہے ان دونوں میں یہ بات موجود ہے۔ سو جو شخص ان مقاصد کو پیش نظر رکھتا ہے۔ اور فضولیات کے طرف اس کا رجحان نہ ہو۔ تو وہ لازماً خاموشی اختیار کرے گا۔ اور مسلمانوں کے بارے میں حسن ظن رکھے گا۔ اور تمام سلف صالحین کے بارے میں تعریفی کلمات کے ساتھ ہی زبان کھولے گا۔ یہ عام معیارِ کرام کے بارے میں حکم ہے۔

امام غزالی نے احیاء علوم الدین میں یہ بھی لکھا ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ابو بکر صدیق پھر عمر پھر عثمان پھر علی المرتضیٰ برحق امام ہوئے ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کی امامت کے لیے کوئی نص نہیں فرمائی تھی۔ اور اگر کوئی نص ہوتی۔ تو اس کا اظہار ضروری تھا۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم

جب کسی کو امیر شکر یا کسی شہر کا والی مقرر فرماتے تو ان کے بارے میں نص بالکل ظاہر ہوتی۔ لہذا یہ کس طرح ممکن کہ امامت کے بارے میں اپنے واضح طور پر کسی کا نام ذکر کیا ہو۔ اور لوگوں کو اس کا علم نہ ہو۔ اور اگر ظاہر ہوئی تھی۔ تو پھر مٹ کیسے گئی۔ کہ ہم تک نہ پہنچ سکی۔ لہذا معلوم ہوا۔ کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو منصبِ امامت پسندیدگی اور بیعت عامہ کی وجہ سے ملا۔ اور اگر یہ بالفرض مان لیا جائے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے امامت و خلافت کے لیے ابو بکر صدیق کے سوا کسی دوسرے کا نام ذکر فرمایا تھا۔ تو پھر لازم یہ آئے گا۔ کہ تمام صحابہ کرام نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی مخالفت کی۔ اور اجماع کو توڑ دیا۔ لیکن ایسی باتیں رافضیوں کے سوا دوسرا کون کر سکتا ہے۔ اہل سنت کا اعتقاد یہ ہے۔ کہ تمام صحابہ کرام عادل تھے اور وہ قابلِ تعریف تھے۔ جیسا کہ اللہ پاک اور اس کے رسول مقبول نے ان کی تعریف کی ہے۔ اور وہ جھگڑا جو امیر معاویہ اور علی المرتضیٰ کے درمیان ہوا۔ اس کا دار و مدار اجتہاد پر تھا۔ یہ نہیں کہ امیر معاویہ نے امامت کے حصول کی خاطر یہ جنگ کی تھی۔ کیونکہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا ظن یہ تھا۔ کہ حضرت عثمان کے قاتلوں کو قصاص کے لیے جناب عثمان کے در ثناء کے سپرد کر دینا خطرہ سے خالی نہیں۔ کیونکہ ان قاتلین کے خاندان لمبے چوڑے تھے۔ اور ان کے بہت سے افراد فوج اسلام میں شامل تھے۔ لہذا خلافت کے ابتدائی دور میں ہی پھیل چکے تھے۔ اس بنا پر آپ نے یہ رائے قائم کی کہ اس معاملہ کو ذرا مؤخر کر دیا جائے اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا ظن یہ تھا۔ کہ اگر یہ معاملہ مؤخر کر دیا گیا۔ باوجود اس کے کہ یہ بہت بڑا جرم تھا۔ تو لوگوں کو پھر آئمہ دین

کے قتل کرنے کی سزا مل جائے گی۔ اور غور نری کا بازار گرم ہو جائے گا۔

افاضل علماء نے کہا ہے۔ کہ ہر مجتہد صواب پر ہے۔ اور کہنے والوں نے یہ بھی کہا ہے۔ کہ مصیبت صرف ایک ہے۔ علی المرتضیٰ اور امیر معاویہ کی جنگ میں علی المرتضیٰ کو کسی نے بھی خطا پر نہیں کیا۔ اور صحابہ کرام کی فضیلت ان کی خلافت کی ترتیب کے مطابق ہے۔ کیونکہ حقیقی فضیلت تو وہ جو اللہ کے نزدیک فضیلت ہو۔ اور اس کا علم بغیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی کو نہیں مل سکتا۔ تمام صحابہ کرام کے بارے میں بہت سی آیات و احادیث وارد ہیں۔ جن میں ان کی تعریف موجود ہے۔ اور بات یہ ہے۔ کہ فضیلت کی باریکیاں اور اس کی ترتیب وہی لوگ پا سکتے ہیں جو وحی کا اثر نا دیکھتے تھے۔ وہ احوال کے قرائن سے اور فضیلت کی باریکیوں سے کچھ نہ کچھ واقف تھے۔ اگر انہیں اتنا علم بھی نہ ہوتا اور وہ بالکل کورے ہوتے۔ تو پھر خلافت کی ترتیب ایسی کیوں رکھتے۔ کیونکہ وہ اللہ کے معاملہ میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پرواہ نہ کرنے والے تھے۔ اور حق سے کوئی چیز انہیں پھیر نہ سکتی تھی۔

ملحد فکریہ:

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ایک مسلمان کا یہ عقیدہ ہونا چاہیئے۔
۱۔ خلافت کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کے لیے بطور نص کوئی ارشاد نہیں فرمایا۔

۲۔ اگر نص ہوتی۔ تو اس کا اظہار ضروری ہوتا۔ ورنہ تمام صحابہ کرام آپ کے ارشاد کے چھپانے والے بن جاتیں گے۔

۳۔ تمام صحابہ کرام عادل اور قابل تعریف تھے۔

۴۔ اللہ اور اس کے رسول نے صحابہ کرام کی تعریف کی۔

۵۔ حضرت علی المرتضیٰ اور امیر معاویہ کے درمیان لڑائی اجتہادی غلطی کی بنا پر تھی۔ جس میں علی المرتضیٰ ہی پر تھے۔

۶۔ خلافت کی ترتیب صحابہ کرام کے اس ادراک پر ہوئی۔ جو انہیں نزول وحی کے مشاہدہ کی وجہ سے احوال کو جان لینے کا حکم پیدا ہوا تھا۔

لہذا معلوم ہوا۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام صحابہ کرام قابل احترام ہیں۔ ان کی باہم ناراضگیاں خطائے اجتہادی پر مبنی تھیں۔ جس میں ہر ایک اپنی اپنی صوابدید کے مطابق حق پر تھا۔ اس لیے ہمیں بھی اسی اعتقاد پر قائم رہنا چاہیئے۔ اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں حسن ظن رکھنا چاہیئے۔

صحابہ کرام بالخصوص امیر معاویہ رضی اللہ عنہم
کے بارے میں مجدد الف ثانی کا عقیدہ
مکتوبات شریف:

بناؤ کہ اصحاب پیغمبر علیہ علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات ہمہ بزرگ اند
وہم را بہ بزرگی یاد باید کہ خطیب از انس روایت کند کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم فرمودہ ان اللہ اختارنی و اختار لی اصحابا و اختار لی
منہم اصحابا و افضلا فمَنْ حَفِظَ بَیِّنَاتِیْ فِیْہُمْ حَرَفَظَ
اللہ و مَنْ اَذَانِیْ فِیْہُمْ اَذَاہُ اللہ و طبرانی از ابن عباس
روایت کند کہ رسول فرمودہ علیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام مَنْ سَبَّ
اَصْحَابِیْ فَعَلِیْہِ لَعْنَةُ اللہ و الْمَلَائِکَۃِ وَاَنْتَ اِنْ اَجْمَعِیْنَ

و ابن عدی از عائشہ روایت کند رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہ رسول فرمودہ علیہ
 و علی آلہ الصلوٰۃ والسلام اِنَّ شَرَّ رَاۡئِیَ اَجْرًا هُوَ
 عَلٰی اَصْحَابِیْ وَ مَنَافِعَاتٍ وَ مَحَارِبَاتٍ کہ در میان ایشان
 واقع شدہ است بر محال نیک صرف باید کرد و از ہوا و تعصب دور باید
 داشت زیرا کہ اُن مخالفات مبنی بر اجتہاد و تاویل بودہ نہ بر ہر او ہوس
 چنانکہ جہور اہل سنت بر اُن اندامایہ داشت کہ محاربان حضرت امیر
 کرم اللہ وجہہ بر خطا بودہ اند و حق سبحان حضرت امیر بودہ لیکن چون این خطا
 خطائے اجتہادی است از ملامت دور است و از مواخذہ مرفوعہ -
 چنانکہ شارح مواقع از آمدی نقل میکند کہ واقعات جمل و مفین از روئے
 اجتہاد بودہ و شیخ ابو شکور سلمی در تہذیب تہریک کردہ کہ اہل سنت و جماعت بر
 اُنکہ معاویہ را با جمیع از اصحاب کہ ہمراہ او بودند بر خطا بودند و خطائے ایشان
 خطائے اجتہادی بود و شیخ ابن حجر در صواعق گفتہ کہ منازعت معاویہ با
 امیر از روئے اجتہاد بودہ و ای قول را از معتقدات اہل سنت فرمودہ و آنچه
 شارح مواقع گفتہ کہ بسیاری از اصحاب را بر اُنکہ اُن منازعت از
 روئے اجتہاد نہ بودہ مراد از اصحاب کرام گروہ را داشتہ باشد اہل سنت بر خلاف
 اُن حاکم اند چنانکہ گذشت و کتب القوم مشونہ بالخطا و الاجتہاد کی کامرغ
 بر الامام الغزالی والقاضی ابو بکر و غیرہا پس تفسیق و تضلیل در حق مہلباں
 حضرت امیر ہائز نباشد قال القاضی فی الشفاء قال
 مالک رضی اللہ عنہ مَنْ شَتَّمَ أَحَدًا مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 أَبَا بَكْرٍ أَوْ عُمَرَا أَوْ عُمَاسًا أَوْ مُعَاوِيَةَ أَوْ عَمْرًا أَوْ بَنِي الْعَاصِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ فَإِنَّ
 قَالَ كَاثِرًا عَلَى ضَلَالٍ وَ كَفَرٌ قَتِيلٌ فَإِنَّ شَتَّمَ غَيْرَ هَذَا مِنْ

مَشَايِمَةِ النَّاسِ نَكَلٌ لَا شَدِيدٌ أَفَلَا يَكُونُ
 مُحَارِبٌ بِنُورِ اٰلِیِّ كَفَرَةً كَمَا نَحْمَتِ الْعِلَادَةُ
 مِنَ الرَّفَضَةِ وَلَا فَسَقَةٍ كَمَا نَحْمَتِ الْبَعْضُ وَنَسَبَهُ
 شارح المواقع الى كثيرٍ مِنْ اصْحَابِهِ كَيْفَ وَقَدْ
 كَانَتْ الْقِيَدُ يَفْقَهُ وَ الطَّلْحَةُ وَ زَبِيرٌ وَ كَثِيرٌ
 مِنْ الْأَصْحَابِ الْكِرَامِ وَهُمْ وَقَدْ قُتِلَ طَلْحَةُ وَ زَبِيرٌ
 فِي قِتَالِ الْجَمَلِ قَبْلَ خُرُوجِ مُعَاوِيَةَ مَعَ ثَلَاثَةِ
 عَشَرَ أَلْفًا مِنَ الْقَتْلَى وَ قُتِلَ لِقَمُ وَ قُتِلَ يَفْقَهُ
 وَمِمَّا لَا يَجْتَرِءُ عَلَيْهِ الْمُسْلِمُونَ إِلَّا أَنْ يَكُونُوا فِي
 قَلْبِهِ مَرَضٌ وَ فِي بَاطِنِهِ خُبْرٌ وَ آنچه در عبارات بعض از
 فقہاء لفظ جوہر در حق معاویہ واقع شدہ است و گفتہ کان معاویہ اما بائرا
 مراد از جوہر حقیقہ خلاف حقیقت او در زمان خلافت حضرت امیر خواہد
 بود نہ جوہر کہ ہاں فتن و ضلالت است تا با اقوال اہل سنت مواقع
 باشد مع ذالک اگر باب استقامت از اتیان الفاظ موہمہ خلاف مقصود
 اجتناب می نمایند و زیادہ بر خطا تجویز نمی کنند کیفَ یَكُونُ جَائِدًا
 وَقَدْ صَحَّ أَنَّهُ كَانَ إِذَا مَا عَادِلًا فِي حَقِّهِ اللَّهُ مُبَاهًا
 وَ فِي حَقِّهِ الْمُسْلِمِينَ كَمَا فِي الصَّوَابِ وَ حضرت
 مولانا عبد الرحمن جامی کہ خطا منکر گفتہ است نیز زیادہ کردہ است بر خطا
 ہر چہ زیادت کند خطا است و آنچه بعد از اُن گفتہ است کہ اگر او مستحق
 لعنت است الخ نیز نامناسب گفتہ است چہ جائے تردید است
 و چہ محل اشتباہ اگر کسی سخن در باب یزدید میگفت گنجائش داشت

اما در ماده حضرت معاویه گفتن شاعت دارد و در احادیث نبوی بر اسناد ثقات آمده
که حضرت حق پیغمبر علیه الصلوة والسلام در حق معاویه دعا کرده اند و فرموده اند اللَّهُمَّ اجْعَلْهُ الْيَكْبَانِ
بِالْحَسَابِ وَقَبْلَهُ الْعَذَابِ وَجَاءَ دُرَّجٌ دَعَا فَرَمُوهُمُ اللَّهُمَّ اجْعَلْهُ بَاوِيًا مُبْدِيًا دَعَا وَخَفَرٌ يَقْبَلُهُ اللَّهُ الرَّحْمَنُ
از مولانا بکریل سهولیان سربر زده باشد و ایضا مولانا در همان ابیات
تصریح باسم نکرده گفته است آن اصحابی دیگر ای عبارت نیز از ناخوشی
غیر میدارد بَنَّا لَا تَقْوُ أَخْذُ نَا ان فَسَيْنَا وَ اَخْطَانَا وَ آنچه
از امام شعبی در روم معاویه بقتل کرده اند و نکو بخش اول از نسق هم بالا گذاشته
اند به ثبوت نه پیوسته است امام اعظم که از تلامیذا دست بر تقدیر صدق
آن اوصاف بود باین نقل و امام مالک که از تابعین است و معاصر او و اعلم علماء
مدینه شاتم معاویه و عمر بن العاص را بقتل حکم کرده است چنانچه بالا گذشت
اگر اوستحق شتمی بود چرا حکم بقتل شاتم او میکرد پس معلوم شد که شتم او را کبار
دانسته حکم بقتل شاتم او کرده و ایضا
در رنگ شتم ابی بکر و عمر و عثمان ساخته است چنانکه بالا گذشت پس
معاویه متقی ذم و نکو بخش نباشد اے برادر معاویه تنها درین معامله نیست
بلکه نصف از اصحاب کرام کم و بیش درین معامله باوے شریک اند پس محاربان
امیر اگر کفر یا فسق باشند اعتماد از شرط دین می خیزد که از راه تبلیغ ایشان
بما رسیده است و تجویز نکند این معنی را مگر ذندقی که مقصودش البطلان
دین است اے برادر منشاء اشاره این فتنه قتل حضرت عثمان
است رضی الله تعالی عنه و طلب قصاص نمودن از قتل او طلحه و زبیر
که اول از مدینه برآمدند بواسطه تاخیر قصاص برآمدند و حضرت
صدیق نیز بایشان در این امر موافقت نموده و جنگ جمل که در

آنجا سیزده هزار آدم بقتل رسیدند طلحه و زبیر که از عشره مبشره اند نیز بقتل رسیدند
براسطه تاخیر قصاص حضرت عثمان بوده بعد از آن معاویه از شام بیرون آمد بایشان
شریک شده جنگ صفین نمود و از امام غزالی تصریح کرده که آن منازعت بر امر خلافت
ند بوده بلکه در استیفاء قصاص در بدو خلافت حضرت امیر بوده و شیخ ابن
حجر نیز این معنی را از معتقدات اهل سنت گفته است و شیخ ابوشکور سلمی که در اکابر
علماء صفیه است گفته است که منازعت معاویه با امیر در امر خلافت بوده
که پیغمبر علیه الصلوات و التسلیمات معاویه را فرموده بودند اذ املکت الناس غافق
بهم از آنجا معاویه را ملع در خلافت پیدا شده بود اما او مخطی بود درین اجتهاد و امیر
محق زیرا که وقت خلافت او بعد از زمان خلافت حضرت امیر بوده و توفیق در میان
این دو قول آنست که منشاء منازعت تواند بود که تاخیر قصاص باشد بعد از
آن طبع خلافت نیز پیدا کرده باشد بهر تقدیر اجتهاد و در محل خود واقع شده است
اگر مخطی است یک درجه است و محق را دو درجه است بلکه درجه اے برادر
طریق اسلم درین موطن سکوت از ذکر مشاجرات اصحاب پیغمبر است علیه و علیهم الصلوات
و التسلیمات و اعراض از تذکره منازعات ایشان پیغمبر فرموده علیه الصلوة والسلام
ایاکم و ما شجر بین اصحابی و نیز فرموده علیه و علی آله الصلوة والسلام اذ ذکر اصحابی
فما سکو و نیز فرموده علیه الصلوة والسلام الله الله فی
الله الله فی اصحابی لا تتخذوا عذر ضایع یعنی تبرید از خدا
عز و جل در حق اصحاب من پست تر سید از خدا جل و علی در حق ایشان ایشان
را نشان نمیر خود سازید قال الشافعی و هو منقول عن عمر بن
عبد العزیز ایضا تِلْكَ دِمَاءُ طَهَّرَ اللَّهُ عَنْهَا آيِدِيَنَا
خَلَطُوهَا عَنْهَا السِّدْتَنَا زین عبارت مفهومی میشود که خطاء ایشان

راہم بر زبان نہاید آورد و غیر از ذکر خیر ایشان نباید کرد۔

(مکتوبات ۱۱۸ ربانی دفتر اول حصہ چہارم مکتوب نمبر ۲۵ ص ۵۷ تا ۶۰)

ترجمہ:

تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ معظم اور بزرگ ہیں۔ اور انہیں احترام و عقیدت کے ساتھ ہی یاد بھی کرنا چاہیے خطیب نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے مجھے منتخب فرما کر میرے لیے میرے صحابہ منتخب فرمائے۔ اور ان میں سے میرے لیے سسرال اور انصار کو منتخب فرمایا۔ لہذا جس نے میری ان کے بارے میں حفاظت کی۔ اس کی اللہ حفاظت کرے۔ اور جس نے ان کے ذریعہ مجھے تکلیف پہنچائی۔ اسے اللہ اذیت پہنچائے۔ طبرانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے میرے کسی صحابی کو گالی دی۔ اس پر اللہ کی تمام فرشتوں اور تمام انسانوں کی پٹھکار۔ ابن عدی نے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت کے شر ترین وہ لوگ ہیں جو میرے صحابہ پر الزام تراشی کی جرأت کرتے ہیں۔ وہ جھگڑے اور لڑائیاں جو صحابہ کرام کے درمیان ہوئیں۔ ان کا دار و مدار اجتہاد اور تاویل پر تھا یہ نہیں کہ ان کی بنیاد خواہشات نفس اور حرص و لالچ پر تھی۔ یہی مذہب جہور اہل سنت کا ہے۔ بہر حال یہ بھی جاننا چاہیے کہ وہ جنگ جو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ساتھ (یعنی جنگ صفین) لڑی گئی۔ اس میں شریک مخالفین غلطی پر تھے۔ اور حتیٰ حضرت علی المرتضیٰ

کی جانب تھا۔ لیکن ان کی یہ خطا اجتہادی خطا تھی جس پر ملامت کرنا درست نہیں۔ اور جس پر مواخذہ کا حکم نہیں ہے۔ جیسا کہ شارح مواقف نے علامہ آمدی سے نقل کرتے ہوئے لکھا ہے کہ جمل اور صفین کے واقعات اجتہاد کے طور پر رونما ہوئے ہیں۔ شیخ ابوشکور سلیمان نے ہشید میں بالتصریح بیان کیا ہے کہ اہل سنت و جماعت کا ان جنگوں کے بارے میں یہ اعتقاد ہے کہ حضرت امیر معاویہ اپنے تمام ساتھیوں سمیت خطا پر تھے اور ان کی خطا خطائے اجتہادی تھی۔ شیخ ابن حجر نے صواعق میں کہا ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا جھگڑا امیر معاویہ کے ساتھ اجتہاد کی بناء پر ہوا ہے۔ ابن حجر نے اس بات کو اہل سنت کے معتقدات میں سے کہا ہے۔ اور وہ جو کشارح مواقف نے کہا ہے کہ ہمارے (اہل سنت) بہت سے حضرات کا یہ نظریہ ہے کہ یہ جھگڑا اجتہادی اختلاف کی بناء پر نہیں تھا۔ اسی جھگڑے میں گذارش ہے کہ وہ حضرات جو بھی ہوں۔ اہل سنت نے ان کے خلاف قول کیا ہے۔ جیسا کہ گذر چکا ہے۔ اور دنیا کے سنیت کی عظیم شخصیات کی کتابیں اس امر سے بھری پڑی ہیں کہ یہ خطا خطائے اجتہادی تھی۔ جیسا کہ امام غزالی، قاضی ابوبکر و غیرہ نے اس کی تصریح فرمادی ہے۔ لہذا ان لوگوں کو فاسق و گمراہ کہنا ہرگز درست نہیں۔ جنہوں نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے خلاف جنگ میں شرکت کی تھی۔ قاضی عیاض نے الشفا میں کہا ہے کہ امام مالک رضی اللہ عنہ کا قول ہے جس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی کو گالی دی۔ چاہے وہ ابوبکر ہوں یا عمر و عثمان اور چاہے امیر معاویہ یا عمر بن العاص

رضی اللہ عنہم پس اگر گالی ان الفاظ سے دی کہ وہ گمراہی اور کفر پر تھے۔ تو اسے قتل کر دینا چاہیے۔ اور اگر اس سے ہٹ کر کوئی اور کجی اس کرتا ہے۔ جو عوام ایک دوسرے کو کرتے رہتے ہیں۔ تو اسے سخت ترین سزا دی جانی چاہیے۔ لہذا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے خلاف لڑنے والے کفر و اسلام کی جنگ نہیں کر رہے تھے جیسا کہ رافضیوں کا زعم ہے۔ اور نہ ہی فسق و غیر فسق کی جنگ تھی جیسا کہ کچھ اور لوگوں کا زعم ہے۔ اور شارح مواہف کا مذکورہ قول حضرت علی المرتضیٰ کے خلاف لڑنے والوں کی کثرت کی طرف کیسے منسوب ہو سکتا ہے حالانکہ یہ یقینی بات ہے کہ ان میں سے عائشہ صدیقہ، طلحہ، زبیر اور بہت سے دوسرے حضرات بھی ہیں۔ حضرت طلحہ اور زبیر جنگ جمل میں شہید کر دیئے گئے۔ ان کی شہادت امیر معاویہ کے خروج سے پہلے ہو چکی تھی۔ تیرہ ہزار اور بھی ان کے ساتھ جام شہادت نوش فرما گئے۔ ان سب کو گمراہ اور فاسق کہنا ایسا قول ہے جس کی کوئی مسلمان جرأت نہیں کر سکتا۔ ہاں یہ علیحدہ بات ہے کہ کسی کے دل میں روگ ہو اور اس کا باطن خیانت سے بھر پور ہو۔ اور وہ بات جو کہ بعض فقہاء کرام کے قول میں آئی ہے یعنی یہ کہ انہوں نے امیر معاویہ کو اِمَامًا جَائِزًا کہا۔ (اور جائز کا معنی ظالم ہے۔ اور ظالم فاسق ہی ہوتا ہے) اس جوڑ سے ان حضرات کی مراد یہ ہے کہ حضرات علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں امیر معاویہ کی خلافت کی کوئی حقیقت نہ تھی۔ لیکن اس جوڑ سے فسق و گمراہی ہرگز مراد نہیں۔ اسی تاویل اور معنی سے ان فقہاء کا قول اہل سنت کے اقوال کے موافق ہو سکتا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ

یہ بھی حقیقت ہے کہ صاحبانِ استقامت کسی کے متعلق ایسے الفاظ کہنا جو مقصود کے خلاف وہم پیدا کرتے ہوں۔ اجتناب کرتے ہیں۔ اور زیادہ سے زیادہ غلطی کہنے کو جائز قرار دیتے ہیں۔ لہذا دو جائز اپنے اصلی اور ظاہری معنی کے اعتبار سے امیر معاویہ کے بارے میں کہنے کی وہ کس طرح بہت کر سکتے ہیں۔ ادھر یہ بھی حقیقت ہے کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ اور اس کے بندوں کے حقوق کے بارے میں امام عادل تھے جیسا کہ صواعقِ محرقة میں مذکور ہے۔ علامہ عبدالرحمن جامی نے جو امیر معاویہ کے بارے میں خطا کو خطا منکر کہا ہے۔ انہوں نے بھی زیادتی کی ہے۔ اور پھر اس کے بعد جو انہوں نے دو اگر امتحق لعنت است کہا ہے۔ یہ بھی نامناسب قول کیا ہے۔ کیونکہ یہ تردید کا مقام ہے۔ اور اشتباہ کی اس میں گنجائش ہے۔ ہاں اگر یہی قول وہ زبیر کے بارے میں کہتے تو پھر اس کی گنجائش تھی۔ لیکن حضرت معاویہ کے بارے میں ایسا کرنا برا لگتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث میں جو ثقہ سند کے ساتھ مروی ہیں۔ مذکور ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے امیر معاویہ کے حق میں بادی و مہدی ہونے کی اللہ سے دعا مانگی ہے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مقبول و منظور ہے۔ ان تمام باتوں کو اگر سامنے رکھا جائے۔ تو معلوم ہوتا ہے کہ مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ سے یہ قول بھول چوک کے طور پر نکل گیا ہو گا۔ اور دوسری بات یہ بھی ہے کہ مولانا نے ان اشعار میں کسی صحابی کا نام لے کر یہ الفاظ نہیں کہے اس لیے ہو سکتا ہے کہ اس سحرِ امیر معاویہ کے سوا کوئی دوسرا صحابی ہو لیکن پھر بھی اس میں ناخوشی کی برآتی ہے۔ اس لیے ہم یہی دعا کرتے ہیں۔ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا

إِنْ نَسِينَا أَوْ أَخْطَأْنَا۔ اے ہمارے پروردگار! اگر ہم سے نیاں
ہو یا غلطہ سرزد ہوئی ہمارا مواخذہ نہ فرما نا۔ اور امام شیبی سے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ
کی مذمت میں جو باتیں نقل کی گئی ہیں۔ اور ان کے بڑا جھلاؤ کر کے لوگوں
نے فسق سے بھی بڑھ کر شمار کیا ہے۔ تو اس بارے میں گزارش ہے کہ
امام شیبی سے ایسی باتوں کا ثبوت نہیں ہو سکا۔ سیدنا امام اعظم جو ان کے
شاگردوں میں سے ہیں۔ اگر ان باتوں کو درست مان لیا جائے۔ تو پھر
اس کا زیادہ جتن رکھتے تھے۔ کہ ان کا تذکرہ فرماتے۔ خود امام مالک جو تابعین
میں سے ہیں۔ اور ان کے ہم عصر ہونے کے علاوہ مدینہ منورہ کے علماء
میں سے بہت بڑے عالم ہیں۔ انہوں نے حضرت امیر معاویہ اور عمرو
بن العاص کو گالی دینے والے کے قتل کا فتویٰ دیا ہے۔ جیسا کہ اوپر
گزر چکا ہے۔ اگر امیر معاویہ واقعی گالی کے مستحق ہوتے تو پھر ان کے
گالی دینے والے کو قتل کا حکم کیوں دیا جاتا۔ لہذا معلوم ہوا۔ کہ انہیں گالی
دینا ان کے نزدیک کبیرہ گناہوں میں سے ایک ہے۔ اسی لیے اسے
قتل کرنے کا حکم دیا۔ اور دوسری بات یہ بھی معلوم ہوئی کہ ان کے نزدیک
امیر معاویہ کو گالی دینا ایسا ہی ہے جیسا کوئی ابو بکر، عمرو عثمان کو گالی
دینا ہے۔ جیسا کہ گزر چکا ہے۔ لہذا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ مذمت اور بڑا جھلاؤ
کہے جانے کے مستحق نہیں۔

اے بھائی! حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اکیلے کا یہ معاملہ نہیں بلکہ اُدھے کے
قریب صحابہ کرام ان کے ساتھ اس معاملہ میں شریک ہیں۔ لہذا اگر
حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ساتھ لڑنے والوں کو فاسق یا کافر
کہا جائے تو پھر دین کے ایک معتد بہ حصہ کا اعتماد اٹھ جائے گا۔

کیونکہ وہ ان حضرات کی تبلیغی کوششوں سے ہم تک پہنچا ہے۔ اور اس بات
کو جائز کہنے والا زندقہ ہی ہو سکتا ہے۔ کہ جس کا مقصد دین کو باطل قرار
دینا ہو۔

اے بھائی! اس فتنہ کے بپا ہونے کی وجہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ
کا قتل ہے۔ اور ان کے قاتلوں کے قصاص کا مطالبہ ہے۔ حضرت طلحہ
اور زبیر جو کہ مدینہ منورہ سے پہلے باہر نکلے۔ ان کے نکلنے کی وجہ بھی قصاص
میں تاخیر تھی۔ اور سیدہ عائشہ صدیقہ نے بھی ان کی اس بات میں ان کے
ساتھ موافقت کی۔ اور جنگ جمل کہ جس میں تیرہ ہزار مسلمان شہید ہوئے۔ اور
طلحہ و زبیر جو کہ عشرہ مبشرہ میں تھے وہ بھی شہید ہو گئے۔ اس کی وجہ بھی
قصاص لینے میں تاخیر تھی۔ اس کے بعد امیر معاویہ شام کی طرف سے آئے
اور ان لوگوں کے ساتھ مل گئے۔ جو قصاص عثمان کا مطالبہ کر رہے تھے۔
جس کے نتیجہ میں جنگ صفین ہوئی۔ امام غزالی نے تصریح فرمائی ہے کہ یہ
جھگڑا خلافت پر نہ تھا۔ بلکہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی خلافت کے
ابتدائی دور میں حضرت عثمان کے قصاص لینے پر ہوا تھا۔ علامہ ابن حجر نے
اسی مفہوم ذمینی کو اہل سنت کے معتقدات میں سے شمار کیا ہے۔ اور شیخ
ابوشامہ سیسی جو کہ حنفی علماء کے اکابرین میں سے ہیں نے کہا ہے۔ کہ امیر معاویہ
رضی اللہ عنہ کا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے جھگڑا خلافت کے بارے
میں تھا۔ کیونکہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بشارت دی تھی۔
إِذَا مَلَكَتِ النَّاسُ فَارُحْمَى۔ جب تجھے لوگوں پر حکومت
کرنے کا وقت ملے۔ تو ان سے نرمی برتنا۔ اس ارشاد کے بعد امیر معاویہ
رضی اللہ عنہ کو خلافت کا طمع ہوا۔ لیکن حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے دور خلافت

میں اس طمع کو بروئے کار لانے کے لیے ہاتھ پاؤں مارنا امیر معاویہ کی خطا اجتہادی تھی۔ اور علی المرتضیٰؑ ہی پر تھے۔ اس لیے (ان امیر معاویہ کی خلافت کا وقت علی المرتضیٰؑ کی خلافت کے بعد تھا۔) (ابو شکور سی کے ان) دو اقوال میں توفیق و تطبیق یوں ہے۔ کہ جھگڑے کا اصل سبب یہ ہو کہ قصاص میں تاخیر کیوں کی جا رہی ہے۔ پھر جھگڑا اٹھ کھڑا ہونے کے بعد امیر معاویہ کے دل میں خلافت کا طمع بھی آگیا ہو۔ بہر حال مقام اجتہاد میں اجتہاد ہوا۔ اگر اس میں خطا والے کو ایک درجہ ملتا ہے۔ اور حق والے کو دو بلکہ دس درجے ملتے ہیں۔

اے بھائی! ایسے موضوع اور مقام میں محفوظ ترین طریقہ یہی ہے۔ کہ حضرات صحابہ کرام کے باہم اختلافات و جھگڑوں کے بارے میں چپ مادھلی جائے۔ اور ان کے منازعات کے ذکر کرنے سے کدو کشی کر لی جائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے۔ **وَاِذَا شَجَرَ** وَمَا شَجَرَ بَيْنَ اَصْحَابِي، بخبردار۔ صحابہ کرام کے باہم جھگڑوں میں پڑنے سے بچو۔ (یعنی ان میں کسی کو سپا کسی کو جھوٹا کہنے کی جرات نہ کرنا) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی فرمایا ہے۔ **اِذَا ذَكَرَ** اصْحَابِي فَاَمْسِكُوا۔ جب میرے صحابہ کا معاملہ آئے۔ تو خاموشی اختیار کرو۔ نیز آپ ہی کا ارشاد ہے۔ میرے اصحاب کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔ پھر تنبیہ کرتا ہوں۔ کہ میرے اصحاب کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔ انہیں تم اپنے تیروں کا نشانہ نہ بناؤ۔

امام شافعیؒ نے کہا۔ اور یہ قول عمر بن عبد العزیزؒ سے بھی منقول ہے۔

تِلْكَ دِمَاءٌ طَهَّرَ اللَّهُ عَنْهَا آيِدِيَنَا فَلْنُطِيقَ عَنْهَا

الْبَسْتَنَّا۔ اُس خون سے (جو جنگِ جمل و صفین میں بہا) اللہ تعالیٰ نے ہمارے ہاتھوں کو اس سے پاک رکھا۔ لہذا ہمیں اس سے اپنی زبانوں کو بھی پاک رکھنا چاہیے۔ اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ ان حضرات کی خطا کو بھی زبان پر نہ لانا چاہیے۔ اور ان کا تذکرہ بجز خیر ہرگز نہ کرنا چاہیے

مکتبوبات شریف

و محاربات و منازعات کو درمیان اصحاب کرام علیہم الرضوان واقع شدہ اندر مثل محاربہ جمل و محاربہ صفین بر محامل نیک صرف باید نمود و از محاربت و عصب دور باید داشت چہ نفوس ایں بزرگواران مصیبت خیر البشر علیہ الصلوٰت والتسلیمات از ہوا و تعصب مزکی شدہ بودند و از حرص و کینہ پاک گشتہ اگر مصالحت دارند برائے حق دارند و اگر منازعت و مشاجرت است برائے حق است ہر گروہ بمقتضائے اجتہاد خود عمل نمودہ اند و مخالف را بے شائبہ ہوا و تعصب از خود دفع کردہ اند ہر کہ در اجتہاد خود مصیبت است دو درجہ و بقولے وہ درجہ از ثواب دارد و آنکہ مخطی است یک درجہ از ثواب اورا نقد وقت است پس مخطی در رنگ مصیبت از دست دولاست بلکہ امید درجہ از درجات ثواب دارد و علماء فرمودہ اند کہ در آن محاربات حق بجانب حضرت امیر بودہ است کرم اللہ وجہہ و اجتہاد مخالفان از صواب دور بودہ مع ذلک مواردی نیستند و گنجائش لامنت ندارد نہ چ جائے آنکہ نسبت کفر یا فسق کردہ شود حضرت امیر کرم اللہ وجہہ فرمودہ است۔ برادران ما برادران ما بر ما باغی گشتند ایشان نہ کافر اند نہ فاسق زیرا کہ ایشان را تاویل است کہ منع کفر و فسق (کردہ شوم)

حضرت پیغمبر فرمودہ است علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام ایما کمر و ما شجر
بین اصحابی۔ پس جمیع اصحاب پیغمبر علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات
بزرگ باید داشت و ہر را بنیکی یا و یا بد کرد و در حق بیعت یکے ازیں بزرگواراں
بد نباید بود و گمان بد نہ باید کرد۔ و منازعت ایشان را بہ از مصالحت
دیگراں باید داشت طریق فلاح و نجات این است چہ دوستی اصحاب کرام
بواسطہ دوستی پیغمبر است علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات و بغض ایشان منجر بہ
بغض پیغمبر علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات۔ بزرگے فرماید مَا مَنَ
بِسُؤْلِ اللَّهِ مِنْ لَمَرٍ قَبْلَ قَوْلِ اصْحَابِنَا۔

د مکتوبات شریف حصہ ہفتہ ۱۰ فترہ دوم مکتوب ۶
ص ۵۴ رُفُت اُحیڈی

ترجمہ: جھگڑے اور لڑائیاں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کے درمیان
ہوئے۔ جیسا کہ جنگ جبل اور جنگ صفین۔ ان کو اچھائی اور نیکی پر محمول
کرنا چاہیئے۔ اور خواہشات و تعصبات سے انہیں دور رکھنا چاہیئے
کیونکہ ان حضرات کے دل سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کی وجہ
سے خواہشات و تعصبات سے پاک ہو چکے تھے۔ لایع اور کینہ سے بھی پاک
ہو چکے تھے۔ ان کی اگر مصالحت تھی تو وہ بھی حق کی خاطر اور اگر جھگڑا یا اختلاف
تھا تو وہ بھی حق ہی خاطر تھا۔ ان میں سے ہر گز نہ اپنے اپنے اجتہاد کے
تقاضوں کے مطابق عمل کیا۔ اور اپنے مخالف کا ہوا و تعصب کے شائبہ
کے بغیر دفاع کیا۔ جو اپنے اجتہاد میں صواب پر تھا۔ اسے دو درجے
اور ایک قول کے مطابق دس درجے ثواب حاصل ہوا۔ اور وہ جو

کہ خطا پر تھا ایک درجہ ثواب اس کو بہر حال حاصل ہوا۔ لہذا خطا اجتہادی
والا اس آزمائش کے دور کی وجہ سے علامت سے بہت دور ہے بلکہ وہ
ثواب کے درجات میں سے ایک درجہ ثواب کا امیدوار ہے۔
علماء کرام فرماتے ہیں۔ کہ ان جنگوں میں حق حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ
کی جانب تھا۔ اور ان کے مخالفین کا اجتہاد صواب سے دور تھا۔
لیکن اس کے باوجود وہ لوگ طعن و تشنیع کے حق دار نہیں ہیں اور علامت
کی گنجائش نہیں رکھتے۔ چہ جائیکہ ان حضرات کو فاسق و کافر کہا جائے
حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں۔ ہمارے ہی بھائیوں نے
ہمارے خلاف سراٹھا یا وہ نہ کافر ہیں نہ فاسق۔ کیونکہ ان کے پاس
تاویل ہے۔ جو ان پر کفر و فسق کے لاگو ہونے کو منع کرتی ہے۔ حضور
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ تم اپنے آپ کو ان اختلافات سے
دور رکھو۔ جو میرے صحابہ کرام کے درمیان ہوئے۔ لہذا حضور صلی اللہ
علیہ وسلم کے تمام صحابہ کو بزرگ و محترم سمجھنا چاہیئے۔ اور تمام کو اچھائی
سے یاد کرنا چاہیئے۔ ان میں سے کسی ایک کے متعلق نہ بُرا ہونا چاہیئے
اور نہ بدگانی کرنی چاہیئے۔ اور ان کے جھگڑوں کو دوسروں کے
مصالحت سے بیڑ جاننا چاہیئے۔ یہی کامیابی اور نجات کا راستہ ہے
اس لیے کہ صحابہ کرام سے دوستی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دوستی کی
وجہ سے ہے۔ اور ان سے بغض و راصل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے
ساتھ بغض کرنا ہے۔ ایک بزرگ نے کیا خوب فرمایا جس نے حضور صلی اللہ
علیہ وسلم کے صحابہ کا احترام نہ کیا وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات
پر ایمان ہی نہیں لایا۔

مکتوبات شریف:

و آنچه در میان صحابہ از منازعات و مشاجرات گوشه بر ممال نیک
مرت باید کرد و از ہوا و تعصب دور باید داشت قال الفتاویٰ معاف
فی حب علی کرم اللہ وجہہ و مَا وَقَّحَ مِنَ الْمُخَالَفَاتِ
وَالْمَحَارِبَاتِ لَمْ يَكُنْ عَنْ نَزَاعٍ فِي خِلَافَةٍ
بَلْ عَنْ خَطَاٍ فِي الْوُجُوهِ فِي حَاشِيَةِ الْخِيَالِ
عَلَيْهِ هَذَا مَعَاوِيَةَ وَ أَخْرَجَهُ بَعَثُوا عَنْ طَاعَتِهِ
مَعَ إِيَّتِهِ إِيْهِمْ بِأَنَّهُ أَفْضَلُ أَهْلِ كَمَانِهِ وَأَنَّهُ
الْأَحَقُّ بِالْإِمَامَةِ مِنْهُ بِشُبُهَةٍ هِيَ تَرْكُ الْقِصَاصِ
عَنْ قَتْلَةِ عُرْمَانَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ وَ كَقَلِّ فِي
حَاشِيَةِ قَرْنِهِ ضَمَالٌ عَنْ عَلِيٍّ كَرَّمَ اللَّهُ وَجْهَهُ
أَنَّهُ قَالَ أَخْوَانُنَا بَعَثُوا عَلَيْنَا وَ كَيْسُوا أَكْفَرَةً وَلَا
فَسَقَةَ لِمَا لَهُمْ مِنَ التَّأْوِيلِ وَ شَكَّ نِيَّتُكَ فِي خَطَاٍ
اجْتِهَادِي أَمَّا مَتَدَوَّرَاتُ دَارِطِنِ وَ شَيْعِ مَرْفُوعِ - مَرَاعَاتِ
حُتُوقِ مَحَبَّتِ غَيْرِ الْبُشْرَاءِ عَلَيْهِ وَ عَلِيٍّ أَلَمِ الصَّلَاةِ وَ التَّسْلِيمَاتِ - الْإِشَارَاتِ
وَدُوسْتِ بَابِ دَارِطِ قَالَ عَلَيْهِ وَ عَلِيٍّ أَلَمِ الصَّلَاةِ وَ السَّلَامِ
مَنْ أَحْبَبَهُمْ فَحَبِّبْنِي أَحَبُّوهُ وَ مَنْ أَبْغَضَهُمْ فَبْغِضْنِي
أَبْغَضَهُمْ لَعْنَةُ مَعْنَى كَمَا صَحَابِ مَنْ تَعَلَّقَ كَرْدِهِ هَمَانِ مَحَبَّتِ اسْتِ كَرْمَنِ
تَعَلَّقَ شَرْدِهِ اسْتِ وَ هَمِ حَبْنِ بَغْضِ كَمَا إِشَارَاتِ تَعَلَّقَ كَرْمِ وَ هَمَانِ بَغْضِ
اسْتِ كَرْمَنِ تَعَلَّقَ كَرْمَتِ اسْتِ - مَا رَا بِحَارِبَانِ حَضْرَتِ امِيرِ مِجِ أَشْنَانِي

نہیں بلکہ ہائے آفت کہ از ایشان در آزار باشیم اما چون اسحاب کرام پیغمبر اند
کہ با محبت ایشان ما موریم و از بغض و ایذا ایشان ممنوع ناچار ہر ہر ادوست
میداریم بدوستی پنہیں علیہم الصلوٰۃ و التسلیمات و از بغض و ایذا
ایشان گریزان کہ از بغض و ایذا و منجر بآن سرور میشود کہ چنان راجحی گوئیم و محطی و محطی
حضرت امیر بر حق بودند و مخالفان ایشان بر خطا و زیادہ بر این
فضولی است۔

۲۶۶
مکتوبات شریف دفتر اول حصہ چہارم مکتوب
ص ۱۳۱ - ۱۳۲ روف اکیدی (لاہور)

ترجمہ:

حضرات صحابہ کرام کے مابین جو اختلافات اور جھگڑے ہوئے ان کو
اچھائی پر محمول کرنا چاہیئے۔ اور خواہش وہو س سے دور رکھنا چاہیئے۔
علامہ الفتاویٰ نے جو حضرت علی المرتضیٰ کی محبت میں بہت بڑھا ہوا ہے۔
کہا ہے۔ حضرت علی المرتضیٰ اور امیر معاویہ کے درمیان جو جھگڑا ہوا۔
وہ خلاف کے بارے میں نہ تھا۔ بلکہ اجتہادی خطا کی وجہ سے تھا۔
خیالی میں اس کے حاشیہ پر یوں لکھا ہے۔ حضرت امیر معاویہ اور ان
کے ساتھیوں نے علی المرتضیٰ کی فرمانبرداری سے انکار کیا۔ حالانکہ ان
سب کو اس بات کا اعتراف تھا۔ کہ اس دور میں حضرت علی المرتضیٰ
سب سے افضل تھے۔ اور امامت کے سب سے زیادہ حق دار تھے
جھگڑے کی وجہ ایک شبہ تھی۔ اور وہ یہ کہ حضرت عثمان کے قاتلوں سے
قصاص نہیں لیا جا رہا تھا۔ حاشیہ قرۃ الکمال میں حضرت علی المرتضیٰ سے
یہ روایت ذکر کی گئی۔ آپ نے فرمایا۔ ہمارے بھائیوں نے ہمارے

غلات سر اٹھایا ہے۔ وہ نہ تو کافر ہیں اور نہ ہی فاسق۔ کیونکہ ان کے پاس لڑائی کی تاویل ہے اور خطائے اجتہادی بلا شک طاعت سے دور ہے۔ اور اس پر طعن و تشنیع نہیں کیا جاسکتا۔ ان حضرات کو جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا شرف حاصل ہے۔ اس کی بہر حال رعایت کرنی چاہیئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے۔ کہ وہ محبت کر جس کا تعلق میرے صحابہ کے ساتھ ہے وہ وہی محبت ہے جو میرے متعلق ہے۔ اور اسی طرح وہ بغض کر جس کا تعلق میرے صحابہ کے ساتھ ہے وہ وہی بغض ہے۔ جو میرے متعلق ہے۔ یہیں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ساتھ لڑائی کرنے والوں سے کوئی آشنائی نہیں۔ بلکہ یہ وہ مقام ہے۔ کہ ہم یہاں دکھی ہیں۔ لیکن جب ہم یہ دیکھتے ہیں۔ کہ وہ تمام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب ہیں۔ کہ جن کی محبت کا ہمیں حکم دیا گیا ہے اور ان سے بغض رکھنے اور انہیں تکلیف پہنچانے سے منع کیا گیا ہے اس بنا پر مجبوراً ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دوستی کی وجہ سے ان سے دوستی رکھتے ہیں۔ اور ان سے بغض رکھنے اور تکلیف پہنچانے سے بھاگتے ہیں۔ کیونکہ یہ بغض وائیدار پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچے باقی ہے۔ لیکن حق والے کو حق والا اور خطا والے کو خطا والا کہیں گے حضرت علی المرتضیٰ حق پر تھے اور ان کے مخالف خطا پر۔ اس سے زیادہ کہنا اور اعتقاد رکھنا فضول ہے۔

مجدد الف ثانی رحمہ اللہ کے مذکورہ اقتباسات

سے درج ذیل امور ثابت ہوئے

- ۱۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام صحابہ بزرگ و محترم ہیں۔ ان کی بزرگی اور احترام ملحوظ خاطر رہنا چاہیئے۔
- ۲۔ آپ کے کسی صحابی یا سرال کے رشتہ دار کو ایذا دینے والا موزی ہے
- ۳۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سب و شتم کرنے والا اللہ تعالیٰ کو سب و شتم کر تلے ہے
- ۴۔ صحابہ کرام کے بارے میں جو اکس کرنے والے امت کے شریر ترین لوگ ہیں۔
- ۵۔ اہل سنت کا عقیدہ ہے۔ کہ امیر معاویہ صحابی رسول ہیں ان کے ساتھ تعصب نہیں کرنا چاہیئے۔
- ۶۔ امیر معاویہ اور ان کے ساتھیوں کو گمراہ یا فاسق و فاجر کہنا جائز نہیں۔
- ۷۔ امام مالک کے بقول جنگ صفین و جل کے شرکار میں سے کسی کو فاسق و فاجر کہنے والا خبیث باطنی یا دلی بیماری کا شکار ہے۔
- ۸۔ امیر معاویہ اور عمرو بن العاص کو گالی دینے والا امام مالک و غیرہ کے نزدیک واجب القتل ہے۔
- ۹۔ امیر معاویہ کے ساتھیوں کو اگر فاسق و فاجر کہا جائے۔ تو دین کا ایک خاطر خواہ حصہ ناکارہ ہو جائے گا۔
- ۱۰۔ جناب معاویہ اور ان کے ساتھیوں کو اگر کوئی بُرا کہتا ہے۔ تو وہ یقیناً زندقہ

ہے یا دین کا بدخواہ۔

۱۱۔ اہل سنت کے ہاں امیر معاویہ اور علی المرتضیٰ کے مابین جنگ، امر خلافت پر نہیں بلکہ خطائے اجتہادی کی بنا پر ہوئی تھی۔

۱۲۔ صحابہ کرام کے اختلافات و تنازعات میں بہترین طریقہ خاموشی ہے۔

۱۳۔ حضرت علی المرتضیٰ نے اپنے مخالفین کو فاسق و فاجر نہیں کہا۔ بلکہ ان کی لڑائی کی معقول تاویل کہی۔

۱۴۔ دونوں جنگوں کے شرکاء حسد و تعصب سے بالاتر تھے۔ لہذا وہ ملامت کے مستحق نہیں۔

۱۵۔ اگرچہ علی المرتضیٰ احق پر تھے لیکن ان کے مد مقابل سیدہ عائشہ، امیر معاویہ، طلحہ زبیر وغیرہ پر کفر و فسق کا فتویٰ ہرگز درست نہیں۔

❖

علامہ عبد الوہاب شمرانی اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ

الیواقیت والجواہر:

الْمَبْعُوثُ الرَّابِعُ وَالْأَوَّلُ بَعُوثٌ فِي بَيَانِ وَجُوبِ
الْكُفِّ حَقًّا شَجَرَ بَيْنَ الصَّحَابَةِ وَوَجُوبِ
اعْتِقَادِ أَهْلِهِمْ مَا حُجِّجُوا فِيهِ وَذَلِكَ لِأَنَّهُمْ كُلُّهُمْ عَدُوٌّ
يَا تَفَاقَى أَهْلِي سُنَّةٍ سَوَاءٌ مَنْ لَا بَسَ الْيَتِيمَ وَمَنْ
لَمْ يَلَا بِسَهَا كَفَيْتَنِي مَنَّمَا رُمِعَاوِيَّةَ وَوَقَعَتِ
الْجَمَلُ وَكُلُّ ذَلِكَ وَحُجِّجُوا بِالْإِحْسَانِ الظَّنِّ بِهِمْ
وَحَمْدًا لَهُمْ فِي ذَلِكَ عَلَى الْاجْتِهَادِ فَإِنَّ تِلْكَ أُمُورَ
مَبْنِيَّاتٍ عَلَيْهَا وَكُلُّ مَبْجُودٍ مُصِيبٌ أَوْ مُصِيبٌ
وَاحِدٌ وَالْمَخْطُوعُ مَقْدُورٌ بَلْ مَا حُجِّجُوا قَالُوا
أَبْنُ الْأَنْبَارِيِّ وَلَيْسَ الْمُرَادُ بِعَدِ التَّيْهِمْ ثَبُوتُ
الْعَصْمَةِ لَهُمْ وَإِسْتِحَالَةُ الْعَصْمَةِ مِنْهُمْ
وَإِنَّمَا السُّرَادُ قَبُولُ مَا آيَتُهُمْ لَنَا أَحْكَامُ
وَبَيْنَنَا مِنْ غَيْرِ تَكَلُّفٍ يَبْعَثُ عَنْ أَسْبَابِ الْعَدَالَةِ
وَطَلَبِ التَّنْزِيهِ وَكُلُّ مَا يَثْبُتُ لَنَا إِلَى قَاتِلِنَا
هَذَا شَيْءٌ يَقْدَرُ فِي عَدِ التَّيْهِمْ وَ لِلَّهِ الْحَمْدُ
فَتَحَنَّنْ عَلَيَّ اسْتِصْحَابِ مَا كَانُوا عَلَيْهِ فِي زَمَنِ
رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى يَثْبُتَ

خِلَافَةً وَلَا لِنَفْسٍ إِلَى مَا يَذْكُرُهُ بَعْضُ أَهْلِ
السِّيَرَةِ فَإِنَّكَ لَا تَصِخُّ وَإِنْ صَخَّ فَكَلَهُ تَأْوِيلُهُ
صَحِيحٌ وَمَا أَحْسَنَ قَوْلَ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ
رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ تِلْكَ دِمَاءٌ طَهَّرَ اللَّهُ تَعَالَى مِنْهَا
سَيُوفَنَا فَلَا نَخْضِبُ بِهَا أَلْسِنَتَنَا وَكَيْفَ
يَجُوزُ الظُّعُنُ فِي حِمْلِكُمْ دِينِنَا وَفِي مَنِّكُمْ لَمْ
يَأْتِ أَخْبَرُ عَنْ بَيْتِنَا إِلَّا بِوَأَسْطَرِيهِمْ فَمَنْ طَعَنَ
فِي الصَّحَابَةِ فَقَدْ طَعَنَ فِي نَفْسٍ دِينِهِ فَيَجِبُ
سَدُّ الْبَابِ بِحِمْلِكُمْ وَاحِدَةٌ لَا سِيَّيَمَّا الْخَوْضُ
فِي أَمْرِ مُعَاوِيَةَ وَعُمَرُ بْنُ الْعَاصِ وَأَضْرَابُهُمَا
وَلَا يَلْبَغِي إِلَّا حُتْرًا بِمَا تَفَكَّهُ بَعْضُ النَّوَافِضِ
عَنْ أَهْلِ الْبَيْتِ مِنْ كَرَاهِيَّتِهِمْ فَإِنَّ مِثْلَ هَذِهِ
الْمَسْأَلَةِ مَكْرُوحَةٌ قَيِّقٌ وَلَا يَحْكُمُ فِيهَا إِلَّا
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِنَّهَا مَسْئَلَةٌ
بَيْنَ بَيْنٍ أَوْ لَا؟ وَأَصْحَابُهُ قَالَ الْكَمَالُ
بْنُ أَبِي شَرِيفٍ وَكَانَ الْمُرَادُ بِمَا سَجَدَ بَيْنَ
عَلِيٍّ وَمُعَاوِيَةَ الْمَنَازَعَةَ فِي الْإِمَارَةِ وَكَمَا
كَوْهَمَهُ بَعْضٌ وَإِنَّمَا الْمَنَازَعَةُ كَأَنَّكَ بِسَبَبِ
تَسْلِيمِ قَتْلِهِ عَثْمَانَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ إِلَى عَشِيرَتِهِ
لِيَقْتَضُوا مِنْهُمْ لِأَنَّ عَلِيًّا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ كَانَ
نَأْيُ أَنْ تَأْخِذَ تَسْلِيمُهُمْ أَصَوْبَ إِذَا الْمُبَادَرَةُ

بِأَقْبَضَ عَلَيْهِمْ مَعَ كَثْرَةِ حَشَائِرِهِمْ وَاجْتِهَادِهِمْ
بِالْعُسْكَرِ يَوْمَ دِيَّ إِلَى اضْطِرَابِ أَمْرِ الْأُمَمَةِ الْعَامَةِ
فَإِنَّ بَعْضَهُمْ كَانَ عَزَمَ عَلَى الْخُرُوجِ عَلَى الْوُكُوفِ
عَلَيْهِ وَعَلَى قَتْلِهِ لَمَّا نَادَى يَوْمَ الْجَمَلِ بِأَنْ
يَخْرُجَ عَنْهُ قَتْلُهُ عَثْمَانَ وَدَأَى مُعَاوِيَةُ أَنَّ
الْمُبَادَرَةَ إِلَى تَسْلِيمِهِمْ لِإِقْتِصَاصٍ مِنْهُمْ أَصَوْبَ
فَكُلٌّ مِنْهُمْ مُجْتَبِدٌ مَا جُوزَ فَلَمَّا أَهْوَا الْمُرَادُ
بِمَا سَجَدَ بَيْنَهُمْ - انتهى
(۱- البواقیت و الجواهر جلد دوم ص ۷۷)
(۲- شواهد الحق ص ۸۷ مطبوعه مصر)

ترجمہ:- (۴۴) میں بحث اس بارے میں کر صحابہ کرام کے مابین جو اختلافات ہوئے
ان میں خاموشی لازم ہے۔ اور یہ اعتقاد واجب ہے کہ وہ اجر و ثواب
کے مستحق تھے۔ (۱) یہ عقیدہ اس لیے ضروری ہے۔ کہ تمام صحابہ کرام عادل تھے
اس پر اہل سنت کا اتفاق ہے۔ غلو ان میں سے کوئی فتنہ سے دوچار
ہوایا یا بچارا۔ جیسا کہ حضرت عثمان و معاویہ کا معاملہ اور جنگ جمل کا واقعہ
یہ لازم اس لیے بھی ہے کہ ہمیں صحابہ کرام کے بارے میں حسن ظن رکھنا ضروری
ہے۔ اور ان کے ایسے معاملات کو انکی اجتہادی رائے پر ماننا پڑے گا۔
کیونکہ ان امور کا دار و مدار ہی اجتہاد پر تھا۔ اور ہر مجتہد اپنے طور پر صواب
پر ہوتا ہے۔ یا صواب پر ایک ہی ہوتا ہے۔ اور خطا و الامور بلکہ
اجر و ثواب کا حق دار ہوتا ہے۔ ابن انباری نے کہا۔ کہ صحابہ کرام کی عدالت
کا ثبوت یہ نہیں چاہتا کہ ہم انہیں معصوم مانتے ہیں۔ یا ان کے لیے عصمت

کا ہونا محال ہے۔ اس کا دار و مدار ان کی دینی معاملات میں روایات کے قبول ہونے پر ہے۔ کوئی شخص بھی ان کے بارے میں روایات کی قبولیت کے لیے یہ بحث نہیں کرتا کہ ان میں اسباب عدالت و تزکیہ موجود ہیں یا نہیں اور ہمیں آج تک ان میں کوئی ایک بات نظر نہیں آئی۔ جو ان کی عدالت کو داغدار کرتی ہو۔ اس پر اللہ کا شکر ہے۔ ہمارا عقیدہ ان حضرات کے بارے میں ویسا ہی ہے جیسے یہ لوگ دور رسالت میں تھے۔ یہ عقیدہ اس وقت تک سچے گا۔ جب تک کہ اس کے خلاف کوئی بات ثابت نہ ہو جائے۔ اور ان باتوں (اعتراضوں) کی طرف توجہ نہیں کرنی چاہیے جو بعض تاریخ دانوں نے ان کے متعلق لکھیں۔ کیونکہ اول تو وہ صحیح ہی ہیں۔ اور اگر صحیح ہوں بھی تو ان کی کوئی صحیح تاویل ہوگی۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز کا اس بارے میں قول کتنا خوبصورت ہے۔ فرماتے ہیں۔

اَنْ شَہِدَاہُ (جو حمل اور صفین میں شہید ہوئے) کے خون سے اللہ تعالیٰ نے ہماری تلواروں کو بچائے رکھا۔ لہذا ہمیں اپنی زبانوں کو اس خون سے رنگین نہیں کرنا چاہیے۔ اور ہمارے دین کے مالکین پر طعن کرنا کیسے جائز ہو سکتا ہے۔ اور ان حضرات پر الزام تراشی ہمیں کس طرح زیب دے سکتی ہے۔ کہ جن کے واسطے سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی باتیں ہم تک پہنچیں۔ اس لیے جس نے صحابہ پر طعن کیا گویا اس نے اپنے دین پر طعن کیا۔ لہذا یہ دروازہ بالکل بند کر دینا چاہیے۔ خاص حضرت امیر معاویہ اور عمرو بن العاص وغیرہ حضرات کے بارے میں۔ اور اس پر شیعہ نہیں بگاڑنی چاہیے۔ جو بعض رافضیوں نے ان کے بارے میں اہلبیت کے حوالے سے (اپنی کتابوں میں) ذکر کیا۔ وہ یہ کہ یہ لوگ انہیں اچھا

نہیں سمجھتے تھے۔ اس قسم کے مسئلہ کا معاملہ بہت دقیق ہے۔ اور اس کا فیصلہ صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کر سکتے ہیں۔ کیونکہ یہ ایک نزاع ہے جو آپ کے صحابہ اور آپ کی اولاد کے درمیان ہے۔ کمال ابن ابی شریف نے کہا۔ حضرت علی المرتضیٰ اور امیر معاویہ کے درمیان بھگڑا مارت و خلافت کا جھگڑا نہ تھا۔ جیسا کہ بعض کو وہم ہوا۔ جھگڑے کی اہل و جہرہ تھی۔ کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتلوں کو ان کے خاندان کے سپرد کر دیا جائے۔ تاکہ وہ ان سے قصاص لیں۔ اس بارے میں حضرت علی المرتضیٰ کی رائے یہ تھی۔ کہ ان قاتلوں کو عثمان غنی کے ورثاء کے سپرد کرنے میں تاخیر بہتر ہے۔ کیونکہ اگر اس میں جلدی کی گئی۔ تو اس سے حالات خراب ہونے کا خطرہ ہے۔ وجہ یہ ہے۔ کہ ان لوگوں کے خاندان ہجرت ہیں اور یہ لوگ فوج میں بھی کافی تعداد میں موجود ہیں۔ اور ان میں سے بعض نے تو حضرت علی المرتضیٰ کے خلاف خروج کی دھمکی بھی دے رکھی تھی۔ اور قتل تک کا اعلان کر دیا تھا۔ یہ اس وقت کا واقعہ ہے۔ جب حضرت علی المرتضیٰ نے جنگ جمل کے وقت اعلان کیا۔ کہ عثمان کے قاتل مجھ سے ڈرو جو جائیں اور امیر معاویہ کی رائے یہ تھی۔ کہ قصاص کے لیے قاتلان عثمان کو ان کے ورثاء کے سپرد کرنے میں جلدی کرنی چاہیے۔ لہذا ان دونوں حضرات میں سے ہر ایک مجتہد تھا۔ اور اسے اجتہاد کرنے پر اجرو ثواب عطا ہو گا۔ صحابہ کرام کے مابین اختلافات کی تصویر یہی تھی۔

لمحہ فکریہ :

امام شمرانی کی شخصیت وہ ہے۔ جن کے بارے میں علامہ یوسف نبہانی نے کہا۔
الامام القطب الشمرانی۔ مقام قطبیت ایسا مقام ہے۔ جس کی بدولت اس مقام والے

کہ اللہ تعالیٰ اولیاء کرام پر تسلط عطا فرماتا ہے۔ اس مقام و مرتبہ کے حامل علامہ شعرانی نے جو کہ فرمایا اس کا خلاصہ یہ ہے کہ۔

- ۱۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام صحابہ عادل ہیں۔ چاہے وہ جبل و صغین میں شریک ہوئے یا نہ ہوئے۔
- ۲۔ صحابہ کرام کی طرف سے روایت ملنے پر قابل قبول ہے۔ ان کے لیے عدالت و تزکیہ کی حاجت پرکھ نہیں ہے۔
- ۳۔ تمام صحابہ آج بھی اسی طرح عادل ہیں جس طرح دور رسالت میں تھے۔
- ۴۔ ان کے تزکیہ و عدالت کے خلاف جو مواد ملتا ہے۔ وہ یا تو سرے سے صحیح نہیں یا پھر اس کی صحیح تاویل موجود ہوتی ہے۔
- ۵۔ جب اللہ تعالیٰ نے جبل و صغین کے شہداء سے ہماری تلواروں اور ہمارے ہاتھوں کو محفوظ رکھا۔ تو اب ہمیں اس سے اپنی زبانوں کو بھی محفوظ رکھنا چاہیئے۔
- ۶۔ ان پر یمن طعن اور خاص کرام امیر معاویہ اور عمرو بن العاص پر یمن طعن دراصل اپنے دین سے ہاتھ دھونے کے مترادف ہے۔
- ۷۔ ان کے اور اہل بیت کے اختلافات کا فیصلہ سرکارِ دو عالم کو ہی زیب دیتا ہے۔
- ۸۔ حضرت علی المرتضیٰ اور امیر معاویہ کے ابین جھگڑا امارت و خلافت پر نہ تھا۔ بلکہ قصاص عثمان کی وجہ سے تھا۔
- ۹۔ علی المرتضیٰ کی رائے میں قاتلان عثمان کو فوری طور پر قصاص کے لیے پیش کر دینے میں زبردست اضطراب کا خطرہ تھا۔
- ۱۰۔ امیر معاویہ کی رائے میں قاتلوں کو فوری طور پر قصاص کے لیے پیش کر دینا

زیادہ درست تھا۔

یہ تھے وہ امور جو قطب وقت اور اولیاء کرام کے سردار امام شعرانی نے ارشاد فرمائے اب قارئین کرام آپ فیصلہ کرنے کے مقام پر آن پہنچے ہیں۔ ایک طرف اہل سنت کے مقتدر علماء کرام اور دنیا کے روحانیت کے عظیم سپرد اور دوسری طرف نام کے سنی اور مفاد پرست پیر۔ وہ یہ کہیں کہ اگر امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر اعتراض کرو گے۔ تو اپنے دین کی خیر مناد۔ اور یہ یوں ڈھنڈورا پیٹتے پھریں۔ کہ امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے زبردستی خلافت حاصل کی۔ لوگوں پر ظلم و ستم ڈھایا۔ بیت المال کو ذاتی جائیداد سمجھی اور دین کے اصولوں کو پس پشت ڈال دیا۔ بھلا بتلاؤ تو یہی کہ ان کا دین خود کدھر گیا۔ ان ناواقبت اندیشوں کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشادات بھی یاد نہ رہے۔ صحابہ میں یہ روایت موجود ہے۔ کہ جب حضرت عمرو بن العاص مشرف باسلام ہوئے۔ تو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔ آج مکہ کا دل میرے ہاتھ آگیا۔ اور یہی عمرو بن العاص ہیں۔ کہ جب تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بخشش کا وعدہ نہیں لیا۔ اس وقت تک بیعت نہیں کرتے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کی بخشش کی ذمہ داری لیں۔ اور آج کا طلا، پیر اور دیو کا بندہ ان پر الزامات دھرے اسی طرح حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یوں دعا فرمائی۔

اے اللہ! اسے کتاب و حساب سکھا دے۔ اپنے شہروں پر اسے حکومت عطا فرما۔ اور جسے عذاب سے اسے محفوظ رکھ۔ لیکن دل کے بیماروں اور حسد کے ماروں کو یہ دعا ایک آنکھ نہ بھائی۔ اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی بیس سالہ دور خلافت کی کامیابی سے انہیں خوشی کی بجائے غم ہوا۔ اس میں اپنی قسمت پر رومیں۔ اللہ تعالیٰ اس کے محبوب انور صلی اللہ علیہ وسلم، آپ کے صحابہ، تابعین، تبع تابعین اور علمائے ربانیین

کے علاوہ امت کے ممتاز اولیاء کرام بھی امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی شان کے مداح ہیں
 اگر مودودی، کوئی دیوبندی اور نام نہاد سنی اور مسند وراثت کو بدنام کرنے والا پیران
 کی تعریف نہیں کرتا۔ بلکہ نقص نکالتا ہے۔ تو اس سے وہ اپنی اصلیت ظاہر کر رہا ہے
 چاند پر نقو کئے سے وہ تو گندائیں ہو گا۔ لیکن اپنا منہ اسی لٹوک سے گندھڑ رہ گا۔
 آخر میں اللہ سے دعا ہے کہ وہ ہم سب کو اپنے حبیب و محبوب صلی اللہ علیہ وسلم اور
 اپنے نیک بندوں کی محبت پر قائم و دائم رکھے۔ اور اسی پر فائز فرمائے۔ آمین

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمین
 والصلوة والسلام علی سید الاولین والآخرین

وعلی آله واصحابہ اجمعین

✽

عنوتِ اعظم، محبوبِ سبحانی

سید عبد الفتاح درجیلانی اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ

شواہد الحق قول عبد القادر جیلانی:

وَأَمَّا قِتَالُهُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ لِبَطْلِحَةٍ وَالزُّبَيْرِ
 وَعَائِشَةَ وَمَعَاوِيَةَ فَقَدْ نَصَّ الْإِمَامُ أَحْمَدُ
 رَحِمَهُ اللَّهُ عَلَى الْإِمْسَاكِ عَنْ ذَلِكَ وَحَبْوِ
 مَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ مِنْ مَنَازِعَةٍ وَمَنَازِقَةٍ وَ
 حُصُومَةٍ لِأَنَّ اللَّهَ تَعَالَى يُزِيلُ ذَلِكَ مِنْ بَيْنِهِمْ
 يَوْمَ الْقِيَامَةِ كَمَا قَالَ عَزَّ وَجَلَّ وَنَزَعْنَا
 مَا فِي صُدُورِهِمْ مِنْ غِلٍّ إِخْوَانًا عَلَى سُرُرٍ
 مُتَقَابِلِينَ وَلَا تَعْلِيَا رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ كَانَ
 عَلَى الْحَقِّ فِي قِتَالِهِمْ لِأَنَّهُ كَانَ يَتَّبِقُ صِحَّةَ
 إِمَامَتِهِ عَلَى مَا بَيَّنَّا مِنْ إِتِّفَاقِ أَهْلِ الْحِلِّ وَالْعَقْدِ
 مِنَ الْقَعَابَةِ عَلَى مَا مَاتَ وَخِلَافَتِهِ قَمَنْ
 حَرَجَ عَنْ ذَلِكَ بَعْدَ وَنَا صِيَّةَ حَرَبًا كَانَ
 بَاغِيًا خَارِجًا عَلَى الْإِمَامِ فَجَبَانَ قِتَالُهُ وَمَنْ
 قَاتَلَهُ مِنْ مَعَاوِيَةَ وَبَطْلِحَةٍ وَالزُّبَيْرِ طَلَبُوا

اَنَّا رَعْنَمَانِ حَلِيفَةُ الْحَقِّ اَلْمَقْتُولِ ظُلْمًا وَقَالُوْا بَيْنَ قَتْلُوْهُ كَانُوْا فِي عَسْكَرٍ عَلَيَّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فَكُلُّ ذَهَبٍ اِلَى تَاوِيْلٍ صَحِيْحٍ فَاحْسَنُ اَحْوَالِنَا اِلَیْمَسَاكٍ فِي ذَالِكَ وَرُدُّهُمْ اِلَى اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ وَهُوَ اَحْكَمُ الْحَاكِمِيْنَ وَخَيْرُ الْفَاصِلِيْنَ وَالِاشْتِغَالُ بِعُيُوْبِ اَنْفُسِنَا وَتَطْيِيْرُ قُلُوْبِنَا مِنْ اَمَمَاتِ الذُّنُوْبِ وَفُلَا هِرْنَا مِنْ مُّؤَيَّدَاتِ الْاُمُوْر -

وَأَمَّا خِلَافَةُ معاوية بن ابی سفیان فَشَايِسَةٌ صَحِيْحَةٌ بَعْدَ مَوْتِ عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ

وَبَعْدَ خَلْعِ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا نَفْسُهُ عَنِ الْخِلَافَةِ وَتَسْلِيْمِهَا اِلَى معاوية لِيَرَادَ اِلَى الْحَسَنِ وَمَصْلَحَةِ عَامَةٍ تَحَقُّقُ لَهُ وَهِيَ حَقُّنُ دِمَاءِ الْمُسْلِمِيْنَ وَتَحْقِيقُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْحَسَنِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ (اِنَّ ابْنِي هَذَا اَسِيْدٌ يُصْلِحُ اللهُ تَعَالٰی بِهٖ بَيْنَ فِتْنَتَيْنِ عَظِيْمَتَيْنِ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ فَوَجَبَتْ اِمَامَتُهُ بِعَقْدِ الْحَسَنِ لَهُ فَسَمِعَتِي عَامَةً عَامَ الْجَمَاعَةِ لِاِنَّ فِتْنَةَ الْخِلَافَةِ بَيْنَ الْجَمِيعِ وَاتِّبَاعِ الْكُلِّ لِمَعَاوِيَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ لَا تَنْهَى لَمْ يَكُنْ مِنْكَ مَنَارٌ عِثَّ تَالِثٌ فِي الْخِلَافَةِ وَخِلَافَتُهُ

مَذْكُوْرَةٌ فِي قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ مَا رَوَى عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ قَالَ (تُدُوْرُ رَحَى الْاِسْلَامِ خُمْسٌ وَثَلَاثِيْنَ سَنَةً اَوْ سِتِّنًا وَثَلَاثِيْنَ اَوْ سَبْعًا وَثَلَاثِيْنَ) وَالْمُرَادُ بِالرَّحَى فِي هَذِهِ الْحَدِيثِ الشُّوْةُ فِي الدِّيْنِ وَالْخُمْسُ السِّتِيْنَ الْفَاضِلَةُ مِنَ الثَّلَاثِيْنَ فَهِيَ مِنْ جُمْلَةِ خِلَافَةِ معاوية اِلَى اِتِّمَامِ تِسْعِ عَشَرَ وَشَهْرٍ يَلَا نَ الثَّلَاثِيْنَ كَمَكْتُ بِعَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ كَمَا بَيَّنَّا -

(۱- غنية الطالبين ص (بشواهد الحق ص ۲۷۰)

ترجمہ: حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی جناب طلحہ، زبیر، عائشہ صدیقہ اور معاویہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ جنگ کے بارے میں حضرت امام احمد کا قول یہ ہے کہ اس بارے میں خاموشی بہتر ہے۔ بلکہ تمام اختلافات جھگڑے اور ناراضگیاں جو صحابہ کرام کے مابین ہوئیں۔ ان سب کے بارے میں خاموشی ہونی چاہیے۔ کیونکہ اللہ رب العزت قیامت کو ان کے درمیان ہونے والی تمام ناراضگیوں کو دور فرما دے گا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ”ہم ان کے سینوں میں جو اپنے بھائیوں کے متعلق کھوٹ ہے۔ وہ کھینچ لیں گے۔ اور وہ ایک دوسرے کے سامنے تختوں پر جلوہ فرما ہوں گے۔ اور اس لیے بھی کہ حضرت علی المرتضیٰ ان لوگوں میں حق پر تھے۔ کیونکہ انہیں اپنی امامت کے صحیح ہونے کا یقین تھا۔ جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں۔ کہ اس وقت کے موجود تمام صاحبانِ صل و عقد

صحابہ کرام نے آپ کی خلافت و امامت پر اتفاق کر لیا تھا۔ لہذا جو شخص اسے زمانے ہوتے ان کے خلافت خروج کرے وہ باغی متصور ہو گا۔ اور امام پر خروج کی وجہ سے قتل ہو گا۔ حضرت معاویہ، طلحہ اور زبیر کا مطالبہ یہ تھا کہ غلیفہ برحق حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا گیا تھا۔ اس کا قصاص لیا جائے۔ اور ان کے قاتلین حضرت علی المرتضیٰ کی فوج میں تھے لہذا ہر فریق اپنے ہاں صیغہ تاویل رکھتا تھا۔ لہذا ہماری بہترین عقیدت یہی ہے کہ اس مقام پر خاموشی اختیار کی جائے۔ اور ان کا معاملہ رقبہ الجبال کے سپرد کر دیا جائے۔ کیونکہ وہی احکم الحاکمین اور خیر الفاضلین ہے۔ ہمیں اپنے گناہوں کو دیکھنا چاہیے۔ اور بڑے بڑے گناہوں سے اپنے دلوں کو پاک کرنا چاہیے۔ اور اپنے ظاہر کو بھی مہلک کاموں سے بچانا چاہیے بہر حال حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت توبہ حضرت علی المرتضیٰ کی وفات کے بعد اور امام حسن کے کنارہ کش ہونے کے بعد ثابت اور صحیح ہے۔ اور امام حسن نے اپنی رائے کو بروئے کار لاتے ہوئے خلافت امیر معاویہ کے سپرد کر دی تھی۔ اور اسی میں مصلحت عام بھی تھی۔ وہ یہ کہ خونریزی سے بچاؤ ہو گیا۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو امام حسن کے بارے میں ارشاد فرمایا تھا۔ وہ حق ثابت ہو گیا۔ وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ میرے اس سردار بیٹے کی بدولت مسلمانوں کے دو عظیم گروہوں میں صلح کرادے گا۔ لہذا امام حسن کی سبکدوشی اور ان کی بیعت کرنے پر امیر معاویہ کی خلافت لازم اور واجب ہو گئی۔ اسی وجہ سے اس سال کو ”عام الحج“ کہا جاتا ہے۔ کیونکہ اختلاف ختم ہو گیا تھا۔ اور تمام حضرات نے امیر معاویہ کی اتباع کر لی تھی۔ کیونکہ اس وقت تیسرا کوئی شخص امامت و خلافت میں جھگڑا کرنے والا

ہمیں تھا۔ اور خلافت معاویہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قول میں اس کا تذکرہ ہے۔ آپ سے مروی ہے کہ اسلام کی چکی ۳۵ یا ۳۶ یا ۳۷ سال تک چلتی رہے گی۔ چکی سے مراد دینی قوت ہے۔ اور تیس سالوں کے اوپر والے پانچ سال (یا چھ یا سات) یہ وہ سال ہیں۔ جو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت کے ہیں۔ جو انیس سال اور کچھ مہینے تک رہی۔ اور تیس سال تو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی خلافت کے اختتام پر مکمل ہو چکے تھے جیسا کہ بیان کر دیا ہے۔

لمحکمہ کریہ:

مطور بالا میں علم و معرفت کی اس مایہ ناز ہستی کے نظریات مذکور ہوئے۔ جن کے متعلق مجدد الف ثانی یہاں تک فرما چکے ہیں کہ قیامت تک کی ولایت اللہ تعالیٰ نے غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے سپرد کر دی ہے۔ خواجہ اجیری ایسے بزرگ ان کی قدم بوسی کو اپنے لیے اعزاز سمجھیں۔ اور وقت کے جید علماء اور فضلاء حضور غوث پاک کی تقابیر سے مستفیض و مستفید ہوں۔ وہ تو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے حضور خاموشی کو سلامتی سمجھیں۔ اور اس دور کے نام نہاد پیر اور مولوی جو غوث اعظم کو غوث اعظم بھی کہتے ہیں۔ وہ جناب معاویہ کی ذات پر کچھڑا چھالیں۔ کیا نام نہاد پیروں اور مغکروں کی بصیرت اور روحانیت زیادہ ہے یا حضور غوث پاک کی؟ حقیقت یہ ہے۔ کہ جب ہم حضور غوث پاک کی نسبت کو دیکھتے ہیں۔ تو حسینی اور حسنی سید ہونے کی وجہ سے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے ان کا خونی رشتہ ہے۔ اس رشتہ اور نسبت کے ہوتے ہوئے اگر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی کوئی بات قابل اعتراض ہوتی۔ تو غوث پاک کبھی بھی اس سے اعراض نہ کرتے۔ کیونکہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے

بِقَوْلِ اَنْتُمْ اَبْقَرُ اسْمًا اَلْمُؤْمِنِينَ فَاِنَّكَ يَنْظُرُ بِشَوْرِ اَللّٰهِ۔ (مومن کی فراست سے خبردار رہو وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے) سرکارِ عزتِ پاک کس فراست ان تمام باتوں پر محیط ہے۔ جو حضرت علی المرتضیٰ اور امیر معاویہ کے باہن جنگ کی وجوہات تھیں۔ ان تمام باتوں کے پیش نظر آپ نے امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کی واضح عبارت پیش فرما کر اپنے نظریہ کا اظہار فرمایا۔ اور پھر قرآن کریم سے آیت کریمہ سے استنباط فرماتے ہوئے ان کا معاملہ خدا کے سپرد کرنے کی ہدایت کی۔ اور انہیں جنتی قرار دیا۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ۳۵، ۳۶، ۳۷ سالہ دورِ خلافت والی روایت سے حضرت امیر معاویہ کی خلافت کو درمجموعہ فرمایا۔ علاوہ ازیں آپ نے دونوں حضرات کی تاویل بھی ذکر فرمائی۔ جس کی وجہ سے اُن میں کوئی بھی قابلِ گرفت نہیں ہے۔ ان تمام ارشادات کے بعد ایسے پیروں کے اُن اقوال کی طرف کون دھیان کرے گا۔ جنہیں سلسلہ روحانیت کی ایک جگہ بھی نہیں آتی۔ جو اس میدان میں ایک قدم بھی نہ چلے اور اُن ملاؤں اور مفکروں کے براگندہ خیالات کو کون درخور اعتنا سمجھے گا۔ جن کا مبلغ علم حضورِ عزتِ پاک کے مقابلہ میں قطرہ اور سمندر کی مذہبی حیثیت رکھتا ہو۔

یہاں ایک بات ذکر کرنا ہم ضروری سمجھتے ہیں۔ وہ یہ کہ جو لوگ عزتِ پاک رضی اللہ عنہ کے معتقد ہیں۔ اور آپ کے قصیدہ غوثیہ کے ایک ایک شعر کو حق سمجھتے ہیں۔ اُن سے ہماری گزارش ہے۔ کہ آپ کا یہ ارشاد ”نَظَرْتُ اِلٰی بِلَادِ اَللّٰهِ جَمْعًا كَثْرًا لَا اَلٰیكَ اَحَدٌ اَمِنْهُمْ عَنِ الْعَدَاةِ لَا اَلٰیكَ اَحَدٌ اَمِنْهُمْ عَنِ الْاِجْتِهَادِ كَمَا يَتَخَلَّفُ الْمُجْتَمِعُونَ بَعْدَهُمْ فِي مَسَائِلَ مِنْ مَاءٍ وَعَلَيْهَا لَا يَلْزَمُ مِنْكَ اِلَيْكَ نَقْصُ اَحَدٍ مِنْهُمْ“ میں اللہ کی تمام کائنات کو متواتر اس طرح دیکھتا ہوں جیسا رائی کا دانہ (تھیلی پر پڑا ہوا) ہو۔ اس ارشاد سے معلوم ہلکا آپ کو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے باہن جنگ کے تمام حالات و کوائف سامنے تھے۔ ان کا مطالعہ فرما کر آپ نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے جنتی ہونے کا قول کیا اور خلفائے ارشدین میں سے شمار کیا۔ تو پھر تمہیں اپنے نظریہ پر نظر ثانی کرنی چاہیے

اور جناب معاویہ رضی اللہ عنہ کو منافق، فاسق یا کافر وغیرہ الفاظ سے یاد کرنے سے توبہ کرنی چاہیے۔ یا پھر عزتِ پاک کی عقیدت و محبت کا دم بھڑنا چھوڑ دو۔ اور وائینٹ کی علیحدہ مسجد تعمیر کر لو۔ اللہ تعالیٰ حق سمجھنے اور اسے قبول کرنے کی توفیق عطا فرماتے۔

امام نووی شارح مسلم اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ

نووی شرح مسلم شریف:

وَأَمَّا مُعَاوِيَةُ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ فَهُوَ مِنْ الْعُدُوِّ لِالْأَضْلَاءِ وَالصَّحَابَةِ وَالنَّبِيِّينَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَأَمَّا الْحُرُوبُ الَّتِي حَبَرَتْ فَكَانَتْ لِكُلِّ طَائِفَةٍ شُبُهَةً اِحْتَقَدَتْ تَصْوِيبَ اَنْفُسِهَا بِسَبَبِهَا وَكُلُّهُمْ عُدُوٌّ لِرَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَمَتَا وَتَوَنَّفَ حُرُوفُهُمْ وَغَيْرُهَا وَلَمْ يَخْرُجْ شَيْءٌ مِنْ ذَلِكَ اَحَدًا مِنْهُمْ عَنِ الْعَدَاةِ لَا اَلٰیكَ اَحَدٌ اَمِنْهُمْ عَنِ الْاِجْتِهَادِ كَمَا يَتَخَلَّفُ الْمُجْتَمِعُونَ بَعْدَهُمْ فِي مَسَائِلَ مِنْ مَاءٍ وَعَلَيْهَا لَا يَلْزَمُ مِنْكَ اِلَيْكَ نَقْصُ اَحَدٍ مِنْهُمْ وَاعْلَمْ اَنَّ سَبَبَ تِلْكَ الْحُرُوبِ اَنَّ الْقَضَايَا تِ كَانَتْ مُشْتَبِهَةً فَلِشِدَّةِ اِشْتِبَاهِهَا اِخْتَلَفَ اِحْتِجَادُهُمْ وَمَا زُوِيَ اَكْلًا فَتَنَةً اَقْسَامٍ - قِسْمٌ ظَهَرَ لَكُمْ بِالْاِجْتِهَادِ اَنَّ الْحَقَّ فِي هَذَا الظَّرْفِ وَاَنَّ مَخَالَفَةَ بَاغٍ

فَوَجِبَ عَلَيْهِمْ نَصْرُهُ وَقِتَالُ الْبَاغِيِّ عَلَيْهِ
فِيمَا اعْتَقَدُوهُ فَعَلُوا ذَلِكَ وَلَمْ يَكُنْ يَحِلُّ
لَهُمْ هَذِهِ الصُّفَةُ الشَّارِعَةُ عَنْ مُسَاهِدَةِ الْمَسَامِ
الْعَدْلِ فِي قِتَالِ الْبُغَاةِ فِي اعْتِقَادِهِمْ وَقِسْمِ عَكْسِ
هُوَ لَا يَظْهَرُ لَهُمْ بِالْإِجْتِمَاعِ أَنَّ الْحَقَّ فِي الْقُرُونِ
الْآخِرَةِ فَوَجِبَ عَلَيْهِمْ مُسَاعَدَةُ وَقِتَالُ الْبَاغِيِّ
عَلَيْهِمْ وَقِسْمُ كَالِثِ اسْتَبْهَتْ عَلَيْهِمُ الْقَضِيَّةُ
وَتَحَايَرُوا فِيهَا وَلَمْ يَظْهَرْ لَهُمْ تَرْجِيحُ أَحَدِ
الطَّرَفَيْنِ فَاعْتَرَضُوا الْقَرِيبَيْنِ وَكَانَ
هَذَا الْإِعْتِرَاضُ هُوَ الْوَاجِبُ فِي حَقِّهِمْ لِأَنَّهُ
لَا يَحِلُّ الْإِقْدَامُ عَلَى قِتَالِ مُسْلِمٍ حَتَّى يَظْهَرَ
أَنَّهُ مُسْتَحَقٌّ لِدَايِكُمْ وَكَوْظْهِرَ لَهُمْ وَلَا رَجْعَانِ
أَحَدُ الطَّرَفَيْنِ وَأَنَّ الْحَقَّ مَعَهُ لِمَا جَاءَ
لَهُمُ الشَّارِعَةُ عَنْ نَصْرَتِهِمْ فِي قِتَالِ الْبُغَاةِ عَلَيْهِ
فَعَلَهُمْ مَعْدُودُونَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَلِهَذَا
إِتِّفَقَ أَهْلُ الْحَقِّ وَمَنْ يَعْتَدُّ بِهِ فِي الْإِجْمَاعِ
عَلَى قَبُولِ شَهَادَةِ أَهْلِهِمْ وَرَوَايَاتِهِمْ وَكَمَالِ
عَدَالَتِهِمْ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ أَجْمَعِينَ -

کلام النوی -

دمسلم شریف مع النوی جلد دوم ص ۲۷۲

نور محمد کراچی

رحمہ: حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ عادل، فاضل اور بہترین صحابہ کرام میں سے
ایک ہیں۔ اور وہ لڑائیاں جو ان کے اور دوسروں کے مابین ہوئیں۔ تو ان میں
ہر ایک فریق کے لیے شبہ تھا۔ جس کو وہ اپنے طور پر سمجھتے تھے۔ اور ہر
فریق ہر حال عادل ہے۔ اور ان کی باہم جگوں میں اپنی اپنی تاویل ہے
ان میں سے کوئی بات ایسی نہیں۔ جو ان کی عدالت کو ختم کر دیتی ہو۔ کیونکہ
وہ مجتہد تھے۔ اور اجتہادی مسائل میں ان کا اختلاف ہوا۔ جیسا کہ اُن
کے بعد آنے والے مجتہدین کے مابین کئی ایک مسائل میں اختلاف
ہونے کے باوجود یہ بات اُن میں نقص کا سبب نہیں بنتی۔

تہیں معلوم ہونا چاہیے۔ کہ ان لڑائیوں کی وجہ شبہات تھے۔ شدت
شبہ کی وجہ سے اُن کے اجتہاد میں اختلاف رونما ہوا۔ اور وہ تین قسم
کے ہو گئے۔ ایک قسم ان لوگوں کی جن کو اجتہاد کے ذریعہ یہ معلوم ہو گیا
کہ حق اس طرف ہے۔ اور اس کا مخالف باغی ہے۔ لہذا اب ان
کے لیے حق والے کی نصرت اور باغیوں کا قلع قمع کرنا لازم ہو گیا۔ لہذا
انہوں نے اپنے اعتقاد کے مطابق عمل کیا۔ جب کسی شخص کو اس قدر
بعیرت ہو جاتی ہے۔ تو پھر اسے عادل امام کی ہمنوائی سے کنارہ کش
ہونا جائز نہیں رہتا۔ اور باغیوں کو کھلا چھوڑ دینا اسے زیب نہیں دیتا۔
دوسری قسم ان لوگوں کا بالکل عکس ہوتی ہے وہ یہ کہ انہیں اپنے اجتہاد
سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ حق دوسری طرف ہے۔ لہذا انہیں اپنے عقیدہ
کے مطابق حق والے کی نصرت اور اس کے باغیوں کا قلع قمع کرنا ضروری ہو
جاتا ہے۔ اور تیسری قسم اُن لوگوں کی ہے۔ کہ جن پر معاملہ مشتبہ رہتا ہے
وہ اس میں حیران ہوتے ہیں۔ اور انہیں دونوں طرفوں میں سے کوئی

کسی کی تکفیر یا تسفیق و تنجیر ہرگز درست نہیں۔ اور اگر کوئی ان میں سے کسی کو بُرا بھلا کہتا ہے۔ تو ایسا شخص اُن وعیدات اور سزاؤں کا ضرور مستحق ہوگا۔ جو صحابہ کرام کے بدعوا ہوں اور دشمنان طرازوں کے لیے ہیں۔

فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِيَ الْأَبْصَارِ

طرف راجع نظر نہیں آتی۔ لہذا وہ پہلے دو قسم کے لوگوں سے علیحدہ رہتے ہیں۔ اور ان لوگوں کے لیے علیحدہ رہنا ضروری ہوتا ہے۔ کیونکہ کسی مسلم کا خون ناحق گرا کسی کے لیے بھی جائز نہیں۔ ہاں اگر اس کی کوئی معقول شرعی وجہ ہو تو پھر درست ہے۔ اگر اس گروہ کو پہلے گروہوں میں سے کسی ایک کا رجحان ظاہر ہو جائے اور یہ معلوم ہو جائے کہ فلاں حق پر ہے۔ تو پھر اس کی مدد سے گریز کرنا ان کے لیے جائز نہ ہوگا۔ اور ان کے باغیوں کے سر کھپنے سے دریغ درست نہ ہوگا۔ لہذا یہ تینوں فریق اپنا اپنا عند معقول رکھتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اہل حق اور اجماع کے قابل اعتماد حضرات نے ان تینوں اقسام کے لوگوں کی گواہی اور روایات قبول کر لینے پر اُتف ق کیا ہے۔ اور ان کی اعلیٰ عدالت کو تسلیم کیا ہے۔

لمحکم کریہ:

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے تفصیل سے عقلی توجہات بیان فرما کر ان تمام کا حکم ذکر فرما دیا۔ یعنی حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مابین اختلاف میں غرور و فریق تو یہی ہو گئے۔ جو اوروں نے اجتہاد اپنے اپنے ساتھیوں کو حق پر اور اپنے مد مقابل کو خطا پر سمجھتے تھے۔ اس لیے دونوں حق کی خاطر برسر پیکار رہتے۔ اور تیسرا گروہ اُن لوگوں کا تھا۔ جو کسی کی طرفداری نہیں کرتے تھے۔ کیونکہ انہیں اپنی رائے سے کسی کا حق پر یا خطا پر ہونا ظاہر نہیں ہو رہا تھا۔ لہذا وہ اپنے آپ کو غیر جانبدار رکھنے سے اسے حق سمجھتے تھے۔ لیکن تینوں گروہ بوجہ اپنے اجتہاد کے درست ہیں۔ اسی لیے

باب دوم

امیر معاویہ کی ذمہ داری پر اعتراضات کے نئے والے

دیوبندی

مودودی

سنی نما مولویوں اور پیروں

کا
علمی محاسبہ

باب دوم

امیر معاویہ کی ذات پر اعتراضات کرنے والے

دیوبندی مودودی سنی نما مولویوں اور

پیروں کا علمی محاسبہ

پچھلے دنوں ہم نے سٹائیس کے قریب ایسی کتب اور ان کے مصنفین کے متعلق ایک متفقانہ بحث اس غرض سے لکھی کہ جو لوگ یہ دھوکہ دیتے ہیں کہ فلاں معتبر سنی کتاب میں یہ لکھا ہے۔ جس سے عوام تو عوام خواص بھی دھوکہ کھا جاتے ہیں۔ تو اس سے نجات دلانے کے لیے ایک کتاب بنام میزان الکتاب لکھی تو اس سے فراغت کے بعد خیال آیا کہ کچھ نام نہاد سنیوں کی بھی خبر لی جائے۔ جو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ خیال و عقیدہ رکھتے ہیں۔ کہ آپ دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔ اور طرح طرح کے ان پر الزامات ثابت ہیں۔

ان میں سے کچھ دیوبندی ہیں۔ بعض مودودی کے پیرو ہیں۔ اور چند نام نہاد سنی پیرو بھی ہیں۔ طریقہ کار یہ ہو گا کہ ان معتضبین کی کتب سے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں الزامات درج کیے جائیں گے۔ پھر ان کے جوابات۔ ثنائیہ مذکور ہوں گے۔ علاوہ ان میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی شان میں وہ احادیث بھی پیش کی جائیں گی۔ جو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ انور سے براہِ راست ان کی عظمت بیان کرتی ہیں۔ اہل سنت کی کتبِ معتبرہ سے ان کے بارے میں حواشی

درج ہوں گے۔ تاکہ یہ حقیقت کھل کر سامنے آجائے۔ کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے گستاخ کس وعید اور کس انجام کے لائق ہیں۔

اب ہم ان دیوبندی مودوسی سنی اہل حدیث علماء کے نام اور ان کی کتب سے پہلے گستاخانہ عبارات نقل کریں گے اور ساتھ ہی ساتھ ان کے دندان شکن جواب بھی دیتے جائیں گے۔ اب ضرور ہم ان کے نام شروع کرتے ہیں۔

گستاخِ اوّل

(مفتی، حنفی، دیوبندی) عبدالرحیم کے حضور
امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں تنقیدی اشعار اور
اقتباسات

عبدالرحیم دیوبندی نے جناب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر کیچڑا چھالتے ہوئے یوں تو بہت سی کتا میں لکھیں۔ لیکن ان میں سے دو کتا میں اس موضوع پر اپنی گندگی اور خبثت کے اعتبار سے نامی گرامی ہیں۔ ایک کا نام ”اظہار حق“ اور دوسری کا ”دراہد ہدایت“ ہے۔ جن لوگوں کو یہ دو خباثت سے بھری پٹاریاں دیکھنے کا اتفاق ہوا وہ جانتے ہیں۔ کہ اس شخص نے کن کن طریقوں سے اپنے خبثت باطنی کا اظہار کیا اور رہتی دنیا تک اپنے لیے لعنت چھوڑ گیا۔

ملاحظہ ہو

اظہارِ حق

زہ باطل سے کبھی حق کو ملاؤ

کہ یہ کفر سیرت کا فرائد

ہے سیرت قتل آلِ اصحاب جن کی انہیں کو خاص اصحابی بنانا

جو آلِ اصحابِ نبویوں کا یہ ہے قاتل اسے کاتبِ کتاب اللہ بنانا

معاونِ ظالم و باغی کے باغی

منافقِ طاعنی کے حامی ہیں طاعنی

چھپے کفر و بغاوت ان کی کیونکر ہے جن کا آنا جانا کافرانہ

فدا کی ماکیت سے وہ باغی بنالی اپنی شاہی کافرانہ

بغاوت نے ہر ایک تالوں خریدنا

بغاوت کا کھلا کر آبِ ودانہ

وہ آلِ اصحاب کے دشمن تھے ازلی کہ نالائ جس سے تقاسار زمانہ

فتح مکہ میں آئے ڈر کے مارے بغاوت کر کے نکلے باغیانہ

بدوں کے بد تھے تم ان کے تھے بدتر

فتح مکہ کا بدلہ مفت چاکا

نہیں کیا اب جہاں میں کوئی حق گو ہوا باطل کا حامی سبھی زمانہ

وہ پہلا مجتہد باغی تھا پہلا کی جس نے قیاس کافرانہ

امت مقبول الدعاء ہیں۔ آپ نے امیر معاویہ کے حق میں ”بادی“ ہونے کی دعا فرمائی۔ جو یقیناً قبول ہو گئی۔ اب اس بد بخت خادم سے کوئی پوچھے۔ کہ کیا وہ شخص جو کافر منافق، سرود اور باغی ہو۔ وہ بادی ہوتا ہے۔ اس ارشاد نبوی سے حضرت امیر معاویہ کا صحابی ہونا روز روشن کی طرح عیاں ہے۔ لیکن ایمان کے اُتو کو یہ نظر نہیں آ رہا۔ اب اس کی مانی جائے یا سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ان کے بارے میں بادی و ہمدی کا دعا فرمانا؟ حدیث مذکورہ کی تشریح میں ابن حجر لکھتے ہیں:

تطهير الجنان؛

فَتَأْتِلْ هَذَا الدُّعَاءَ مِنَ الصَّادِقِ الْمَصْدُوقِ
وَإِنْ أَدْعَيْتَهُ لَا مَنِيَّةَ لَا سَمِيًّا لَا ضَعِيفًا مَقْبُولَةً
عَلَيْكَ مَرْدُودَةً تَعْلَمُ أَنَّ اللَّهَ سُبْحَانَهُ اسْتَجَابَ
لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَذَا الدُّعَاءَ
لِمَعَاوِيَةَ فَجَعَلَهُ هَادِيًا لِلنَّاسِ مَهْدِيًا فِي نَفْسِهِ
وَمَنْ جَمَعَ اللَّهُ لِنَبِيِّنَا هَاتَيْنِ الْمَرْتَبَتَيْنِ كَيْفَ
يَتَخَيَّلُ فِيهِ مَا تَقُولُهُ عَلَيْهِ الْمُبْطِلُونَ وَوَصَمَهُ
بِإِلْحَامِ الْمَعَانِدُونَ مَعَادَ اللَّهِ لَا يَدْعُو رَسُولُ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهَذَا الدُّعَاءِ الْجَامِعِ
لِمَعَالِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ الْمَانِعِ لِكُلِّ نَقْصٍ
فَسَبَّحَهُ إِلَيْهِ الطَّائِفَةُ الْمَارِقَةُ الْفَاحِشَةُ إِلَّا
لِمَنْ عَلِمَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَهْلًا لِدَاكَ حَقِيقًا
يَمَّا هَذَا لَكَ (تطهير الجنان واللسان ص ۱۱ و ۱۲ - الفصل الثاني

في فضائله ومناقبه)

ترجمہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم جو صادق و مصدوق ہیں۔ اُن کی دعا قابلِ غور ہے۔ آپ کی دعائیں اپنی امت کے حق میں اور خصوصاً صحابہ کے بارے میں مقبول ہوتی ہیں۔ انہیں رد نہیں کیا جاتا۔ تجھے معلوم ہو جائے گا۔ کہ یہ دعا امیر معاویہ کے حق میں مانگی گئی قبول ہو گئی۔ اللہ نے انہیں لوگوں کا بادی اور اپنی ذات میں ہمدی بنادیا۔ اور جس خوش قسمت میں یہ دونوں وصف (بادی، ہمدی) اکٹھے ہو جائیں اس کے بارے میں یہ خیال کب آ سکتا ہے۔ وہ بدخواہ اور ضد رکھنے والا ہے۔ یہ جامع دعا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کے بارے میں فرمائی جسے دنیا و آخرت کی بھلائی پسند ہے۔ اور ہر خرابی سے دور فرمایا۔ یعنی ایسی خرابیاں سے جو ایک بد بخت فرقہ اور منافقان فرقہ آپ پر لگاتا چلا آ رہا ہے۔ ہاں حقیقت یہی ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ایسی جامع دعا اسی کے لیے ہو سکتی ہے جو اس کا صیغہ حقدار ہو۔ اور اس میں اس کی اہلیت موجود ہو۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مذکورہ ارشاد اور اس کی تشریح سے عبدالرحیم کے کچھ بیانیات کا جواب آ گیا۔ یہ حدیث ترمذی میں موجود ہے۔ اور اسے صاحب ترمذی نے ”حسن“ کہا ہے۔ حالانکہ فضائل میں حدیث ضعیف بھی قابلِ عمل ہوتی ہے حضرت امیر معاویہ کا صحابی ہونا، صاحب ایمان ہونا، کافر، منافق اور مرتد نہ ہونا یہ امور اس ارشاد سے ثابت ہو گئے۔ رہا یہ معاملہ کہ آپ نے امام حسن کو ان کی بیوی کے ذریعہ زہر دلایا تھا۔ تو اس کی تحقیق ہم تحفہ جعفریہ جلد سوم میں پیش کر چکے ہیں۔ بطور خلاصہ سنئے۔

یہ ایک الزام ہے اور کسی پر تحقیق کے بغیر الزام تراشی درست نہیں۔ بلکہ بموجب حدیث وہ لعن ملعون خود کرنے والے پر واپس آ جاتا ہے۔ مختصر یہ کہ زہر والی بات ثابت نہیں۔ اسے شیعہ لوگوں نے شہرت دی۔ اور لعن باطنی کی وجہ امیر معاویہ کی

طرف اس کو منسوب کر دیا۔ عبدالرحیم اینڈ برادر اگر ایک روایت صحیحہ یا اسناد سے زہر دینا ثابت کر دیں۔ تو دس ہزار روپیہ نقد انعام ملے گا۔ اس کے من گھڑت ہونے کو ابن خلدون نے ان الفاظ سے بیان کیا ہے۔

ابن خلدون:

وَمَا يَنْقُلُ مِنْ أَقْ مُعَاوِيَةَ دَمٌ عَلَيْهِ السَّلَامُ مَعَ ذَوْبَتِهِ
جَعْدَةُ بِنْتُ الْأَشْعَثِ هَهُوَ مِنْ أَحَادِيثِ الشَّيْخَةِ
وَحَاشَا لِمُعَاوِيَةَ مِنْ ذَلِكَ۔

ابن خلدون جلد دوم ص ۶۴۹ بیعت حسن مطبوعہ
بلیوت طبع جدید

ترجمہ:

اور یہ جو نقل کیا جاتا ہے۔ کہ امیر معاویہ نے امام حسن کو ان کی بیوی جعدہ کے ذریعہ زہر دلویا۔ تو یہ اُن باتوں میں سے ایک ہے جو اہل تشیع کی ہیں۔
امیر معاویہ سے حاشا یہ کام ہونے کی توقع نہیں ہو سکتی۔

و معاویہ باغی اور سارا زمانہ ان کا حامی ہو گیا، یعنی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں تمام مومن ان کی حمایت کرنے کی وجہ سے باغی ہو گئے۔ اور باغی جو بھی ہو۔ وہ کافر، مرتد اور بے ایمان ہوتا ہے۔ لہذا دوسرے الفاظ میں ملال نے امیر معاویہ کے دور کے تمام صاحبانِ ایمان کو غلیظ گالیاں بک دیں۔ اور انہیں گمراہی پر اکٹھا ہونے والا قرار دیا۔ ادھر یہ اور ادھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد کہ دیر امت گمراہی پر اکٹھی نہیں ہو سکتی۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام صحابہ کرام کے متعلق یہ فرمایا۔ کہ جو انہیں اذیت دے گا وہ مجھے دے گا اور جس نے مجھے تکلیف پہنچانی چاہی۔ اس نے اللہ تعالیٰ کو تکلیف و اذیت پہنچانے کا ارادہ کیا۔ سو اس پر اللہ اس کے فرشتوں اور تمام

لوگوں کی پھٹکار ہو۔

اس بے لگام دیوبندی نے اس وقت میں موجود تمام صحابہ کرام کو معاذ اللہ گمراہ اور بے دین کہہ دیا۔ اس طرح اللہ اور اس کے رسول کا مقابلہ کرنے کی ٹھانی۔ اور بالآخر پھٹکار اور لعنت کا طوق گلے میں پڑ گیا۔ مختصر یہ کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی ذات پر اس قسم کے استعراضات محض تاریخی باتیں ہیں۔ جن کی کوئی سند نہیں۔ نہ ان کی صحت و عدم صحت کا اہتمام کیا جاتا ہے۔

مؤرخ نے جو سنا وہ اپنی

تاریخ میں درج کر دیا۔ ایسے بے سرو پا واقعات کا سہارا لے کر ایک جلیل القدر صحابی پر سب و شتم کرنا دراصل اپنے ایمان کو غیر باد کھنا ہے۔ تاریخی واقعات کی بے وقعتی ملاحظہ فرمائیں۔

عظمتِ صحابہ کے سامنے تاریخی واقعات کی حیثیت

قاعدہ کی بات ہے کہ کوئی حدیث ہو یا واقعہ جب تک اس کی سند ذکر نہ کی جائے وہ بے قیمت ہوتا ہے۔ امام مسلم نے اپنے مقدم میں لکھا ہے۔ قَوْلَا لَا سَنَادُ لِقَالِ مَنْ شَاءَ مَا شَاءَ۔ اگر اسناد نہ ہوتیں۔ تو جو کسی کے جی میں آتا۔ وہ کہہ دیتا۔ بہر حال تاریخی واقعات کے درج کرتے وقت مؤرخ ان کی چھان چھیٹ نہیں کرتے جو سنا اس کتاب میں درج کر دیا۔ اور پھر آگے ہی سلسلہ چلتا رہا۔ عبدالرحیم کے مذہبی باوا حسین احمد دیوبندی نے مکتوبات شیخ الاسلام میں تاریخی روایات کے بارے میں لکھا ہے۔

مکتوب شیخ الاسلام:

حسین احمد مدنی نے کہا کہ یہ مؤرخین کی روایتیں تو عموماً بے سرو پا ہوتی ہیں۔ ندرادوں کا پتہ ہوتا ہے۔ نہ ان کی توثیق و تخریج کی خبر ہوتی ہے۔ نہ انفصال و انقطاع سے بحث ہوتی ہے۔ اور اگر بعض متقدمین نے سند کا التزام بھی کیا ہے۔ تو عموماً ان میں ہر غلط و ٹھن سے ارسال و انقطاع سے کام لیا ہے۔ خواہ ابن اثیر ہو یا ابن قتیبہ ابن ابی الحدید ہو یا ابن سعد۔ (ص ۲۶۶ مکتوبات شیخ الاسلام)

ابن تیمیہ نے تاریخی واقعات کے بارے میں یہ تاثر بیان کیا ہے۔
منہاج السنۃ:

الْمُؤَرِّخُونَ الَّذِينَ يَكْثُرُ الْكَذِبُ يَذَّوْنَهُ
وَقَالَ أَنْ يَسْلَمَ لَهُمْ فَتَلَهُمْ مِنَ الزِّيَادَةِ
وَالنُّصَانِ۔

دمنہاج السنۃ جلد سوم ص ۱۹۶

ترجمہ: تاریخ لکھنے والے اکثر جھوٹے باتوں کی روایت کرتے ہیں۔ اور ایسا بہت کم ہوتا ہے۔ کہ ان کی نقل کردہ بات کی بیشی سے محفوظ ہو۔ یہی ابن تیمیہ فراکھل کر اس حقیقت کو بیان کرتے ہوئے کہتا ہے۔

منہاج السنۃ:

وَإِنَّمَا هُوَ مِنْ جَنْسِ مَا تَفَكَّهُ السَّوَارِيحُ لَا يَفْتَمِدُ
عَلَيْهَا أَوْ لَوْ لَا بَصَار۔

دمنہاج السنۃ جلد سوم ص ۲۴۲

ترجمہ: تاریخی واقعات و روایات پر کوئی صاحب بصیرت اعتماد نہیں

کرے گا۔

”نقل پرستی“ علم تاریخ میں ایک جانی پہچانی بات ہے۔ بارہا ایسا ہوتا ہے۔ کہ ایک مؤرخ تاریخی واقعہ کی خوب خبر لیتا ہے۔ اور اس کے غلط ہونے کی تحقیق کر کے پھر بھی اُسے اپنی کتاب میں درج کر دیتا ہے۔ ابن کثیر کو اٹھا کر دیکھئے۔ آپ کو اس میں طبری کی وہ روایات بھی مل جائیں گی۔ جن پر ابن کثیر نے سنت گرفت کی۔ اور اس نقل پرستی کی خود ابن کثیر ان الفاظ میں گواہی دیتا ہے۔

البدایۃ والنہایۃ:

وَفِي بَعْضِ مَا أوردَ كَاهُ نُقِلَ وَكُلُّهُ إِذَا كَانَ جَبِيٍّ وَمَعْيُورٍ
مِنَ الْحَفَاطِ وَالْأَحْقَاقِ ذَكَرُوهُ مَا سُنِفَتْهُ۔

دالبدایۃ والنہایۃ جلد ۱ ص ۲۰۲) فِي سَعَةِ أَحَدِي وَسِتِّينَ

ترجمہ: ہم نے جو روایات ذکر کیں۔ ان میں سے بعض قابل گرفت ہیں۔ اگر ابن جریر وغیرہ حفاظ و ائمہ نے ان کا اپنی اپنی تصانیف میں ذکر نہ کیا ہوتا تو میں انہیں درج کرنے کے لیے آگے نہ بڑھتا۔

قاضی البرکات نے اعاذیت و تاریخ کا تقابل ان الفاظ سے بیان کیا۔

العواصم والقواصم:

قَالَ الْقَاضِي أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ وَالنَّاسُ إِذَا لَمْ
يَجِدُوا عَيْنًا لِأَحَدٍ وَعَلَبَهُمُ الْحَسَدُ عَلَيْهِ
وَعَدَا وَتَهَمُّ لَهُ أَحَدٌ ثَوَّالَهُ عُمُيُوبًا قَا قُبُلُوا
الْوَصِيَّةَ وَلَا تَلْتَفِتُوا إِلَّا عَلَى مَا صَعَّ مِنَ الْأَخْبَارِ
وَأَجْتَنِبُوا كَمَا ذَكَرْتُ لَكُمْ أَهْلَ السَّوَارِيحِ
فَلَا تَهْمُ ذَكَرُوا عَنِ السَّلَفِ أَخْبَارًا صَحِيحَةً

يَسْتَبِيرُكَ لِيَتَّوَسَّلُوا بِذَلِكَ إِلَى رَوَايَةِ الْأَبَا طَيْلٍ فَيَقْدُضُوا
كَمَا قَدْ مَنَّا فِي قُلُوبِ النَّاسِ مَا لَا يَرْضَاهُ اللَّهُ تَعَالَى
وَلِيَحْتَقِرُوا السَّلَفَ وَيُهَوِّقُوا الَّذِينَ هُمَا أَعَزُّ
مِنْ ذَلِكَ وَهُمْ أَكْرَمُ مَنْ أَفْرَضَى اللَّهُ عَنْ جَمِيعِهِمْ
وَمَنْ نَظَرَ إِلَى أَفْعَالِ الصَّحَابَةِ تَبَيَّنَ مِنْهَا بَطْلَانُ
هَذِهِ الْمُتَوَكِّلِ الَّتِي يَحْتَلِقُهَا أَهْلُ الشُّرَائِبِ قَيْدَ تَوَكُّلِهَا
فِي قُلُوبِ الضَّعَفَاءِ۔

(العواصم والقواصم ص ۲۴۲-۲۴۵ مطبوعہ بیروت)

ترجمہ: قاضی ابوبکر کہتے ہیں۔ کہ جب لوگوں کو کسی شخص کا کوئی عیب نظر نہیں آتا۔ تو پھر
حسد و عداوت کے غلبہ کی وجہ سے اس کے عیب نکالتے ہیں۔ لہذا امیری
و میت قبول کرتے ہوئے یہ خیال رکھنا کہ ان کی صرف وہ خبریں قابل
التفات سمجھنا جو درجہ محبت کو پہنچی ہوں۔ اور ان باتوں سے اجتناب کرنا
جو تاریخ والے لکھتے ہیں۔ کیونکہ ان لوگوں کا طریقہ یہ ہوتا ہے۔ کہ پہلے بزرگوں
کی چند معیج باتیں لکھ کر وہ دراصل باطل اور غلط روایات سے درج کرنے کا
وسیلہ بناتے ہیں۔ پھر وہ لوگوں کے دلوں میں ان حضرات کے متعلق ایسی
ایسی باتیں ڈال دیتے ہیں۔ جو اللہ تعالیٰ نے اُن سے ظاہر ہی نہیں فرمائی ہوتیں
عرض یہ ہوتی ہے۔ کہ سلف کی تحقیر کی جائے۔ اور ان سے خیانت برتنے جائے
حضرت صحابہ کرام کے افعال میں تخر کرنے والا اُن واہی تباہی باتوں کے مطلقان
کا خود یقین کر لیتا ہے۔ جو تاریخ لکھنے والوں نے ان کی طرف منسوب کر دیں۔
اور اُن باتوں سے ضعیف الاعتقاد لوگوں کو گمراہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔
ذرا آگے چل کر یہی ابن عمرؓ کی مزید کہتے ہیں۔ (جس کا ہم صرف کچھ نقل کرتے ہیں ابن عمرؓ کہتے ہیں)

”میں نے یہ باتیں نہیں اس لیے بتائیں تاکہ تم عام مصنفوں اور خاص خاص
مفسرین کے امین فرق قائم رکھو۔ اور مؤرخین ادیب لوگوں سے باخبر رہو۔
کیونکہ وہ اپنے علم کے ماہر ہوتے ہوئے دین کے احترام یا بدعت کے
ارتکاب سے جاہل ہوتے ہیں۔ لہذا ان روایات کی پرواہ نہیں کرنی
چاہیے۔ ہاں اگر روایت ماننی ہے۔ تو کسی حدیث کے امام کی ماننا اور
مؤرخین میں سے طبری کے علاوہ دوسروں کی بات کی طرف دھیان نہ
دینا۔ کیونکہ دوسروں کی ہر بات کو تسلیم کر لینا دین کی موت ہے۔ یہ وہ لوگ
ہیں۔ جو ایسی ایسی باتیں گھڑ لیتے ہیں جن سے صحابہ کرام کی تحقیر ہوتی ہے بلف
مالحین سے سبزیاری اور انہیں گیارہ شخص ماننے پر آمادہ کرتی ہیں۔ ان حضرات
کے اقوال و اعمال میں کئی کئی واسطوں کو چھوڑ کر بیان کر دیتے ہیں۔ اور اس
طرح وہ اپنے مذموم مقاصد کو پورا کرتے ہیں۔ یعنی دین کی بجائے دنیا اور
ہدایت کی جگہ گمراہی پھیلاتے ہیں۔ لہذا جب تم ایسے باطل لوگوں سے کلام
کش ہو جاؤ گے۔ اور صرف عادل لوگوں کی باتیں مانو گے۔ تو تم ان مصیبتوں
اور خطرات سے بچ جاؤ گے۔“ (العواصم والقواصم ص ۲۴۷ تا ۲۴۸)

نوی شرح مسلم شریف:

قَالَ الْعُلَمَاءُ الْإِسْلَامُ إِذَا رَوَى النَّبِيُّ فِي ظَاهِرِهَا
دَخَلَ عَلَى صَحَابَةٍ يَجِبُ تَأْوِيلُهَا حَالًا
وَلَا يَبْعَثُ فِي رَوَايَةِ الْفَقَاتِ إِلَّا مَا يُمْكِنُ تَأْوِيلُهُ۔
نوی شرح مسلم شریف جلد دوم ص ۲۷۸ باب فی فائل علی ابن ابی طالب
ترجمہ: حضرات علماء نے فرمایا ہے۔ کہ وہ احادیث جن سے حضرت صحابہ کرام کی
ذات پر نقص ثابت ہوتا ہو۔ ان کی تاویل کرنا لازمی ہے۔ اور ثقہ راویوں کی

ایسی جتنی روایات ہیں۔ ان کی تاویل ممکن ہے۔

متبصرہ

کسی تاریخی حوالہ کی حیثیت مذکورہ حوالہ جات سے واضح ہو جاتی ہے۔ ان میں کئی وجوہات سے جرح ہے۔ کہیں تو سرے سے سند واقعہ ہی نہیں ہوتی اور یہ کتب تاریخ میں بکثرت ہے۔ کہیں سند ہے تو وہ ناقص، اور اگر تمام ہو تو پھر جرح و تعدیل کے معیار کے مطابق نہیں ہوتی۔ لیکن یہ بھی یاد رہے کہ قاضی ابوبکر نے جو طبری کے متعلق روایات تاریخیہ کے متعلق لکھا ہے۔ اس سے یہ مراد نہیں کہ طبری کی ہر روایت قابل وثوق ہے۔ بلکہ یہ ہے کہ طبری نے اس کی سند ذکر کی ہے۔ رہا یہ کہ مذکورہ سند قابل حجت نہیں یا نہیں ہو سکتی ہے۔ پھر مؤرخین مذہبی لفظ نگاہ سے بھی کچھ اپنی کتب میں درج کرتے ہیں۔ اس لیے مذہبی مسلمان ان کی روایت دوسروں کے لیے قابل اعتراض نہیں ہو سکتی۔ صاحب طبری کے بارے میں تشیع ہونے اور نہ ہونے کا قول موجود ہونے کی وجہ سے اس کی وہ روایات جو شیعیت کی مؤید ہیں۔ قابل اعتبار نہیں رہتیں۔ اس کی تفصیل عقائد جعفریہ جلد چہارم میں بالتفصیل ذکر کی گئی ہے۔ اور کسی تاریخی روایت کی سند بھی ہوا تو بھی قابل اعتبار لیکن اس کی توثیق کی وجہ سے کسی ممانی کی شان پر حجت آتا ہے تو ایسی روایت کی تاویل لازم ہوتی ہے۔ اس لیے حضرات صحابہ کرام کے بارے میں ایسی تاریخی روایات ہرگز قابل قبول نہیں۔ اور نہ ہی اپنے ظاہری معنی پر معمول ہیں۔ جن سے ان میں کوئی نقص ثابت ہوتا ہو۔

واللہ اعلم بالصواب

مذکورہ مولوی عبدالرحیم کے رسالہ ندائے حق کی تردید

سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی ذات پر فقیر کو جو اعتراضات دستیاب ہوئے ان کی بھرپور اور باحوالہ تردید کر دی گئی۔ اور جوابات پر مشتمل کتاب جب چھپنے کے لیے تیاری کے مراحل میں تھی۔ فقیر بغرض عمرہ حرمین طیبین روانہ ہو گیا۔ غیر حاضری میں ایک رسالہ بنام "ندائے حق"، موصول ہوا جسے مذکورہ مولوی عبدالرحیم دیوبندی رافضی نے ہی ترتیب دیا ہے۔ اسے برخواستہ دار چہرہ مولوی محمد بخش نے محفوظ کر لیا۔ جب میں عمرہ سے واپس آیا تو اس نے مجھے دیا۔ اور اصرار کیا کہ اس کا جواب آنا ضروری ہے۔ کیونکہ وہ میرے بھتیجوں میں سے ایک چہیتا بھتیجا ہے اور شیعوں کے رد میں جب میں نے قلم اٹھائی۔ تو سب سے پہلے یہی وہ آدمی ہے۔ کہ جس کے مجبور کرنے پر میں نے شیعوں کا رد لکھنا شروع کیا۔ میری اس تصنیف میں اس کا گراں حصہ ہے اللہ تعالیٰ اس کے اس نیک مشورے اور اصرار کو قبول فرمائے اور میری کتاب سے اس کو حصہ وافر عطا فرمائے جو کہ اس کے لیے بخشش کا ذریعہ بنے۔ آمین

راقم نے اس میں درج شدہ اعتراضات کا مطالعہ کیا۔ تو معلوم ہوا کہ مولوی عبدالرحیم رافضی نے تقریباً تمام اعتراضات بے سند وجہ سے حوالہ لکھے۔ جو اس کے ناپاک ذہن کی پسندوار ہیں۔ اس لیے ایسے لایعنی اور اختراعی اعتراضات کا جواب دینے کی چنداں ضرورت نہیں۔ ہاں چند اعتراضات جو الاستیعاب اور جذب القلوب سے ذکر کیے گئے۔ اگرچہ وہ نامکمل ہیں۔ لیکن کچھ نہ کچھ ان کا ذکر ان کتب میں ہے۔ ان کا جواب انشاء اللہ بھرپور طریقہ سے پیش کیا جا رہا ہے۔ اور سرے سوالات کا بھی بقدر ضرورت جواب دیا جاسکا۔

دشمنان امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور بدخواہان خلیفہ برحق اگرچہ ہر دور میں

بکثرت ہوئے ہیں۔ لیکن دورِ حاضر کا سب کا سر کردہ لیڈر نام نہاد سنی اور مکروفریب کامرشدانہ لبادہ اوڑھنے والا غلامِ محمود المعروف ”محدث ہزاروی“ ہے۔ اس کارات دن کا کچھونا ہی یہی ہے۔ کہ ہر طرفیہ سے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے لوگوں کو متنفّر کیا جائے۔ اس بد باطن کی ہرزہ سرائیاں ایک پمفلٹ ”دوبانی بغاوت یزید کے باپ معاویہ کے بحوالہ کارنامے،“ کے عنوان سے چھاپ کر تقسیم کیا گیا۔ اس کے آخر میں چند اشخاص کے نام اشاعت کنندگان کے طور پر لکھے گئے۔ اور خود پردے میں رہ کر اپنا بچاؤ کیا۔ لیکن اسی دشمن امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بیٹے ”غلام محی الدین“ نے اس کے اشتہار کے مندرجات کے بارے میں اس امر کی تصدیق کی کہ یہ سب کچھ میرے والد صاحب کی شب و روز کاوش کا نتیجہ ہیں۔

فقیر نے ”محدث ہزاروی“ کے مرتب کردہ اشتہار کے اعتراضات کا مسکت اور محقق و مدلل جواب ”دشمنانِ امیر معاویہ کا علمی محاسبہ جلد دوم“ میں تحریر کر دیا ہے۔ اس سنی نمارا رفضی نے اہل سنت کو دھوکہ دینے کی خاطر مختلف کتب اہل سنت سے تقریباً پوینچ گند حوالہ جات نقل کیے۔ جن کا حقیقت سے کوئی تعلق نہ تھا۔ بہر حال ان تمام کا بالترتیب جواب جلد دوم میں آپ ملاحظہ کر سکتے ہیں۔ ان اعتراضات اور مدلل جوابات میں مولوی عبدالرحیم دیوبندی رافضی کے اٹھائے گئے تقریباً تمام اعتراضات کا جواب بھی موجود ہے۔ علاوہ انہیں دشمنانِ امیر معاویہ کا علمی محاسبہ جلد اول کے مضامین جب آپ ملاحظہ کریں گے۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام اور امت کے اکابرین کے ایسے اقوال و ارشادات آپ کے سامنے آئیں گے۔ جو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل و مناقب پر مشتمل ہیں۔ ان کے مطالعہ کے بعد

عبدالرحیم رافضی کی کتاب ”دندائے حق“ میں درج باسٹھ عدد سوالات یا اعتراضات ہوا میں ذرے کی طرح اڑتے نظر آئیں گے۔ کتاب مذکور کے آخر میں لکھا۔ ”و جو میرے ان حوالہ جات کے بحوالہ جوابات دے گا۔ اس کو دس ہزار روپیہ پاکستانی بطور انعام پیش کروں گا، عجیب دھوکہ پر مبنی اعلان ہے۔ کہ جب لکھے گئے اعتراضات کا خود عبدالرحیم رافضی نے کوئی حوالہ درج ہی نہیں کیا۔ تو یہ باحوالہ اعتراضات کیسے ہو گئے؟ اور جن کے حوالہ جات نقل کیے وہ بھی چند کے سوا نامکمل ہیں۔ اس چیلنج کے مقابلہ میں ہم ابتداءً چیلنج کرتے ہیں کہ مولوی عبدالرحیم اپنے خود ساختہ باسٹھ اعتراضات میں مذکور روایات کا سند صحیح کے ساتھ حوالہ پیش کر دے۔ تو ہم اسے ایک لاکھ روپیہ پاکستانی بطور انعام دینے کا اعلان کرتے ہیں۔ لیکن نہ عبدالرحیم اور نہ اس کا ہم مشرف گرد و پیشوا محدث ہزاروی وغیرہ کوئی بھی اسناد صحیحہ کے ساتھ بحوالہ پیش نہیں کر سکتے۔

”محدث ہزاروی“ نے مذکورہ پمفلٹ میں جن اکابرین اہل سنت کے نام ذکر کیے۔ اور یہ متاثر دینے کی کوشش کی۔ کہ ان اکابرین کے نزدیک حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اچھی شخصیت کے مالک نہ تھے۔ انہی اکابرین نے دو ٹوک اور صریح الفاظ میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل و مناقب کا صدق دل سے اعتراف کیا ہے۔ ان اکابرین میں سے بہت سی جگہوں پر اٹھ حضرت فاضل بریلوی کا نام بھی تحریر ہے۔ حالانکہ احکام شریعت میں آپ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی شان میں پرمیگڑٹیاں کرنے والوں کو دو گلاب جن گلاب الہما ویدہ، دو زفی کتوں میں سے ایک کتا کہا ہے بمنقر یہ کہ ہمارے مذکورہ دونوں مجلدات میں ان دونوں رافضیوں کے اعتراضات

کے جوابات تقریباً دیئے جا چکے ہیں۔ اس لیے بار بار ان کے اعادہ کی ضرورت نہیں۔ تاہم عبدالرحیم رافضی کے من گھڑت اعتراضات کے جوابات جو ہم پیش کر رہے ہیں۔ ان میں سے جن کا حوالہ نقل نہ ہو گا۔ وہ ان دونوں مجلدات میں باحوالہ موجود ہیں۔ اور بعض کے حوالہ جات اگرچہ مذکور نہ ہوں گے لیکن وہ بھی میری تیسرہ حد و کتب میں موجود ہیں قارئین کرام اگر کسی حوالہ کے بارے میں پوچھیں گے۔ تو ان کی فرمائش پر انشاء اللہ حوالہ پیش کر دیا جائے گا۔ کچھ خاص اعتراضات جو عبدالرحیم دیوبندی نے باحوالہ لکھے ہیں۔ ان کی انشاء اللہ باحوالہ تردید ہوگی۔ جس سے آپ ان اعتراضات کی حقیقت تک پہنچ سکیں گے لیجئے عبدالرحیم دیوبندی کے بالترتیب اعتراضات اور ان کے جوابات! لیکن میں ضروری سمجھتا ہوں کہ مولوی عبدالرحیم دیوبندی کے باسطہ سوالات بعینہ ٹائٹل فوٹو صلیٹ کر کے اول میں لگا دوں تاکہ کسی کو شک و شبہ نہ ہو کہ دیوبندی اس قسم کے انتہائی گستاخانہ سوالات اور الزامات نہیں لگا سکتا کیونکہ علمائے دیوبند تو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے انتہائی مداح ہیں۔ لہذا وہ اس جیسے الزامات نہیں لگا سکتے۔ جیسا کہ مسلک دیوبند سے تعلق رکھنے والے ایک عالم فاضل نور حسین عارف خطیب جامع مسجد فضل فاروق آبادی محمد بخش گوجرانواری نے انتہائی تعجب سے کہا کہ وہ کونسا ایسا مولوی عبدالرحیم دیوبندی ہے۔ کہ جس نے یہ الزامات لگائے ہیں۔ کیونکہ میں اکثر علماء دیوبند کو جانتا ہوں۔ لیکن اس کے نام سے ناواقف ہوں۔ اس لیے میں مولوی عبدالرحیم کے رسالہ ندائے حق کو بمعین ٹائٹل کے یہاں لگا رہا ہوں تاکہ کسی کو شک و شبہ نہ رہے کہ مولوی عبدالرحیم دیوبندی کے یہ الزامات نہیں ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ ہی دندان شکن جوابات بھی تحریر کرتا جاؤں گا۔ تاکہ اہل حق انصاف کے ساتھ حق و باطل میں امتیاز کر سکیں۔

وَقُلْ جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ إِنَّ
الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا ۱۵۹ بنی اسرائیل ۸۱



اہل اسلام کی اہم معلوماتی درخواست
علماء و مشائخ کی آج تک کی فرد گداشت

نَدَائِے حَقِّ

کتاب و سنت و تاریخ کے رشتہ میں

تالیف

خادم علماء مفتی عبد الرحیم حنفی دیوبندی

مبلغ و مناظر اسلام خطیب لاہور۔ حال مال روڈ۔ سری

۱۔ حضرت علامہ شیخ الحدیث حافظ بلخ شیر حنفی

قادری، چشتی، نقشبندی، سہروردی، لاجوت لامکانی بلوچستان

۲۔ حضرت علامہ سید مہر حسین شاہ بخاری نقوی۔

مصنف کتب شہیرہ اسلامیہ

نہیں چھوڑی۔ انعام آیت ۲۸ خود ترجمہ والے قرآن سے پڑھ لیجئے۔ یہ قرآن فیصلہ کن کلام ہے۔ ۳ طارق آیت ۱۳ خود قرآن یا معنی سے پڑھ لیجئے۔ معاویہ صاحب لیک متنازعہ شخصیت ہیں۔ ان کی بغاوت کے حمایتی انکو صحابی کا تب و جی مجتہد جنتی بتاتے ہیں۔ اہل علم و تحقیق علماء و مشائخ کے نزدیک نہ صحابی نہ مہاجر نہ انصار بلکہ باغی اور مؤلفۃ القلوب کہتے ہیں۔

صحابی کی تعریف :- ۲۳ فتح آیت ۱۱۔ ۲۹۔ ۱۱۔ والذین معہ مسلمان ہو کر زندگی بھر ساتھ رہے۔ اس میں معاویہ نہیں۔ (۲) اشداء علی الکفار۔ کفار پر شدت والا ہوا اس میں بھی معاویہ نہیں۔ رجاء بیختم۔ آپس میں رحمدل ہو۔ اسمیں بھی معاویہ نہیں۔ امت رسول کی تعریف قرآنی :- والسابقون الاولون۔ دین ایمان میں سبقت والے من المهاجرین۔ مہاجرین میں سے ہو۔ والانصار۔ انصار میں سے ہو۔ والذین اتبعوكم باحسان رضی اللہ عنہم ورضی عنہ۔ معاویہ نہ صحابی نہ مہاجرین سے ہے۔ نہ امت رسول میں سے ہے۔ صحابہ کی تعریف سنت رسول سے۔ فرمان رسول ہے خیادکم فی الجاہلیۃ خیادکم فی الاسلام۔ جاہلیت میں جو خیاد تھے۔ وہ اسلام میں بھی خیاد ہی رہے۔ اس میں بھی معاویہ نہیں آتا۔

۱۔ وہ کون ہے جسے دو خلیفہ راشد سے بغاوت غدر اور دھوکہ کیا۔ اور دونوں کو شہید کیا۔ (امیر عامہ معاویہ)

۲۔ وہ کون ہے جس نے خلیفہ راشد سے دھوکہ فریب فساد دہمیں رکھ کر صلح کی مگر اسلام میں اسکی صلح برفساد اور غیر مشروع ہے۔ (امیر عامہ معاویہ)

۳۔ وہ کون ہے جسکی منافقانہ صلح کو زبان رسالت نے تاروا فرمایا۔ معاویہ نے خلیفہ راشد امام حسن سے منافقانہ صلح کی اسے حضور نے فرمایا۔ ہذہ علی دخن بل یفید۔ حدیث میں ہے۔ ہر صلح اسلام میں جائز ہے۔ سوائے اسکے کہ حلال حرام اور حرام کو حلال ٹھہرانے کا موجب بنے۔ ایسا کس نے کیا۔ (امیر عامہ معاویہ)

۴۔ وہ کون ہے جس نے اللہ رسول کے فرمان سے باغی بن کر خلافت راشدہ سے بغاوت کی اور اسی پر مرا۔ (امیر عامہ معاویہ)

۵۔ وہ کون ہے جسے علماء مشائخ اہلسنت نے اسلام سے پہلا باغی کہا۔ (امیر عامہ معاویہ)

۶۔ وہ کون ہے جس نے اللہ رسول سے باغی ہو کر دو خلیفوں سے بغاوت و خروج کیا۔ شرح عقائد لکھنوی نے اسے باغی کہا۔ (امیر عامہ معاویہ)

۷۔ وہ کون ہے جسے علامہ سعد الدین تغتازانی نے شرح مقاصد میں اسلام سے پہلا باغی خارجی کہا۔ (امیر عامہ معاویہ)

۸۔ وہ کون ہے جسے محقق علماء نے اسلام نے مشہور و معروف کتاب مجمع البحرین میں لکھا ہرگز ہرگز صحابی نہیں۔ (امیر عامہ معاویہ)

۹۔ وہ کون ہے جسے محمدی پریس میں پھنسی کتاب مرآۃ التحقیقات میں لکھا ہے۔ نہ خلیفہ نہ صحابی نہ مہاجر ہے۔ (امیر عامہ معاویہ)

۱۰۔ وہ کون ہے۔ جو سورۃ فتح کی صحابہ کی تین تعریفوں میں نہیں آتا۔ (امیر عامہ معاویہ)

۱۱۔ وہ کون ہے جس نے اپنے والد کے زنا پر پچاس گواہیاں لیکر باپ کے ولد زنا ترازی زیادہ کو قرآن سنت سے منکر ہو کر بھائی۔ وارث کیا۔ (امیر عامہ معاویہ)

۱۲۔ وہ کون ہے جسے حجر بن عدی اور انکے بارہ ساتھی صحابیوں کو ظلم سے قتل کیا جنکے حق حضور نے فرمایا انہی اللہ اور آسمان و ارض غضبناک ہونگے۔ (امیر عامہ معاویہ)

۱۳۔ وہ کون ہے جس نے حضور کی یہ حدیث سنی جسے علی کو گالی دی اس نے مجھے گالی دی اور جس نے مجھے گالی دی اس نے اللہ کو گالی دی ام سلمہ و دیگر صحابہ کے منہ کرتے پر باز نہ آیا۔ بدستور گالی اور لعن کرتا کرتا رہا۔ (امیر عامہ معاویہ)

۱۴۔ وہ کون ہے جسے علی کی گالیوں لعن طعن پر ام سلمہ اور صحابہ نے کہا تم علی اور اسے محبت کرنے والو نہ پر لعن طعن کرتے ہو اسمیں تو اللہ رسول بھی آتے ہیں۔ پھر بھی باز نہ

- آیا۔ (امیر عامہ معاویہ)
- ۱۵۔ وہ کون ہے جسے ابوالکلام آزاد نے ملت کے چار حرام زادے باغیوں کا سرغنہ قرار دیا۔ (امیر عامہ معاویہ)
- ۱۶۔ وہ کون ہے جس نے اپنے کافر متدیہ کو مرتے وقت وصیت کی کہ قح مکہ بدر احزاب و حدیبیہ کا بدلہ لینا مکہ مدینہ تباہ کرنا اور اسے ایسا ہی کیا (امیر عامہ معاویہ)
- ۱۷۔ وہ کون ہے جسکی ماں نے حمزہ کا بعد شہادت سینہ چیرا اور کلمہ چیا اور خود اسے علی اور اللہ رسول کو گالی دی اور لعن طعن کیا۔ (امیر عامہ معاویہ)
- ۱۸۔ وہ کون ہے جس نے آل و اصحاب سے باغیانہ جنگ کئے اور مرتے دم پٹروں کے تبرک کا قریب کیا اور بغاوت پر مرا۔ (امیر عامہ معاویہ)
- ۱۹۔ وہ کون ہے جس نے پچیس لاکھ کی رشوت دیکر امام حسن کو زہر دے کر قتل کر لیا اور اسکا الزام انکی بیگناہ بیوی جعدہ پر مشہور کیا۔ (امیر عامہ معاویہ)
- ۲۰۔ وہ کون ہے جس نے غلی سے ۹۹ باغیانہ جنگ کر کے انکی شہادت کا بندوبست مغرہ بن شعبہ کے ذریعہ کر کے قریب کیا اور یوں تو یوں نے شرمندہ کیا۔ (امیر عامہ معاویہ)
- ۲۱۔ وہ کون ہے جس نے آل رسول سے ۹۹ باغیانہ جنگ کر کے ایک لاکھ ستر ہزار صحابی مومن قتل کئے اور خدا کا خوف نہ کیا۔ (امیر عامہ معاویہ)
- ۲۲۔ وہ کون ہے جس نے حرم کعبہ حرم مدینہ کو ذنگل گاہ بنا کر لاتعداد مسلمان صحابی قتل کئے منبر رسول لجا کر گم کرنے لگا تو سورن کو گھن لگا دن کو تارے نظر آنے لگے۔ (امیر عامہ معاویہ)
- ۲۳۔ وہ کون ہے جس نے ایک بدری صحابی عمار کو جھین میں قتل کیا جس کے حق حضور نے متواتر حدیث میں فرمایا عمار کو باغی جہنمی گردہ قتل کریگا۔ (امیر عامہ معاویہ)
- ۲۴۔ وہ کون ہے جس نے خیر التابین اور اویس قرنی کو صفین میں قتل کیا جس سے امت کیلئے دعا کرانے کو حضور نے فرمایا تھا۔ (امیر عامہ معاویہ)
- ۲۵۔ وہ کون ہے جس نے عمر اور علی اور حسن اور عمار اور عائشہ اور اویس قرنی

- کو قتل کیا اور کر لیا (امیر عامہ معاویہ)
- ۲۶۔ وہ کون ہے جسے علی بہادر خان بی۔ ایس۔ سی علیگ نے ملت تباہ تخریب کا رو کا قائد اعظم قرار دیا۔ (امیر عامہ معاویہ)
- ۲۷۔ وہ کون ہے جس نے حافظ قرآن و سنت عبدالرحمان بن ابوبکر کو زہر دیکر اور ام المومنین عائشہ کو مہانی کے بہانے بلا کر گمناں قتل کر دیا اور محمد بن ابوبکر کو قتل کر کے گدھے کی کھال میں انکا قیمہ رکھ کر تیل ڈال کر جلا ڈالا۔ (امیر عامہ معاویہ)
- ۲۸۔ وہ کون ہے جسے اتنے قتل و ظلم پر امت کے بے بصیر علماء و ملانے صحابی بناتے مجتہد ٹھہراتے اور رضی اللہ پڑھتے ہیں۔ (امیر عامہ معاویہ)
- ۲۹۔ وہ کون ہے جو اسلام اور پیغمبر اسلام اور آل و اصحاب رسول کا جدی دشمن ہو کر بھی اصحاب رسول میں شمار کیا جاتا ہے۔ (امیر عامہ معاویہ)
- ۳۰۔ وہ کون ہے جس کے جادو سے امت مسلمہ کے علماء و مشائخ ایسے شمار میں ہیں کہ نساء آیت ۹۲ میں ہے کہ ایک مومن کے عمداً قتل کیلئے ہمیشہ کا جہنم ہے اس پر اللہ کا غضب و لعنت ہے اسکیلئے عذاب عظیم تیار ہے مگر اسکے ایک لاکھ ستر ہزار مؤمنوں کے قتل پر اس پر رضی اللہ پڑھی جا رہی ہے۔ (امیر عامہ معاویہ)
- ۳۱۔ وہ کون ہے جس نے خدائی منصوبہ خلافت جو مرکز ملت تھا کو تباہ کیا یہ ساری امت کی بدخواہی ہے جسکا ارتکاب کیا گیا۔ (امیر عامہ معاویہ)
- ۳۲۔ وہ کون ہے جسے ایڈورڈ گن سید امیر علی پریوی کو نسل کے نچ نے آرج ریل کہا۔ (امیر عامہ معاویہ)
- ۳۳۔ وہ کون ہے جس نے اللہ رسول کی نافرمانی اور بغاوت کی اللہ کا فرمان ہے انی جاعل فی الارض خلیفہ اس سے پہلا باغی کون ہے۔ (ایس شیطان)
- ۳۴۔ وہ کون ہے جس نے رسول اللہ کے فرمان علیکم بسنتی و سنت الخلفاء الراشدين المحدثین سے بغاوت کی۔ (امیر عامہ معاویہ)

۳۵۔ وہ کون ہے جو اللہ کے فرمان نفاذ والی تہی تہی کے زمرہ میں شامل واجب القتل ہے۔
(امیر عامہ معاویہ)

۳۶۔ وہ کون ہے جو رسول اللہ کے فرمان خلیفہ برحق سے باغی ہو قاضی ثوبہ بالیف کاٹنا من کان میں شمار ہوتا ہے۔ اسے تلوار سے قتل کر دیا جائے۔ (امیر عامہ معاویہ)

۳۷۔ وہ کون ہے جو خلیفہ راشد علی اور ان سے محبت والوں پر خطبہ جمعہ میں لعن طعن کرتا اور کرتا رہا۔
(امیر عامہ معاویہ)

۳۸۔ وہ کون ہے جو اپنی حکومت کے ستر ہزار دس منبروں پر علی اور اللہ رسول پر لعن طعن کرتا اور کرتا رہا۔
(امیر عامہ معاویہ)

۳۹۔ وہ کون ہے جس کیلئے حضور معلم و مقصود کائنات کافران ہے جو میرے صحابہ کو گال دے لعن طعن کرنے پر لغت کرو۔ ایسا کس نے کیا۔
(امیر عامہ معاویہ)

۴۰۔ وہ کون ہے جس نے سب سے پہلے انسانوں کو خصی کر نیک کام کیا۔ (امیر عامہ معاویہ)

۴۱۔ وہ کون ہے جس نے علی کو تارگت بنا کر اللہ رسول اور تمام مومنوں پر سب و شتم لعن طعن کیا اور کرایا

۴۲۔ وہ کون ہے جس نے اللہ رسول کے کافر اور ماں سے بدکاری کرنیوالے بیٹے یزید کو ولی عہد بنایا۔
(امیر عامہ معاویہ)

۴۳۔ وہ کون ہے جو قح مکہ کے دن پچھلے کفر کیساتھ اسلام میں مداخلت کو آیا اور جسکا ایمان بچنے سے ہے۔ قرآن نے ان لوگوں کیلئے کہا کہ کفر کیساتھ اسلام میں داخل ہونے اور اسی کفر کیساتھ اسلام سے نکل گئے۔
(امیر عامہ معاویہ)

۴۴۔ وہ کون ہے جسکے متعلق عبد اللہ بن بریدہ دو صحابیوں نے گواہی دی کہ اس نے شراب پی اور ہمو بھی دی۔ مسند احمد طبع ۵ ص ۳۴۷۔
(امیر عامہ معاویہ)

۴۵۔ وہ کون ہے جسکے متعلق عبد اللہ بن صامت صحابی نے مسجد میں اعلان سے کہا اس نے سود لیا اور کھایا وہ دوزخ میں لگے تک ہے۔
(امیر عامہ معاویہ)

۴۶۔ وہ کون ہے جس بدعت ازلی ابدی نے مغیرہ بن شعبہ کا غلام لولو کو خرید کر اس سے حضرت عمر کو قتل کرایا۔ مجمع البحرین طبع محمدی پریس دیوبند۔ (امیر عامہ معاویہ)

۴۷۔ وہ کون ہے جسکے مقدمہ پیشوا مسلم بن عقبہ مری اور اسکے اپنے فرزند یزید نے کہا سب جھوٹ ہے یہ فرشتہ آیا نہ وحی ہوئی۔
(امیر عامہ معاویہ)

۴۸۔ وہ کون ہے۔ یہ نفع ایمان والا جسکے زانی کافر باپ نے عثمان غنی سے کہا یزیدی بادشاہت ہے۔ میں نہیں جانتا مآشا جنت دوزخ۔ استیعاب ج ۲ ص ۴۸۹۔ (امیر عامہ معاویہ)

۴۹۔ وہ کون ہے جسکے مشہور و معروف ذاتی منافق باپ کو جب سے اسلام میں آیا منافقین کا ماوا ملجا اور جاہلیت میں زندگی تھا۔ استیعاب ج ۲ ص ۴۸۹۔ (امیر عامہ معاویہ)

۵۰۔ وہ کون ہے جس یافئی بغاوت ظلم و بدعت مبتدع کے دور حکومت کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ضلالت، ضلالت، ضلالت مصائب فتنہ و فساد قریا۔
خصائص کبریٰ طبع حیدر آباد ص ۲ ص ۱۱۶۔ (امیر عامہ معاویہ)

۵۱۔ وہ کون ہے جس کی باغی باطل ظالم سر یا فتنہ فساد حکومت کو رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ملکا عَصُو مَنَّا درندہ شاہی فرمایا خصائص کبریٰ طبع بیروت ج ۲ ص ۱۱۶۔ (امیر عامہ معاویہ)

۵۲۔ وہ کون ہے جس نے مرتے دم تک غیر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سب معرکوں کے بدے لینے کی بسر کردی مسلم بن عقبہ سب حراموں کو حلال جانے و ماننے والے صریح کافر بیٹے یزید کو حرم مکہ حرم مدینہ کو نمارت و تباہ کر نیکی وصیت کی (جذب القلوب) ص ۱۱۶۔ (امیر عامہ معاویہ)

۵۳۔ وہ کون ہے جس نے اپنے قطعی کافر بیٹے یزید کو حرمین شریفین کی تباہی کا مشورہ و حکم بطور وصیت دیا اور اسمیں اس منافق مسلم بن عقبہ کو اپنا سب سے بڑھک مدبر و معتمد کہا۔
(امیر عامہ معاویہ)

۵۴۔ وہ کون ہے جس میں ہزار وجوہ و اسباب کفر و نفاق پلٹے جانے کے باوجود

اسکے ملک حلال ملائے اللہ رسول سے بیگانے بن کر اسے صحابی بنانے اور اسپر رضی اللہ پڑھنے پڑھانے پر بضد ہیں۔

۵۵۔ وہ کون ہے جسے بغاوت پرست ملافوں نے محض باطل طور پر مجتہد بنا رکھا ہے۔ محقق علماء و مشائخ نے تصریح کی کہ وہ درجہ اجتماع تک نہ پہنچے تھے۔ (امیر عامہ معاویہ)

۵۶۔ وہ کون ہے جسکے اجتہاد کی منکر براہ راست خلیفہ راشد سے ہوئی حالانکہ ایسا اجتہاد قطعاً بغاوت اور کفر تک پہنچانے والا ہے جیسا ابلیس کا اجتہاد خلیفہ سے ہوا۔ (امیر عامہ معاویہ)

۵۷۔ وہ کون ہے جس نے بھونڈے اجتہاد سے قرآن تین رکعت کو ایک بنایا اور عبادت و اطاعت کے دو حصے برباد کر دیئے غاری شریف۔ (امیر عامہ معاویہ)

۵۸۔ وہ کون ہے جسکے ایک دتر کے معاملہ میں اجتہاد کو ملا خط کر کے ابن عباسؓ نے اسے گدھا کہا۔ طحاوی فیض الباری۔ (امیر عامہ معاویہ)

۵۹۔ وہ کون ہے جسے اجتہاد کے بغاوت کی اور خلیفہ راشد سے ۹۹ جنگ باغیانہ کئے ایک لاکھ ستر ہزار مومن حافظ قرآن و سنت قتل کئے ابو بکر صدیقؓ کی اولاد کو گدھے کی کھال میں رکھ کر جلادیا۔ مشکوٰۃ ص ۶۱۱۔ (امیر عامہ معاویہ)

۶۰۔ وہ کون ہے جسے حنفی تفسیر احکام القرآن نے آئمتہ الکفر سے لکھا اسکے باپ اذہ اسکے گروہ کو کہا۔ مِمَّنْ لَّمْ يُنْقِ قَلْبُهُ مِنَ الْكُفْرِ وہ کہ جن کے دل کو اللہ نے کفر سے پاک نہ کیا۔ (امیر عامہ معاویہ)

۶۱۔ وہ کون صاحب ہے جو اللہ رسول کے حکم دین و ایمان سے بغاوت کی بنا پر دین و ایمان سے خارج ہوا اور ملت میں تفرقہ کا موجب بنا۔ (امیر عامہ معاویہ)

۶۲۔ وہ کون صاحب ہیں جو ملت سے پہلے باغی ہیں اگر مسلمان انکے متعلق غلط فہمی رخ کر کے انہیں ملت سے پہلا باغی جانیں تو تفرقہ نہ رہے۔ (امیر عامہ معاویہ)

علماء مشائخ دانشور اور حکام متعلقہ کا فرض ہے اس تحریک بغاوت و

فساد کو بلا تاخیر ختم کرنیکا بندوبست کریں۔ ورنہ پھر نہ کوئی کہے غیر نہ ہوئی

اعلان عام :- ان علماء مفتیان کی جانب سے دس سال تک جو عالم عرب و عجم سے اند و لائل کا حوالہ بحوالہ رد جواب کرے مبلغ دس ہزار روپیہ پاکستان انعام کا مستحق ہے۔ جو نہ رد کر سکے نہ جواب دے سکے پھر بھی بغاوت ظالموں بدکاروں غلاموں کو صحابہ کرام میں رکھ کر انپر رضی اللہ پڑھنے سے نہ شرمائے نہ باز آئے تو اسے ہر مندی جاہل گمراہ اور اس کے اور باب من دون اللہ پر دس ہزار برس تک روزانہ صبح شام وہ جو اللہ نے اس سے پہلے خلیفہ سے باغی پر خود مقرر رکھی انی

یوم الدين والسلام على من اتبع الهدى من العالمين۔ ہم معلم و مقصود کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ان تمام آل و اصحاب پر قربان ہیں جن میں کوئی باغی نہ سود خور نہ شرابی نہ ناصبی نہ خارجی نہ ظالم نہ کافر نہ فاسق نہ منافق نہ زندیق نہ مرتد نہ گمراہ نہ زنیہ بلکہ خالص مومن ہر خیر و خوبی والے سابقین الاولون من المهاجرین والانصار والدين اتبعواهم باحسان رضی اللہ عنہم و رھو عنہ۔ وَاَعِزَّ لَهُمُ جَنَّتْ تَجْرِي تَحْتَهَا الْاَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا اِذَا ذُكِرَ الْفُورُ الْعَظِيمُ ۝ تَوْبَةُ آيَتِ ۱۰ اور انہی کی پیروی اور اقتداء کا حکم ہے۔ اُولَئِكَ الَّذِينَ هَدَى اللّٰهُ فَبِصَدِّاقِهِمْ اُقْتَدِهٖ ۝ ملک میں باغیانہ فساد کی جذبات کے عامانہ دفاع کا مواد اور ذخیرہ جن چیدہ علماء و مشائخ و فضلاء سے سوالات کے جوابات حاصل ہوئے۔

۱۔ اعلیٰ حضرت علامہ ابوالحسنات قدسی فاروقی مصنف مجمع البحرین محمدی پریس دیوبند انڈیا۔

۲۔ اعلیٰ حضرت علامہ مولانا محمد اکرام صاحب خطیب جامع کلیر شریف ضلع سہارنپور انڈیا۔

۳۔ اعلیٰ حضرت علامہ شیخ الحدیث حافظ بلخ شیر حنفی قادری چشتی نقشبندی سہروردی لاحوت لامکانی۔

- (۴) حضرت علامہ مولانا مفتی افضال الہی صاحب خطیب دربار محبت فقیر شریف بلوچستان
- (۵) حضرت الشیخ علامہ نظام الدین کیال شریف نزدشارداحال آزاد کشمیر۔
- (۶) حضرت صاحبزادہ عبدالرؤف صاحب سجادہ نشین درگاہ اجمیر شریف انڈیا۔
- (۷) حضرت علامہ سید ہر حسین شاہ بخاری نقوی مصنف کتب شہیدہ اسلامیہ
- (۸) علامہ حضرت علامہ محمد عبدالکریم کردی رئیس المدین والافتاء بغداد شریف عراق۔
- (۹) علامہ محمد قاضی قادری آزاد کشمیر خادم علماء و مشائخ
- (۱۰) خادم العلماء و مشائخ سید ابوالمحبوب سکندر شاہ حنفی قادری۔
- (۱۱) حضرت علامہ الدھر عبدالحمید خادم علماء مشائخ اہلسنت پاکستان۔
- (۱۲) یہ جوابات علی مقلد کتابوں سے ہم نے دیئے۔ خادم ملت پنج شیر مفتی عبدالرحیم
- حضرت علامہ سید ہر حسین شاہ سبزی نقوی۔

مولوی عبدالرحیم دیوبندی کے باسطح سوالات

سوال نمبر (۱)

وہ کون ہے جس نے دو ولیفہ راشد سے بغاوت کی اور ان کو شہید کیا۔

جواب: اس کا جواب ائمہ سوالات کے ضمن میں آ رہا ہے اور تحفہ جعفریہ جلد ۵ ص ۲۳ پر بھی موجود ہے۔

سوال نمبر (۲)

وہ کون ہے جس نے خلیفہ راشد سے دھوکہ فریب فساد دل میں رکھ کر صلح کی مگر اسلام میں اس کی صلح برفساد اور غیر مشروع ہے؟

جواب:

خلیفہ راشد سے مراد اس دیوبندی رافضی کی حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہما ہیں۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو اس نے ان کی شہادت کا ذمہ دار ٹھہرایا۔ یہ الزام بالکل بے بنیاد اور بے اصل ہے۔ درحقیقت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو شہید کرنے والا خود ان کا نام لیا اور ارادت مند

عبدالرحمن بن ملجم ہے۔ جس کا ملاحظہ ثبوت شیعہ سنی کتب میں موجود ہے۔ ہماری تصنیف دو شیعہ مذہب، میں بھی اس بارے میں حوالہ جات مذکور ہیں۔ امام حسن رضی اللہ عنہ کی شہادت کے متعلق کامل ابن اثیر کا ایک حوالہ ہی معترض کے لیے کافی ہے۔ امام حسین نے جب اپنے برادر بزرگ امام حسن رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ زہر دینے والے کا نام بتا دیں۔ تو امام حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ مجھے علم نہیں یہ عبارت درتحفہ جعفریہ جلد پنجم ص ۲۱۴ تا ۲۱۵ پر بالتفصیل موجود ہے۔ جب خود جن کو زہر دیا گیا۔ انہیں معلوم نہیں۔ کہ کس نے زہر دیا۔ یا معلوم تھا لیکن نہ بتایا۔ تو عبدالرحیم ایڈیٹر برادرز کو کہاں سے شیطانی الہام ہوا۔ کہ زہر دینے والے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ تھے۔ لہذا معلوم ہوا۔ کہ مذکورہ اعتراض من گھڑت اور لغو محض ہے۔

سوال نمبر (۳)

وہ کون ہے جس کی منافقانہ صلح کو زبان رسالت نے ناروا فرمایا معاویہ نے خلیفہ راشد امام حسن سے منافقانہ صلح کی اس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ هَذِهِ عَلَى دُخَانٍ۔ صلح اسلام میں جائز ہے۔ سوائے اس کے کہ حلال کو حرام اور حرام کو حلال ٹھہرانے کا موجب بنے۔ ایسا کس نے کیا۔؟

جواب:

عبدالرحیم رافضی نے بڑی چالاکی اور تبرا بازی سے دُرْهَنْ عَلَى دُخَانٍ کے مفہوم کو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر چسپاں کرنے کی ناپاک جرات کی۔ یہ الفاظ بخاری شریف میں ہیں۔ اور وہاں اسے مطلقاً عام لوگوں کے لیے علامات قیامت کے ضمن میں لکھا گیا۔ یعنی قیامت کی ایک علامت یہ ہوگی۔ کہ کچھ لوگ فساد پر صلح کریں گے۔ جیسا کہ آج کل ہو رہا ہے۔

سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق خود شیعہ کتب میں امام حسن رضی اللہ عنہ کا کلام موجود ہے۔ فرمایا۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ہم سے کوئی بد عہدی نہیں کی۔
الاخبار الطوال :

مؤرخین کہتے ہیں کہ امام حسن و حسین رضی اللہ عنہما نے امیر معاویہ کی پوری زندگی میں اپنے بارے میں کوئی برائی نہ دیکھی۔ اور نہ ہی کسی قسم کی خلاف طبع بات دیکھی۔ اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے بھی ان سے کی گئی کسی شرط کو ختم نہ کیا۔ اور نہ ہی اچھے سلوک کو ان سے جدا کیا۔ (اخبار الطوال ص ۱۲۲۵) اس کی مزید تفصیل ہماری کتاب ”تحفہ جعفریہ جلد پنجم ص ۱۹۷ تا ۲۰۰“ پر ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔

سوال نمبر (۴)

وہ کون ہے جس نے اللہ و رسول کے فرمان سے باغی بن کر خلافتِ اشدرہ سے بغاوت کی؟

سوال نمبر (۵)

وہ کون ہے جس کو علماء و مشائخ اہل سنت نے اسلام کا پہلا باغی کہا ہے؟

سوال نمبر (۶)

وہ کون ہے جس نے اللہ و رسول سے باغی ہو کر دو خلیفوں سے بغاوت و خروج کیا۔ اور شرع عقائد نسفی نے اسے باغی کہا؟

سوال نمبر (۷)

وہ کون ہے جس کو سعد الدین تفتازانی نے شرح مقاصد میں اسلام کا پہلا باغی خارجی کہا؟

جواب :

ان چاروں سوالات کا حاصل ایک ہی ہے۔ کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ

اسلام کے پہلے باغی ہیں۔ اور علماء و مشائخ اہل سنت نے انہیں اول باغی ہونے کی تصریح کی ہے۔ ہم اس بات کا جواب دو دشمنانِ امیر معاویہ کا علمی محاسبہ کی جلد دوم الزام میں تفصیل سے لکھ چکے ہیں۔ یہ اعترافات دراصل محدث ہزاروی کی پیروی ہیں۔ اور اس کے چہیتے تحت جگر عبدالرحیم نے بھی وراثت میں حاصل کیے۔ دونوں نے لفظ ”باغی“ سے من پسند معنی یعنی ”دکافر“ لے کر دھوکہ دینے کی کوشش کی۔ اور خباثتِ باطنی کا اظہار کیا۔ ہماری کتاب مذکورہ کی جلد دوم میں لفظ ”باغی“ سے یہاں علماء اہل سنت نے کیا مراد لیا وہ بیان کیا ہے۔ جس کا غلام یہ ہے۔ کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے پہلی بغاوت کی جس کا اجتہاد سے تعلق ہے۔ یعنی پہلی اجتہادی بغاوت کی پہل کی۔ اس بارے میں علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا ارشاد ملاحظہ ہو۔

فہج البلاغۃ :

امیر معاویہ کا اور میرا رب ایک، بنی ایک اور اسلام کی طرف دعوت دینا ایک ہے۔ اور نہ ہم دعوے کرتے ہیں۔ اللہ کے ساتھ ایمان لانے میں ان سے زیادتی کا اور نہ ہی نبی کی تصدیق میں زیادتی کا دعوے کرتے ہیں۔ اور نہ ہی وہ ہم پر زیادتی کا دعوے کرتے ہیں۔ البتہ الا مَرَّ وَاِحْدًا لِمَا اُخْتَلَفْنَا فِيهِ مِنْ دِمِ عَثْمَانَ وَفَصَحْنِ مِنْهُ بَرَاءً۔ یعنی ہمارا اختلاف مرت خون عثمان میں ہے۔ حالانکہ ہم اس سے بری ہیں۔ (فتح البلاغ مکتوب نمبر ۵ کتبۃ الی اہل الانصار)

قارئین کرام! امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا جن سے اختلاف ہے۔ وہ انہیں مسلمان اور صحابی سمجھتے ہیں۔ اور یہ چودہویں صدی کے انصافی امیر معاویہ کو

دجال منافق اور کافر تک کہنے سے نہیں چوکتے۔ دراصل یہ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے بھی دشمن ہیں۔ آج نہیں تو کل انہیں سمجھ آجائے گی۔ کہ ایک صحابی رسول اور کاتب وحی کے بارے میں ہم نے جو بحواسات کیے اور دین دنیا برباد کر بیٹھے کاش ہم ایسا نہ کرتے۔ میں بارہا پیر کیلانی سید باقر علی شاہ صاحب کے خواب کا تذکرہ کر چکا ہوں۔ ان سے امیر معاویہ کی شان میں لغزش ہوئی۔ رات خواب میں سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ امیر معاویہ اور علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہما کو دیکھا۔ آپ فرماتے ہیں۔ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ناراضگی میں مجھے مخاطب ہو کر ارشاد فرمایا۔ جھگڑا میرا اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تھا اس میں تمہیں دخل لینے کا کیا حق ہے۔ میں جب اس واقعہ پر غور کرتا ہوں۔ کہ اگر لغزش پر مطلع کرنا تھا تو اکیلے علی المرتضیٰ ہی خواب میں مطلع فرما دیتے۔ لیکن خواب میں تینوں حضرات کا نظر آنا دراصل اس طرف اشارہ تھا۔ کہ میری اور امیر معاویہ کی کوئی ذاتی دشمنی نہ تھی۔ ورنہ ہم دونوں اکٹھے کھڑے نہ ہوتے۔ اور دوسری بات یہ کہ جس طرح مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میسر ہے۔ اسی طرح امیر معاویہ بھی دیکھ لو حضور کے صحابی ہیں۔ ہماری لطائی صرف ایک اجتہادی خطا کی وجہ سے ہوئی تھی۔ ورنہ کوئی ذاتی عناد اور دشمنی نہ تھی۔ اس لیے لطائی ہونے کے باوجود ہم دونوں کا تعلق سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے جوں کا توں ہے۔ اور یہ بھی سمجھنا تھا۔ کہ ہم دونوں ایک ہی ہیں۔ تو ہم میں سے کسی سے عداوت اور بغیر کھنے والا دوسرا ہرگز دوست نہیں ہو سکتا۔ لہذا جو امیر معاویہ کو دکھ ہے اس مجھے اور آپ علیہ السلام کو دکھ پہنچتا ہے۔ صاحبِ خواب فرماتے ہیں۔ اس لغزش کی وجہ سے میرا روحانی فیض اس وقت تک بند رہا۔ جب تک علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی زیارت نہ ہوئی۔ زیارت کے بعد پھر ترقی شروع ہو گئی۔ نیز فرمایا کرتے ہیں کہ

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی مخالفت کا دم بھرنے والا کبھی بھی اللہ کا ولی نہیں ہو سکتا۔ اور یہ مشاہدہ کی بات ہے۔

باقی رہا عبدالرحیم دیوبندی کا یہ کہنا کہ علماء و مشائخ اہل سنت نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق یہ یہ کہا۔ تو ہم دریافت کرنے میں حق بجانب ہیں کہ اگر تمہاری مراد ان علماء و مشائخ سے وہ ہیں۔ جو تمہارے محکمہ اور محدث ہزاروی کے گروہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ تو ایسے علماء مشائخ اللہ رسول کے حکم کے مخالف اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ دشمن ہونے کی وجہ مردود ہیں۔ اور اگر مراد ائمہ اربعہ اور ان کے تبعین ہیں۔ اور وہ حضرات کہ جن کی علمیت اور مشائخیت پر امت کا اجماع و اتفاق ہے۔ تو یہ تمہارا بہت بڑا بہتان ہے۔ کیونکہ دورِ قریب کے ایک عظیم عالم اور شیخ اور ولی کامل علامہ امام یوسف نبہانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ”دشمنان امیر معاویہ“ کے صفحہ ۲۶۲ سے ۲۹۶ تک حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں امت کے عظیم دینی و روحانی پیشواؤں کا ہر عقیدہ پیش کیے ہیں۔ مثلاً امام طحاوی، غزالی، قاضی عیاض، غوث پاک، شیخ سہروردی، امام ابن ہمام، امام شعرانی اور ابن جریر رحمۃ اللہ علیہم جمیع۔ جن کا ذکر کرنا باعث طوالت ہے۔ ہم نے ان ائمہ حضرات کی کچھ عبارات اپنی کتاب ”دشمنان امیر معاویہ رضی اللہ عنہ“ کا علمی محاسبہ کی جلد اول باب اول میں درج کی ہیں۔ وہاں ملاحظہ کر لی جائیں ان ائمہ و مشائخ کے نظریات سے ہٹ کر نظریہ قائم کرنا دو ممکن شدتیں شد فی النار، کے مصداق ہے۔ لہذا عبدالرحیم دیوبندی خود اپنے بارے میں کچھ فیصلہ کر لے کہ وہ اپنی تحقیق کے بل بوتے پر کدھر جا رہا ہے؟

سوال نمبر (۸)

وہ کون ہے۔ جسے محقق علماء اسلام نے مشہور و معروف کتاب مجمع البحرین

میں لکھا ہرگز ہرگز صحابی نہیں؟

جواب:

”مجمع البحرین“ کا مصنف جسے عبدالرحیم دیوبندی نے محقق اسلام کہا ہے یہ کون ہے۔؟ اور کس مکتبہ فخر سے تعلق رکھتا ہے؟ اس کا تعارف خود اس کے الفاظ سے آخر میں یوں درج ہے۔ ”وہ ابوالحسنات قدسی فاروقی مصنف، مجمع البحرین محمدیہ پریس دیوبند انڈیا“ اس محقق اسلام کا نام ہم نے پہلی مرتبہ سنا ہے۔ اور یہ یقیناً عبدالرحیم کی طرح رافضی محقق ہے۔ اور اس کا پیشوا نظر آتا ہے۔ جس کا اہل بیت سے کوئی تعلق نہیں۔ جس طرح عبدالرحیم جو اپنے آپ کو دیوبندی مفتی کہلاتا ہے۔ کا اہل سنت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اگر ان دونوں کا اہل سنت سے تعلق ہوتا۔ تو سب سے پہلے ان کی نظر احادیث نبویہ پر پڑتی۔ اور دیکھتے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں کیا تعریفیں کیں فرماتے ہیں۔ اور پھر آثار صحابہ اور تابعین کرام کے ارشادات دیکھے جاتے۔ لیکن جب آنکھوں پر عداوت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی عینک چڑھالی ہو۔ تو پھر ان کے اوصاف کہاں نظر آئیں گے۔ ”الاستیعاب“ میں سے (جیسا کہ اگلے صفحات پر آ رہا ہے) کہ اس رافضی کی امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر نظر پڑ گئی۔ لیکن فضائل و مناقب والی احادیث سے آنکھیں موند لیں۔ کتاب مذکور سے ایک حدیث ملاحظہ ہو۔

الاستیعاب:

عن الحارث بن زیاد عن ابي اهرم السماعي انه سمع عرابا بن سارية يقول سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول

اللَّهُمَّ عَلِّمْ مَعَاوِيَةَ الْكِتَابَ وَالْحِسَابَ وَ قِهِ الْعَذَابَ۔

والا استیعاب جلد سوم ص ۲۰۱ بر حاشیہ الاصابہ حرف میم قسم اول بیروت

ترجمہ: عراب بن ساریہ صحابی رسول کہتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ دعا کرتے سنا۔ اے اللہ! معاویہ کو کتاب و حساب سکھا۔ اور عذاب سے بچا۔

گویا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے لیے جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائی کہ اگر دنیا میں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے کوئی خطا، سرزد ہو گئی ہو تو اے اللہ! اسے معاف فرما دینا۔ اور انہیں عذاب دوزخ سے رہائی عطا فرما کر جنت میں داخل فرما نا۔ بخاری شریف سے ایک روایت بھی ملاحظہ فرمائیں۔

بخاری شریف:

عن ابن ابي مليكة قال اوتر معاوية بعد العشاء بركعة وعنده مؤلى لابن عبياس فأتى ابن عبياس فقال دعه فإنه قد صحب رسول الله صلى الله عليه وسلم..... حدثنا ابن ابي مليكة قيل لا ابن عبياس هل لك في أمير المؤمنين معاوية فإنه ما أوتر إلا بواحدة قال أصاب إنه فقيه۔ بخاری شریف جلد اول ص ۵۳۱ پارہ ۳ ذکر معاویہ رضی اللہ عنہ۔

ترجمہ:

ابن ابی ملیکہ روایت کرتے ہیں۔ کہ عشاء کے بعد امیر معاویہ نے ایک رکعت وتر پڑھا۔ اس وقت حضرت عبداللہ بن عباس کے ایک آزاد کردہ غلام (ابن کریب) وہاں موجود تھے۔ وہ ابن عباس کے پاس آئے۔ اور واقعہ بیان کیا۔ اس پر ابن عباس نے فرمایا۔ ان پر اعتراض نہ کرو۔ چھوڑ دو۔ کیونکہ انہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا شرف حاصل ہے۔..... ہمیں ابن ابی ملیکہ نے کہا۔ کہ حضرت ابن عباس کو کہا گیا۔ کہ امیر المؤمنین حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ صرف ایک رکعت وتر ادا کیا ہے۔ کیا تم اس بارے میں کچھ اُن کے متعلق کہنا چاہو گے؟ فرمایا۔ انہوں نے جو کیا ٹھیک کیا ہے۔ وہ فقیہ ہیں۔

ان دو عدد حوالہ جات سے معلوم ہوا۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے لیے قرآن کے علم کے حصول کی دعا فرمائی۔ دوزخ سے بچانے کی اللہ سے درخواست کی۔ کیا کسی کا فرمایا منافق کے بارے میں اللہ کا رسول ایسی دعائیں کرتا ہے؟ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی ذات پر الزام دھرنے والا درحقیقت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا دل دکھانے کی باتیں کرتا ہے۔ جس کا انجام وہ خود سمجھ لے۔ پھر جبرالامت رأس الفقہاء من الصحابة حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ جن کی صحابیت، نقاہت اور اصابت رائے کی دو ٹوک انداز گواہی دیں۔ ان کے صحابی ہونے کا انکار کرنے والے عبدالرحیم، محدث ہزاروی اینڈ کمپنی ایسے اذلی بدبختوں کی کون سُننے گا۔ کہاں پڑی اور کہاں پڑی کا شور یہ اسی حکم سے تعلق ہے۔

مجمع البحرین کے مصنف کا جسے بڑے طعناق سے ”محقق اسلام“ لکھا گیا۔ یہ سب لوگ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے تلعین کی ہم سری بھی نہیں کر سکتے۔ اور نہ ہی اس قابل ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان گمراہوں کی گمراہی اور مائدوں کے حسد سے ہم سب مسلمانوں کو محفوظ رکھے امین۔

سوال نمبر (۹)

وہ کون ہے جسے محمدی پریس میں بھیجی کتاب مرآة التحقیق نے لکھا کہ وہ غلیفہ نہ صحابی اور نہ ہاجر ہے؟

جواب:

ازلی بدبختی کا اندازہ کریں۔ کہ ”محمدی پریس“ میں کسی کتاب کا چھپ جانا کتاب کی صداقت کی دلیل ہے۔ اور پھر مرآة التحقیق کتاب کا نام لکھا۔ نہ معلوم اس کا مصنف کون ہے۔ کس مکتبہ فکر سے تعلق رکھتا ہے۔ اس کا منہ مبرا کیا ہے جس پر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے صحابی، غلیفہ اور ہاجر ہونے کی نفی موجود ہے؟ چوروں کی طرح بے نام و نشان بات کر کے اُسے اُن حضرات کے مقابلہ میں پیش کرنا جن کی شخصیت مسلم اور جن کی علمیت پر دنیا کے اسلام متفق ہے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ وہی ہیں۔ جنہوں نے اپنی بخاری شریف میں ہر حدیث درج کرنے سے قبل روضۃ رسولؐ پر استخارہ کیا۔ اور پھر اس سے جو ایک حدیث ہم گزشتہ سطور میں پیش کر چکے ہیں۔ اُن کی طرف سے مروی ہے۔ جو صحابی رسول، فقیہ اور مجتہد ہیں۔ اب غور طلب امر یہ ہے۔ کہ ایک طرف بخاری شریف اور دوسری طرف ”مرآة التحقیق“ ایک طرف حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور دوسری طرف ”دالہ الحسناات قدسی فاروقی“ اس تقابل سے ہر ذی شعور یہی فیصلہ کرے گا۔ کہ بخاری شریف اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول

ہی معتبر ہے۔ لیکن کیا کیا جائے۔ کہ عبدالرحیم دیوبندی رافضی کو بخاری شریف کا نام کب گوارا ہے۔ اُسے اپنے جیسے دجال اور کذاب اچھے لگتے ہیں۔

کند ہم جنس باہم جنس پرواز

کبوتر با کبوتر زار با زار

سوال نمبر (۱۰)

وہ کون ہے جو سورہ فتح کی صحابہ کی تین تعریفوں میں نہیں آیا؟

جواب اول،

صحابی کی تعریف اجماع امت کے مطابق یہ ہے۔ جس نے ایمان کے حالت میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی ہو اور اسلام پر بھی اس کا ہوا ہوا ہو، اس تعریف کے مطابق حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کامل صحابی ہیں۔ کیونکہ آپ نے ایمان بھی قبول کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت بھی نصیب ہوئی۔ اور ایمان پر بھی انتقال فرمایا۔ ان اوصاف پر کتب احادیث اور کتب سیرت بھری پڑی ہیں۔ ایمان لانے کے ساتھ آپ کو وحی کی کتابت کی ذمہ داری بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سپرد کی تھی۔ بلکہ علامہ ابن حجر مکی ”طہر الجنان“ میں ص ۱۲ پر لکھا ہے ”و صاحب ستر معاویہ بن سفیان۔“

فَمَنْ أَحْبَبَهُمْ فَقَدْ نَجَى وَمَنْ أَبْغَضَهُمْ فَقَدْ هَلَكَ یعنی حدیث پاک میں آیا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کے محبوبوں میں سے گیارہ آدمی یہ بھی ہیں۔ عبدالرحمن بن عوف، ابو عبید بن جراح، طلحہ، زبیر، سعد بن ابی وقاص، سعید بن زید، چاروں خلفاء راشدین اور آخر میں فرمایا۔ میرا رازدان حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بن سفیان۔ جس نے ان سے محبت کی وہ نجات پا گیا۔ اور جس نے ان سے نفرت رکھا وہ ہلاک ہوا۔ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں

کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے امیر معاویہ کو اپنا رازدان کیوں بنایا؟ کبوتر کا پتہ؟ وَ أَحَبُّنَا عَلَى الْأَسْرَارِ إِلَهُيَّةٌ وَالشَّنَزِيلُ الرَّحْمَةُ نَبِيَّةٌ اس لیے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ آپ (کی وحی) کے کاتب تھے۔ امیر اللہیہ کے امین تھے۔ اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے اترنے والے احکام کے رازدان تھے۔

اب جبکہ صحابی کی تعریف اس سے زیادہ فضیلت حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو بارگاہ رسالت سے حاصل ہے۔ تو پھر عبدالرحیم وغیرہ کا سرے سے ان کی صحابیت کا انکار کرنا۔ اور صحابی کی تعریف سے انہیں خالی قرار دینا کون تسلیم کرے گا۔ ہم نے صحابی کی جو تعریف ذکر کی ہے۔ وہ امت کے علماء کی متفقہ ہے۔ لیکن اس کے مقابلہ میں عبدالرحیم دیوبندی رافضی نے صحابی کی اپنی طرف تین تعریفات وضع کیں۔ اور پھر ان کی وجہ سے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو دو صحابیت سے نکالنے کے لیے بہت بڑا دھوکا دینے کی کوشش کی۔ یہ اس کی یا تو انتہائی حماقت و حماقت ہے۔ یا پھر بہت بڑی ہکاری حقیقت یہ ہے۔ کہ وہ صحابی کی تین تعریفیں کسی نے نہیں کیں۔ اور نہ ہی سورہ فتح میں صحابی کی تعریفوں کا ذکر ہے ہاں سورہ فتح کے آخری کئی صحابہ کرام کی تین صفات اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمائیں۔

۱۔ اَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ ۲۔ رَحِمَاءُ بَيْنَهُمْ ۳۔ تَرَكَهُمْ رُحَمَاءُ يُحِبُّونَ فَضْلًا مِنْ رَحْمَتِهِمْ وَرِضْوَانًا۔ یعنی کفار کے لیے بڑے سخت الپس میں نہایت نرم دل اور بکثرت نماز سے اللہ تعالیٰ کا فضل و رضا چاہنے والے ہیں۔ ان میں صفات کو صحابی کی تین تعریفیں قرار دینا کوئی جاہل بھی اسے نہ کرے گا۔ اگر عبدالرحیم رافضی ان صفات کو تعریفات سمجھتا ہے۔ تو پھر اس جاہل کو جب صفت اور تعریف کا فرق ہی معلوم نہیں تو

اس کے الزامات و سوالات کا اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ کہ وہ کیا وقت رکھتے ہوں گے۔ اگر بغیر محال ان صفات کو تعریفیات ہی سمجھ لیا جائے تو پھر اسی سورت میں اور بھی صحابہ کرام کی صفات آئی ہیں مثلاً اَلَّذِيْنَ يُبَايِعُكَ مِنْكُمْ اَخْتَمَا يُبَايِعُكَ اللهُ اَلَيْسَ بِشَيْءٍ مِنْكُمْ جَنَاحُ رَجُلٍ يَشْفَعُ عِنْدَ رَبِّهِمْ اُولَٰئِكَ يَفْعَلُ اللهُ بِمَنْ يُشَاءُ وَيَرْحَمُ مَنْ يَشَاءُ وَهُوَ غَافِلٌ عَنِ الَّذِيْنَ يُضِلُّ لِقَاعُهُمْ هَلْ يُفْعَلُ الْيَقِيْنُ اللهُ تَعَالٰی سے بیعت کی۔ انہوں نے یقیناً اللہ تعالیٰ سے بیعت کی۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کا شرف جو اللہ نے اپنی بیعت سے تعبیر فرمایا۔ صحابہ کرام کو یہ صفت صلح حدیبیہ کے موقع پر عطا ہوئی۔ اور جو اس واقعہ میں شریک نہ تھے یا بعد میں مشرف یا سلام ہوئے۔ وہ اس صفت سے محروم رہے۔ لہذا ان میں سے کسی کو اس صفت سے محرومی کی بنا پر دو صحابی۔ کہنا درست نہ ہوگا۔ حالانکہ ہزاروں صحابہ کرام اس صفت کے بغیر بھی صحابی ہوئے۔ جن پر قرآن گواہ ہے۔ فتح مکہ کے دن اتنا ہجوم تھا۔ جو مشرف باسلام ہونا چاہتے تھے جن کے بارے میں قرآن کریم نے فرمایا۔ اِذَا جَاءَ دُخْرُ اللهِ وَ الْفَتْحُ وَكَانَتِ النَّفْسُ يَدْخُلُ الْوَنُفْسُ فِيْ جَنِّ اللهِ اَخْوَا اِجَابَ اللهُ تَعَالٰی کی طرف سے فتح و نصرت آگئی تو آپ لوگوں کو فوج در فوج دین میں داخل ہوتے دیکھا۔ اس کی وجہ یہ تھی۔ کہ یہودیوں نے لوگوں کو کہہ رکھا تھا۔ کہ اگر یہ غزوات مسیحی بغیر ہوتے۔ تو یہ مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کریں گے۔ پھر مکہ کو فتح کریں گے یہ سب باتیں ہماری کتابوں میں درج ہیں۔ لوگوں نے ان کی پیش گوئی یاد رکھی ہوئی تھی۔ اور آپ کی صداقت کے بارے میں اس کے پورا ہونے کے منتظر تھے جو نہی مکہ فتح ہوا۔ تو لوگوں کا ٹھاٹھیں مارتا سمندر حلقہ بگوش اسلام ہو گیا۔ وہ سب صحابی بن گئے۔ اگر سورہ فتح میں مذکور صفات کو صحابی کی تعریف، قرار دیا جائے۔ تو اتنی بڑی تعداد صحابیت سے محروم ہو جائے گی۔ اس سے آپ حضرت

کو معلوم ہو گیا ہوگا۔ کہ عبدالرحیم دیوبندی کا امیر معاویہ سے بغض و حسد نے کہیں کا نہ رہنے دیا۔ ان کی صحابیت کی انکار کے طریقہ نے ہزاروں لاکھوں صحابہ کرام کو صحابیت سے نکال دیا۔ یہ نتیجہ بغض و حسد کے علاوہ صفت اور تعریف میں فرق و امتیاز نہ کرنے کی بنا پر ہوا۔ گویا جہالت و حسد و بغض نے بے ایمان کر دیا۔ (والعیاذ باللہ)

دوم جواب:

جو کچھ اوپر لکھا گیا۔ وہ دراصل عبدالرحیم کی جہالت کی تصویر تھی۔ اب ہم اس طرف آتے ہیں۔ کہ کیا مذکورہ تین صفات حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ میں موجود نہ تھیں۔؟ آئیے واقعات و حقائق سے اس کی تحقیق پیش کریں۔

۱۔ کفار کے لیے نہایت سخت۔ جب ہم فتح قسطنطنیہ پر نظر ڈالتے ہیں۔ تو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اس صفت کے اعلیٰ موصوف نظر آتے ہیں۔ ورنہ یہ فتح حاصل نہ ہوتی۔ میری کتاب تحفہ جعفریہ جلد ۵ ص ۳۹۱ تا ۴۰۰۔

میں اس کی تفصیل موجود ہے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے بہت زیادہ اصرار کے بعد حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے اس جنگ کی اجازت لی۔ ۲۸ھ میں یہ جنگ لڑنے کے لیے خود بنفس نفیس امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اس میں شریک ہوئے۔ بخاری شریف میں آیا ہے۔ وجبت لہم یعنی جنگ قسطنطنیہ میں شریک ہونے والے مسلمانوں کے لیے جنت واجب ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا۔ کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ کی صفت بدرجہ اتم موجود تھی اور یہ کہ آپ جنتی مسلمانوں کے سپہ سالار تھے۔ علاوہ ازیں امام شعرائی نے لکھا۔ کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی جنگ اور دوسری جنگوں میں فتح کی

بدولت ہزاروں غیر مسلم مشرف باسلام ہوئے۔ ان کا اسلام پھر ان کی آنے والی نسلوں کا اسلام یہ سب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے نامہ اعمال میں جاتا ہے۔ بہر حال اس کثیر تعداد فتوحات کے حامل شخص کو اگر کوئی بد بخت کہے۔ کہ وہ کافروں کے لیے سخت گیر نہ تھا۔ تو اس سے بڑا حقیق کوں ہو سکتا ہے۔

۲۔ آپس میں نہایت مہربان۔ رافضی نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ میں اس صفت کے پائے جانے کا انکار کیا۔ جس کا مطلب یہ ہوا کہ تمام صحابہ کرام تو معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ پیار و محبت سے پیش آتے تھے۔ لیکن یہ اُن کے ساتھ سخت رویہ رکھتے تھے۔ کیا حقیقت یہی ہے گذشتہ اوراق میں آپ نے جو کچھ پڑھا۔ اُس کے پیش نظر اگر یہ بد بخت رافضی، قرآن کریم، اقوال و ارشادات رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم، معقرات صحابہ کرام سے تعلقات اور علی المرتضیٰ رحمہ و حسنین کریمین کا امیر معاویہ کے ساتھ تعلق پر ایک نظر ڈالتا۔ تو اسے سب کچھ واضح ہو جاتا۔ رسول اللہ نے دعا فرمائی۔ اے اللہ! معاویہ رحمہ کو ہادی و مہدی بنا۔ اے اللہ! امیر معاویہ کو کتاب کا علم فرمایا۔ جہنم کی آگ سے اسے محفوظ رکھ۔ اور کتابت وحی کی ذمہ داری کو بھی سامنے رکھا جاتا۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ان کو اپنا راز دان بنانا بھی پیش نظر رہتا۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بوقت انتقال حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ناخن شریف انھوں پر رکھنے کی وصیت کرتا اور چادر مبارک میں کفن اپنے کی وصیت یہ سب باتیں اس رافضی کے پیش نظر ہوتیں۔ تو ”رحماء بینہم“ کا قطعاً انکار نہ کرنا۔ یہ باتیں اور یہ وصیتیں دو دشمن باہم نہیں کیا کرتے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے۔ کہ میرے سسرال کو بُرا مت کہو۔ کیا امیر معاویہ سسرال رسول سے باہر ہیں؟ کیا آپ کی زوجہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا

امیر معاویہ کی حقیقی بہن نہیں؟ ادھر اس رافضی کی بکواس اور ادھر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات ہذا معلوم ہوا کہ امیر معاویہ میں ”رحماء بینہم“ کی صفت کامل اور اتم طور پر بھی موجود تھی۔ حضرت علی المرتضیٰ کے ساتھ اجتہادی خطا کی وجہ سے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی جنگ فرور ہوئی۔ لیکن یہ جنگ ”رحماء بینہم“ کے خلاف نہیں ہے۔ اگر واقعی یہ جنگ بغاوت تھی۔ تو دونوں طرف کے مقتولین کو حضرت علی المرتضیٰ شہید کیوں فرماتے؟ شیعہ سنی دونوں مکتبہ فکر کی کتب میں موجود ہے۔ کہ علی المرتضیٰ کی شہادت کے بعد امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا ذکر سن کر آنسو بہا یا کرتے تھے اور اوصاف بیان کرنے والوں کو انعام دیا کرتے تھے۔ اور پوچھتے کہ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ایسے ہی تھے جیسا کہ تم نے ان کی صفات بیان کیں۔ جیسا کہ امامی صدوق ص ۳۷۱۔ المجلس الحادی والتسعون وغیرہ کتب اہل سنت میں بھی موجود ہے۔ باقی رہی علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی اولاد تو تحفہ جعفریہ جلد پنجم ص ۲۰۰ میں اس کی وضاحت تفصیل مذکور ہے۔ کہ حسنین کریمین نے فرمایا کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ہم سے جتنے وعدے کیے۔ ان کو ایفا فرمایا اور خود رافضیوں کی کتابوں میں مذکور ہے۔ کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سونے کے ہر سال دس ہزار دینار بطور نذرانہ امام حسین کو پیش کیا کرتے تھے۔ اس کے علاوہ ہر قسم کے میوہ جات اور اجناس خوردنی بھی دیا کرتے تھے۔ مقتل ابی مخنف ص ۵ پر یہ مذکور ہے۔ ان تمام باتوں سے قطع نظر صرف یہ ایک بات ہی دیکھی جائے۔ کہ حسنین کریمین نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی رضا و رغبت بیعت کی۔ اور تادمِ آخر اس پر قائم رہے۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ کہ حسنین کریمین ایسے شخص کی بیعت کر لیا۔ جو فاسق و فاجر نہیں بلکہ سرے سے مسلمان ہی نہیں؟ یہی امام حسین رضی اللہ عنہ کے کر بلا کے میدان میں سب کچھ قربان کر دیا۔ لیکن یزید کی بیعت پر راضی نہ ہوئے

کیونکہ انہیں اپنے والد ماجد کی یہ آخری وصیت یاد تھی۔ وَأَمْرُوا بِالْمَعْرُوفِ
وَأَنْهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ کو بافتہ سے مت چھوڑنا۔ اگر تم نے اس پر عمل نہ کیا۔
تو تم پر ایسے ظالم حاکم مسلط ہو جائیں گے۔ کہ تم دعا کرو گے۔ مگر وہ قبول نہ ہوگی۔
بخارج البلاغہ

قارئین کرام! حسنین کریمین نے امیر بالمعروف پر عمل کرتے ہوئے حضرت
امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو امت کا خیر خواہ، حقیقی مسلمان سمجھا تھا۔ تو بیعت کی تھی۔ غلامِ کلام
یہ کہ عبدالرحیم رافضی بے چارے کو صحابی کی تعریف ہی سمجھ نہ آئی۔ اور صفت
کو تعریف سمجھ بیٹھا۔ علاوہ ازیں اس نے جن صفات کو صحابی کی تعریف
قرار دے کر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو مصیبت سے نکالنے کے لیے قہری
کیا۔ اس میں بھی اس نے بددیانتی کا خوب مظاہرہ کیا۔ اور اسے واضح نہ کیا۔ بلکہ
گول مول کر گیا۔ یہ اس لیے مہاکر اہل عقل و فہم پر غور نہ کر سکیں۔ اور اس کی حقیقت
کو نہ پہچان سکیں حقیقت یہ ہے۔ کہ جن صفات کا اس رافضی نے امیر معاویہ
میں موجود ہونے کا انکار کیا۔ وہ اُن میں کامل طور پر موجود تھیں۔ رہا رضی اللہ عنہ،
کا معاملہ تو قرآن کریم نے ارشاد فرمایا۔ وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُم بِإِحْسَانٍ
رَّضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ۔ چلے رکوع ۷۲) وہ لوگ جن کا نام ولین
مہاجر و انصار میں نہیں آتا۔ لیکن انہوں نے ان کی اتباع کی۔ تو ان سب سے
اللہ راضی ہے اور وہ اللہ سے راضی ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث حضرت
علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے اقوال، حسنین کریمین کی بیعت وغیرہ یہ وہ امور ہیں۔ جن سے
ثابت ہوتا ہے۔ کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ میں مذکورہ تینوں صفات
موجود ہیں۔ آخری صفت یعنی رکوع و سجود میں رہنا اور اللہ تعالیٰ کی خوشنودی
حاصل کرنا اس کی تفصیل میری کتاب تحفہ جعفریہ جلد ۵ ص ۲۷۷ میں گزر چکی ہے جس سے

واضح طور پر پتہ چلتا ہے۔ کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے شب و روز کس طرح بسر
ہوتے تھے۔ شیعہ مؤرخ نے بھی اس کی تصدیق کی ہے۔ کہ حضرت امیر معاویہ
کی ایک ساعت بھی ایسی نہ تھی۔ جو رضائے الہی کے بغیر گزری ہو۔ آپ اللہ تعالیٰ
کی مخلوق پر نہایت رحم دل تھے۔ اور خوفِ خدا سے آپ کا دل لبریز تھا۔

(فاعتبروا یا اولی الابصار)

سوال نمبر (۱۱)

وہ کون ہے جسے اپنے والد کے دنا پر پچاس گواہیاں لے کر باپ کے
ولد الزنا (حرامی) زیاد کو قرآن و سنت سے منکر ہو کر بھائی اور وارث بنایا؟

جواب:

اس اعتراض کی مفصل بحث ہماری اسی کتاب میں موجود ہے جو ردی
کے پہلے اعتراض کے جواب میں وہاں ملاحظہ فرمائیں۔ انشاء اللہ تسلی ہو
جائے گی۔ اور میرا سب سے بڑا بیٹا علامہ مولانا قاری محمد طیب
میری کتاب مذہب شیعہ میں لکھی گئی تیرہ جلدوں کی ایک تفصیل فہرست لکھ رہا ہے۔ بہت جلد
مارکیٹ میں آ رہی ہے۔ جس سے قارئین کرام کو کسی مسئلہ کی تلاش میں بہت
آسانی ہو جائے گی۔ یہ کام حضرت پیر طریقت سید باقر علی شاہ صاحبِ حضرت کیلیانوالی کرار
کے حکم کے مطابق ہو رہا ہے۔

اعتراض کا مختصر جواب یہ ہے۔ کہ اگر زیاد ویسا ہی تھا جیسا عبدالرحیم وغیرہ

نے بتایا۔ تو پھر کیوں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں فارس کا اسے گورنر بنائے رکھا؟ فارس کا گورنر ہونا ایک حقیقت ہے۔ تو اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا قابل اعتماد آدمی تھا۔ اور اگر وہ ویسا ہی ہوتا میاں ان ظالموں نے پیش کیا۔ تو آپ اسے فارس کا ہرگز ہرگز گورنر نہ بناتے۔ اس الزام کی حقیقت صرف اتنی ہے۔ کہ دور جاہلیت کے نکاح کے مطابق شیخ شخص حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کا لڑکا بنا۔ شریعت نے اگر اگرچہ سابقہ نکاحوں کو ختم کر دیا۔ لیکن ان سے جو کچھ ہو چکا اُسے معاف کر دیا تھا۔ اس کی مفصل بحث ہم نے مقدمہ ابن خلدون کے حوالے سے مذکورہ مقام پر درج کر دی ہے کتاب عنقریب بازار میں آ رہی ہے۔ وہاں سیر حاصل بحث ہو چکی ہے۔

سوال نمبر (۱۲)

وہ کون ہے جس نے حجر بن عدی اور ان کے بارہ صحابیوں کو ظلم سے قتل کیا؟ جن کے حق میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ان پر اللہ اور آسمان والے غضب ناک ہوں گے۔

جواب:

قارمین کرام! غور فرمائیں۔ کہ عبدالرحیم علیہ ما علیہ کا اعلان تو یہ ہے۔ کہ میل کوئی حوالہ غلط ثابت ہو جائے تو دس ہزار روپیہ انعام دوں گا۔ اس سوال نمبر ۱۲ کا

کون سا حوالہ دیا؟ اس حوالہ کی کیا حقیقت ہے؟ یہ تو کذاب لوگوں کا طریقہ ہے۔ مضابطہ یہ ہے۔ کہ فضائل میں ضعیف روایت بھی تسلیم لیکن احکام اور جرح کے معاملہ میں روایات صحیحہ کا ہونا ضروری ہے۔ اس سوال کو ہم نے تحفہ جعفریہ جلد پنجم کے ص ۳۷ تا ۳۹ پر بسط و تفصیل سے لکھا ہے۔ اس اعتراض کا جواب ہاں سے آپ کو دستیاب ہو جائے گا۔

سوال نمبر (۱۳)

وہ کون ہے؟ جس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث سنی۔ جس نے علی کو گالی دی اس نے مجھے گالی دی۔ اور جس نے مجھے گالی دی اس نے اللہ کو گالی دی۔ اسم علی و دیگر صحابہ کے منع کرنے پر باز نہ آیا بدستور گالی اور لعن طعن کرتا رہا؟

سوال نمبر (۱۴)

وہ کون ہے؟ جس سے علی کی گالیوں لعن طعن پر اسم علی اور صحابہ نے کہا تم علی اور ان سے محبت کرنے والوں پر لعن طعن کرتے ہو اس میں تو اللہ و رسول بھی آتے ہیں۔ پھر بھی باز نہ آیا۔

جواب:

اس مشہور اعتراض کا بھی تفصیلی جواب تحفہ جعفریہ جلد سوم ص ۳۶۲ تا ۳۷۲، اور پھر جلد پنجم کے ص ۱۲۹ تا ۱۷۱ دیکھا جاسکتا ہے۔ ان میں صفحات کا مضمون دوبارہ لکھنا طوالت اور تکرار کے سوا کچھ نہ ہو گا۔ مختصر یہ کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں جو روایات ایسی ملتی ہیں۔ جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ انہوں نے علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو گالیاں دیں۔ لعن طعن کیا۔ ان تمام روایات کے راوی رافضی شیعہ ہیں۔ اس لیے وہ محبت نہیں۔ کیونکہ یہ بات سمجھی جانتے ہیں۔ کہ شیعہوں رافضیوں سے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی تعریف نہیں

ہرکتی۔ اور نہ ہی ان کے فضائل و مناقب ان کے قلم سے باہر آ سکتے ہیں۔ علاوہ ازیں ایک حقیقت یہ بھی ہے کہ آپ کے خطبات میں جہاں لعن طعن کا ذکر ہے۔ وہ قاتلان عثمان کے بارے میں ہیں۔ لیکن ظالم رافضیوں نے انہیں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے قاتلوں کی بجائے ان کی نسبت علی المرتضیٰ کی طرف کر کے دھوکا دیا۔ ان کا عقیدہ بھی ہے کہ حضرت عثمان غنی کی شہادت میں علی المرتضیٰ کا بھی ہاتھ تھا۔ حالانکہ تاریخ یعقوبی اور فقیر کی کتب میں واضح طور پر موجود ہے کہ علی المرتضیٰ نے فرمایا۔ میں خانہ کعبہ اور حجر اسود کے درمیان قسم اٹھانے کو تیار ہوں کہ عثمان غنی کے قتل میں میرا قطعاً ہاتھ نہیں۔ اور یہ ہو بھی کیسے سکتا تھا۔ جبکہ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اپنے دونوں صاحبزادوں حسن و حسین کو حضرت عثمان کے محاصرہ کیے جانے کے دنوں میں ان کا پہرہ دار مقرر فرمایا تھا۔

علاوہ ازیں بیچ البلاغہ کا حوالہ ابھی چند سطور قبل گزر چکا۔ کہ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اپنا دین، اپنا نبی وغیرہ ایمانیات اور معاویہ کے دین، و نبی کو ایک ہی فرمایا۔ اور نہ وہ ہم پر اور نہ ہم ان پر فضیلت کے خواہاں ہیں۔ مگر خون عثمان رضی اللہ عنہ کی وجہ سے مجھ پر شبہ کیا جانے لگا۔ حالانکہ ان کے قتل میں میرا قطعاً کوئی دخل نہ تھا۔ ان چند سطور سے آپ عبد الرحیم دیوبندی رافضی کی ہرزہ سرائی کی حقیقت معلوم ہو چکے ہوں گے تفصیل کے لیے ہمارے مذکورہ حوالہ کتب کا مطالعہ فرمائیے۔

سوال نمبر (۱۵)

وہ کون ہے جسے ابوالکلام آزاد نے ملت کے چار حرام زادے باغیوں کا سرغنہ قرار دیا۔؟

جواب:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی، کاتب وحی اور رازدان احکام الہیہ کو

بلادلہیل حرام زادہ وہی کہتا ہے۔ جو خود حرام زادہ ہو۔ جیسا کہ ولید بن مغیرہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں زبان درازی کی۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس کی حقیقت لوگوں پر عیاں کر دی۔ بَعْدَ ذَٰلِكَ كَذَبْنَاهُ۔ وہ حرام زادہ ہے۔ اب ابوالکلام یا عبد الرحیم یا محدث ہزاروی کے لیے قرآن تو نہیں اترے گا۔ لیکن قرآنی ضابطہ تو ان پر فٹا سکتا ہے۔ ان ظالموں کو خوفِ خدا اور آخرت میں جوابدہی بالکل یاد نہیں۔ وہ جس کے بارے میں اللہ کا رسول ہادی اور مہدی ہونے کی دعائیں کرے اس کے لیے اور دعائیں ارشاد فرمائیں۔ وہ کہ جس کو ابن عباس ایسے بزرگ صحابہ فقیہ و مجتہد کہیں۔ اس شخصیت کو یہ بد باطن اس قسم کے گھٹیا الفاظ سے یاد کریں۔ ہر قاری یہ فیصلہ کر سکتا ہے۔ کہ اللہ، اللہ کا رسول اور اس کے صحابہ کے ارشاد سچے اور حقیقت پر مبنی ہیں۔ ان گالی دینے والوں کو گالیاں خود ان کے منہ پر ہی لوٹ رہی ہیں۔ انہیں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے شیشہ میں اپنی شکل، اپنے کرتوت اور اپنی حقیقت ہی نظر آرہی ہے۔

سوال نمبر (۱۶)

وہ کون ہے جس نے اپنے کافر و مرتد بیٹے کو مرتے وقت وصیت کی۔ کہ فتح مکہ، بدر و احزاب و حدیبیہ کا بدلہ لینا مکہ و مدینہ تباہ کرنا تو اس نے ایسا ہی کیا۔

جواب:

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے مرتے وقت یزید کو مذکورہ وصیت کی۔ اس کا ثبوت کسی معتبر حوالہ سے با سند مجمع دیا جاتا۔ تب تو اس کا کچھ وزن بنتا۔ جس کا نہ حوالہ نہ کوئی ثبوت ایسی بے پر بات کا جواب کیا ہو سکتا ہے عبد الرحیم دیوبندی رافضی کے پاس اگر اس بارے میں کوئی واضح اور سند مجمع کے ساتھ حوالہ ہے۔ تو پیش کر کے منہ مانگا انعام حاصل کرے۔ ورنہ ایسے خرافات سے

بہر حال اس کا نفاق اور یدِ دینی تو بالکل ظاہر ہو چکی ہے۔ رافضی کتب میں بھی امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی انتقال کے وقت وصیتوں کا ذکر ملتا ہے۔ جو انہوں نے امام حسین رضی اللہ عنہ کے بارہ میں یزید کو کیں۔ اُسے ایک ادھر عوالد اس بارے میں دیکھیں۔

مقتل ابی مخنف:

وَكَانَ يَبْعَثُ إِلَيْكَ فِي كُلِّ سَنَةٍ أَلْفَ أَلْفٍ
دِينَارٍ سَوَى الْهَدَايَةِ مِنْ كُلِّ صِنْفٍ -

(مقتل ابی مخنف ص ۷)

ترجمہ: حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ہر سال امام حسین رضی اللہ عنہ کو ایک لاکھ دینار بھیجا کرتے تھے۔ اور یہ رقم ہر قسم کے ہدایا اور تحفہ جات کے علاوہ ہوا کرتی تھی۔

اسی کتاب کے ص ۸ پر موجود ہے۔ آپ نے یزید کو وصیت کی کہ تیرے دور خلافت میں شیعہ لوگ امام حسین کو تیرے مقابل لاکھڑا کریں گے۔ اگر تو مقابلہ میں کامیاب بھی ہو جائے۔ تو بھی قرابت رسول کا لحاظ رکھنا۔ (امام حسین رضی اللہ عنہ کو کوئی تکلیف نہ دینا) کیونکہ اس کا باپ تیرے باپ سے اس کا نانا تیرے نانا سے اور اس کی ماں تیری ماں سے بہت اچھے اور بلند مرتبہ حضرات ہیں۔ اس قسم کی اور وصایا قول ہیں جنہیں ہم نے اسی کتاب دشمنانِ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا علمی محاسبہ میں لکھا ہے۔ ان تمام وصیتوں کو دیکھ کر عبدالرحیم رافضی کے اعتراض سے خود اس کی کور باطنی سامنے آتی ہے۔

سوال نمبر (۱۷)

وہ کون ہے جس کی ماں نے امیر حمزہ کا بعد شہادت سینہ چیرا اور کلیجہ چپایا اور خود اس نے علی اور رسول اللہ کو گالی دیں اور لعن و طعن کیا؟

جواب:

عبدالرحیم رافضی وغیرہ کا یہ الزام ایسا ہے کہ جس سے ہر ایماندار کا دل لرز اٹھتا ہے جس کے دل پر بدبختی کی مہر لگ چکی ہو اس کا راہِ راست پر آنا ناممکن ہو جاتا ہے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی والدہ (ہندہ) نے قبل اسلام واقعی ہی امیر حمزہ کے ساتھ مذکورہ سلوک کیا تھا۔ لیکن اسلام لانے کے بعد انہیں وہی الزام دینا یا ان کے فعل سے ان کے بیٹے پر الزام دھرنا از روئے شرع درست نہیں۔ علامہ ابن حجر مکی و تطہیر الجنان وغیرہ لکھتے ہیں کہ ہندہ نے جب ایمان قبول کر لیا۔ تو ان کا ایمان بہت اچھا تھا۔ زمانہ کفر میں اسے جس قدر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نفرت تھی۔ اسلام لانے کے بعد اس قدر آپ کی محبت موجزن ہو گئی۔ پھر حدیث پاک میں آتا ہے۔ **أَلَا سَلَامٌ يَجِبُ مَا قَبْلَهُ**۔ اسلام پہلے کے گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔ اس ارشاد نبوی کے پیش نظر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی والدہ کے دور کفر کے فعل پر اعتراض کرنا زری حماقت اور خبیث باطنی ہے۔ اسی ارشاد نبوی کے تحت مجددِ اہل ثانی نے لکھا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ادنیٰ صحابی وحشی کے مقام و مرتبہ کو اولیں قرنی بھی نہیں پہنچ سکے۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ وحشی نے اگرچہ دورِ جاہلیت میں اور اسلام لانے سے قبل حضرت امیر حمزہ کو شہید کیا۔ جو شہید ہونے کے بعد کلیجہ چپانے اور سینہ چیرنے کا فعل بہر حال تھوڑا جرم ہے۔ اس وحشی نے جب اسلام قبول کیا۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے معاف کر دیا۔ جب ان کا مقام اولیں قرنی نہ پاسکے۔ حالانکہ اولیں قرنی کا مقام و مرتبہ کتب حدیث میں موجود ہے۔ تو ہندہ کے اسلام لے آنے کے بعد ان کا کناہ ابھی تک عبدالرحیم دیوبندی رافضی کو کھٹک رہا ہے۔ اسلام اور بانی اسلام ان سے راضی لیکن یہ نام نہاد مسلمان بد باطن رافضی اب بھی ان باتوں کو

اچھا لکرا اپنے نامہ اعمال میں گندگیوں کا اضافہ کیے جا رہے ہیں
سوال نمبر ۱۸)

وہ کون ہے جس نے آل واصحاب سے باغیانہ جنگ کی ہے اور مرتے
وقت کپڑوں کے تبرک کا فریب کیا۔ اور بغاوت پر مبرا؟
جواب:

اگر بقول عبدالرحیم رافضی تسلیم کر لیا جائے کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے آل واصحاب
کے ساتھ باغیانہ جنگیں لڑیں لیکن اس سے یہ پوچھا جاسکتا ہے کہ جب جنگیں ختم ہو
گئیں۔ تو پھر آل واصحاب نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کیوں کی۔ بیعت کرتے
والوں میں سے امام حسن حسین بھی تھے۔ یہ بیعت خوشی خوشی سے ہوئی۔ اور دوسروں
کو بھی بیعت کا حکم دیا۔ حوالہ ملاحظہ ہو۔

رجال کشی:

قَالَ يَا حَسَنُ هَؤُلَاءِ قَبَائِعُ فَتَقَامُ قَبَائِعُ خُمَرٍ قَالَ لِلْحُسَيْنِ
عَلَيْهِ السَّلَامُ قَوْمٌ قَبَائِعُ فَتَقَامُ قَبَائِعُ خُمَرٍ قَالَ يَا
حُسَيْنُ قَوْمٌ قَبَائِعُ فَتَقَامُ قَبَائِعُ خُمَرٍ قَالَ إِلَى الْحُسَيْنِ عَلَيْهِ السَّلَامُ
يَنْظُرُ مَا يَأْمُرُ فَقَالَ يَا قَتِيسَ أَتَهُ إِمَامِي يَعْنِي
الْحَسَنَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

(رجال کشی ص ۱۱۲ تذکرہ قیس بن سعدہ
مطبوعہ مکر بلا)

ترجمہ: (امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب
امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے امام حسن حسین رضی اللہ عنہما کو بعد ان کے ساتھیوں کے
شام میں بلایا۔ جب یہ سب آگئے۔ تو گفتگو کے اختتام پر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ

فرمایا۔ اے امام حسن! اٹھیں اور میری بیعت کیجئے۔ آپ اٹھے اور بیعت کی پھر امام حسین کو
اٹھ کر بیعت کرنے کا کہہ۔ انہوں نے بھی بیعت کی۔ پھر غلام قیس کو فرمایا۔ اٹھ کر
بیعت کرو۔ اس نے امام حسین رضی اللہ عنہ کی طرف نظر کی تاکہ آپ کی مرضی معلوم
کر سکے۔ آپ نے فرمایا۔ اے قیس! وہ یعنی امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ میرے
امام ہیں:-

یہاں بلا جبر و اکراہ دونوں امام بمعہ معتقدین کے بیعت کرتے ہیں۔ اور
اُدھر جب یزید کی بیعت کا معاملہ آیا۔ تو سارا کنبہ شہید کروادیا۔ حتیٰ کہ خود بھی جام شہادت
نوش فرمایا۔ لیکن بیعت نہ کی۔ اگر ان اماموں کے دل میں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ
سے نفرت ہوتی۔ اور انہیں اس منصب کے قابل نہ سمجھتے۔ تو ہرگز ہرگز بیعت نہ
کرتے۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ آل رسول اور آل رسول کے ساتھ حضرت
امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا سلوک آپ نے ان رافضیوں کی کتب سے ملاحظہ فرمایا۔ ان
واقعات کے بعد بھی اگر کوئی شخص حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر ادھر ادھر کے
الزامات تھوپنے کی کوشش کرتا ہے۔ تو وہ بقول اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی جہنمی
کتا ہے:-

اعتراض کا دوسرا حصہ تبرکات سے تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ حضرت امیر معاویہ
رضی اللہ عنہ نے زندگی میں بڑی محنت اور کوشش سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
کے نامن شریف اور کپڑے حاصل کیے۔ پھر آخرت میں وصیت کی کہ میرے مرنے کے بعد
آپ کے نامن شریف میری آنکھوں پر رکھے جائے۔ اور کپڑوں میں کفن دیا
جائے۔ اسے فریب کہنا ظلم عظیم ہے۔ انسان زندگی میں تو فریب کرتا ہے۔
لیکن مرتے وقت فریب اور دھوکے سب بھول جاتے ہیں۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ
از روئے فریب نہیں بلکہ از روئے عقیدت ایسا کرنے کی وصیت فرمائی تھی۔

آخر میں عبدالرحیم رافضی کا یہ کہنا کہ ان کی بغاوت پر موت ہوئی۔ بغاوت کسی خلیفہ یا امیر برحق کے خلاف ہوتی ہے۔ جب موجود تمام صحابہ کرام اور جنسین کو یمن نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لی تھی۔ انہیں خلیفہ تسلیم کر لیتا تھا۔ تو پھر کسی کے خلاف بغاوت کیسے ہوئی؟ اس لیے یہ اعتراض بھی بغض و عداوت کی تصویر پیش کر رہا ہے۔

سوال نمبر (۱۹)

وہ کون ہے جس نے پچیس لاکھ کی رشوت دے کر امام حسن رضی اللہ عنہ کو زہر دیکر قتل کروایا۔ اور اس کا الزام اس کی بیوی جعدہ پر لگایا؟

جواب:

اس کا تفصیلی جواب ”تحفہ شیعہ جلد ۵ ص ۲۱۸۳۲۲ میں مذکور ہے مختصر یہ کہ امام حسنؑ نے برادر بزرگ امام حسن رضی اللہ عنہ سے بارہا پوچھا کہ بتلائیے آپ کو کس نے زہر دیا؟ آپ نے فرمایا مجھے علم نہیں۔ یہی بات کتب شیعہ میں بھی موجود ہے۔ اور کامل ابن اثیر وغیرہ میں مذکور ہے۔ جب زہر دیئے گئے تھے نہیں بتایا۔ اور سگے بھائی کو معلوم نہیں۔ تو عبدالرحیم ابن کثیر نے بتایا کہ زہر دینے والے امیر معاویہؓ تھے۔ یہ حقیقت یہ ہے کہ کچھ وہی بتا ہی سکنے والوں نے اس قسم کی روایات لکھی ہیں۔ جن کی اصلیت کچھ بھی نہیں۔

سوال نمبر (۲۰)

وہ کون ہے جس نے علی سے تنازوں جنگیں کر کے ان کی شہادت کا بندوبست مغیرہ ابن شعبہ کے ذریعہ کر کے کیا؟ اور رویا اور بیوی نے شرمندہ کیا؟

جواب: رافضی کے اس الزام کا جواب پہلے گزر چکا ہے۔ جو بجز کتب

میں بھی موجود ہے۔ وہ یہ کہ جب حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ درمیان دو متبادل پر صلح ہوئی۔ دونوں طرف سے ایک ایک حکم مقرر ہوا۔ ابو موسیٰ اشعری، حضرت علی المرتضیٰ کی طرف سے اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے عمرو بن العاص تھے۔ اس صلح کو دیکھتے ہوئے علی المرتضیٰ کے لشکر کے خارجیوں نے ”إِنَ الْحَكَمَ إِلَّا لِلَّهِ“ یعنی حکم صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے۔ کا نعرہ بلند کیا۔ ان

خارجیوں نے امیر معاویہ، علی المرتضیٰ اور عمرو ابن العاص کو حکم خدا کا منکر بنا کر کافر قرار دے کر ان سے علیحدگی اختیار کر لی۔ بعد میں حضرت علی المرتضیٰ نے ان خارجیوں سے مشہور جنگ ”جنگ نہروان“ لڑی۔ پھر ان خارجیوں نے مذکورہ تینوں حضرات کے قتل کا منصوبہ بنایا۔ ایک ہی تاریخ مقرر کی۔ اس مقررہ تاریخ پر وہ علی المرتضیٰ کو شہید کرنے میں تو کامیاب ہو گئے۔ لیکن دوسرے دونوں حضرات پر ان کا داؤد چل سکا۔ اس تاریخی حقیقت کے پیش نظر حضرت علی المرتضیٰ کی شہادت کا انتظام ان خارجیوں نے کیا تھا۔ جنہیں علی المرتضیٰ نے اپنی فوج سے مکالمات کے بعد حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا اس میں قطعاً دخل نہ تھا۔ بلکہ وہ تو خود ان خارجیوں کا نشانہ تھے۔

سوال نمبر (۲۱)

وہ کون ہے جس نے آل رسول سے تنازے باغیانہ جنگ کر کے ایک لاکھ ستر ہزار صحابی قتل کیے اور خدا کا خوف دیکھا؟

جواب:

اس بد باطن رافضی کو بار بار ننانوے جنگیں یاد آتی ہیں۔ اور ان کی آڑ میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر لعن طعن کر کے اپنا دل ٹھنڈا کرتا ہے۔ ہم بار بار لکھ چکے ہیں کہ علی المرتضیٰ اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے درمیان جنگیں اجتہاد ہی غلطی کی

بنا پر ہونے لگی۔ اس لیے دونوں طرف سے کام آنے والے حضرات شہید ہیں۔ یہ لڑائیاں کسی بغض و عناد کی وجہ سے نہ تھیں۔ ورنہ ایک لاکھ ستر ہزار صحابیوں کا قاتل جنتی نہ ہو سکتا۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے خود دونوں طرف سے مرنے والوں کو شیعہ کہا ہے۔

مجمع الزوائد؛

عن یزید بن اصم قال قال علیؑ رضی اللہ عنہ
قَتَلَا یَ وَ قَتَلَ مُعَاوِیَہُ فِی الْجَنَّةِ - رواہ الطبرانی
ورجالہ وثقوا

(مجمع الزوائد مصنف حافظ ابوبکر ہیتمی جلد ۵
جزء ۱ ص ۳۵۷ باب ماجاء فی معاویہ ابن سفیان
مطبوعہ مصر)

ترجمہ: یزید بن اصم کہتے ہیں کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا میری طرف اور امیر معاویہؓ کی طرف کے مقتولین جنتی ہیں اس کو طبرانی نے روایت کیا۔ اور اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

قارئین کرام! حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے صاف صاف اعلان فرمایا کہ میرے اور امیر معاویہؓ کے درمیان ہونے والی جنگوں کے تمام مقتولین جنتی ہیں۔ یہ اعلان بتا رہا ہے کہ ان دونوں کے دونوں کے درمیان ہندوی اختلاف ہوا۔ اگر امیر معاویہؓ رضی اللہ عنہ بغض و عناد کی وجہ سے لڑتے تو ان کی طرف کے مرنے والوں کو حضرت علی المرتضیٰ جنتی نہ فرماتے۔ اس اعتراض و جواب کی مزید وضاحت تحفہ جعفریہ جلد سوم ص ۵۳۱ تا ۵۳۲ پر ملاحظہ فرمائیں۔

سوال نمبر (۲۲)

وہ کون ہے جس نے حرم کعبہ حرم مدینہ کو ذنگل گاہ بنا کر لاتعداد مسلمان صحابی قتل کیے۔ منبر رسولؐ لے جا کر گم کرنے لگا تو سورج کو گرہن لگا دن کو تارے نظر آنے لگے؟

جواب: حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں حرم کعبہ اور حرم مدینہ کو ذنگل بنانے کا الزام اس رافضی کا من گھڑت شوشہ ہے۔ اگر ثابت کر دے کہ ان کے دور میں ایسا ہوا۔ جس کی وجہ سے لاتعداد صحابہ کرام شہید ہوئے تو ہم اسے منہ مانگا انعام دیں گے۔ رہا منبر رسولؐ کا واقعہ تو وہ اگرچہ ضعیف روایات میں آتا ہے۔ کہ امیر معاویہؓ نے اسے منتقل کرنے کا ارادہ کیا تھا۔ لیکن اس ارادے کے پیچھے نیک نیتی تھی۔ وہ یہ کہ اس بابرکت منبر سے اہل شام برکت حاصل کریں۔ لیکن ایسا نہ کیا۔ رافضی عبدالرحیم کا یہ کہنا کہ سورج کو گرہن لگ گیا۔ اور دن کے وقت تارے نظر آنے لگے۔ یہ بھی اصل واقعہ کی طرح من گھڑت قصہ ہے۔

سوال نمبر (۲۳)

وہ کون ہے جس نے ایک بدری صحابی عمار کو صفین میں قتل کیا۔ جس کے حق حضور علیہ السلام نے متواتر حدیث میں فرمایا۔ عمار کو باغی جہنمی گروہ قتل کرے گا؟

جواب:

عبدالرحیم رافضی دیوبندی کا دعویٰ ہے کہ واقعہ مذکورہ حدیث متواتر میں آیا ہے اگر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو حدیث متواتر سے یہ جہنمی ثابت کر دکھائے۔ اور بخاری وغیرہ کسی حدیث کی کتاب سے ثابت کر دے۔ تو میں اس کو ایک کھڑوے نقد انعام دوں گا۔ حقیقت یہ ہے کہ بخاری شریف کے شارحین علامہ بدرالدین عینی ابن حجر عسقلانی اور قسطلانی وغیرہ سب نے لکھا ہے۔ کہ جہنم والا جملہ امام بخاری

کہہ نہیں سکتے۔ لہذا یہی اس رافضی دیوبندی کا اصل مقصود تھا۔ جو اس کے دعوے سے قطعاً مطابقت نہیں۔ اس الزام کا تفصیلی جواب فقیر کی تصنیف تحفہ جعفریہ جلد سوم ص ۵۴ تا ۵۵ پر دیکھا جاسکتا ہے۔

سوال نمبر (۲۴)

وہ کون ہے جس نے خیراتِ یحییٰ اویس قرنی کو صفین میں قتل کیا؟ جس نے امت کے لیے دعا کرانے کو حضور علیہ السلام نے فرمایا تھا۔

جواب:

پچھلے ایک سوال کے جواب میں گزر چکا ہے۔ کہ حضرت علی المرتضیٰ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہما کے مابین جنگ دراصل ایک اجتہادی خطا پر مبنی تھی۔ جس کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ حضرت عثمان غنی کی شہادت کے بعد علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی رائے یہ تھی۔ کہ قاتلانِ عثمان سے قصاص لینے میں جلد بازی کی بجائے ذرا تاخیر حالات کے مطابق بہتر ہے۔ جب حکومت مضبوط ہو جائے گی۔ تو پھر ان کو گرفت میں لیا جائے گا۔ کیونکہ ابھی قاتلانِ عثمان کا قصاص نئی نئی حکومت کے لیے عدم استحکام پیدا کر سکتا ہے۔ لیکن امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور سیدہ عائشہ صدیقہ، حضرت طلحہ و زبیر ایسے جلیل القدر صحابہ کی رائے یہ تھی۔ کہ قاتلانِ عثمان سے فوری قصاص لیا جانا چاہیے۔ اسی اجتہادی اور اختلاف رائے کی بنا پر جنگِ صفین اور جنگِ جمل ہوئیں۔ جب ہم اصل وجہ کو دیکھتے ہیں۔ تو یہی نظر آتا ہے۔ کہ فریقین کی رائے نیک نیتی پر مبنی تھی۔ یہی وجہ ہے۔ کہ ان جنگوں میں دونوں طرف سے مرنے والے صحابہ کرام وغیرہ کو شہید کیا جاتا ہے۔ خود علی المرتضیٰ کا ارشاد گرامی ہے۔ کہ میری طرف اور امیر معاویہ کی طرف سے تمام قتل ہونے والے شہید ہیں۔ اس کا خلاصہ گزر چکا ہے جنگِ صفین کے فاقہ کے بعد علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اطراف و اکناف کے صوبوں

کے والیوں کو خطوط لکھے۔ کہ میری اور امیر معاویہ کی لڑائی حضرت عثمان کے قاتلوں سے قصاص لینے میں اختلاف کی وجہ سے ہوئی۔ لوگوں کو میرے متعلق گمان ہے۔ کہ شہادتِ عثمان رضی اللہ عنہ میں میرا کوئی دخل ہے۔ یہ غلط ہے۔ میں اس سے باہل بری ہوں۔

قارئین کرام! ان حقائق اور تاریخی شواہد کی روشنی میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو حضرت اویس قرنی کا قاتل قرار دینا کہاں تک درست ہے؟ آپ خود فیصلہ کر سکتے ہیں۔ یہ بات تو رافضی عبدالرحیم بھی مانتا ہے۔ کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے ہاتھ سے حضرت اویس قرنی کو قتل نہیں۔ بلکہ یمن جلان تمام مقتولین میں سے ایک میں۔ جو جنگِ صفین میں دونوں طرف سے مارے گئے۔ اور جیسا کہ گزر چکا ہے۔ کہ اس جنگ کی اصل وجہ اجتہادی خطا تھی۔ جس کی وجہ سے علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے دونوں اطراف کے مقتولین کو شہید فرمایا۔ قابلِ غور یہ بات ہے۔ کہ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے دونوں طرف سے قتل ہونے والوں کو شہید فرمائیں۔ اور عبدالرحیم رافضی اب اپنا راگ الگ راپ رہا ہیں۔

سوال نمبر (۲۵)

وہ کون ہے جس نے عمرو علی اور حسن اور عمار عائشہ صدیقہ اور اوس کو شہید کیا؟

جواب:

اس الزام کا اگرچہ جواب وہی ہے جو اس سے قبل سوال ۲۴ میں دیا جا چکا ہے لیکن یہاں حضرت اویس قرنی کے ساتھ اور بھی نام ذکر کیے ہیں۔ اس لیے کچھ باتیں ان پر لگائے گئے الزامات کی نظر میں حضرت امیر معاویہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے مابین جیسے تعلقات تھے۔ کتب تاریخ اور سیرت اس کی گواہ ہیں۔ جب ہم ان تاریخی حقائق کو دیکھتے ہیں۔ تو پھر اس الزام کا جھوٹا ہونا روز روشن کی طرح

واضح ہو جاتا ہے۔ لیکن دشمنانِ امیر معاویہ رضہ کو دن کی روشنی میں بھی اندھیرا دکھائے دے۔ تو اس میں سورج کا کیا قصور، خود ان میں آ تو پن ہے۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے شام کا گورنر یزید کو مقرر کیا۔ جو رشتہ میں امیر معاویہ کے بھائی تھے جب ان کا انتقال ہوا۔ تو ان کی جگہ امیر معاویہ کو شام کا گورنر حضرت عمر نے مقرر فرمایا۔ تاریخ بتاتی ہے۔ کہ حضرت عمر کے غیر لچک دار رویے اور سخت گیری کی بنا پر بہت سے گورنروں کو معزول بھی کیا گیا۔ لیکن حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ان کی شہادت تک شام کے گورنر رہے۔ ان کے بعد جب حضرت عثمان غنی خلافت کی باگ دوڑ سنبھالی تو بھی امیر معاویہ اسی منصب پر رہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عمر بن خطاب اور امیر معاویہ رضہ کے مابین ہم آہنگی اور اعتماد کی فضا موجود رہی۔ بلکہ بعض روایات میں آیا ہے۔ ”امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تعریف کی، ان واقعات کو سامنے رکھ کر عبدالرحیم رافضی علیہ السلام کا الزام دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس شخص نے قسم اٹھا رکھی ہے۔ کہ وہ ہر جیلہ بہانہ سے حضرت امیر معاویہ رضہ کے حضور بغض و عداوت کا ہی مہار لے گا۔ باقی رہا الزام یہ کہ امیر معاویہ نے علی المرتضیٰ اور امام حسن کو قتل کیا۔ اس کا جواب گز چکا ہے۔ حضرت عمار کے قتل کے الزام کے متعلق بھی جواب پیش کیا جا چکا ہے۔ حضرت عمار کے قتل کے الزام کے متعلق بھی جواب پیش کیا جا چکا ہے۔ اور امام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے قتل کا الزام بقیہ الزامات کی طرح رافضیوں نے اسے کھڑا ہے۔ اسی لیے اس کی کوئی حقیقت ہوتی۔ تو اہل سنت کی کتب اور کتب تاریخ میں اس کا جود ہوتا۔ لیکن اس کا جود صرف تاریخ حبیب میں ہے کہ جس کا مصنف رافضی ہے۔

سوال نمبر (۲۶)

وہ کون ہے؟ جسے علی بہادر خان بی۔ ایس۔ سی علیگ نے ملت تباہ

تخریب کاروں کا قائد قرار دیا؟

جواب:

بد بطن کو بد بطن مل جاتا ہے۔ سورافضی عبدالرحیم کو اپنے جیسا ایک اور نصیبت مل گیا۔ ان فتناء کی باتوں اور تحریروں سے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی ذات کو کیا نقصان پہنچ سکتا ہے۔ یہ تو ایسے ہی ہو گا۔ کہ کسی شریف آدمی پر کتنا بھونکا۔ اور علی بہادر خان علی گڑھی شور مچا دیا۔ کہ فلاں آدمی ہے ہی بڑا۔ دلیل کیا ہے؟ یہ کہ اس پر کتنا بھونک رہا ہے۔ اس مردود اور شرم و حیا سے عاری کا حوالہ ایک طرف اور دوسری طرف اللہ تعالیٰ کے پیغمبر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ﷺ معاویہ کو ہادی و مہدی کر دے، اور ابن عباس کا قول کہ امیر معاویہ صحابی رسول اور فقیہ ہیں۔ ان دونوں اقوال میں سے علی بہادر خان کے قول کو ترجیح دینا اور پسند کرنا دلیو بندیت نہیں بلکہ رافضیت کی عمدہ دلیل ہے۔ اور امیر معاویہ کے بارہ میں بغض و عداوت کی جتنی جاگتی تصویر ہے۔

سوال نمبر (۲۷)

وہ کون ہے جس نے حافظ قرآن و سنت عبدالرحمن بن ابوبکر کو زہر دے کر اور امام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو مہمانی کے بہانے بیکار گم نام قتل کر دیا۔ اور محمد بن ابی بکر کو قتل کر کے گدھے کی کھال میں ان کا قیمہ رکھ کر تیل ڈال کر مبلادیا؟

جواب:

اس الزام کا تفصیلی جواب ہماری تصنیف (دشمنانِ امیر معاویہ رضہ کے الزام نمبر ۵) کے جواب میں لکھا جا چکا ہے۔ بطور اختصار یہاں درج کر دیا جاتا ہے۔ عبدالرحمن بن ابی بکر کو حضرت امیر معاویہ کے زہر دینے کا واقعہ اگر عبدالرحیم دلیو بندی رافضی کسی صحیح روایت سے ثابت کر دے۔ تو ہم اسے منہ مانگا انعام دیں گے۔ ورنہ وان لم تفعلا

وَلَنْ تَفْعَلُوا خَا تَقُو النَّارَ الَّتِي وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ پِش نظر رہے۔

بیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے قتل کا الزام جو رافضی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر دھرتے ہیں۔ اس کا تفصیلی جواب ”دشمنانِ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا علمی محاسبہ“ جلد دوم میں الزام نمبر ۱۵ کے تحت تحریر کیا جا چکا ہے۔ مختصر یہ کہ اس الزام کا اصل ناقل تاریخ حبیب اللہ کا مصنف ہے۔ جو خود شیعہ ہے۔ اس کی شیعیت پر ہم نے اپنی ایک اور تصنیف ”میزان الکتب“ میں دلائل اور حوالہ جات ذکر کیے ہیں۔ جو زیر تحریر کتاب کے بعد انشاء اللہ پریس میں آجائے گی۔ اس الزام کے جواب کا دوسرا پہلو یہ ہے۔ کہ مائی صاحبہ رضی اللہ عنہا کا فی عرصہ بیمار رہنے کے بعد رمضان شریف میں فوت ہوئیں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی۔ آپ کے بھانجوں اور بھتیجیوں نے انہیں لحد میں اتارا۔ تفصیلی واقعہ طبقات ابن سعد جلد نمبر ۸ ص ۶۸ ذکر ازواج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ہے۔ آپ کو ان کی وصیت کے مطابق جنت البقیع میں دفن کیا گیا۔ طبقات ابن سعد میں مذکور صفحہ پر یہ بھی مذکور ہے۔ کہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی نماز جنازہ میں اس قدر لوگ جمع ہوئے۔ کہ آج تک اتنا بڑا اجتماع دیکھنے میں نہ آیا۔ اس کا مفصل ذکر ہماری کتاب ”دو تحفہ جعفریہ جلد پنجم ص ۲۶۹ تا ۲۷۸، پر دیکھا جاسکتا ہے۔ مستند شیعہ کتاب تاریخ مثلًا تاریخ یعقوبی اور منتخب التواریخ کے حوالہ جات سے ثابت کیا ہے کہ آپ کا جنازہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے پڑھایا۔ اور جنت البقیع میں مدفون ہوئیں۔ عبدالرحیم دیوبندی رافضی نے جو حضرت امیر معاویہ پر یہ الزام دھرا۔ کہ انہوں نے مائی صاحبہ رضی اللہ عنہا کو دعوت کے بہانے بلوایا۔ اور کھودے گئے ایک گڑھے میں گرا کر ان کو ماریا پھر بغیر کنن و دفن اور جنازہ کے۔ گڑھے میں پھینک

دیا گیا۔ یہ وہ بہتان عظیم ہے۔ جس کی وجہ سے یہ الزام لگانے والے دنیا انشاء اللہ بد شکل اور کالامند ہو کر رخصت ہوئے۔ یہی حشر عبدالرحیم دیوبندی کا بھی ہوگا۔ لکھنا محمد ابن ابی بکر کا عبدالرحیم کچیر و مرشد محدث ہزاروی نے امیر معاویہ پر لکھا یا۔ اس کی اتباع میں اس ناخلف نے بھی قلم اٹھایا۔ اس کا مفصل جواب دیکھنا ہو۔ تو دشمنانِ امیر معاویہ، کی دوسری جلد میں دیکھا جاسکتا ہے۔ محدث ہزاروی نے کچیس عدد الزامات لگائے جن میں اس الزام کو چند رمویں نمبر پر رکھا ہے۔ اسی نمبر کی مناسبت سے اس کا جواب مذکورہ کتاب میں ملاحظہ کر سکتے ہیں۔

سوال نمبر (۲۸)

وہ کون ہے جسے اتنے قتل و ظلم کے بعد امت کے بے بصیرت ملانے صحابی بنانے مجتہد ٹھہرانے اور رضی اللہ عنہ پڑھتے ہیں؟

جواب:

اس کا جواب بھی ہو چکا ہے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو مجتہد اور صحابی کہنے والے خود ایک عظیم فقیہ و مجتہد صحابی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ ہیں۔ بخاری شریف سے ہم نے دو عدد روایات ذکر کیں۔ پوچھنے والے نے حضرت ابن عباس سے امیر معاویہ کے بارے میں پوچھا۔ تو فرمایا۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں۔ ان کے ایک رکعت وتر پڑھنے کی شکایت کرنے والے کو ابن عباس نے فرمایا۔ وہ مجتہد ہیں۔ عبدالرحیم دیوبندی رافضی جبے بصیرت ملانے، کہہ کر آخر کن لوگوں کی طرف اشارہ کر رہا ہے؟ کیا حضرت ابی عباس رضی اللہ عنہ معاذ اللہ ایسے ہیں۔ پھر امت کے ننانوے فی صد مسلمان حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو صحابی، کاتب وحی تسلیم کرتے ہیں صرف ایک فی صد عبدالرحیم رافضی ایسے ازلی بد بخت کو طر باطنی کا اظہار کر رہے۔

ہیں۔ اتنی بڑی جماعت پر اللہ کی تائید و نصرت اترتی ہے۔ اور اس سے کٹ کر الگ ہونے والی جہنمی ہے۔ اب یہ کٹ کر الگ ہونے والا عبدالرحیم دیوبندی خود سمجھ جائے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد گرامی کے مطابق ”مَنْ شَكَّ شَكَّ فِي النَّارِ“ وہ آخرت میں کس جگہ جانے کی تیاری کر چکا ہے۔

سوال نمبر (۲۹)

وہ کون ہے؟ جو اسلام اور پیغمبر اسلام اور آل و اصحاب رسول کا جدی دشمن ہو کر بھی اصحاب رسول میں شمار کیا جاتا ہے؟

جواب:

اس کا جواب سوال نمبر ۲۷ کے جواب میں آچکا ہے۔ لہذا دوبارہ لکھنا باعثِ تکرار ہو گا۔ ہاں جو اس بد بخت رافضی اور عبداللہ بن سبا کی نسل نے یہ کہا ”اسلام پیغمبر اسلام آل و اصحاب کا جدی دشمن“ یہ ایک بہت بڑا الزام اور ہیبتناں ہے کہ جس کی سزا اس بد بخت بد باطن کو ضرور ملے گی۔ امیر معاویہ کا اسلام دشمن ہونا؟ اس بارے میں علامہ نبہانی رحمۃ اللہ علیہ کی عقیدت بھری تحریر کافی ہے۔ آپ اپنے دور کے عظیم فقہاء اور اکابر صوفیاء کرام میں شمار ہوتے ہیں۔ لکھتے ہیں۔

شواہد الحق:

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ صحابی رسول ہونے کے ساتھ ساتھ اس قدر مزید حسنات کے حامل ہیں۔ جن کا شمار نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ انہوں نے صرف ایک عمل ہی جو خود یا اپنے ماتحت لشکر کے ذریعہ سرانجام دیا۔ یعنی جہادِ کر کے بہت سے شہروں کو دارالاسلام بنایا۔ جبکہ وہ پہلے دارالکفر تھے۔

وَسَبَّيْهِ دَخَلَ إِلَى الْإِسْلَامِ الْتَوْتُ الْتَوْتُ
كَثِيرَةً مِمَّنْ اسْلَمُوا عَلَيَّ يَوْمَ يَدُجِي مِثْلُهُ

وَمِنْ ذَرَارِ يَهُمُّ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ فَلَهُ مِثْلُكَ حَسَنَاتِيهِمْ
اجْمَعِينَ۔ ان کی وجہ سے لاکھوں لوگ مشرف باسلام ہوئے۔ جو یا تو خود ان کے ہاتھ یا ان کے لشکر کے ہاتھوں ایمان لائے۔ اور پھر ان کی تاقیامت اولاد جو مسلمان ہوگی۔ ان تمام کی مجموعی نیکیوں کی مثل حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے نامہ اعمال میں لکھی جائیں گی۔۔۔۔۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے کفار کو مشرف باسلام کیا۔ کیا یہ اسلام دشمنی یا پیغمبر اسلام کی دشمنی کہلائے گی؟ اگر ذرا بھی عنایتِ ایمانی اس دیوبندی رافضی میں ہوتی۔ تو کبھی بھی ایسی بات نہ کہتا۔ شراب الخمر ص ۵۳۱ فصل فی شؤن رؤساء الامم اب۔

سوال نمبر ۳۰۔

وہ کون ہے؟ جس کے جادو سے امت مسلمہ کے علماء و مشائخ ایسے خمار میں ہیں کہ سورہ نساء کی آیت نمبر ۹۳ میں ہے۔ ایک مومن کے عداً قتل میں ہمیشہ جہنم ہے۔ اس پر اللہ کا غضب اور لعنت ہے۔ اس کے لیے عذابِ عظیم تیار ہے۔ مگر اس کے ایک لاکھ ستر ہزار مومنوں کے قتل پر اس پر رضی اللہ عنہ پڑھائی جا رہی ہے۔

جواب:

الزام میں قرآنی جس آیت کا حوالہ دیا گیا ہے اس رافضی نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو جہنمی مفضوب اور لعنتی کے الفاظ دیئے۔ اور اس کے ساتھ ساتھ امت مسلمہ کے تمام مشائخ و علماء کو بھی معاف نہ کیا۔ اس سے قاری خود اندازہ کر سکتا ہے۔ کہ امت مسلمہ کے علماء و مشائخ تو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو مذکورہ آیت کا مصداق قرار نہیں دیتے۔ صرف عبدالرحیم رافضی اور اس کے ساتھی ہی آیت کا صحیح مفہوم سمجھ سکے ہیں۔ گویا یہ چند فریبیوں، مکاروں، کذابوں، وجالوں اور

لغض و عداوت سے بھرے لوگوں کو صحیح عالم اور شیخ کا منصب دے رہا ہے۔ جن میں وہ خود بھی شامل ہے۔ اور ان کے مشرب کے خلاف امت کے تمام علماء معاذ اللہ منکر قرآن بلکہ مخالف قرآن ہیں۔ بہر حال حضور ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی مایکون کی صداقت اس سے نظر آ جاتی ہے۔ آپ نے فرمایا: "دو قرب قیامت ایسے لوگ پیدا ہوں گے۔ جو بغیر علم کے فتویٰ دیں گے۔ ان کا خیال یہ ہو گا کہ وہی حق پر ہیں، اس پیش گوئی اور عبدالرحیم کا بھوکا اس دونوں میں غور کیجئے۔ بات سمجھ میں آ جائے گی۔"

سوال نمبر ۱۳۱:

وہ کون ہے جس نے خدائی منصوبہ خلافت جو مرکزِ قلت ہے؟ کیا یہ ساری امت کی بدخواہی ہے۔ جس کا ارتکاب کیا؟

جواب:

۱۔ "خدائی منصوبہ کو تباہ کر کے ساری امت کی بدخواہی کا ارتکاب کیا، اس الزام میں اور بہت بڑے بہتان میں وہ حضرات بھی داخل ہو جائیں گے جن پر امت کو ناز ہے۔ ہم پر چھڑکتے ہیں۔ کہ بقول رافضی اس بدخواہ (امیر معاویہ رضی اللہ عنہ) کی حضرت امام حسن و حسین نے بیعت کیوں کی؟ حالانکہ حسنین کہ یمن کی عادت کریمہ یہ تھی کہ اللہ اور اس کے رسول کے خلاف کسی بھی طاقت کے سامنے نہ جھکے۔ سرکٹا دیئے۔ لیکن بیعت یزید نہ کی۔ ان حضرات نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کرنے خدائی منصوبہ کو غارت کرنے والے کی مدد کی۔ یوں ان دونوں حضرات کے بارے میں کیا کہو گے؟ ان دونوں کا بیعت کر لینا اس امر کی دلیل ہے کہ ان کے نزدیک امیر معاویہ رضی اللہ عنہ امارت و خلافت کے اہل تھے۔ امام حسن نے جب خلافت سے دستبرداری کی۔ تو تمام امت مسلمہ نے امیر معاویہ

کو خلیفہ تسلیم کر کے ان کی بیعت کر لی تھی۔ جس میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے۔ یہ پاکیزہ حضرات تو نہ خود گمراہ کی حمایت کرنے والے تھے۔ اس لیے معلوم ہوتا ہے۔ کہ انہیں گمراہ اور اللہ تعالیٰ کے غضب کے حقدار کہنے والا خود سب سے بڑا گمراہ اور غضوب علیہ ہے۔

سوال نمبر ۱۳۲:

وہ کون ہے جس نے اللہ رسول کی نافرمانی اور بغاوت کی؟ انی جاعل فی الارض خلیفہ، اس سے پہلے بائنی کون ہے؟

جواب:

۱۰۔ اس بات کو سبھی اہل علم جانتے ہیں۔ کہ آیت "انی جاعل فی الارض خلیفہ" حضرت آدم علیہ السلام کی خلافت کے لیے منصوب ہے اور حضرت علی المرتضیٰ اور دیگر ائمہ حضرات کی امامت و خلافت کو منصوب من اللہ سمجھنا صرف اور صرف رافضیوں کا عقیدہ ہے۔ ان کی ایک مشہور کتاب "مناقب آل ابی طالب" میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا قول یوں نقل کیا گیا ہے۔ "وَوَكُنْ كَوَيْلُ ابْنِ رَافِعِ الْخَلْفَاءُ عَلَيْكَ لَعْنَةُ اللَّهِ"، (مناقب آل ابی طالب جلد سوم ص ۶۳) جو مجھے چوتھا خلیفہ نہ کہے۔ اس پر اللہ کی لعنت۔ صاحب کتاب اس کی تشریح یوں کرتا ہے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ چوتھے خلیفہ اس طرح ہیں۔ اول حضرت آدم علیہ السلام، دوم داؤد علیہ السلام، سوم ہارون علیہ السلام اور چہارم علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ یہ تمام منصوب من اللہ ہیں، اس مسئلہ کی تفصیلی ہماری کتاب میں کئی ایک مقامات پر موجود ہے۔ جس کے یہاں لکھنے کی ضرورت نہیں۔ خلیفہ کا منصوب من اللہ ہونا ہم اہل سنت کا عقیدہ نہیں "إِنِّي جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيفَةً"، آیت کریمہ کو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی خلافت کے دلیل کے طور پر پیش کرنا دراصل اسے

منصوص من اللہ ثابت کرنا ہے۔ یہی طریقہ عبد الرحیم دیوبندی نے اپنایا۔ اسی لیے بار بار ہم اسے رافضی کہہ رہے ہیں۔ اگرچہ وہ آپ نے آپ کو حنفی اور دیوبندی کہلاتا ہے مگر یکے دیوبندیوں کا یہ عقیدہ نہیں ہے۔ چند دن ہوئے گو جرنالہ کے ایک دیوبندی مسکاتہ تعلق رکھنے والے عالم فاضل نور حسین عارف کے روبرو جب عبد الرحیم مذکور کا ذکر چھڑا کہ اس نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی سخت مخالفت کی ہے۔ تو اس نے حیرانی میں ڈوب کر کہا۔ میں دیوبندی علماء کو کافی حد تک جانتا ہوں۔ مگر عبد الرحیم نام کا کوئی مولوی ہم میں متعارف نہیں۔ ادھر یہ دیوبندی رافضی اپنے آپ کو مفتی، مبلغ مناظر اسلام اور خطیب لاہور ایسے القاب سے شہرت دیتا ہے۔ یہ سن کر وہ ادھر بھی حیران ہوا۔ اور کہا کہ وہ کون سا اور کیسا دیوبندی ہے جس نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی مخالفت کی ہے؟ اس لیے عبد الرحیم کو رافضی ہی سمجھنا چاہیے۔

سوال نمبر ۳۳:

وہ کون ہے جسے ایڈورڈ گین سید امیر علی پری کو نسل کے حج نے اڑھ ایل کہا؟

جواب:

ایڈورڈ گین سے تو عبد الرحیم کا تعلق دکھائی دیتا ہے۔ لیکن یہ سید امیر علی کون ہے؟ اگر بقول عبد الرحیم رافضی اس امیر علی نے ایسے کہا۔ تو وہ بھی اس کا ہم نوا ہوا۔ اس کے شجرہ علمی کو کبیر نے کی کوئی ضرورت نہیں۔ اس لیے بقول اعلیٰ حضرت بریلوی ”جس نے امیر معاویہ کی گستاخی کی وہ جہنمی کتا ہے“ حضرت امیر معاویہ کے گستاخ خواہ کسی بھی گروہ سے تعلق رکھتے ہوں۔ وہ دوزخ کے مستحق ہیں۔

سوال نمبر ۳۴:

وہ کون ہے جس نے رسول اللہ کے فرمان ”وعلیکم حور بستی“

وَسُنَّةٌ خَلَقْنَا تِلْكَ لِنُشَدِّقَ لَكُمْ الْمُهَدِّبِينَ“ سے بناوت کی؟

جواب:

یہ گستاخ امیر معاویہ کے بارہ میں پوچھ رہا ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مذکورہ فرمان سے کس نے بناوت کی؟ دو حرفی جواب کہ تم نے کی۔ وہ اس طرح کہ خلفاء الراشدین میں امام حسن بھی شامل ہیں۔ کیونکہ متفق علیہ حدیث میں آیا۔ ”و میرے بعد بیس سال خلافت ہوگی پھر امارت“۔ بیسواں سال امام حسن کی خلافت پر مکمل ہوتا ہے۔ امام حسن رضی اللہ عنہ نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں دست بردار ہو کر ان کی بیعت کی۔ اور تادم آخر اس بیعت پر قائم رہے۔ تو جسے امام حسن اپنا قائمداور خلیفہ سمجھیں۔ انہیں یہ عبد الرحیم رافضی برا بھلا کہے۔ کیا یہ خلیفہ راشد سے بناوت نہیں ہے؟ ملت اسلامیہ کے عظیم روحانی پیشوا قطب الاقطاب، غوث اعظم حضرت سید عبدالقادر بغدادی حسینی حسینی رضی اللہ عنہ کا قول علامہ نہبانی رحمۃ اللہ علیہ نے نقل فرماتے ہوئے لکھا۔

شواہد الحق:

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بن سفیان کی خلافت، حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے وصال اور امام حسن رضی اللہ عنہ کی دستبرداری کے بعد مجمع طریقے سے ثابت ہے کہ چونکہ امام حسن رضی اللہ عنہ کو حضور علیہ السلام کا یہ قول یاد آیا۔ ”و میرا یہ بیٹا مسلمانوں کے دو بڑے گروہوں میں مصالحت کرائے گا“، امام حسن کی دستبرداری کے بعد امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت تابداری واجب ہو گئی۔ اسی لیے امام حسن رضی اللہ عنہ کے علاوہ بھی کسی نے مخالفت نہیں کی۔ لہذا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بلا اختلاف پوری امت مسلمہ کے خلیفہ قرار پائے۔ اسی لیے اس سال کو دو عام الجمعۃ، کہا گیا ہے۔ کیونکہ اس سال تمام اختلافات ختم ہو گئے۔ اور سب مسلمانوں نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لی۔ کوئی تیسرا سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ تنازع کرنے والا نکلا۔ نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم

کے قول میں بھی خلافت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا ذکر موجود ہے۔ آپ نے فرمایا۔
 شَدَّ وَرُحَى الْمُسْلِمِ خُمُسًا وَثَلَاثِينَ سَنَةً اَوْ سِتًّا وَ
 ثَلَاثِينَ اَوْ سَبْعًا وَثَلَاثِينَ، اَمَّا مَرَادُ بِالْثَلَاثِي فِي هَذَا الْحَدِيثِ
 الْقُوَّةُ مِنَ الدِّيْنِ وَالْخُمْسُ السِّنِّيْنَ الْقَاصِلَةَ مِنَ الثَلَاثِيْنَ
 فَهِيَ مِنْ مَجْمَعَةِ خِلَافَةِ مَعَاوِيَةَ اِلَى تَمَامِ تِسْعِ عَشْرَ
 سَنَةً وَتَسْمُوْنَهَا لِيَكُنَ الثَلَاثِيْنَ كَمَلَتْ بِعَلَى رَضِيَ اللهُ عَنْهُ
 مَا بَيْنَنَا هـ۔

ترجمہ: اسلام کی پکی پچیس پچیس یا ستیس سال چلے گی۔ چکی سے مراد قوت دینی
 ہے۔ اور تیس سالوں سے زائد پانچ سال یہ وہ ہیں۔ جو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی
 خلافت کے بنتے ہیں۔ کیونکہ ان کی خلافت تقریباً انیس سال سے کچھ اور پر رہی۔
 اور تیس سال تو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی خلافت کے ساتھ مکمل ہو گئے
 تھے۔ جو ہم بیان کر چکے ہیں۔ (شواہد الحق ص ۴۷۰) تذکرۃ الخوفا الجلیلی (مطبوعہ مصر)
 یہ ارشاد اس عظیم شخصیت کا ہے۔ جس کا قدم ہر ولی کی گردن پر ہے۔ حضرت
 امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت انہوں نے حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے
 ثابت کی۔ لہذا سرکارِ خوفا پاک کے نزدیک امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت بھی "خلافت
 راشدہ" میں شامل ہے۔ اب قارئین کرام فیصلہ کر سکتے ہیں۔ کہ عبدالرحیم دیوبندی
 رافضی نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی مخالفت میں ایڑی چوٹی کا زور لگا کر
 وہ خلافت راشدہ، کی مخالفت اور اس سے بغاوت کو ثابت کیا ہے۔

سوال نمبر ۳۵:

وہ کون ہے جو اللہ کے فرمان "فَقَاتِلِ الْكُفْرَ تَبِيعِي" کے زمرہ میں
 شامل واجب القتل ہے؟

جواب:

فَقَاتِلِ الْكُفْرَ تَبِيعِي آلہ سورہ حجرات کے پہلے رکوع کی ایک آیت ہے جس کا
 پورا مفہوم یہ ہے: "اگر کوفروں کے دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں تو دونوں میں صلح کر
 دو اور اگر ان میں سے ایک دوسرے پر بغاوت کرے تو تم اس گروہ سے لڑو
 جس نے بغاوت کی یہاں تک لڑتے رہے کہ وہ پہلی حالت پر آجائے" آیت مذکورہ
 کے بارے میں اکثر مفسرین کا قول ہے۔ کہ یہ عبداللہ بن ابی منافق کے بارے میں
 نازل ہوئی۔ ہوا یوں کہ ایک دفعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم گدھے پر سوار ہو کر جناب
 بعد بن عبادہ کی عیادت کے لیے تشریف لے جا رہے تھے کہ راستہ میں یہ
 منافق لیٹا ہوا تھا۔ کہنے لگا۔ مجھ سے ہٹ کر گزریں کیونکہ تمہارے گدھے کی بوٹے
 مجھے تکلیف پہنچاتی ہے۔ اس پر ایک صحابی نے کہا۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے
 گدھے کی بو تیری بو سے کہیں بہتر ہے۔ اس پر فریقین میں لڑائیاں اور چڑچڑیاں چل
 پڑیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے ختم کر دیا۔ اس منافق کے پاس بیٹھنے والے
 کچھ مسلمان بھی تھے۔ وہ صرف برادری اور خاندان کی وجہ سے اس کے پاس بیٹھے
 ہوئے تھے۔ برادری کی وجہ سے لڑائی کا خطرہ ہوا۔ تو مذکورہ آیت کریمہ اتری۔
 (تفسیر طبری، کبیر، روح المعانی، درمثور وغیرہ) فروع کافی اور کچھ اہل سنت کی کتب میں
 حضرت امیر معاویہ اور علی المرتضیٰ کے درمیان ہونے والی لڑائی کا قبل از وقت ذکر کیا
 گیا۔ لیکن عبدالرحیم دیوبندی رافضی نے اس آیت کے حوالہ سے حضرت امیر معاویہ
 کو "واجب القتل" لکھا ہے۔ اور اس کی وجہ یہی ہو سکتی ہے۔ کہ امیر معاویہ نے
 بغاوت کی اور ہر باغی واجب القتل ہوتا ہے۔ کیونکہ بغاوت کی وجہ سے وہ کافر
 یا مرتد ہو جاتا ہے۔ لیکن عبدالرحیم دیوبندی رافضی سے پوچھا جاسکتا ہے۔ کہ کیا تم
 ثابت کر سکتے ہو۔ کہ ہر باغی کافر اور مرتد ہو جاتا ہے۔ اگر وہ کہے کہ ہاں۔ تو پھر صرف

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بھی نہیں بلکہ امام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے بھی حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے خلاف لڑائی لڑی تھی۔ اور انہیں یہ رافضی بھی کئی مرتبہ دوام المؤمنین لکھ چکا ہے۔ اور قرآن کریم نے الطیبات للطیبین الخ سے ان کو طیب و طاهر عورت کی سند عطا فرمائی۔ کیونکہ مفسرین کرام نے اس آیت کے تحت لکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ طیب کوئی مرد نہیں۔ اور عورتوں میں سے زیادہ طیبہ طاہرہ کوئی دوسری نہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان کی بخشش کا بھی اعلان فرمادیا۔ یعنی سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا ہیں۔ اسی طرح حضرت طلحہ اور زبیر جو عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔ جن کی زندگی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے نام لے کر جنعتی ہونے کی خوشخبری سنائی۔ ارشاد نبوی ہے۔ طَلْحَةُ بْنُ الْيَزِيدٍ وَالزُّبَيْرُ بْنُ الْيَزِيدِ۔ اس لیے اگر عبدالرحیم دیوبندی رافضی کی بات تسلیم کر لی جائے۔ تو پھر اس کے فتوے کی زد میں وہ صحابہ کرام میں آجائیں گے۔ جو قطعی جنتی ہیں۔ پھر اس کو باطن اور بصیرت سے بے بہرے کو آیت مذکورہ کے ابتدائی الفاظ بھی نہ نظر آئے۔ کہ جن میں ان دونوں گروہوں کو مومن کہا جا رہا ہے۔ وَإِنْ كَانَتْ ثَمَانِيَةَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَهْتَكُمُ اللَّهُ اَلْمُؤْمِنُونَ كَے دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں۔ تفسیر نیشاپوری میں اس آیت کے تحت یہ الفاظ لکھے گئے ہیں۔

تفسیر نیشاپوری:

فِي تَقْدِيمِ الْفَاعِلِ عَلَى الْفِعْلِ إِشَارَةٌ إِلَى أَنَّ هَذَا الْمَعْنَى لِأَنَّ كَوْنَهُمَا طَائِفَتَيْنِ مُؤْمِنَتَيْنِ۔

د تفسیر نیشاپوری بر حاشیہ ابن جریر طبری جز ۲

ص ۸۳ مطبوعہ بیروت

ترجمہ مذکورہ آیت کریمہ میں فعل سے پہلے اس کے فاعل کو ذکر کرنا

بھی اس طرف اشارہ کرتا ہے۔ کہ وہ دونوں گروہ مومن تھے۔

قارئین کرام! آیت مذکورہ کے بارے میں مفسرین کرام کی تفسیر اور خود الفاظ آیت یہ بتا رہے ہیں۔ کہ اس کے مصداق دونوں گروہ مومن ہیں۔ اور اہل سنت من جملہ ان آیات میں سے جو کبیرہ کے مرتکب کو مومن ثابت کرتی ہیں۔ ایک آیت یہ بھی کتب عقائد میں ذکر فرمائی۔ اب دیکھئے! کس بے حیائی اور ڈھٹائی کے ساتھ عبدالرحیم دیوبندی، حضرت امیر معاویہ اور ان کے ساتھیوں کو معاذا اللہ متداد رکافر قرار دے کر واجب القتل ہونے کا فتوے صادر کر رہا ہے۔

بے حیاباش ہرچہ خواہی کن

سوال نمبر ۳۹:

وہ کون سے جو رسول اللہ علیہ السلام کے فرمان خلیفہ برحق سے باغی ہو کر "فَاضْرِبُوهُ بِالسَّيْفِ كَمَا يَنْتَهِ كَانٌ"، میں شمار ہوتا ہے؟ اس سے تموار سے قتل کر دیا جائے۔

جواب:

خلیفہ برحق کے خلاف بغاوت کرنے والا واجب القتل ہے۔ خارجی لوگ پچھلے سوال میں مذکورہ آیت سے استدلال کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ خلیفہ برحق سے مراد یزید اور باغی سے مراد امام حسین اور ان کے ساتھی ہیں۔ جیسا کہ ایک اور دیوبندی محمد دین بٹ نے "رشید ابن رشید" میں لکھا ہے۔ اور عبدالرحیم دیوبندی اسی آیت سے امیر معاویہ اور ان کے ساتھیوں کو باغی قرار دے رہا ہے۔ خلیفہ کی مخالفت، بغاوت کب ہوتی ہے؟ اس بارے میں حقیقت یہ ہے کہ جب کسی خلیفہ کی بیعت پلامت کا اجماع ہو جائے۔ اور اختلاف ختم ہو جائیں۔ تو پھر اس خلیفہ کے خلاف سزا اٹھانے والا باغی کہلاتا ہے۔ اس کے

سابقہ قتال کرنے کا حکم ہے۔ جیسا کہ الزام نمبر ۳ میں گزرا ہے۔ کہ جب حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی بیعت اکابر صحابہ نے کر لی۔ لیکن اختلاف اٹھا۔ کہ قاتلانِ عثمان کا قصاص فروری یا ٹھہر کر لیا جائے۔ اس اختلاف میں ہر ایک اپنے آپ کو حق پر سمجھتا تھا۔ نوبت لڑائی تک پہنچی۔ لیکن اس کو بغاوت کا نام نہیں دیا جاتا۔ بلکہ یہ ایک اجتہادِ صحیح تھا۔ اس لیے دونوں طرف لڑنے والے باغی تو کجا گنہگار بھی نہ ہوں گے۔ اور قتل ہونے والے شہید شمار ہوں گے۔ اگر اس اختلاف کی وجہ سے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کافر یا مرتد (معاذ اللہ) ہو جاتے۔ تو امام حسن و حسین ان کی ہرگز ہرگز بیعت نہ کرتے۔ (فاعتبروا یا اولی الابصار)

سوال نمبر ۳۷:

وہ کون ہے۔ جو خلیفہ راشد علی رضی اللہ عنہ اور اس سے محبت والوں پر خطبہ جمعہ میں لعن طعن کرتا اور کرتا رہا؟

سوال نمبر ۳۸:

وہ کون ہے جو اپنی حکومت کے ستر ہزار کس منبروں پر علی اور اللہ اور۔ رسول پر لعن طعن کرتا اور کرتا رہا؟

جواب:

ان دونوں الزامات کا حاصل تقریباً ایک ہی ہے۔ اگرچہ اس کا جواب گزر چکا ہے۔ لیکن چند وضاحتیں اس الزام کے الفاظ کے ضمن میں تحریر کر دینا بہت ضروری ہے۔ دو لعن طعن، کا مفہوم اور معنی کیا وہی ہے جو اردو زبان میں ”گالی گلوچ“ کے معانی میں استعمال ہوتا ہے۔؟ یا عربی میں اس کے مفہوم میں کچھ فرق ہے؟ اس سلسلہ میں گزارش ہے۔ کہ اس لفظ کو لفظی لوگ اردو کے معانی میں لے کر اعتراض کرتے ہیں۔ حالانکہ جس واقعہ میں یہ لفظ آئے ہیں۔ وہاں اردو مفہوم کے اعتبار سے نہیں

بلکہ عربی زبان میں کسی کو غلطی پر ڈانٹ ڈپٹ پلانا بھی لعن طعن سے مراد لی جاتی ہے کہ جس کی شاہدِ حدیث ہے۔ ملاحظہ ہو۔

مسلم شریف:

جنگ تبوک میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ساتھیوں کو یہ ہدایت عطا فرمائی تھی۔ کہ کل تم جب تبوک کے چشمہ پر پہنچو تو تم میں سے کوئی شخص میرے پیچھے سے قبل اس کے پانی کو ہاتھ نہ لگائے۔ اتفاق سے دو صحابیوں نے قافلہ سے آگے نکل کر اس چشمہ پر پہنچ کر اس کا پانی پی لیا جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی اطلاع دی گئی تو قبولِ راوی ”وَقَسَيْدًا لِّلنَّبِيِّ“ آپ نے ان دونوں کو سب کیا۔

(مسلم شریف جلد دوم ص ۲۴۶ باب معجزات النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مطبوعہ کراچی)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ”دسب“ کی نسبت کی گئی۔ جس کا عام طور پر معنی ”دگالی دینا“ آتا ہے۔ تو کیا کوئی مسلمان یہ سوچ سکتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں صحابیوں کو گالی دی۔؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مقدسہ سے اس معنی کا اظہار بہت بعید ہے۔ اور اس کو ناجائز قرار دینے والا دائرہ اسلام سے بوجہ توہینِ حضور خارج ہو جائے گا۔ تو جس طرح یہاں ”دسب“ کا معنی ڈانٹ ڈپٹ یا سخت سست وغیرہ مراد ہے۔ اسی طرح فقہوں ہے۔ کہ ایک شخص نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے لیے ”دالو تراب“ استعمال کرنے کو ”دسب“ میں شمار کیا جس پر علی المرتضیٰ نے فرمایا۔ مجھے اس کنیت پر فخر ہے۔ کیونکہ یہ کنیت مجھے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عطا فرمائی ہے۔ تو بالکل لفظ سب کی طرح لعن طعن سے مراد گالی دینا نہیں۔ بلکہ غم و غصہ کا اظہار۔ اور وجہ اس کی یہ

تھی۔ کہ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے خلیفہ برحق عثمان کے قاتلوں سے قوری قصاص کیوں نہ لیا؟ اس کی مکمل بحث دو تحفہ جعفریہ جلد پنجم ص ۳۰۲ تا ۳۰۷ پر دیکھی جاسکتی ہے۔ بلکہ کتب تاریخ میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے لعن طعن کرنے کے واقعہ کو علی الاطلاق ذکر بھی کیا گیا۔ یعنی کسی کا نام ایسے بغیر نہیں کہا کرتے تھے۔

دو قاتلانِ عثمان پر لعنت ہو! اب اس سے اگر کوئی جھوٹا وفادار علی خواہ مخواہ یہ مراد لے۔ کہ اس سے حضرت علی رضی اللہ عنہ پر لعن کیا گیا۔ تو یہ اس نامراد کی مراد تو ہو سکتی ہے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی نہیں۔ یہی مراد عبدالرحیم مردوہ نے لی۔ اور کمال بے حیائی سے لکھ دیا۔ کہ ستر ہزار سے زائد منبروں پر علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ پر لعنت ہوتی تھی اس ظالم نے بغض و عداوت میں اندھا ہوا کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ساتھ اللہ اور اس کے رسول کو بھی ملا دیا۔ کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ان پر بھی لعن طعن کرتے تھے بے حیا اور بے شرم کو ایسے الفاظ کہتے ہوئے ذرا بھی دل نے ملامت نہ کی؟ ہاں ایمان ہوتا تو اندر سے ملامت ہوتی۔ ایسے غدیر الزامات اور وہ بھی بے سرو پا بلا سند صحیح ذکر کرنے سے مسلمان کا دل کانپ جاتا ہے اور جرات نہیں کر سکتا۔

سوال نمبر ۳۹:

وہ کون ہے جس کے لیے حضور معلم و مقصود کائنات کافران ہے جو میرے صحابی کرام کو گالی دے اس پر لعنت کرو۔ ایسا کس نے کیا؟

جواب:

خود ایسا کر کے پھر لوگوں سے پوچھتے ہو کہ کس نے کیا؟ کاتبِ وحی، امینِ خدا اور صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر کیا تم نے لعن طعن نہیں کیا۔ جبکہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ حضرت امیر معاویہ کو صحابہ ہی نہیں بلکہ فقیہ اور مجتہد بھی قرار دے رہے ہیں۔

سوال نمبر ۴۰:

وہ کون ہے جس نے سب سے پہلے انسانوں کو خفنی کرنے کا حکم دیا؟

جواب:

اس قسم کے بے ہودہ الزامات کوئی بے ہودہ آدمی ہی لگاتا ہے۔ ہم صرف یہ کہہ سکتے ہیں کہ مذکورہ الزام کسی ایسی روایت سے جو سندِ صحیح کے ساتھ مروی ہو ثابت کر دکھاؤ تو ہمیں ہزار نقد انعام پاؤ۔ فَإِنْ لَمْ تَفْعَلُوا وَلَكِنْ تَفْعَلُوا خَاتَمُوا النَّارَ لَكُمْ وَقَوَّذَهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ الْغَالِيَةُ۔

سوال نمبر ۴۱:

وہ کون ہے جس نے علی کو طارک بنا کر اللہ رسول اور تمام مومنوں پر سبّ و تم لعن طعن کیا اور کرایا؟

جواب:

اس الزام کا جواب سوال نمبر ۲۷ کے جواب میں آچکا ہے۔ ۱۔ عادی کی ضرورت نہیں ہے

سوال نمبر ۴۲:

وہ کون ہے جس نے اللہ اور رسول کے کافرانوں سے بدکاری کرنے والے

بیٹے یزید کو ولیٰ عہد بنایا؟

جواب:

اس سوال میں دراصل دو سوالات ہیں۔ ایک یہ کہ یزید کو ولیٰ عہد مقرر کیوں کیا؟

دوسرا یہ کہ یزید نے اپنی ماں سے بدکاری کی تھی۔ جہاں تک ولیٰ عہد کا معاملہ ہے یزید کے بارے میں ہمارا نظریہ یہ نہیں کہ وہ بہت اچھا آدمی تھا۔ بلکہ ہم اسے بہت بُرا سمجھتے ہیں۔ اس کے ولیٰ عہد بنائے جانے کے بارے میں تفصیل بحث تحفہ جعفریہ جلد ۵ ص ۲۸ تا ۲۵۹ میں کر دی گئی ہے۔ لہذا اعادہ کی ضرورت نہیں ہے۔

رہا دوسرا الزام یعنی مال کے ساتھ بیکاری کرنا یہ ایسا الزام ہے جس کی گواہی ثابت ہونا تقریباً ناممکن ہے۔ اور عادتہً محال ہے۔ ایسا الزام لگانے کے بعد ثابت نہ کر سکنے والے پر حدتلف جاری ہوتی ہے۔ لہذا عبدالرحیم دلو بندہ رافضی اس حد کا مستحق ہے۔ بہر حال اس کے ولی عہد بنانے کے وقت حضرت امیر معاویہؓ نے اس کو خلیفہ بنانے کا پروگرام بنایا۔ لیکن خلافت مل جانے کے بعد اس نے ایسے کام کیے۔ جن کی وجہ سے کوئی بھی اسے ”خلیفہ“ سے کم لفظ کے ساتھ یاد کرنے کو تیار نہیں۔ امیر معاویہؓ نے ولی عہد بناتے وقت اسے کیا سمجھا اور آپ کی کیا نیت تھی؟ اس بارے میں ایک دو حوالہ جات نقل کر دیئے جاتے ہیں۔

البدایہ والنہایہ:

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن آپ نے دورانِ خطبہ دعا مانگی اے اللہ! تو جانتا ہے کہ میں نے اس کو (یزید کو) اس کی اہلیت کی بنا پر خلیفہ بنانے کا فیصلہ کیا۔ تو میری اس تمنا کو پورا فرما دے۔ اور اگر میں نے اسے اس لیے ولی عہد بنایا کہ مجھے اس سے پیار و محبت تھی۔ تو اے اللہ اسے عہدہ ولایت پر ناکام بنا دے۔ اور اس کی تکمیل نہ فرما۔ (البدایہ والنہایہ جلد نمبر ۸ ص ۸۰ ثم دخل سنة ست وخمسين مطبوعه بیروت)

نیل اس:

حضرت امیر معاویہؓ نے یزید کو اس کی اہلیت و استعداد کے پیش نظر خلیفہ بنایا جیسا کہ خود ان سے مروی ہے۔ اے اللہ! اگر یزید ایسا ہی ہے۔ جیسا اس کے بارہ میں میرا گمان ہے تو بہتر ہے اگر ویسا نہیں تو تو اسے بہت جلدی موت دے دے۔ اللہ کے حضور حضرت امیر معاویہؓ کی یہ دعا قبول ہوئی۔ اس یزید کو زیادہ دیر خلافت کرنا نصیب نہ ہوئی۔ اس کی مزید تفصیل تحفہ جعفریہ جلد ۵ ص ۲۳۸ تا ۲۴۲ پر دیکھیں

سوال نمبر ۲۳

وہ کون ہے جو فتح مکہ کے دن پچھلے کفر کے ساتھ اسلام میں داخلیت کو آیا اور جس کا ایمان بے نفع ہیں؟ قرآن نے ان لوگوں کے لیے کہا۔ کفر کے ساتھ اسلام میں داخل ہوئے اور اسی کفر کے ساتھ اسلام سے نکل گئے۔

جواب:

اس الزام کا تفصیلی جواب ”دشمنان امیر معاویہؓ کا علمی محاسبہ“ کی جلد دوم زیر الزام نمبر ۹ دیا گیا ہے۔ جو تقریباً ۱۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ اختصار کے طور پر یہاں بھی ذکر کر دینا مناسب سمجھتا ہوں۔ یہ الزام سورہ مائدہ کی آیات ۵۹، ۶۰، ۶۱ سے لیا گیا ہے۔ آیات کا ترجمہ ملاحظہ ہو: ”فرما دیجئے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، کتاہو! تمہیں ہمارا کیا برا لگا ہی کہ ہم ایمان لائے اس پر جو ہماری طرف اترا اور اس پر جو پہلے اترا اور یہ کہ تم میں سے اکثر فاسق ہیں۔ فرما دیجئے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا میں تمہیں نہ بتاؤں جو اس سے بھی زیادہ بُرا ہو اللہ تعالیٰ کے نزدیک ٹھکانے کی رُس سے وہ جس پر اللہ تعالیٰ نے لعنت کی اور غضب فرمایا۔ اور ان میں سے کر دیا گیا بعض کو بندہ بعض کو سورا اور بعض کو شیطان کے پجاری۔ یہی لوگ بہت بڑے شریر ہیں اپنے ٹھکانے کے اعتبار سے اور بہت بڑے گمراہ اور بہکے ہوئے ہیں سیدھے راستے سے اور جب تمہارے پاس آتے ہیں۔ تو کہتے ہیں کہ ہم مسلمان ہیں حالانکہ وہ آتے وقت بھی کافر اور جاتے وقت بھی کافر اور اللہ تعالیٰ اسے عذاب جاتا ہے جسے وہ چھپاتے ہیں۔“

تفسیر طبری، قرطبی اور دیگر بکثرت تفاسیر میں ہے کہ آیات مذکورہ اہل کتاب میں سے منافقین کے بارے میں نازل ہوئیں۔ ”یا اهل الكتاب“ کے الفاظ صاف صاف الفاظ اس کی تائید کر رہے ہیں۔ لیکن عبدالرحیم دلو بندہ رافضی نے بد باطنی اور بے دینی کے پیش نظر قسم اٹھا رکھی ہے کہ قرآن کریم میں جو آیات کئی منافقین

کے بارے میں نازل ہوئیں۔ انہیں کسی نہ کسی طرح حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں پر چسپاں کی جائیں۔ بھلا اس سے بڑھ کر خدا کے غضب کا حقدار کون ہوگا؟ اور پھر وہ چوری پھر سینہ زوری، کے مصداق بڑے طعنا سے پوچھتا ہے۔ وہ کون ہے جس نے۔۔۔؟ اگر عدل و انصاف کے شیشہ میں دیکھتا۔ قرآن تمام کون ہے؟

کا جواب اسے اپنی شکل میں نظر آ جاتا

سوال نمبر ۴۴:

وہ کون ہے جس کے متعلق عبداللہ بن بریدہ دو صحابیوں نے گواہی دی کہ اس نے شراب پی اور ہمیں بھی دی؟ (مسند احمد طبع مصر جلد ۵ ص ۲۴۷)

سوال نمبر ۴۵:

وہ کون ہے جس کے متعلق عبداللہ بن صواف صحابی نے مسجد میں اعلان کیا۔ اس نے سود لیا اور کھایا۔ اور وہ دوزخ میں گلے تک ہے؟

جواب:

ان الزامات کا تفصیلی جواب بھی دشمنان امیر معاویہ کا علمی معامہ جلد دوم میں تقریباً چودہ صفحات پر مشتمل دیا جا چکا ہے۔ جو الزام ۳۱ کے تحت مذکور ہے۔ یہی الزامات عبدالرحیم دیوبندی کے گرو محدث ہزاروی نے بھی لگائے ہیں۔ مختصر جواب یہ ہے کہ اس طرح کی روایات سخت مجروح ہیں۔ جن میں یہ الزامات آئے ہیں۔ اور اسناد الرجال و علم الحديث کے ماہر بخوبی جانتے ہیں۔ کہ مجروح روایت سے کسی پر الزام ثابت نہیں ہو سکتا۔ بلکہ امام احمد بن حنبل نے کتاب المصلح اور ابوبکر رازی نے الجرح والتعديل میں لکھا ہے۔ کہ اگر کسی راوی میں جرح اور تعدیل دونوں ملتی ہوں۔ تو ترجیح جرح کو ہوگی۔ ان دونوں الزامات کی روایات کے راویوں پر جرح موجود ہے۔ اس لیے ان کا کوئی وزن نہیں۔

سوال نمبر ۴۶:

وہ کون ہے جس بدخبت ازلی ابدی نے مغیرہ بن شعبہ کا غلام نوکو کو خرید کر اس سے حضرت عمر کو قتل کرایا۔ (مجمع البحرین طبع محمدی پریس دیوبند)

جواب:

قرآن کریم کا ارشاد ہے: "وَالْخَبِيثُونَ لِلْخَبِيثَاتِ" خبیث کو اپنا ہم مسلک اور خبیث سے بھرا کہیں سے مل ہی جاتا ہے۔ کچھ اسی طرح عبدالرحیم رافضی کو اپنی قماش کو کذاب اور دشمنان امیر معاویہ مجمع البحرین کے مصنف کی شکل میں مل گیا۔ حضرت امیر معاویہ رحمہ اللہ کو آخر کیا ضرورت پڑی تھی۔ کہ وہ مغیرہ بن شعبہ کو خرید کر اس سے حضرت عمر کو مروا تے۔ کونسا دکھ دیا تھا۔ انہیں حضرت عمر مرنے؟ آئیے "الاستیعاب" کے ایک دو حوالے ملاحظہ کریں۔ یہ وہی کتاب ہے کہ جس پر خود عبدالرحیم رافضی کو بھی اعتماد دہئے۔ تاکہ ان حوالہ جات سے معلوم ہو جائے۔ کہ ان دونوں (امیر معاویہ، عمر بن خطاب) کا باہم کیا تعلق تھا؟

الاستیعاب:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حضور کسی نے حضرت امیر معاویہ رحمہ اللہ کے بارے میں توہین آمیز کلمات کہے۔ تو انہوں نے فرمایا۔ ایسے قریشی نوجوان پر اعتراض کرنے سے بچو وہ ایسا شخص ہے جو عفتہ کے وقت ہنستا رہتا ہے اور کوئی چیز اس سے اس کی رضا کے بغیر نہیں لی جاسکتی۔ اور جو کچھ اس سے کوئی لیتا ہے۔ وہ زبردستی سے نہیں بلکہ اس کے قدموں میں پڑ کر لیتا ہے۔ عبداللہ بن عمر سے روایت ہے۔ کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد امیر معاویہ رحمہ اللہ میں سرداری سے زیادہ قابل کسی اور کو نہیں پایا۔ ابن عمر سے پوچھا گیا۔ کیا، ابوبکر

عمر، عثمان اور علی المرتضیٰ میں بھی نہ تھی؟ ابن عمر نے فرمایا۔ خدا کی قسم! یہ چاروں حضرات بے شک امیر معاویہ رض سے افضل تھے لیکن سرداری میں وہ بڑھ کر تھے۔ ابن عمر کے غلام جناب نافع سے پوچھا گیا۔ کیا وہ ہے۔ کہ ابن عمر نے امیر معاویہ رض کی بیعت کر لی۔ اور علی المرتضیٰ رض نہ کی؟ جواب دیا۔ کہ میرے آقا و مولیٰ کسی اختلاف کے وقت اپنا ہاتھ کسی کو نہ دیتے (یعنی جب امیر معاویہ اور علی المرتضیٰ رض کے درمیان لڑائی ہوئی۔ تو ابن عمر نے دونوں کو چھوڑ کر علی کی اختیار کر لی۔ کیونکہ انہیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد یاد تھا۔ کہ جب مسلمانوں کے دو گروہ لڑ پڑیں تو تم اپنی تلوار احد پہاڑ پر مار کر توڑ دینا۔ اس لیے ابن عمر نے ان میں سے کسی سے بیعت نہ کی ۱۱ احسن رحمہ کی دست برداری پر اختلاف ختم ہو جانے کے بعد امیر معاویہ رض کی بیعت کر لی۔ اور امیر معاویہ ۲۵ سال امیر اور تیس سال خلیفہ رہے۔ (الاستیعاب جلد سوم برصغیر)

الاصابة فی تمیز الصحابة حرف میم قسم اول ص ۳۹۸

قارئین کرام! حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو اگر امیر معاویہ نے شہید کر دیا ہوتا۔ تو ان کی شہادت کے بعد ان کا صاحبزادہ ابن عمر رضی اللہ عنہ ہرگز ہرگز اپنے باپ کے قاتل کی بیعت نہ کرتے۔ اس سے صاف ظاہر کہ حضرت عمر اور امیر معاویہ میں کوئی دشمنی نہ تھی۔ بخاری شریف میں بھی مذکور ہے۔ کہ ابن عمر نے امیر معاویہ کی بیعت کی تھی۔ علاوہ انہیں الاستیعاب جلد دوم ص ۲۶۹ البدایہ والنہایہ جلد ۱ ص ۱۳۷، اور اسد الغابہ جلد ۱ ص ۷۲، اور طبری وغیرہ میں یہ واقعہ مذکور ہے۔ کہ ابو لؤلؤ غلام نے اس لیے حضرت عمر بن خطاب کو شہید کیا۔ کہ میرا الگ منیرہ بن شعبہ جو مجھ سے خراج لیتا ہے۔ وہ کم کرا دیں اپنے

فرمایا۔ وہ جس قدر لیتا ہے۔ وہ ٹھیک ہے۔ کیونکہ تو اچھا کارکن ہے۔ اور مقررہ خراج دینا تجھے کوئی مشکل نہیں ہے۔ ایک روایت میں یوں بھی ہے۔ کہ عرض کی گئی حضور! ابو لؤلؤ خراج کم دیتا ہے۔ لہذا زیادہ کر دیا گیا۔ بہر حال خراج کی کمی بیشی اصل وجہ بنی۔ اسی سلسلہ میں یہ بھی مذکور ہے۔ کہ حضرت عمر نے اس ابو لؤلؤ کو کہا۔ کہ تم ایک چکنی مجھے بھی بنا دو۔ کہنے لگا۔ ایسی چکنی بنا کر دوں گا۔ کہ لوگ مشرق و مغرب میں اس کی باتیں کیا کریں گے۔ جس سے اس کی مراد آپ کو شہید کرنا تھا۔ باوجود علم ہونے کے حضرت عمر رض نے اس کا کھٹا سبب نہ کیا۔

یہ ہیں وہ تاریخی واقعات جن کی وجہ سے حضرت عمر رض کو شہید کیا گیا عبدالرحیم اور محدث ہزاروی ایسے کذاب ان تاریخی حقائق کو مسخ کر کے پھر بڑی ڈھٹائی سے نکھتے ہیں۔ کہ میرے سوالوں کا جو جواب دے گا۔ اس کو دس ہزار روپیہ انعام دوں گا۔ جب سوال کا سراپاؤں ہی کوئی نہیں۔ تو بھلا اس کا جواب پھر اس پر انعام کی پیش کش عجیب بے ایمانی ہے۔ اور عوام کو بڑے مکارانہ انداز میں دھوکہ دینا ہے۔

سوال نمبر ۱۲۷

وہ کون ہے جس کے معتمد پیشوا عقبہ بن مرثی اور اس کے اپنے فرزند یزید نے کہا۔ سب جھوٹ ہے نہ فرشتہ آیا نہ وحی؟

جواب:

میں اس سے قبل یزید کے بارے میں اپنا نظریہ درج کر چکا ہوں۔ اُسے ولی یا قطب نہیں سمجھتا ہوں۔ کہ اس پر لگائے گئے الزامات کا جواب دوں۔ رہا عبدالرحیم رافضی کا یزید کے بارے میں یہ کہنا کہ اس نے وحی کا انکار کیا، تمام احکام کو جھوٹ کہا وغیرہ۔ میرا خیال ہے۔ کہ یزید کا یہ قول کسی صحیح روایت میں

نہیں ہے۔ ورنہ اس کا عام چرچا ہوتا۔ اس لیے اگر رافضی عبدالرحیم خود اپنا یہ الزام روایتِ مصیبت سے ثابت کر دے۔ تو تیس ہزار کا انعام پائے۔

سوال نمبر ۴۸:

وہ کون ہے بے نفع ایمان والا جس کے ازلی کافر باپ نے عثمان غنیؓ سے کہا یزیدی بادشاہیت ہے میں نہیں مانتا جنت و دوزخ کو؟ الاستیعاب (جلد ۶ ص ۸۷)

سوال نمبر ۴۹:

وہ کون ہے کہ جس کے مشہور و معروف ذاتی منافق باپ کو جب اسلام میں آیا منافقین کا ماویٰ و ملجا اور جاہلیت میں زندیق تھا؟ (الاستیعاب جلد ۶ ص ۸۹)

جواب:

دونوں الزامات کے لیے حوالہ الاستیعاب جلد ۶ ص ۸۷ کا درج ہے۔ حالانکہ الاستیعاب آج تک چھ جلدوں میں نہیں چھپی معلوم ہوتا ہے کہ مجمع البحرین جیسی واہی تباہی کسی کتاب سے عبدالرحیم نے یہ پڑھا ہو گا۔ اور پھر بے سمجھے سوچے اپنی کتاب میں درج کر دیا۔ دونوں اعتراضات صغہ کے اعتبار سے قریب قریب ہیں۔ حقیقت حال کچھ یوں ہے۔

الاستیعاب:

حضرت ابوسفیان کے اسلام کے بہتر اور اچھا ہونے میں اختلاف کیا گیا ہے ایک گروہ کا کہنا ہے کہ جب یہ اسلام لائے۔ تو بہت اچھا اسلام لائے۔ جناب سعید بن مسیب اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے جنگ یرموک کے میدان میں ابوسفیان کو اپنے بیٹے یزید کے جھنڈے کے نیچے دیکھا وہ لڑ رہے تھے اور دعا کر رہے تھے۔ اے اللہ! اپنی مدد قریب کر دے۔ یہ بھی مروی ہے

کہ یرموک کی جنگ میں ابوسفیان ایک اونچی جگہ کھڑے یہ کہہ رہے تھے۔ اللہ، اللہ، بے شک تم عرب کا زاد راہ ہو اور اسلام کا مددگار ہو۔ اور آپ کے مقابلہ میں زاد راہ اور انصار مددگار۔ مشرکین بیکار۔ اے اللہ! یہ دن تیرے دنوں میں سے ایک دن ہے۔ اے اللہ! اپنے بندوں پر اپنی مدد اتار۔ دوسرے گروہ کا خیال ہے۔

کہ وہ منافقین کے سرغنہ تھے جب سے اسلام لائے۔ اور جاہلیت میں زندگی کی طرف منسوب تھے۔ حسن سے روایت ہے۔ حضرت عثمان کے خلیفہ بن جانے کے بعد ابوسفیان ان کے پاس آیا۔ اور کہا۔ اے عثمان! تیم اور عدی کے بعد ابو بکر قبیلہ تیم اور عمر بن خطاب قبیلہ عدی سے تھے (خلافت کو ادھر ادھر پھیر۔ اور اس میں بنو امیہ کی میخیں لگا۔ کیونکہ یہ بادشاہیت اس میں جنت و دوزخ کو میں نہیں جانتا۔ عثمان غنیؓ سن کر غضب ناک ہوئے۔ اور بلند آواز سے کہا۔ اٹھ کر دور ہو جا۔ اللہ تیرے ساتھ جو چاہے کرے۔ (الاستیعاب جلد ۶ ص ۸۷) بر حاشیہ الامامة فی تیز الصواب ص ۸۷ حرف سین قسم اول

الاستیعاب کے دونوں الزامات کی عبارت آپ نے پڑھی۔ جس کا ہمارے کر عبدالرحیم رافضی نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں اپنے دل کا غبار نکالا۔ صاحب الاستیعاب نے مذکورہ عبارت کے اختتام پر اس کا جو رد لکھا۔ وہ اس قتل و خرد کے اندھے کو نظر نہ آیا۔ علامہ نے لکھا۔

الاستیعاب:

وَلَهُ أَخْبَارٌ مِنْ نَحْوِ هَذَا رَدِيَّةٌ ذَكَرَهَا أَهْلُ الْأَخْبَارِ لَمْ أَذْكُرْهَا وَفِي بَعْضِهَا مَا يَدُلُّ عَلَى أَنَّهُ لَمْ يَكُنْ إِسْلَامًا سَالِمًا وَالْحَقُّ حَدِيثُ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيْبِ يَدُلُّ

عَلَىٰ صِحَّةِ إِسْلَامِهِ ۝ (استیفاء طبع کا مسئلہ ۸) برعاشیہ اصابت سے اس قسم اول)
 نیکچہم، ابوسفیان کے بارے میں اس قسم کی لچر اور بھی خبریں ہیں جنہیں
 اہل اخبار نے ذکر کیا۔ اور میں نے انہیں ذکر نہیں کیا۔ ان میں سے کچھ ایسی
 بھی ہیں جو اس بات پر دلالت کرتی ہیں۔ کہ ابوسفیان کا اسلام سالم نہ تھا لیکن
 حضرت سعید بن مسیب کی حدیث ان کے اسلام کے صحیح ہونے پر دلالت
 کرتی ہے۔

قارئین کرام! صاحب الاستیعاب نے عبدالرحیم رافضی کے پیش کردہ مضمون الی روایات کو ملاحظہ فرمائی کہ۔ اور حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ سے مروی روایت کو صحیح کہا۔ جس میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے اسلام کو صحیح اور درست کہا گیا ہے۔ مزید لکھتے ہیں۔ کہ جنگ یرموک کے موقعہ پر سب کی آوازیں بند ہو گئیں صرف ایک آدمی تھا۔ جو کہہ رہا تھا۔ اللہ کی مدد قریب ہو جا۔ جب اس آواز والے کو دیکھا تو وہ ابوسفیان تھے جو اپنے بیٹے کی کمان میں لڑ رہے تھے۔ حضرت ابوسفیان کی دوسری کنیت ابوظنفلہ ہے۔ جو ان کے ایک اور بیٹے کی نسبت سے ہے جو غزوہ بدر میں کفر پر مرتقا۔ ابوسفیان مسلمان ہو کر غزوہ حنین میں شریک ہوئے ان کی ایک آنکھ طائف میں ختم ہوئی۔ ایک آنکھ سے ہی کام لیتے رہے۔ حتیٰ کہ جنگ یرموک میں ان کی دوسری آنکھ بھی ضائع ہو گئی۔ ایک روایت میں ہے کہ جب ان کی ایک آنکھ ضائع ہو گئی۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے۔ اور آنکھ کے ضائع ہونے کی بات عرض کی۔ آپ نے فرمایا۔ اگر تو چاہے تو تیری آنکھ اچھی ہو جائے اور اگر اس کی بجائے جنت چاہے تو وہ مل جائے گی۔ ابوسفیان نے عرض کی حضور! مجھے آنکھ نہیں جنت چاہیے (بحوالہ الاصابۃ فی تمیز الصحابہ جلد دوم ص ۷۹ بمعہ الاستیعاب)۔ جب

دشمنانِ مہر معاویہ کا علمی ماسبہ ۲۶۱ جلد اول

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابرسفیان سے جنت کا وعدہ فرمایا۔ تو معلوم ہوا کہ آپ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے بچے شیدائی تھے۔ اور وعدہ حضورِ حنتی ہیں۔ لیکن عبدالرحیم رافضی اندھے کو یہ باتیں کب نظر آسکتی ہیں۔ اس کی آنکھوں پر بغض و عداوت کی دبیز پردے پڑے ہوئے ہیں۔

دو الاصابہ، کے مذکورہ صفحہ پر ابوسفیان کے بارے میں مزید لکھا ہے۔ ان کا نام صخر تھا۔ ان کے مناقب میں ابن حجر لکھتے ہیں۔ وَ ذَكَرَ ابْنُ إِسْحَاقَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجَّهَهُ إِلَى مَنَاتٍ فَلَمَّا مَهَا حَضَرَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَبْرُسْ ابْنُ سَفْيَانَ كَوْمَنَا تِبْتِ كِي طَرَفٌ رَوَانَةٌ فَرَأَى أَنَّهُ لَا تَوَانُهُمْ نَعْمَ بَارَكُوا مِنْهُمُ كَرَدِيَا۔ اسی صفحہ پر سند صحیح سے مروی ہے۔ وَ رَوَى بْنُ سَعْدٍ أَيْضًا وَإِسْنَادُهُ صَحِيحٌ عَنْ عِكْرِمَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَهْدَى إِلَى إِبْرَاهِيمَ بْنِ سَفْيَانَ بْنِ الْحَرْبِ ثَمَرًا عَجْوَةً فَكَتَبَ إِلَيْهِ يَسْتَمِدُّ بِهِ أَدَمًا مَعَ عُمَرَ وَابْنَ أُمَيَّةَ فَكَزَلَ عُمَرُو عَلَى أَحَدَى إِبْرَاهِيمَ ابْنِ سَفْيَانَ فَقَامَتْ دُونَهُ وَقِيلَ أَبُو سَفْيَانَ الْهُدْيَةِ وَأَهْدَى إِلَيْهِ أَدَمًا۔

قریباً ۱۵ طبقات ابن سعد میں بھی یہ روایت ہے۔ اور اس کی اسناد صحیح ہے وہ یہ کہ جناب عمر مہر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوسفیان کی طرف عجوبہ کھجوروں کا ہدیہ بھیجا۔ اور کچھ بھیجا کہ تم میری طرف عمرو بن امیہ کے ہاتھ چمڑے کا دسترخوان بطور ہدیہ بھیجو۔ ایلچی عمر و جناب ابوسفیان کی ایک بیوی کے پاس گئے۔ وہ ذرا ہٹ کر کھڑی ہو گئی۔ اور اس کی آؤ بھگت کی۔ ابوسفیان نے ہدیہ کو بوسہ دیا۔ (اور رکھ لیا) اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور چمڑے کے دسترخوان کا ہدیہ روانہ کیا۔۔۔۔۔ اسی صفحہ پر ایک اور روایت

الفاظ سے منقول ہے۔ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ دَخَلَ دَارَ ابْنِ سَفْيَانَ فَلَمْ يَمُتْ إِلَّا بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا أَوَى بِمَكَاتِهِ دَخَلَ دَارَ ابْنِ سَفْيَانَ تَرْكِجًا

جناب ثابت بنانی سے جوہر بن سلیمان ضعیفی روایت کرتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو بھی ابوسفیان کے گھر میں داخل ہو گیا۔ وہ امن والا ہے۔ کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ شریف میں قیام پذیر ہوتے تو آپ ابوسفیان کے گھر میں تشریف فرما ہوتے

قاریین کرام! علامہ ابن حجر عسقلانی شارح بخاری شریف نے الاصابہ جلد ۱ ص ۱۷۹ حروف صا و قسم اول میں ابوسفیان کے بارے میں تین روایات نقل کیں ہیں جو آپ نے ملاحظہ فرمائیں۔ ان سے جناب ابوسفیان اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مابین کیسے تعلقات نظر آتے ہیں؟ ان میں سے پہلی روایت کو دیکھیے۔ ابوسفیان اسلام لانے سے قبل اسی منات کے پجاری تھے۔ جس کو اب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر توڑ رہے ہیں۔ اگر ان کے دل میں سابقہ شرک باقی ہوتا۔ تو اپنے ہاتھوں سے اپنے معبود کو کبھی نہ توڑے۔ دوسری روایت یہ بتاتی ہے کہ اسلام لانے سے قبل ان دونوں کے مابین ایسے تعلقات تھے۔ جو کسی دوسرے کافر و مشرک کے ساتھ حضور علیہ السلام کے نہ تھے۔ اسلام لانے سے قبل ایسا معتقد تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں آتے تو قیام کے لیے ابوسفیان کا ہی گھر پسند فرماتے۔ اس سے دونوں کے مابین نسبی تعلق معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ ابوسفیان رشتہ میں آپ کے پھوپھی زاد گھٹے ہیں۔ اسی خوشگوار رشتہ کے پیش نظر تحفہ بات ایک دوسرے کو بھیجا کرتے۔ جب اسلام لانے سے قبل تعلقات کی خوشگوار

کاریہ عالم تھا۔ تو اسلام لانے کے بعد اس میں کوئی کمی رہ گئی ہوگی۔ اس کی دلیل المستدرک کی مذکورہ روایت ہے۔ کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ابوسفیان جنت کا سردار ہے۔ آنکھ کے بدلہ میں حضور سے جنت طلب کی۔ جو انہیں بموجب عہد دے دی گئی۔ ان باتوں کو سامنے رکھ کر ہر ذی شعور فیصلہ کر سکتا ہے کہ ابوسفیان واقعی صحیح معنوں میں مسلمان ہوئے۔ یا عبدالرحیم رافضی وغیرہ کے بقول ان کا ایمان متناقض تھا (معاذ اللہ) علاوہ ازیں ان حقائق سے عبدالرحیم دیوبندی رافضی کے اگلے سوالات کا جواب بھی آپ کو ملے گا۔ بوقتِ ضرورت اجمالاً ان کا جواب لکھا جائے گا۔

سوال نمبر ۵:

وہ کون ہے جس نے بائی بناوت ظلم و بدعت مبتدع کے دور حکومت کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے هُنَا هُنَا هُنَا هُنَا مَصَابِ فَتَنَةٍ و فساد فرمایا۔

سوال نمبر ۵:

وہ کون ہے جس کی باغی باطل ظالم سربراہی فتنہ و فساد حکومت کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مَلِكًا حَصُوصًا درندہ شاہی فرمایا۔

(خصائص کبیری جلد دوم ص ۱۱۲ مطبوعہ بیروت)

جواب:

دونوں روایات خصائص کبیری سے منقول ہیں۔ جو امام السیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف ہے۔ ان روایات کی کوئی سند مذکور نہیں۔ میرا وجدان یہ کہتا ہے۔ اگر ان کی اسناد مذکور ہوتیں۔ تو پھر یہ روایات یقیناً ردی شمار ہوتیں۔ بہر حال اگر ان کی صحت مان لی جائے۔ تو اصل مقام ان روایات کا طرانی ہے۔ جہاں یہ روایت کچھ اس طرح مذکور ہے۔ دوام المؤمنین سیدہ عائشہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے امیر معاویہ کو فرمایا۔ جب اللہ تعالیٰ تجھے خلافت کی قمیص پہنائے گا؟ تو تیرا کیا حال ہوگا؟ اس پر ام حبیبہ (امیر معاویہ کی ہمیشہ) نے عرض کی

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا اللہ تعالیٰ میرے بھائی کو خلافت کی قمیص پہنائے گا۔ فرمایا۔ ہاں۔ لیکن اس میں فساد ہوگا، اس روایت کا مفہوم زیادہ سے زیادہ یہی نکلتا ہے۔ کہ امیر معاویہ کے خلیفہ بننے کا وقت فساد کا زمانہ ہوگا۔ اور ہوا بھی یہی۔ کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے معاملہ میں قصاص کے مسئلہ پر مسلمانوں میں شدید اختلاف ہوا۔ بہت سے شہید ہوئے پھر امیر معاویہ کی خلافت کا زمانہ آیا۔ اور اس کے ابتدائی ایام میں بہت بڑا فساد چھوٹا ہوا۔ اس کا ہم کافی دشانی جواب دے چکے ہیں۔ وہ یہ کہ دونوں طرف کے مقتولین و شہداء، میں شامل ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی لیے حضرت امیر معاویہ کی خلافت کے متعلق فرمایا۔ کہ اللہ تعالیٰ اسے خلافت کی قمیص پہنائے گا۔ یہ نہیں فرمایا۔ کہ امیر معاویہ کا دور خلافت جا برانہ اور ظالمانہ ہوگا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد سے صاف صاف معلوم ہوا کہ خلافتِ امیر معاویہ اللہ کی طرف سے ہوگی۔ مگر انہیں بڑی بڑی آزمائشوں کا سامنا کرنا پڑے گا۔ جب خلافت سنبھل جائے گی۔ تو نہایت مضبوط ہوگی۔ تاریخ شاہد ہے۔ کہ آپ کی بیس سالہ خلافت کے دور میں ایک بار بھی فتنہ و فساد نہ ہوا۔ اور تمام حضرات نے بدل جان آپ کی بیعت کر لی۔ عبدالرحیم دیوبندی رافضی نے دو درندہ شاہی، جس لفظ کا معنی کیا ہے۔ وہ "عضوض" ہے۔ یہ اس لفظ کا یہاں معنی نہیں ہے میراث مکمل ملاحظہ ہو۔ وہ حضرت معاذ بن جبل جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ کہ یہ حکومت نبوت اور رحمت کے ساتھ شروع ہوئی۔ پھر یہ رحمت و خلافت بن جائے گی۔ اس کے بعد ایک بادشاہ عضوض آئے گا۔ اس کے بعد امت میں فتنہ اور جبریت ہوگی۔ جب شراب، شرم گاہیں اور ریشم کو حلال جائیں گے۔ اور اس پر مدد حاصل کریں گے۔ اور انہیں ایسا ہی

برتنے کو دیا جائے گا۔ حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ سے ان کی ملاقات ہوگی، (بحوالہ خصائص کبریٰ جلد دوم ص ۱۱۶)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حکومت اسلامی کے تین دور ذکر فرمائے۔ پہلا دور نبوت و رحمت کا دور جو خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دور تھا۔ دوسرا دور خلافت اور رحمت کا دور جو خلفائے راشدین کا دور ہے۔ اور اس میں امام حسن اور امیر معاویہ کی فتنہ کا کچھ حصہ بھی شامل ہے جیسا کہ گزشتہ اوراق میں ہم با دلائل بیان کر چکے ہیں (تیسرا دور غضوض بادشاہ کا ہے۔ اس سے مراد اگر حضرت امیر معاویہ کا دور خلافت لیا جائے تو عضوض کا معنی وہ نہیں جو عبدالرحیم نے خبت باطنی سے کیا۔ بلکہ بحوالہ المنجد ص ۸۱ حرف مین کی بحث دیکھیں۔ وہاں اس کا معنی مضبوطی بھی کیا گیا ہے۔ کہتے ہیں۔ فلاں نے دانتوں سے گرہ لگائی۔ تو معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور حکومت کو مضبوط دور سے تعبیر فرمایا۔ اور واقعی ان کا دور نہایت مضبوط دور تھا۔ ہزاروں لاکھوں لوگ حلقہ بگوشن اسلام ہوئے۔ اور مملکت اسلامیہ کی حدود میں اضافہ ہوا۔ روایت مذکورہ تو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور خلافت کو عمدہ اور اچھا بتا رہی ہے۔ لیکن عبدالرحیم رافضی نے عضوض سے اسے مورد الزام بنا لیا۔ ہم پوچھ سکتے ہیں۔ کہ تم نے جس کتاب سے یہ روایت ذکر کی۔ کیا اس کے مصنف کا بھی یہی عقیدہ ہے؟ علامہ السیوطی صاحب خصائص کبریٰ جلد دوم ص ۱۱۶ پر رقمطراز ہیں۔ ابن عساکر سے مروی ہے۔ کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ مجھے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب تو میرے بعد میری امت کا والی بنے۔ فَأَقْبِلْ مِنْ مُحْسِنٍ هُمْ فَتَجَا وَرَعَتْ مُسِيئِهِمْ فَمَا زِلْتُ أَرْجُو هَا حَتَّى قُمْتُ مَقَامِي هَذَا تو ان لوگوں میں سے نیکوں کو ساتھ رکھنا اور بُروں سے درگزر کرنا پس

میں اس (غلط فہمی) کو امیدوار رہا جتنی کہیں اب وقت کا خلیفہ ہوں۔ اس کے بعد ایک ایسی کفر پر روایت جس کے راوی امام حسن ہیں۔ اپنے والد علی المرتضیٰ سے روایت کرتے ہیں سَمِعْتُ عَلِيًّا يَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَا تَذْهَبِ الْيَاثُ وَاللَّيَالِي حَتَّى يَمْلِكَ مُعَاوِيَةُ يَكُونُ فِي يَدَيْهِ عَلَى الْمَرْتَضَى رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ كَوَيْهَ سَنَاءٍ وَهُوَ فَرَمَاتِي تَحْتَهُ كَرِيمٍ نَبِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ كَوَيْهَ ارشاد فرماتے سنائیہ زمانہ اس وقت تک ختم نہ ہوگا جب تک معاویہ بادشاہ نہ بنے گا۔ اسی جگہ طبقات ابن سعد، ابن عساکر و نزہ بن مغلہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ آپ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے لیے اللہ تعالیٰ سے یہ دعا مانگ رہے تھے اَللّٰهُمَّ عَلِّمْنَاهُ الْكِتَابَ وَمَكِّنْهُ فِي الْبَلَادِ وَقِعْهُ الْعَذَابَ اے اللہ! معاویہ کو کتاب کا علم عطا فرما۔ اور اس کو حکومت میں مضبوطی عطا فرما۔ اور عذاب سے اسے بچائے رکھ۔

قارئین کرام! رافضی عبدالرحیم کے لگائے گئے الزامات آپ کے دیکھ لیے۔ کہ ان کی کوئی حقیقت نہیں۔ اگر بالفرض وہ تسلیم بھی کر لیے جائیں۔ تو زیادہ سے زیادہ یہی کہ حضرت امیر معاویہ کے گناہوں میں یہ باتیں شامل ہوں گی۔ تو کیا گناہ سرزد ہونے کے بعد توبہ قبول نہیں ہوتی؟ چلو اپنی مانگی ہوئی توبہ نہ قبول ہی اللہ تعالیٰ کے حبیب و محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی مانگی گئی اس کے لیے توبہ بھی قبول نہ ہوگی؟ خود اللہ تعالیٰ کا ارشاد کہ میں توبہ کرنے والے کی باتوں کو نیکیوں میں تبدیل کر دیتا ہوں۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں دعا اے اللہ! اسے جہنم سے بچا۔ نیز صرف دعا نہیں وعدہ ہے کیونکہ آپ کی دعا رد نہیں کی جاتی کہ آپ مستجاب الدعوات ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ امیر معاویہ نے اگر غلطیاں بھی کیں۔ تو بھی ان کی

معافی ہو چکی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی معافی کا معاملہ بہت سی جگہ مذکور ہے۔ آپ نے بہت سے لوگوں کو معاف کیا اور ان کو خصائص کبریٰ جلد دوم ص ۱۱۷ پر ایک واقعہ مذکور ہے۔ ابن عساکر روایت کرتے ہیں کہ عروہ ابن رویم نے بیان کیا۔ ایک اعرابی آیا۔ اور کہنے لگا یا رسول اللہ! مجھ سے کشتی کر کے اگر آپ مجھے بچاڑ دیں تو آپ کو نبی مان لوں گا۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے ہو گئے۔ اور کہا۔ میں اسے بچھاڑتا ہوں۔ اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں فرمایا۔

لَنْ يُغْلِبَ مُعَاوِيَةُ أَبَدًا قَسْرِعَ الْأَعْرَابِيِّ فَكَلَّمَا كَانَ يَوْمَ صَفَيْنَ قَالَ عَلِيٌّ تَوَدَّكَ هَذِهِ الْحَدِيثُ مَا قَاتَلْتُ مُعَاوِيَةَ۔

معاویہ کو کوئی بھی ہرگز نہیں بچھاڑ سکے گا۔ وہ اعرابی شکست کھا گیا۔ پھر جب جنگ صفین ہوئی۔ تو علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ اگر مجھے یہ حدیث پاک یاد ہوئی۔ تو میں معاویہ رضی اللہ عنہ سے کبھی قتال نہ کرتا۔

مختصر یہ کہ عبدالرحیم رافضی ایسے ہزاروں اٹو جمع ہو کر سورج کی روشنی کو مٹانا چاہیں۔ تو انہیں سوائے ناکامی و نامرادی کے کچھ بھی نہ ملے گا۔ امیر معاویہ کی فضائل و مناقب کا وہ سورج ہیں۔ جنہیں روشنی خود سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے عطا فرمائی۔ لہذا ان پر الزامات لگانے والا اپنا منہ کالا کرنے کے سوا اور کچھ بھی نہیں کر پاتا۔ اور اس کے ساتھ ساتھ اپنی آخرت بھی برباد کر بیٹھتا ہے۔

سوال نمبر ۵۲

وہ کون ہے جس نے مرتے دم پیغمبر اسلام کے سب معرکوں کے بدلے لینے کی بے کردی مسلم بن عقبہ سب حراموں کو حلال جاننے ماننے والے صریح کافر بیٹے یزید کو حرم مدینہ کو غارت و تباہ کرنے کی وصیت کی۔ (بعض القوم معنی عورتوں کی)

سوال نمبر ۵۳

وہ کون ہے جس نے اپنے کافر بیٹے کافر زید کو حرمین شریفین کی تباہی کا مشورہ بطور نصیحت دیا پھر اس میں اس منافق مسلم بن عقبہ کو اپنا سب سے بڑا مددگار معتمد و مقرر کیا؟

جواب:

پہلی بات تو یہ ہے کہ جذب القلوب کی مذکورہ روایت چونکہ مبہول ہے۔ لہذا ایسی روایات کسی پر تفتید یا جرح کے قابل نہیں ہوتیں۔ اس کی جہالت ملاحظہ فرمائیے۔ جذب القلوب ص ۶۱، ابن ابی خثیمہ سند صحیح سے روایت کرتے ہیں: ”مدینہ منورہ کے بوڑھے لوگ بتائیں کرتے ہیں، مدینہ کے بوڑھے جو باتیں کرنے والے ہیں۔ وہ سنی سنائی تھیں۔ یا آنکھوں دیکھی تھی۔ یا یو نہی قصہ کہانی کے طور پر بیان کرتے سقے۔ تو جب کہ ان سے بیان کرنا خود ان کا آنکھوں دیکھا حتمی طور پر واقعہ نہیں۔ تو ان کی روایت کی کیا حیثیت ہوگی؟ پھر شیخ عبدالحق مصنف جذب القلوب کا اس بارے میں اسی روایت کے مطابق نظریہ ہوتا۔ تو اس کی توثیق کرتے۔ حالانکہ شیخ موصوف نے اپنی تصنیفات میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل و مناقب بیان فرمائے ہیں۔ ایک دو حوالہ جات ملاحظہ ہوں۔

اشعة اللمعات:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی۔ جب مسلمانوں کے دو گروہ آپس میں نہ لڑیں گے۔ حالانکہ ان کا دعویٰ ایک ہوگا۔ یعنی دونوں ہی دین اسلام کا دعویٰ کریں گے۔ اور اپنی حقانیت

کا دعویٰ کریں گے۔ اور ہر ایک اپنے اعتقاد میں حق پر ہوگا۔ ان دو گروہوں سے مراد حضرت علی اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے درمیان ان کے متبعین کی جنگ ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ اخواننا بغوا علینا۔ وہ ہمارے بھائی ہیں۔ اور انہوں نے ہم پر بغاوت کی ہے یعنی ہم دین اسلام میں دونوں بھائی ہیں۔ اس کے باوجود انہوں نے ہم سے بغاوت کی ہے۔ (اشعة اللمعات جلد چہارم ص ۳۱۶ تا ۳۱۷ باب الملاحم)

اشعة اللمعات:

ابن عباس سے سوال کیا گیا۔ کیا تجھے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ میلان بغت محبت ہے۔ باوجود اس بات کے کہ وہ ترکی ایک رکعت پڑھتے ہیں ابن عباس نے جواب دیا۔ کہ وہ اپنے اعتقاد میں صداقت پر ہیں۔ کیونکہ وہ فقیہ ہیں۔ دوسرا کسی نے اعتراض کیا تو اپنے فرمایا۔ دور دور جا وہ صحابی رسول ہیں اس پر اعتراض جائز نہیں۔ شیخ کے الفاظ یہ ہیں۔ ”اعتراض ممکن اور ازیرانکہ دے صحبت داشتہ است با پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم“ ان پر اعتراض نہ کر۔ اس لیے کہ یہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں۔

افسوس صد افسوس اس اندھے دیوبندی رافضی پر کہ ایسی واضح اور مرید احادیث فضائل و مناقب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ چھوڑ کر مبہول اور بے سند روایات کی طرف کیوں دوڑتا ہے۔ اس سے بڑھ کر ناانصافی کیا ہوگی۔

سوال نمبر ۵۴

وہ کون ہے جس میں ہزار وجوہ و اسباب و کفر پائے جانے کے

باوجود اس کے نمک حلال مانے اور رسول اللہ سے بیگانے اسے صحابی بنانے اس پر رضی اللہ عنہ پڑھنے پڑھانے پر لبّید ہیں۔

سوال نمبر ۵۵

وہ کون ہے۔ جسے بغاوت پرست ملائوں نے محض باطل پر مجتہد بنا رکھا ہے؟ محقق علماء مشائخ نے تصریح کی ہے۔ کہ وہ درجہ اجتہاد تک نہ پہنچے تھے۔

جواب:

اس کا جواب وہی ہے جو ہم سوال نمبر ۵۴ کے جواب میں لکھ چکے ہیں۔ بحوالہ بخاری یف امیر معاویہ رحمہ کو مجتہد اور فقیہ اور صحابی کہنے والے کون ہیں؟ وہ عظیم صحابی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ ہیں۔ جو جرم امت، فقیہ امت اور مجتہد ہیں۔ اس نمک حرام رافضی سے پوچھا جاسکتا ہے۔ کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے بارے میں کیا نظریہ ہے۔؟ لیکن کوئی بعید نہیں۔ چنانچہ ابن عباس رحمہ کو بھی اسی الفاظ کا مستحق قرار دے دے جو اس کے دیگر علماء امت امیر معاویہ کے بارے میں کہتے ہیں۔ اگر اس کے الزام میں کوئی نقوڑی سی صداقت ہوتی۔ تو چند علماء و مشائخ کے نام لیتا۔ ہم عرض کر چکے ہیں۔ کہ امیر معاویہؓ کو صحابی کہنے والوں میں سرکارِ غوثِ پاک، امام غزالی، شعرانی وغیرہ شامل ہیں۔ نہ جانے یہ کن علماء اور مشائخ کی بات کرتا ہے۔ جن کی نہ خبر اور نہ اتہ پتہ معلوم۔؟ اللہ اسے شرم و حیا عطا کرے۔

سوال نمبر ۵۶

وہ کون ہے جس کے اجتہاد کی ٹکڑ بڑا راست خلیفہ راشد سے ہوئی۔؟ حالانکہ ایسا اجتہاد قطعاً بغاوت اور کفر تک پہنچانے والا ہے۔ جیسا کہ ابلیس کا جہاد خلیفہ سے ہوا

جواب: دراصل عبدالرحیم رافضی کہنا یہ چاہتا ہے۔ کہ حضرت امیر معاویہؓ

نے اجتہاد کیا۔ اور اس کے نتیجہ میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے لڑائی کی۔ علی المرتضیٰ خلیفہ راشد تھے۔ اس لیے امیر معاویہؓ کا اجتہاد دراصل کفر و بغاوت بنتا ہے لہذا اس اجتہاد کی وجہ سے حضرت امیر معاویہؓ کا معاذ اللہ کافر و باغی ہوئے ہم پوچھتے ہیں۔ کہ اگر اس رافضی بد باطن کی یہ بات تسلیم کر لی جائے۔ تو صرف امیر معاویہ ہی نہیں ان کے سبھی ساتھی اور علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے لڑنے والے تمام صحابی اسی حکم میں شامل ہوں گے۔ جن میں سے حضرت طلحہ، زبیر اور سیدہ عائشہ صدیقہ کے نام سرفہرست ہیں۔ حالانکہ طلحہ اور زبیر عشرہ مبشرہ میں سے ہونے کی وجہ سے قطعی یقینی ہیں۔ اور عائشہ صدیقہ کے بارے میں خود قرآن کریم نے فرمایا۔ لَکُم مَغْفِرَةٌ وَأَجْرٌ کَبِيرٌ جیسے ان کے لیے بخشش اور باعزت اجر ہے۔ پھر اس سے بڑھ کر یہ محال کہ جن سے مقابلہ کرنے کی پاداش میں یہ رافضی، امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو معاذ اللہ کافر و باغی کہہ رہا ہے۔ وہ خود (یعنی علی المرتضیٰ) انہیں اپنا ہم دین، ایک قرآن کے ماننے والا اور ایک خدا و رسول پر ایمان لانے والے فرما رہے ہیں۔ کیا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر اس رافضی کو لڑائی کی تکلیف پہنچی ہے؟

سوال نمبر ۵۷

وہ کون ہے جس نے بھونڈے اجتہاد سے وتر کی تین رکعت کو ایک بنالیا اور عبادت و اطاعت کے دو حصے برباد کر دیئے (بخاری شریف)

سوال نمبر ۵۸

وہ کون ہے جس کے ایک وتر کے مقابلہ میں اجتہاد کو ملاحظہ کر کے ابن عباس نے اسے گدھا کہا۔

(طحاوی فیض الباری)

جواب:

جہاں تک تین رکعت کی بجائے ایک رکعت وتر پڑھنے کی بات ہے اس کا ثبوت ہے۔ لیکن عبادات و طاعات کے دو حصہ کر دینا، بخاری شریف یا کسی اور حدیث کی کتاب کے الفاظ نہیں۔ یہ عبدالرحیم رافضی کی پیمبر ہے و تروا کے متعلق روایات مختلف آئی ہیں۔ ایک، مین، پانچ اور نو تک مذکور ہے۔ وتر کی تین رکعت احناف کے نزدیک جیسا کہ نماز مغرب کی تین رکعتیں ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو ایک رکعت وتر پڑھنے پر دنگدھا، کہا۔ یہ کہاں تک درست ہے۔ آپ ابن عباس سے مروی ہے کہ جب ان سے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی ایک رکعت وتر کے متعلق پوچھا گیا۔ تو آپ نے فرمایا۔ وہ صحابی رسول ہیں۔ اور دوسرے کو ڈانٹ پلاتے ہوئے فرمایا۔ وہ فقیہ ہیں۔ یہ دونوں بخاری کی ہی روایات ہیں۔ ان کو چھوڑ کر تیسری روایت ہی کو مطیع نظر بنالینا کہاں کی عقلندی ہے۔ مذکورہ روایت عمران بن حصیر کی ہے۔ امام طحاوی نے گدھے والی روایت کے بعد لکھا۔ حدثنا عمران و ذکر باسنادہ مثله الا انه لم یقتل الحمار عمران نے ہی ہم سے روایت کی۔ اور اسی اسناد کے ساتھ لیکن اس میں دو گدھے، کا لفظ نہ کہا۔ اس سے معلوم ہوا کہ امام طحاوی کی تحقیق یہ ہے کہ جس روایت میں دو گدھا، کا لفظ آیا ہے۔ وہ صحیح نہیں ہے۔ اس رافضی کو چونکہ شرم و حیا سے دور کا بھی تعلق نہیں۔ ورنہ گدھے والی روایت دیکھی تھی۔ تو اس کے آگے پیچھے والی روایات بھی دیکھ کر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں کوئی نظریہ قائم کرتا۔ طحاوی شریف میں یہ روایت جلد اول ص ۲۸۹ باب الوتر آئی ہے۔ جس کا مطیع بیروت ہے۔ تالیف کلام

فیصلہ کر سکتے ہیں۔ کہ امام طحاوی کی نسبت گدھے والی روایت کہاں تک درست ہے؟ سوال نمبر ۵۹:

وہ کون ہے جس نے اجتہاد کے بغاوت کی اور خلیفہ راشد سے خانہ جنگ باغیانہ کیسے درالکھ ستر ہزار حافظ قرآن و سنت قتل کیے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اولاد کو گدھے کی کھال میں رکھ کر جلادیا۔؟

جواب:

اس کا جواب بارہا دیا جا چکا ہے۔ اعادہ کی ضرورت نہیں۔ اس گدھے کی جہالت دیکھئے۔ کہ خود تسلیم کر رہا ہے۔ کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے اجتہاد ہی خطا ہوئی اور مجتہد کی خطا پر کیا حکم لگتا ہے؟ سب امت متفق ہے۔ کہ مجتہد اجتہاد ہی غلطی پر بھی ایک نیکی کا ثواب حاصل کر لیتا ہے۔ کجا نیکی کا ثواب اور کجا عبدالرحیم رافضی کا اجتہاد ہی خطا تسلیم کر لینے کے بعد اسے بغاوت و کفر قرار دینا۔؟ اسی اجتہاد ہی غلطی کی وجہ سے علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا۔ قَتَلَايَ وَ قَتَلَايَ مَعَاوِيَةَ فِي الْجَنَّةِ۔ میری اور معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف کے مقتول جنتی ہیں۔ مجمع الزوائد جلد ۵ ص ۳۵۷ جز ۹ باب ما جاء في معاوية و ابی سفيان حضرت علی المرتضیٰ ان حضرات کو شہید فرمائیں جو امیر معاویہ کی طرفداری میں لڑتے لڑتے مارے گئے۔ اور عبدالرحیم رافضی امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو باغی اور کافر قرار دے کر ان کے ساتھیوں کے جہنمی کہنے پر مصر ہے۔ درحقیقت یہ شخص علی المرتضیٰ کی تردید کر کے انہیں تکلیف دے رہا ہے۔

سوال نمبر ۶۰:

وہ کون ہے جسے حنفی تفسیر احکام القرآن نے ائمہ الکفر سے لکھا۔ اس کے باپ اور اس کے گروہ کو کہا۔ مَقَمٌ كَمَقَمِ نَبِيِّ مَكِّيَّةٍ مِنَ الْكُفَرِ۔

وہ کہ جن کے دلوں کو اللہ نے کفر سے پاک نہ کیا؟

جواب:

عبدالرحیم رافضی نے اس الزام کو بھی ناممکن اور مبہل طریقہ سے پیش کیا
منا کہ اپنا مطلب پورا کر کے۔ اسے بھی امام طحاوی کی طرف سے نقل کیا اس
اعتراض کی حقیقت کیا ہے؟ آئیے پہلے یہ دیکھ لیں۔ سورہ برآۃ کے دوسرے
رکوع میں ”فَقَاتِلُوا الْمُشْرِكِينَ الْكُفْرَ“ (کفر کے امانوں کو مارو) کے الفاظ
مذکور ہیں۔ اس آیت کے تحت ابو بکر رازی فرماتے ہیں کہ اس سے مراد سرداران
قریش نہیں ہو سکتے۔ بلکہ لکھا۔

احكام القرآن:

هَذَا يَدُلُّ عَلَى أَنَّ رَوَايَةَ مَنْ رَوَى ذَلِكَ فِي
رُؤْيَا قُرَيْشٍ وَهُمْ أَلْهَمُوا أَن يَكُونَ الْمُرَادُ
قَوْمًا مِنْ قُرَيْشٍ قَدْ كَانُوا أَطْهَرُوا الْإِسْلَامَ
وَهُمُ الْطَلْقَاءُ مِنْ نَحْوِ ابْنِ سُنَيَانَ وَاحْتِزَّ بِهِ
مِمَّنْ لَمْ يَنْقُ قَلْبُهُ مِنَ الْكُفْرِ.....
وَجَاءَ أَن يَكُونَ مُرَادُهُ هَؤُلَاءِ الَّذِينَ ذَكَرْنَا
وَسَائِرَ رُؤْيَى الْعَرَبِ الَّذِينَ كَانُوا مَعًا وَفِي
قُرَيْشٍ..... وَقَدْ قِيلَ إِنَّ هَذِهِ آيَةٌ نَزَلَتْ
فِي الْيَهُودِ الَّذِينَ كَانُوا عِنْدَ رُؤْيَا رَسُولِ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَكَشُوا مَا كَانُوا
أَعْطَوْا مِنَ الْعَهْدِ - (احكام القرآن جلد سوم ص ۱۶)

زیر آیت فقاتلوا ائمة الکفر الخ)

تبرکات

یہ بات اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ جس آدمی نے یہ روایت کی ہے اس آیت سے مراد قریشی سردار ہیں۔ وہم ہے۔ ہاں یہ معنی ممکن ہے کہ مراد قریش میں سے کچھ لوگ ہوں۔ جو اسلام کو ظاہر کرنے والے اور فتح مکہ کے روز اسلام قبول کرنے والے تھے۔ جیسا کہ ابوسفیان وغیرہ۔ اور کچھ اور لوگ کہ جن کے دل کفر سے پاک نہ ہوئے تھے۔ (لیکن اللہ مکر لفظ بتا رہا ہے کہ یہ تاویل بہت مشکل سے درست ہو سکتی ہے۔ لہذا یہ انتہائی ضعیف تاویل ہوگی۔) اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے مراد یہودی ہیں۔ فہ جنہوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کیے گئے عہد و پیمان توڑ دیئے۔ اور اپنے ہر وعدے پر قائم نہ رہے۔

قارئین کرام۔ دو احکام القرآن، نے صاف صاف لکھ دیا کہ دو ائمۃ الحفرہ سے مراد قریش لینا وہم ہے۔ اور اللہ صمد کے لفظ سے اس تناوہل کو ذکر کر کے اس کے نہایت ضعیف ہونے کی طرف اشارہ کیا۔ اور کہا کہ اگر مراد قریشی رئیس ہی ہوں۔ تو سبھی نہیں بلکہ ابوسفیان وغیرہ اور رؤساء عرب جو قریش کے معاونین تھے کیونکہ یہ آیت فتح مکہ کے بعد نازل ہوئی۔ اور بقیہ قریشی سردار جنگ بدر میں ختم کر دیئے مگر یہ تناوہل بالکل غلط ہے۔ اور باطل ہے۔ کیونکہ اسے ایک

تو "اللہم" سے ذکر کیا گیا۔ دوسرا ایسے ائمہ الکفر کو قتل کرنے کا قرآن نے حکم دیا۔ جنہوں نے عہد توڑا۔ اور وہ تو اس آیت کے نزول سے پہلے ہی قتل کر دیئے گئے۔ اور اگر البوسفیان ہی مراد ہو جاتا جو باقی رہ گیا تھا۔ تو البوسفیان ہی مراد ہو جاتا جو باقی رہ گیا تھا۔ تو البوسفیان کو قتل کر دیا جاتا۔ لیکن ہوا اس کے خلاف

کہ ابرسفیان کو قتل کرنے کی بجائے رسول اللہ سے اس نے عہد لے لیا۔ کہ حضور! میں جس طرح پہلے کفار کی طرف سے سپہ سالار بن کر مسلمانوں کے خلاف لڑا تھا اب مجھے اسی طرح مسلمانوں کا سپہ سالار بنایا جائے۔ اس کی شہادت بخاری شریف سے بھی ملتی ہے۔ ابرسفیان نے اس کے بعد کئی ایک جنگیں لڑیں۔ تبوک حنین وغیرہ۔ جنگ حنین میں انہوں نے ایسی پامردی سے کفار کا مقابلہ کیا۔ کہ حضرت عباسؓ اس مازندگ ان کی توفیق کرتے رہے۔ جنگ حنین میں تقریباً سارے ہی صحابہ کرام پشت و بیکر بھاگ گئے تھے کیونکہ انہوں نے اپنی کثرت پر ناز کیا۔ جو اللہ تعالیٰ کو پسند نہ آیا تھا۔ قرآن کریم میں ہے۔ اِذَا أَخْبَجْنَاكُمْ كَثْرَتَكُمْ فَكَمْ تَغْنِي عَنْكُمْ شَيْئًا۔ جب تم نے اپنی کثرت تعداد پر فخر کیا۔ پھر وہ تمہارے کسی کام نہ آ سکی۔ تو معلوم ہوا۔ کہ ”ائمۃ الکفر“ سے مراد ابرسفیان لینا غلط بلکہ باطل ہے۔ خود ابو بکر جصاص اس کی تردید کرتا ہے۔ کیونکہ اس نے لکھا۔ کہ کہا گیا ہے۔ یہ آیت یہودیوں کے بارے میں نازل ہوئی۔ کیونکہ ائمۃ الکفر کو قتل کرنے کی وجہ بد عہدی بد شکنی تھی۔ اور یہ یہودیوں سے وقوع پذیر ہوئی تھی۔ تفسیر جمل اور صاوی نے اس آیت کی تفسیر میں یہ اختیار کیا۔ کہ یہ آیت فتح مکہ کے بعد نازل ہوئی۔ لہذا اس سے مراد قریش کے علاوہ دوسرے قبائل عرب ہیں۔ کیونکہ قریش نے جو عہد شکنی کی تھی۔ اس کا معاملہ فتح مکہ پر ختم ہو گیا تھا۔ اس لیے ختم شدہ معاملہ کے متعلق قرآن کریم میں کون کچھ۔ اگر وہ عہد توڑ دیں دیں تو ان سے قتال کرو، بے معنی رہ جاتا ہے۔

تفسیر جمل:

وَإِنَّمَا كَانَ تَوَابٍ هَذَا الْقَوْلِ لِأَنَّ
هَذِهِ الْآيَاتُ نَزَلَتْ بَعْدَ تَقْصِيرِ قُرَيْشٍ الْعَهْدَ

وَإِلَّا كَقَبْلَ فَتَحِ مَكَّةَ لَا تَبَعَهُ الْفَتْحُ
كَهَيْفَ يُقَالُ لَشَيْءٍ قَدْ قَضَىٰ - (تفسیر جمل
جلد دوم ص ۳۷۷)

ترجمہ: یہ قول درست اس لیے ہے۔ کیونکہ یہ آیات اس وقت نازل ہوئیں۔ جب قریش عہد توڑ چکے تھے۔ اور یہ فتح مکہ سے قبل کا واقعہ ہے۔ کیونکہ فتح مکہ کے بعد یہ کیسے کہا جاسکتا ہے کہ ایک شئی جو ہو چکی اب جب پھر ہو تو قتال کرو۔

یہی بات امام نے تفسیر صاوی جلد دوم ص ۱۳۰ پر لکھی ہے۔

خلاصہ کلام:

یہ کہ عبد الرحیم رافضی نے اپنا آئو سیدھا کرنے کے لیے اور صحابی رسول کی شان میں گستاخی کرنے کے لیے اس الزام کو ظاہر کر کے دراصل اپنے آپ کو ظاہر کر دیا۔ اور کمال چالاکی سے اسے صاحب احکام القرآن کی طرف منسوب کر دیا۔ حالانکہ صاحب احکام القرآن نے اسے ہرگز نہ قبول کیا۔ اور نہ ہی اس کی تصحیح کی۔ بلکہ اس کے خلاف کی تائید اور وہ بھی دلائل کے ساتھ کی۔

سوال نمبر ۶۱:

وہ کون صاحب ہے۔ جو اللہ رسول کے حکم دین ایمان سے بغاوت کی بنا پر دین ایمان سے خارج ہوا۔ اور ملت میں تفرقہ کا موجب بنا؟

سوال نمبر ۶۲:

وہ کون صاحب ہیں جو ملت کے پہلے باغی ہیں؟ اگر مسلمان ان کے متعلق غلط فہمی رفع کر کے انہیں ملت سے پہلا باغی جانیں تو تفرقہ نہ رہے۔ علماء مشائخ اور دانشور اور حکام متعلقہ کا فرض ہے۔ کہ اس تحریک بغاوت و فساد

کو بلا تاخیر ختم کرنے کا بندوبست کریں ورنہ کوئی نہ کہے خبر نہ ہوئی۔

جواب:

ان دونوں سوالوں کا جواب بارہا گزر چکا ہے۔ اس رافضی کا طریقہ واردات یہ ہے کہ ایک ہی سوال کو کئی طریقوں سے پیش کر کے بتانا یہ چاہتا ہے کہ میں نے امیر معاویہ پر جس قدر الزامات تراشے کسی دوسرے کی قسمت نے اتنی مدد اس کی نہ کی۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو ”پہلا باغی“ کہنا عبد الرحیم رافضی کے پیر و مرشد محدث ہزاروی نے بھی ایسا کہا ہے۔ ہم نے اس کی تفصیلی بحث محدث ہزاروی کے الزام غبروا کے تحت ”دشمنان امیر معاویہ جلد دوم“ میں مذکور ہے۔ اس الزام کے بعد جو عبد الرحیم رافضی نے یہ لکھا کہ اگر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو تمام امت باغی تسلیم کر لے۔ تو تمام تفرقہ بازی ختم ہو جائے۔ اس کا جواب اتنا ہی کافی ہے کہ امیر معاویہ کی اجتہاد ہی بغاوت پر سب متفق ہیں لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ ان پر لعن طعن کرو۔ ان کے متعلق علماء و مشائخ اہل سنت کا مسلک ہے کہ آپ صحابی رسول ہیں۔ کاتب وحی خدا ہیں۔ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سالے ہیں۔ لہذا ان کے بارے میں تازیبا لفظ کہنے کی اجازت نہیں۔ لعن طعن تو بہت دور کی بات ہے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے کہا کہ گستاخ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی وادی باویہ کا مستحق ہے اور دوزخی کتوں میں سے ایک کتا ہے۔ اور جو کچھ یہ رافضی بکے جا رہا ہے وہ حقیقت کے بالکل خلاف ہے۔ کیونکہ پوری امت کا اجماع ہے کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلافت پر اس وقت کے تمام مسلمانوں نے بیعت کر لی تھی۔ جن میں حسنین کریمین بھی تھے حسنین کریمین نے جس کی بیعت کی اُسے مرتد و کافر کہنے والا خود کافر اور مرتد ہے۔ حضرت امیر معاویہ کی مصابیت اور صحت اسلام پر تمام امت کا اتفاق ہے۔ صرف چند بدو ماخ اور بد باطن عبد الرحیم دیوبندی رافضی اور محدث ہزاروی

ایسے لوگ ہیں۔ جن کے دلوں میں ایمان کی بجائے حسد و بغض امیر معاویہ رضی اللہ عنہ رہا ہوا ہے۔ اس لیے ان چند نام نہاد مصنفوں کو علماء اور مشائخ کی صف میں گھڑا کرنا علماء اور مشائخ کی توہین کے مترادف ہے۔ یہ چند کھوٹے سکے اور پھیلچڑیاں پھوڑنے والے چٹاخے اگر اپنی کھوٹ پہچان جائیں اور پھیلچڑیاں گرانے سے باز آجائیں۔ تو تفرقہ ختم ہو سکتے ہیں۔

قارئین کرام: یہ تھے وہ الزامات کہ جو عبد الرحیم دیوبندی رافضی نے بڑے طمطراق سے پیش کیے۔ چاہیے تو یہ تھا کہ ان پر ندامت کے آنسو بہانا۔ اور شرم کے مارے ڈوب مرتا۔ لیکن کمال بے حیائی اور بد باطنی اور بے شرمی سے آخر میں ان الفاظ سے چیلنج لکھا۔

اعلان عام:

ان علماء و مفتیان کی طرف سے دس سال تک جو عالم عرب و عجم سے ان لائل کا حوالہ بحوالہ رد و جواب کرے مبلغ دس ہزار روپیہ پاکستانی انعام کا مستحق ہے جو روزہ کر کے نہ جواب دے سکے پھر بھی بغاوت ظالموں بدکاروں غداروں کو صحابہ کرام میں رکھ کر ان پر رضی اللہ عنہ پڑھنے سے نہ شرمائے نہ باز آئے تو اسے ہر مذہب جاہل گمراہ اور اس کے ارباب من دون اللہ ہر دس ہزار برس تک روزانہ صبح و شام وہ جراثیم نے اس سے پہلے باغی پر خود مقررہ کر رکھی ہے۔ الی یوم الدین۔

جواب اعلان عام:

”اعلان عام“ میں حوالہ بحوالہ رد و جواب کا مطالبہ کیا گیا۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ اعلان کرنے والے نے ہر سوال کا حوالہ بمعہ قید و جزو دیا ہوگا۔ لیکن ہم نے اس کے تمام سوالات آپ کے سامنے رکھ دیئے۔ ان میں سے اکثر ایسے ہیں۔ جو من گھڑت ہیں۔ کسی کتاب سے ان کا کوئی تعلق نہیں اور وجود میں ہے

اور جو حوالہ جات نقل بھی کیے۔ وہ بھی ادھورے اور نامکمل ہیں۔ بہر حال ہم نے
کوشش کی کہ اسے لافزار نہ ملے۔ خواہ کسی سوال کا حوالہ دیا یا اسے ذہنی بغض و عدالت
کا شاہکار بنایا۔ آپ نے اس کے باطن ۳ سوالات بھی پڑھے اور ان کے جوابات
بھی ملاحظہ کیے۔ اور قسیدہ سے اپنی خیانت کا علم ہے۔ اگر یہ خود یا اس کتاب کے
ناظرین اللہ تعالیٰ کو عظیم و بصیر جانتے ہوئے ہمارے جوابات کو دیکھیں گے۔ تو
پکاراٹھیں گے۔ کہ سوالات کا جواب اگیا۔ تو بموجب اعلان عبدالرحیم دیوبندی
کو دس ہزار روپے پاکستانی ادا کرنے کے ساتھ ساتھ اپنے سابقہ نظریات
اور موقف سے توبہ کرنی چاہیئے۔ دس ہزار کا مطالبہ صرف اس کے اعلان پر کر
رہا ہوں۔ ورنہ مجھے یہی انعام کافی ہے۔ کہ میں نے ایک ازلی بد بخت، دشمن صحابی اور
کاتب وحی سے بغض و عدالت رکھنے والا کائنات توڑ جواب دے کر سیدھے
سادھے مسلمانوں کو اس کے محروم و فریب سے بچانے کی کوشش کی ہے۔ میں
امید رکھتا ہوں۔ کہ جس غلو و غیبت سے میں نے یہ جوابات لکھے۔ اللہ تعالیٰ ضرور
مجھے اس کا صلہ عطا فرمائے گا۔ اور میرے جوابات سے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی
روح خوش ہوگی۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ، جناب غوث پاک، امام شعرانی امام غزالی
امام نووی اور اعلیٰ حضرت خصوصاً میرے سلسلہ عالیہ روحانیہ کے آباؤ اجداد
پیر کینانی اور شیربانی اور مجدد الثانی ایسی پاکیزہ شخصیات کی ارواح بھی خوش ہوں گی۔ اور
میرے حق میں اللہ تعالیٰ کے حضور دعائے خیر کریں گے۔ اللہ تعالیٰ میری اس
پرفلوس کاوش کو مقبول فرمائے۔ اور عوام مسلمانوں کو اس سے استفادہ کی توفیق
عطا فرمائے۔ آمین بجاہ بنی الامین صلی اللہ علیہ وسلم۔

المدحاء اہل تشاہد ولایت قبلہ سید باقر علی شاہ صاحب حضرت یکیناوالی سرکار کا
سایہ تادم آخر فقیر کے سر پر قائم دائم رہے کہ جن کی خصوصی شہزادہ دعاؤں کے مدد سے فقیر اس شہر پہنچا۔

گستاخ دوم

مودودی کے امیر معاویہ پرست عدا و اعتراضات

اعتراض اول

امیر معاویہؓ نے ولد الزنا زیاد بن سمیہ کو اپنا حقیقی

بھائی قرار دیا۔ مودودی

حنیثیت کا لبادہ اوڑھ کر دیوبندیت کا علم سرسجا کر اور صحابہ کرام کا مذاح ہونے کا
دعویٰ کرنے والا ایک مغنچہ عبدالرحیم کا عقیدہ آپ نے پڑھا۔ اس کے ایک اور ساتھی جناب
مودودی علیہ علیہ کی شہرہ آفاق کتاب ”خلافت و ملوکیت“ میں حضرت امیر معاویہؓ کی
کو نور وطن بنا لیا گیا۔ اگرچہ بہت سی باتیں کہی گئی۔ لیکن سچ ان کو اٹھ کی تعداد میں بیان کیا ہے ان
میں سے بعض کا جواب تحفہ جعفریہ جلد سوم اور جلد پنجم میں دیا جا چکا ہے۔ اس لیے
وہاں ملاحظہ فرمائیں۔ اور بقیہ باتوں کا اب جواب دیا جا رہا ہے۔ اس کتاب کی ایک کاپی تیار
عبارت ملاحظہ ہو۔

خلافت و ملوکیت

زیاد بن سمیہ کا استلحاق بھی حضرت معاویہ کے ان افعال میں سے ہے جن
میں انہوں نے سیاسی اغراض کے لیے شریعت کے ایک مسلم قاعدے کی تفسیر
ورزی کی تھی۔ زیاد طائف کی ایک لونڈی سمیہ نامی کے پیٹ سے پیدا ہوا
تھا۔ لوگوں کا بیان تھا کہ زمانہ جاہلیت میں حضرت معاویہ کے والد جناب

الوسفیان نے اس لڑائی سے زنا کا ارتکاب کیا تھا۔ اور اسی سے وہ حاملہ تھی۔ حضرت ابوسفیان نے خود بھی ایک مرتبہ اس بات کی طرف اشارہ کیا تھا۔ کوزباد انہی کے نطفہ سے ہے۔ جو ان ہو کر شیخ شخص اعلیٰ درجہ کا مدبر منتظم فرجی یثد اور غیر معمولی قابلیتوں کا مالک ثابت ہوا۔ حضرت علی کے زمانہ خلافت میں وہ آپ کا زبردست حامی تھا۔ اور اس نے بڑی اہم خدمات انجام دی تھیں۔ ان کے بعد حضرت معاویہ نے اس کو حامی و مددگار بنانے کے لیے اپنے والد ماجد کی زنا کاری پر شہادتیں لیں۔ اور اس کا ثبوت بہم پہنچایا۔ کہ زیا دائیں کا والد الحرام ہے۔ پھر اسی بنیاد پر اسے اپنا بھائی اور اپنے خاندان کا فرد قرار دے دیا۔ یہ فعل اخلاقی حیثیت سے جیسا کچھ مکروہ ہے۔ وہ تو ظاہر ہی ہے۔ مگر قانونی حیثیت سے بھی یہ ایک صریح ناجائز فعل تھا۔ کیونکہ شریعت میں کوئی نسب زنا سے ثابت نہیں ہوتا۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا صاف حکم موجود ہے۔ بچا اس کا ہے جس کے بستر پر پیدا ہوا۔ اور زانی کے لیے کٹھن پتھر ہیں۔ ام المؤمنین حضرت ام حلیبہ نے اسی وجہ سے اس کو اپنا بھائی تسلیم کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ اور اس سے پردہ

(دخلافت و ملکیت ص ۱۷۵)

فرمایا۔

جواب اول:

استلحاق زیاد کی روایت کسی سند صحیح کے ساتھ مذکور نہیں

د استلحاق زیاد، یعنی زیاد کو امیر معاویہ نے اپنا بھائی بنا کر اپنی وراثت میں شامل کیا۔ ایک ایسا واقعہ ہے۔ جو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہر مخالف نے ذکر کیا۔

لیکن اس واقعہ کے جہاں تک قابل اعتبار ہونے کا معاملہ ہے۔ تو کسی شخص نے اس کی سند ذکر نہیں کی۔ پھر ایسی بے سند اور غیر معیاری باتوں سے حضرات صحابہ کرام کے شخصیات کو داغدار کرنا نہایت بے عقلی ہے۔ واقعہ آپ نے مودودی کے قلم سے پڑھا۔ ذرا عقل کو دستک دو۔ اور اس سے پوچھو۔ کہ کیا وہ وجوہات جو زیاد کو اپنے ساتھ لانے اور خلافت کے امور میں شرکت کرنے پر بیان کی گئی ہیں۔ وہ تسلیم ہیں؟ کہا گیا ہے۔ کہ چونکہ زیاد بڑا قابل اور مدبر تھا۔ اور امیر معاویہ اس کو امارت میں شریک کرنا چاہتے تھے اس پر آپ نے یہ طریقہ نکالا۔ کہ اس کو پہلے اپنا بھائی ثابت کیا جائے۔ اور پھر شریک امارت کر دیا جائے۔ کیا کسی کو شریک امارت کرنے کے لیے اور کوئی طریقہ نہیں ہو سکتا تھا؟ کیا امیر معاویہ جو نائب رسول تھے۔ انہیں ایسا کرتے خود سمجھ نہ آئی؟ اگر کسی کو حامی اور مددگار بنانے کے لیے فوضی رشتہ کی ضرورت ہوتی۔ تو تحقیقی رشتہ دار یا مکمل معاون اور مددگار ہونے چاہئیں۔ کیا آپ کو یہ معلوم نہیں۔ کہ حضرت علی المرتضیٰ کے بھائی جناب عقیل نے اپنے بھائی کی بجائے امیر معاویہ کی طرف داری کی تھی؟ اور محمد بن حنفیہ نے باوجود اس کے کہ امام حسین کے حقیقی بھائی تھے۔ ان کا ساتھ نہ دیا۔ لہذا عقل یہی کہتی ہے۔ کہ جو شخص کسی کا مخالف ہو۔ اسے اپنا بھائی یا اپنے نسب میں شامل کر لینا یہ ثابت نہیں کر سکتا۔ کہ وہ اس کی مخالفت ترک کر کے اس کا حامی ناصر ہو گیا ہے۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ جب خلیفہ تھے۔ تو صرف یہی نہیں بلکہ ہزاروں کے تعداد میں حضرات صحابہ کرام موجود تھے۔ آپ خود کاتب وحی اور جلیل القدر صحابی ہیں۔ پھر اس منصب پر متمکن کہ جہاں قدم چھونکے رکھنا پڑتا ہے۔ ایسے میں یہ کیسے باور کیا جاسکتا ہے۔ کہ آپ نے یہ کام کیا۔ اور پھر اس پر موجود تمام صحابہ کرام میں سے کسی نے بھی اعتراض نہیں کیا۔ اور مودودی والی حدیث ان میں سے کسی کی یاد نہ تھی۔ ایسا الحاق عام مسلمان کرنے کے لیے تیار نہیں۔ کیونکہ یہ واقعہ قرآن کریم کی تکمیل اور شریعت مطہرہ

کی تہشیر کے بعد کا ہے۔ لہذا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ایسا بزرگ صحابی یہ کب برداشت کر سکتا ہے کہ وہ محض اپنے فائدے کی خاطر ایک شرعی حکم کو پس پشت ڈال دیں گے۔ مختصر یہ کہ اگر زیاد واقعی ولایتنا ہوتا تو پھر اس کو اپنے خاندان میں شامل کرنے پر اس وقت کے تمام مسلمان بڑی غلطی ہوتی۔ اور باعث نقصان ہوتی۔

جواب دوم:

امیر معاویہ کا اپنے بازو مضبوط کرنے کے لیے زیاد کو بھائی بنانے کا الزام بے بنیاد ہے۔

زیاد کو بھائی بنانے کا واقعہ ۳۷ھ میں بتلایا گیا ہے۔ جب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنے چار سال کا عرصہ ہو گیا تھا۔ مان لیتے ہیں۔ کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلیفہ بننے وقت کچھ اذہان مترد تھے۔ اور ان میں تلخیاں تھیں لیکن اس ابتدائی دور میں جب تلخیاں اور مخالفتیں موجود تھیں۔ آپ نے زیاد کو اپنا شریک تسلیم کر لیا۔ اور اس کی مدد و نصرت کی ضرورت محسوس نہ کی۔ اور جب حالات سازگار ہو گئے۔ اور تلخیاں ختم ہو گئیں۔ تو آپ نے اس کی معاونت کا حصول چاہا۔ جبکہ بالکل ضرورت نہ تھی۔ بلکہ اس کے برخلاف حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ابتدائی دورِ خلافت میں جب ایسے لوگوں کی ضرورت تھی۔ آپ نے اپنا ہم نوا بنانے کی بجائے اس پر سختی کی۔ اور اس کی شہادت کامل ابن اثیر ص ۴۴ جلد دوم اور طبری جلد پنجم ص ۹۴، ۹۵ پر مختصر پڑی ہے۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت سے زیادہ علاؤ فخر اس کا گورنر چلایا تھا۔ امیر معاویہ نے آغازِ خلافت میں اسلام کو بیت المال میں خرید و فرو کرنے کے الزام میں زیاد کی جواب طلبی کی۔ لکھا کیا تو صفائی پیش کرو۔ یا مال واپس کرو۔ زیاد نے جواب دیا۔ کہ میرے پاس تھوڑی سی رقم بچی ہے۔ جو میں نے اس لیے رکھی ہوئی ہے۔ کہ لوگوں کے بوقتِ ضرورت کام آئے۔ اس کے علاوہ بقیہ مال میں نے سابق امیر المؤمنین کو دے دیا تھا۔ اس پر جناب معاویہ نے لکھا۔ کہ اگر حقیقت یہی ہے۔ تو پھر تم ہمارے پاس آؤ۔ ہم تمہارے بارے میں غور کر کے بہتر فیصلہ کریں گے۔ لیکن زیاد نہ آیا۔ امیر معاویہ نے بصرہ کے عامل بشر بن ارطاة کو صورت حال لکھی۔ اس نے زیاد سے کہا۔ کہ یا تو تم امیر المؤمنین کے ہاں حاضر ہو جاؤ۔ یا پھر تمہارے اہل و عیال کی خیر نہیں۔ جب اس پر بھی زیاد نہ آیا۔ تو اس کے بچوں کو گرفتار کر لیا گیا۔ اس کے بھائی ابو بکر نے حضرت معاویہ کے پاس آکر اس کی صفائی پیش کی۔ اور اس نے بچوں کو آزاد کرنے کی درخواست کی۔ اس پر آپ نے بشر بن ارطاة کو حکم دیا کہ زیاد کے بچوں کو رہا کر دیا جائے۔ اور زیاد کی بھی غلطی کر دی جائے۔

اب ایسے شخص کو کہ جس کی معاونت کی اشد ضرورت تھی۔ اور امیر معاویہ کی خلافت کے ابتدائی ایام اس بات کے متقاضی تھے۔ تو پھر آپ نے اُسے ساتھ ملانے کی بجائے اس پر سختی کرنے کا کیوں حکم دیا۔ اور اس سے باز پرس کیوں کی؟ اس وقت زیاد کو اپنا ہم نوا بنانا بہت آسان تھا۔ معلوم ہوا۔ کہ زیاد کا چار سال بعد استمحاق سیاہی بنا پر نہ تھا۔ اس لیے مودودی کا اسے سیاسی غلطی کہنا خود غلط ہے۔ بلکہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ استمحاق قرائن و شواہد کے اعتبار سے حضرت امیر معاویہ کی نظر میں درست

ہو گا۔ تب آپ نے موجود صحابہ کرام کی موجودگی میں ایسا کیا۔ اور دواؤ اللہ لعنہ فرما۔ حدیث کوئی پھٹی ہوئی نہ تھی اسے تمام صحابہ کرام جانتے تھے۔ اس کی مخالفت کرتے ہوئے۔ اگر امیر معاویہ زیاد کو اپنے نسب میں شامل کرتے۔ تو اس میں کئی قباحتیں نکلیں گی۔ خود زیاد کوئی جاہل نہ تھا۔ اسے بھی یہ حدیث یاد تھی۔ پھر اس نے چپ کر کے اپنا نسب تبدیل کر لیا امیر معاویہ نے خلیفہ وقت ہوتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے بالکل خلاف کیا۔ اور تمام موجود صحابہ کرام نے اس پر کوئی احتجاج نہ کیا۔ صرف امیر معاویہ پر ہی اعتراض نہیں۔ بلکہ اس کی حدود وائیں بائیں دور دور تک پھیلتی ہیں۔ اور پوری امت مسلمہ کو اپنے دامن میں پلپیتی ہیں۔ اس لیے ان مفاسد کے اثبات کی بجائے ہی محفوظ و امون راستہ ہے۔ کہ ایسی روایات محض امیر معاویہ کو بدنام کرنے کے لیے تراشی گئی ہیں۔

ایک طرف مقلد اس واقعہ کے ناممکن الوقوع ہونے کی صورت ہم نے بیان کی۔ اور دوسری طرف یہ بھی دیکھا جائے۔ کہ قرآن و حدیث سے اس کا ثبوت کیسا ہوتا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دور اقدس میں ایک صحابی ماعز رضی اللہ عنہ نے ان کے سامنے چار مرتبہ اقرار نہ کیا۔ ہر مرتبہ آپ اس سے منہ پھیر لیا کرتے تھے۔ چار دفعہ اقرار کے بعد آپ نے پوچھا۔ تو دیوانہ تو نہیں۔ عرض کی نہیں۔ پوچھا شادی شدہ ہو کہا ہاں۔ فرمایا۔ اسے رجم کر دو۔ اس واقعہ سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ کسی کے زنا کرنے کی نفی یا اس میں شبہ کے وقوع کو تلاش کر کے حد جاری کرنے سے پہلو تہی کرنی چاہی۔ اسی لیے آپ نے ہر دفعہ منہ پھیرا۔ اور دیوانہ کہا اور شادی شدہ ہونے کا دریافت کیا۔ گویا آپ چاہتے تھے کہ کسی طرح گنجائش نکل آئے۔ اور اللہ کی حد سے بچ جائے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات تو یہ ہیں۔ اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ایک پرانے قصہ کو تازہ کرنے کے لیے (اور وہ بھی زنا کا قصہ) گواہیاں لے رہے ہیں۔ یعنی ڈھونڈ ڈھونڈ کر زنا ثابت کرنے

کی کوشش کر رہے ہیں۔ اور اس دور کی گواہیاں جب اسلام کی روشنی میں بھی پھیلی تھیں امیر معاویہ کو اس کی کیا ضرورت پڑی تھی۔ جبکہ کوالا استیعاب جناب مغیرہ ابن شعبہ پر دور فاروقی میں تین آدمیوں نے بدکاری کی گواہی دی۔ زنا کی گواہی نامکمل ہونے کی بنا پر ان تینوں پر حد قذف جاری کی گئی۔ تو امیر معاویہ کے سامنے ابوسفیان کے زنا کرنے پر کیا ایسی ہی چار گواہیاں موجود تھیں۔ جو سمیرہ اور ابوسفیان کو اس حالت میں دیکھ رہے تھے۔ جیسا سردانی میں سلائی ڈالی جاتی دیکھ رہے ہوں۔ محض ادھر ادھر کی باتوں سے زنا تو ثابت نہیں ہوتا۔ اور واقعہ بیان کرنے والے یہ بھی کہتے ہیں۔ کہ امیر معاویہ نے ان گواہیوں کی بنا پر زیاد کو اپنا بھائی بنایا۔ کیا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ زنا کی گواہیوں کی کیفیت سے بھی بے خبر تھے؟

جواب سوم:

ولد الزنا کو اپنا بھائی بنانے کا الزام اہل تشیع

کی ایجاد ہے

تاریخ ابن خلدون۔

وَكَانَ أَكْثَرُ شُعْبَةٍ عَلَيَّ يُتَكْرَمُونَ ذَٰلِكَ وَيُتَقَوَّنَهُ
عَلَىٰ مُعَاوِيَةَ حَتَّىٰ أَخُوهُ أَبُو بَكْرَةَ وَكَتَبَ زِيَادُ
إِلَىٰ عَائِشَةَ فِي بَعْضِ الْأَخْيَارِ مِنْ زِيَادِ بْنِ أَبِي سُفْيَانَ
يَسْتَدْعِي حَبَوَاتِهَا بِمِلَّةِ النَّسَبِ لِيَكُونَ لَهُ حُجَّةٌ
فَكَتَبَتْ إِلَيْهِ مِنْ عَائِشَةَ أَنَّهُمُ الْمُؤْمِنِينَ إِلَىٰ ابْنِهَا
زِيَادُ وَكَانَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَامِرٍ يَبْغُضُ زِيَادًا وَقَالَ

يَوْمًا لَبَّعُضَ اصْحَابِهِ مِنْ عَبْدِ الْقَيْسِ ابْنِ سَمِيَّةٍ يَقْبِضُ
الْقَارِحَ وَيَعْتَذِرُ عَمَّا لِي لَقَدْ هَمَمْتُ لِقَسَامَةٍ مِنْ
قُرَيْشٍ اَنْ اَبَاسُفَيَانَ لَمْ يَرِ سَمِيَّةَ فَالْخَيْرَ زِيَادَةً
يَدُ إِلَيْكَ فَالْخَيْرُ بِهِ مُعَاوِيَةَ فَأَمَرَ جَابِئَهُ أَنْ يَبْدُوهُ
مِنْ أَقْطَى الْأَبْوَابِ وَشَكَى ذَلِكَ إِلَى يَزِيدَ فَزَجَّ بِ
مَعَهُ فَأَدْخَلَهُ عَلَى مُعَاوِيَةَ فَلَمَّا رَأَاهُ قَامَ مِنْ
مَجْلِسِهِ وَدَخَلَ إِلَى بَيْتِهِ فَقَالَ يَزِيدُ تَعْقِدُ فِي
الْإِظْطَارِّ فَلَمْ يَزَلْ حَتَّى عَدَا ابْنُ عَامِرٍ مَآكَانَ
مِنْهُ مِنَ الْقَوْلِ وَقَالَ إِنِّي لَا تَكْثُرُ زِيَادَةً مِنْ قَوْلِكَ
وَلَا تَعَزُّزُ بِهِ مِنْ ذُلِّهِ وَلَكِنْ عَرَفْتُ حَقَّ اللَّهِ فَوَضَعْتُهُ
مَوْضِعَهُ -

(ابن خلدون جلد سوم صفحہ نمبر ۱۰۱-۱۰۲ استلحاق زیاد)
ترجمہ: اہل تشیع کی اکثریت اس بات کا رد کرتی ہے۔ اور امیر معاویہ پر اس سے
اعتراض پیدا کرتی ہے۔ یہاں تک کہ امیر کا بھائی ابوبکرہ بھی۔ ایک مرتبہ اسی
زیاد نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو اس عنوان سے رقعہ لکھا۔ وہ زیاد
بن ابی سفیان "گرایا۔ وہ ان الفاظ کو لکھ کر مائی صاحبہ سے اپنے اس
نسب کی صداقت چاہتا تھا۔ تاکہ بوقت ضرورت یہ حجت ہو سکے۔ اس کے
جواب میں مائی صاحبہ نے اُسے یوں لکھا۔ وہ عائشہ ام المومنین اپنے بیٹے
زیاد کو خط لکھ رہی ہے، یعنی اس کے مطلوب نسب کی تصدیق نہ کی۔
عبداللہ بن عامر کو زیاد سے بعض تھا۔ ایک دن اس نے اپنے ساتھیوں
میں سے کسی کو کہا۔ کون ہے عبدالقیس ابن سمیہ جو میرے کاموں کے کٹرے

مکاتات ہے۔ اور میرے کارندوں کے اُڑے آتا ہے۔ میں نے قریش سے
اس بات پر قسمیں لینے کی ٹھانی ہے۔ کہ ابوسفیان نے سمیہ نامی لونڈی کو
دیکھا۔ تاکہ نہیں۔ جب زیاد کو اس کی خبر ملی۔ تو اس نے معاویہ کو یہ بتایا۔
اس پر معاویہ نے حکم دیا۔ کہ آخری دور کے دروازے سے اسے واپس
کر دو۔ اس نے یزید کے ہاں اس کی شکایت کی۔ یزید اس کو لے کر
گھوڑے پر سوار ہو کر حضرت معاویہ کے پاس آیا۔ جب امیر معاویہ نے
اسے دیکھا۔ تو اُٹھ کر گھر تشریف لے گئے۔ یزید کہنے لگا۔ ہم آپ کے
باہر تشریف لانے تک انتظار کرتے ہیں۔ دیکھ کر بعد امیر باہر تشریف
لائے۔ اور ابن عامر نے وہی باتیں کہنا شروع کر دیں۔ جو پہلے کہیں تھیں
امیر نے اس پر فرمایا۔ میں نے زیاد کو اپنے ساتھ ملا کر قلت کو کثرت نہیں
بخشی۔ اور نہ ہی ذلت کو عزت دی۔ لیکن جب میں نے اللہ کا حق جان لیا
تو اسے اپنے مقام پر رکھنے کا حکم دیا۔

توضیح:

ابن خلدون نے استلحاق زید کے واقعہ کو درست سمجھا۔ لیکن اہل تشیع کا اس واقعہ
کو غلط رنگ دینا واضح کیا۔ عبداللہ بن عامر نے جب اس استلحاق کے خلاف آواز
اٹھائی۔ اور یہاں تک کہا کہ میں ایسی بیسیوں گواہیاں پیش کر سکتا ہوں۔ کہ ابوسفیان
نے سمیہ نامی لونڈی کو نہیں دیکھا۔ تو اس پر جناب معاویہ نے کہا۔ بھائی دیکھو
میں نے کسی طمع اور لالچ کے طور پر استلحاق نہیں کیا۔ بلکہ اللہ کا حق سمجھ کر اسے اپنا مقام
دیا ہے۔ یعنی ابوسفیان نے سمیہ سے زنا نہیں بلکہ نکاح کیا اور اس سے زیاد پیدا ہوا
ہاں یہ ٹھیک ہے۔ کہ قریش میں سے کسی معزز کا ایک لونڈی سے نکاح کرنا معیوب
سمجھا جاتا تھا۔ لیکن حق، حقیقی ہی ہے۔

کمال ابن اثیر:

فَقَالَ يَا ابْنَ عَامِرٍ اَمْتُ الْفَقَائِلُ فِي زِيَادٍ مَا قُلْتُ اَمَّا وَاللَّهِ لَقَدْ عَلِمْتُ الْعَرَبَ اَنِّي كُنْتُ اُحِبُّ مَا فِي الْجَاهِلِيَّةِ وَ اَنِّي اَلْاَعْرَافُ اِنِّي لَمْ اَتَكْثُرْ بِنِ زِيَادٍ مِنْ قِلَّةٍ وَلَمْ اَتَعَزَّزْ بِهِمْ مِنْ ذَلَّةٍ وَلَكِنْ عَرَفْتُ حَقَّالَهُ فَوَضَعْتُهُ مَوْضِعَهُ فَقَالَ يَا اَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ فَجِئْتُ اِلَى مَا يَجِبُ زِيَادُ قَالَ اِذَا جِئْتُ اِلَى مَا يَجِبُ مَا خَرَجَ اَبْنُ عَامِرٍ اِلَى زِيَادٍ فَتَرَضَّاهُ۔ (کمال ابن اثیر جلد سوم ص ۴۲۴ ذکر اسلحاق معاویہ زیداد علیہ السلام)

ترجمہ: حضرت امیر معاویہ نے فرمایا۔ اسے ابن عامر باتوں نے زیاد کے بارے میں جو کچھ کہا۔ وہ ہم نے سُن لیا ہے۔ خدا کی قسم! تمام عرب اس بات کو جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے جاہلیت میں بھی عزت عطا فرمائی تھی۔ اور اسلام کے بعد میری عزت میں اضافہ ہی ہوا ہے۔ میں نے زیاد کو اپنے ساتھ لاکر قلت کو کثرت نہیں بخشی اور نہ ہی ذلت کو عزت بنایا۔ لیکن میں نے اس کا حق باتے ہوئے اُسے اُس کی جگہ پر مقرر کیا۔ یہ سُن کر ابن عامر نے کہا اے امیر المؤمنین ہم اس بات کی طرف لوٹتے ہیں۔ اور قبول کرتے ہیں جو زیاد کو پسند ہے امیر معاویہ نے فرمایا۔ اگر ایسا ہے تو پھر ہم بھی تمہاری پسند کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ یہ کہہ کر عبداللہ بن عامر وہاں سے نکلا۔ اور زیاد کے پاس اگر اُسے راضی کر لیا۔

تبصرہ:

ابن خلدون اور کمال ابن اثیر کی مذکورہ تحریر اس واقعہ کو بالکل صاف صاف بیان

کردیتی ہے۔ کہ زیاد کے بارے میں لوگوں کے اندر اگرچہ مختلف باتیں تھیں۔ کوئی اسے ابن سبہ کہتا۔ کوئی ابن ابی اور کوئی کسی اور طرح انہیں بلاتا ہے۔ ایک طرف امیر اور دوسری طرف یہ حضرت معاویہ اپنی سابقہ عزت کا حوالہ دے کر اسلام کی وجہ سے اس میں اضافہ کی بات کرتے ہیں۔ اب ان دونوں باتوں کو ذرا باہم ملا کر دیکھیں۔ اگر زیاد واقعی ولدا لانا تھا تھا۔ تو ایسے شخص کو اپنا بھائی بنانے میں عزت کا جنازہ نکلا کرتا ہے۔ یا اس میں اضافہ ہوتا ہے۔ گویا امیر معاویہ یہ کہہ رہے ہیں کہ اگرچہ لوگوں میں زیاد کے بارے میں کئی قسم کی باتیں مشہور ہیں۔ اور ایسے میں اسے اپنا بھائی بنانا نہایت ذلت کا باعث ہوگا۔ لیکن اس عارضی مخالفت کی بنا پر میں حقیقت سے منہ کیسے مڑ سکتا ہوں حقیقت یہ ہے کہ زیاد میرے والد کے لطف سے پیدا ہوا ہے۔ اور وہ لطف حلال تھا۔ اس لیے حق جب یہ ہے۔ تو اسے اس کا مقام ملنا چاہیے۔ میرے سامنے احتقاق حق ہے۔ یہ نہیں کہ مجھے اس کو ساتھ لاکر کوئی مفاد حاصل کرنا ہے۔

اس مقام تحقیق پر ذہن دو باتوں کی طرف پڑتا ہے۔ اول یہ کہ اگر زیاد حقیقت میں ابن سفیان کا بیٹا تھا۔ تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس کی توثیق کی بجائے اسے اپنا بیٹا کہہ کر جواب کیوں دیا؟ دوسری یہ کہ سیدہ ام حبیبہ نے اس زیاد سے پردہ کیوں کیا؟

ان دونوں باتوں کا ایک ہی جواب ہے۔ وہ یہ کہ سیدہ عائشہ اور ام حبیبہ رضی اللہ عنہما دونوں کے پاس اس بات کا ثبوت یقینی نہ تھا۔ کہ زیاد واقعی ابوسفیان کے لطف حلال کی پیداوار ہے۔ اس لیے انہوں نے اپنے مبلغ علم کی بنا پر عمل کرتے ہوئے ایسے کیا۔ سیدہ عائشہ نے اسے اپنا بیٹا کہہ کر اس کی دلجوئی کی۔ اور ام حبیبہ نے یقینی محرم نہ ہونے کے علم کی بنا پر پردہ ایسے فریضہ اسلام پر عمل کیا۔ ان دونوں کے برعکس چونکہ امیر معاویہ کو حقیقتاً کاعظم تھا۔ اس لیے انہوں نے زیاد کے نسب کا اقرار کیا۔ اگرچہ لوگوں میں اس کے

غلاف پر بیگوٹیاں موجود تھیں۔

فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِيَ الْأَبْصَارِ

جواب چہارم:

زیاد کے ابوسفیان کی جائز اولاد ہونے پر
شہادتیں

الاصابة فی تمیز الصحابة:

وَ كَانَ اسْتِلْحَاقُ مُعَاوِيَةَ لَهُ فِي سَنَةِ اَرْبَعٍ
وَ اَرْبَعِينَ وَمِثْلِهِ بِذَلِكَ زِيَادُ بْنُ اَسْمَاءَ الْحَرَمَازِي
وَمَالِكُ بْنُ رَبِيعَةَ السَّلُولِي وَالْمُنْذَرُ بْنُ الزَّبِيرِ
فِي مَا ذَكَرَ الْمَدَائِنِي بِاسَانِيدِهِ وَ زَادَ فِي الشُّهُودِ
جُوَيْرِيَةَ بِنْتَ ابِي سَفْيَانَ وَالْمَسُورُ بْنُ ابِي قَدَامَةَ
الْبَاهِلِيَّ وَ ابْنَ ابِي النُّصْرَةَ الشَّقْفِيَّ وَ زَيْدَ بْنَ نَفِيلٍ
الْاُذْدِيَّ وَ شُعْبَةَ بْنَ الْحَلْفَةِ الْمَازِنِيَّ وَ رَجُلًا مِنْ
بَنِي عَمْرِو بْنِ شَيْبَانَ وَ رَجُلًا مِنْ بَنِي الْمِصْطَلِقِ
شَهِدُوا كُلُّهُمْ عَلَى ابِي سَفْيَانَ اَنَّ زِيَادَ بْنَ اَبِي الْمُنْذَرِ
فَشَّهَدَ اَنَّهُ سَمِعَ عَلِيًّا يَقُولُ اَشْهَدُ اَنَّ اَبَا سَفْيَانَ
قَالَ ذَاكَ وَ خُطِبَ مُعَاوِيَةُ فَاسْتَلْحَقَهُ فَتَكَلَّمُوا
زِيَادَ فَقَالَ فَيَا مَنْ كَانَ مَا شَهِدَ الشُّهُودُ حَقًّا

قَالَ حَمْدُ اللَّهِ وَ اِنْ يَكُنْ بَاطِلًا فَقَدْ جَعَلْتُمْ بَيْنِي
وَ بَيْنَ اللَّهِ -

الاصابة فی تمیز الصحابة جلد اول ص ۸۰ ح ۸۰
القسم الثالث

ترجمہ: استلحاق کا واقعہ ۳۷ھ میں ہوا۔ اس کی گواہی دینے والے یہ لوگ ہیں۔

زیاد ابن اسماء الحرمازی، مالک بن ربیعہ السلولی،
المنذر ابن الزبیر۔ ان کا نام مدائنی نے اپنی سندوں کے ساتھ
ذکر کیا۔ گواہوں میں ان لوگوں کا بھی ذکر کیا۔ جو یہ بخت ابی

سفیان، مسور بن ابی قدامہ الباہلی، ابن ابی النضر
الشقفی زید بن نفیل اذدی، شعبہ بن علقمہ مازنی
بن شیبان اور بنی عمرو بنی مصطلق کا ایک ایک آدمی۔ ان تمام نے ابوسفیان
کے متعلق گواہی دی کہ زیاد اس کا بیٹا ہے۔ صرف منذر نے یہ گواہی دی
کہ انہوں نے حضرت علی المرتضیٰ سے سنا ہے۔ وہ کہتے کہ۔ میں اس بات
کی گواہی دیتا ہوں کہ زیاد کو ابوسفیان نے اپنا بیٹا کہا ہے۔ ان گواہوں
کے بعد حضرت معاویہ نے خطبہ دیا۔ اور زیاد کو اپنے نسب میں بلا لیا۔
زیاد نے کچھ گفتگو کی۔ اور کہا کہ اگر ان گواہوں کی گواہی حق ہے۔ تو اللہ کا
شکر اور اگر باطل ہے۔ تو میں نے اپنے اور ان کے درمیان اللہ تعالیٰ
کو رکھا۔

تبصرہ:

بکثرت گواہوں کی گواہی کی بنیاد پر حضرت امیر معاویہ نے زیاد کو اپنا بیٹا
بنایا۔ اس حوالہ سے ”دولہ الحرام“ کی کہانی ختم ہو جاتی ہے۔ اور ان گواہیوں میں

مالک بن ربیعہ صحابی بھی بنی جمہول ہونے کی بنا پر غلط بیانی نہیں کر سکتے۔ اور جناب منذر نے تو حضرت علی المرتضیٰ کی گواہی پیش کی کہ انہوں نے ابوسفیان کی خود زبان سے زیاد کو بیٹا کہتے سنا ہے۔ حضرت علی المرتضیٰ سرچشمہ ولایت، خدا کی خدائی کے غیب دان ہیں۔ جب شیعہ انہیں ہر نفی و صلی کا عالم کہتے اور مانتے ہیں۔ تو پھر ان کے اس ارشاد کو تسلیم کیوں نہیں کیا جاتا؟ لہذا یہ کہنے والے کو زیاد و ولد الحرام ہے۔ جبکہ حضرت علی اسے حلال کہیں، خود اپنی غیر منائیں۔ ان حالات میں امیر معاویہ کا ان کو بھائی بنا کر کوئی عیب کی بات نہیں۔ اسی لیے زیاد نے بھی ان شرعی شہادتوں پر اشد کاشمکرا دیا۔ کیونکہ ان کی وجہ سے ان کے متعلق مختلف لوگوں کی طرف نسبت کا معاملہ ختم ہو جاتا ہے (فاعتبروا یا اولی الابصار)

جواب پنجم: حضرت علی زیاد کو والد الزنا نہیں سمجھتے تھے

گذشتہ حوالہ میں زیاد کے فرزند ابوسفیان ہونے کی گواہی دینے والوں میں جناب منذر بھی ہیں جنہوں نے حضرت علی المرتضیٰ کی گواہی نقل کی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ شہادت کا واقعہ اس دور کا ہے جب فاروق اعظم زندہ تھے۔ اور انہوں نے زیاد کو یمن کے فتنہ کے خاتمہ کے لیے بھیجا تھا۔ جب زیاد کامیاب لوٹا۔ اور واپس آکر خطبہ دیا۔ تو عمر ابن العاص نے اس کے خطبہ کو سن کر کہا کہ اگر یہ نوجوان قریشی ہوتا۔ تو عرب کو اپنی لالچی سے ہانکتا۔ اس وقت ابوسفیان نے کہا تھا کہ میں اس لڑکے کے باپ کو جانتا ہوں۔ حضرت علی نے ابوسفیان سے پوچھا وہ کون ہے کہتے لگا۔ وہ میں ہوں۔ (الاستیعاب جلد اول ص ۵۶۹) اس سے معلوم ہوا کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ زیاد کو ولد الحرام نہیں سمجھتے تھے۔ اسی بنا پر خلافت فاروقی کے دور عثمانی آیا اور گزر گیا۔ پھر جب حضرت علی المرتضیٰ کا پناہ دور آیا۔ تو آپ نے اسے

فارس کا گورنر مقرر کیا۔ اور شہادت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ تک زیاد ان کے ساتھ رہا۔
الاستیعاب:

ثُمَّ صَارَ زِيَادٌ مَعَ عَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَاسْتَعْمَلَهُ عَلَى بَعْضِ أَعْمَالِهِ فَلَمْ يَزَلْ مَعَهُ إِلَى أَنْ قُتِلَ عَلَيْهِ رَحْمَةُ اللَّهِ

(الاستیعاب بعد الاصابہ فی تمییز الصحابہ حروف الزیاد جلد اول ص ۵۶۹)
تو بعد حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ میں زیاد حضرت علی کا ہمنوا ہو گیا۔ آپ نے اسے بعض اعمال پر عامل مقرر کر دیا۔ ان دونوں کی رفاقت، شہادت علی تک رہی خلاصہ کلام:

حضرت علی المرتضیٰ کہتے ہیں: ”ما فی الا رحام“ کا علم اہل تشیع ثابت کرتے ہیں۔ وہ زیاد کو ولد الحرام نہیں کہتے۔ بلکہ اسے اپنے دور خلافت میں اہم و دریاں سونپتے ہیں۔ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اپنے دور میں اس کی عزت افزائی کرتے ہوئے گورنری تفویض کرتے ہیں۔ یمن کے فساد پر قابو پانے کے لیے اسے بھیجتے ہیں۔ دور امیر معاویہ میں بہت سی شہادتیں ایسی موجود تھیں۔ جنہوں نے زیاد کے ابوسفیان کا بیٹا ہونا ثابت کر دیا تھا۔ ان حالات میں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو تسلیم کرنا پڑا۔ کہ زیاد ان کا بھائی ہے ورنہ کسی کو اپنے نسب میں شامل کرنے کے لیے سخی سنائی باتوں پر یقین نہیں ہوتا۔ یہی وجہ تھی کہ امیر معاویہ نے ان کے استحقاق کو ایک ”حق“ کے طور پر تسلیم کیا۔ نہ کوئی دوسری غرض یا مقصد تھا۔ اگے چل کر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اسی زیاد کے بیٹے سے اپنی بیٹی کی شادی کرتے ہیں۔ زَوْجٌ مَعَاوِيَةً ابْنَتُهُ مِنْ ابْنِهِ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي زِيَادٍ (الاستیعاب جلد اول ص ۵۷۰)

ان تصریحات کے بعد مودودی وغیرہ کا کچھ اچھا لگا کس طرح درست ہو سکتا ہے۔ بڑی سبے باکی سے لکھا۔ کہ امیر معاویہ کا ایسا کرنا اخلاقی طور پر مکروہ تھا۔ اور شرعی قانونی حیثیت سے یہ ایک صریح ناجائز فعل ہے۔ لیکن صحابی رسول پر یہ الزام دھرتے وقت خود کس اخلاقی قدر کا اہتمام کیا۔ اور کون سے قانونی و شرعی نقطہ کو سامنے رکھ کر یہ لکھا۔ ہاں ایسا ہو سکتا ہے۔ کہ جو اخلاقی ضابطے اور قانون اصول مودودیت کے ہیں۔ وہ امیر معاویہ نے پورے نہیں کیے۔ اور یہی مودودیت ہے۔ کہ اکابر سلف کو اپنے ضابطوں کا مخالفت بنا کر پیش کیا جائے۔ آگے سینے۔ کیا کہہ گئے ہیں۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

فلانیت و ملکیت

سب سے بڑی مصیبت جو ملکیت کے دور میں مسلمانوں پر آئی وہ یہ تھی کہ اس دور میں قانون کی بالاتری کا اصول توڑ دیا گیا۔ حالانکہ وہ اسلامی ریاست کے اہم ترین بنیادی اصولوں میں سے تھا۔ یہ پالیسی حضرت امیر معاویہ کے عہد ہی سے شروع ہو گئی تھی۔ امام زہری کی روایت ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور چار خلفائے راشدین کے عہد میں سنت یہ تھی۔ کہ نہ کافر مسلمان کا وارث ہو سکتا تھا۔ نہ مسلمان کافر کا۔ حضرت معاویہ نے اپنے زمانہ حکومت میں مسلمانوں کو کافر کا وارث قرار دیا۔ اور کافر کو مسلمان کا وارث قرار نہ دیا۔ حضرت عمرو بن عبد العزیز نے اگر اس بدعت کو موقوف کیا مگر ہشام بن عبد الملک نے اپنے خاندان کی روایت کو پھر بحال کر دیا۔ (البدایہ والنہایہ جلد ۵ ص ۱۳۹) حافظ ابن کثیر کہتے ہیں۔ کہ دیت کے معاملہ میں بھی حضرت امیر معاویہ نے بدل دیا سنت کو۔ سنت یہ تھی کہ معاہدہ کی دیت مسلمان کے برابر ہوگی مگر حضرت امیر معاویہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے اس کو نصف کر دیا۔ اور باقی نصف خود لینی شروع کر دیا۔

اعتراض نمبر ۲

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے قانون کی بالادستی کا خاتمہ کر دیا

— مودودی —

(البدایہ والنہایہ جلد ۸ ص ۱۳۹) (خلافت و ملکیت ص ۱۷۳)

جواب:

صاحب تصنیف خلافت و ملکیت نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی شخصیت پر دو الزام لگا کر ثابت کرنا چاہا۔ کہ انہوں نے اسلامی قانون کی برتری ختم کر دی تھی۔ الزام اول یہ کہ اسلامی قانون میں کافر و مسلمان ایک دوسرے کے وارث نہیں ہوتے۔ لیکن امیر معاویہ نے مسلمان کو کافر کا وارث بنانے کا قانون نافذ کیا۔ دوسرا الزام یہ کہ ذمی کے قتل پر دیت مسلمان کے قتل کے برابر تھی۔ لیکن امیر معاویہ نے ذمی کی دیت نصف کر دی۔

الزام اول کے لیے ثبوت مودودی نے امام زہری کی روایت بحوالہ البدایہ والنہایہ ذکر کر کے قارئین کو یہ تاثر دیا۔ کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے مذکورہ رویہ کو ابن کثیر اور امام زہری نے خلاف سنت کہا ہے۔ لیکن اس میں کمال پالا کی سے کام لیتے ہوئے حقیقت حال کو چھپانے اور اپنے بغض کو سامنے لانے کی کوشش کی گئی ہے۔ یہ تسلیم کہ ابن کثیر نے امام زہری کی روایت البدایہ والنہایہ میں ذکر کی۔ لیکن یہ واقعہ نقل کرتے وقت ابن کثیر نے امیر معاویہ پر اسے طعن کے طور پر پیش نہیں کیا ہے۔ اور نہ ہی ان کی بدعات میں شمار کیا ہے۔ بلکہ بات یہ ذکر کر رہے تھے۔ کہ حضرت امیر معاویہ بھی اجتہادی صلاحیت کے مالک تھے۔ اور یہ واقعہ انہوں نے ان کی اجتہادی بصیرت کے ثبوت کے طور پر ذکر کیا۔ کیونکہ وہ سمجھتے تھے۔

کہ ایک مجتہد کو جب وہ کسی نوپید مسئلہ میں اجتہاد کرتا ہے۔ تو اگر وہ صواب ہو۔ تو مجتہد مستحق اجران ہوتا ہے۔ اور اگر صواب دہی ہو تو اس کی محنت رائے گاں نہیں جاتی۔ بلکہ ایک اجر کا حقدار ضرور ہوتا ہے۔ لیکن کیا کہیں کہ مودودی کو اپنی دشمنی نے بجائے اس کے کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی اسے بصیرت اجتہادی نظر آتی۔ اسے یہ بات ان کی قانون شکنی کی صورت میں نظر آئی۔ اور اسے بدعات میں سے شمار کر دیا۔ اگر یہ واقعی قانون شکنی اور بدعت کے ذمے میں شامل ہے۔ تو پھر اس کے مؤیدین حضرات کو بھی

انہی دو لفظوں سے یاد کرنا پڑے گا۔ جو ”مذکور اسلام“ کی تکفیر و تہذیب کا شاہکار ہوگی۔ آئیے مسئلہ مذکورہ میں اختلاف کی بات اور اختلاف کرنے والوں کی نشاندہی بحوالہ دیکھیں۔

احکام القرآن:

بَعْضُ ذَٰلِكَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَبَعْضُهُ مُخْتَلَفٌ فِيهِ فَمَا اتَّفَقَ عَلَيْهِ أَنَّ الْكَافِرَ لَا يَرِثُ الْمُسْلِمَ وَأَنَّ الْعَبْدَ لَا يَرِثُ وَأَنَّ الْقَاتِلَ الْعَمْدَ لَا يَرِثُ وَقَدْ بَيَّنَّا بَيِّنَاتٍ هَلْ لَاحِقٌ فِي سُورَةِ الْبَقَرَةِ مَا أَجْمَعُوا عَلَيْهِ وَمَا اخْتَلَفُوا فِيهِ وَاخْتَلَفَ فِي مِيرَاثِ الْمُسْلِمِ مِنَ الْكَافِرِ وَمِيرَاثِ الْمُسْلِمِ مِنَ الْكَافِرِ وَأَنَّ الْمُسْلِمَ مِنَ الْكَافِرِ فَإِنَّ الْيَمَّةَ مِنَ الصَّحَابَةِ مُتَّفِقُونَ عَلَى نَفْيِ التَّوَارِثِ بَيْنَهُمَا وَهُوَ قَوْلُ عَامَّةِ التَّابِعِينَ وَفُقَهَاءِ الْأَمْصَارِ وَرَوَى شُعْبَةُ عَنْ عُمَرَ وَبْنِ أَبِي الْحَكِيمِ عَنْ أَبِي بَابَاهُ عَنْ يَحْيَى بْنِ يَعْمَرَ عَنْ أَبِي الْأَسود الدَّوْلِيِّ قَالَ (معاذ بن جبل قال) كان معاذ بن جبل باليمنَ قاتراً تفعوا إليه في يهوديًا ماتَ وترك آخاهَ مُسْلِمًا فَقَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ عليه و سلم يَقُولُ الْإِسْلَامُ مِيزِيدٌ وَلَا يَنْقُصُ

احکام القرآن جلد دوم ص ۱۰۱ باب من یحرر المیراث مع وجود النسب ترجمہ: میراث کی بعض صورتیں ایسی ہیں۔ جن پر تمام کا اتفاق۔ اور کچھ دوسری مختلف فیہ ہیں۔ متفقہ صورتوں میں سے ایک یہ ہے۔ کہ اگر کوئی مسلمان فوت ہو جائے۔ تو کافر اس کا وارث نہیں ہوگا۔ دوسری صورت یہ کہ

غلام وارث نہیں ہوتا۔ اور تیسری یہ کہ غلام کا قاتل وارث نہیں ہوتا۔ ہم نے ان لوگوں کی میراث کا ذکر سورہ بقرہ میں کر دیا ہے۔ اور وہاں اجماعی اور اختلافی باتیں بھی ذکر کر دی ہیں۔ ان صورتوں میں سے کچھ میں اختلاف ہے ایک یہ ہے کہ کافر مر گیا۔ تو اس کی وراثت مسلمان کو ملے گی؟ اور مرتد کی میراث ہو گی؟ بہر حال کافر کی میراث مسلمان کے لیے تو اس صورت پر اثر صحابہ کرام کا اتفاق ہے کہ دونوں طرف سے وراثت نہیں ہوگی۔ اور یہی امام تابعین اور ہر دور کے فقہاء کا قول ہے۔ بشعبہ نے عمرو بن ابی العکیم انہوں نے ابی بابہ انہوں نے یحییٰ ابن یعمر انہوں نے اسود دولی سے روایت کی ہے کہ معاذا بن جبل رضی اللہ عنہ جب یمن کے قاضی (گورنر) تھے تو ان کے پاس ایک فیصلہ طلب لایا گیا۔ وہ یہ کہ ایک یہودی مر گیا ہے اور اس کا صرف ایک بھائی باقی ہے۔ اور وہ بھی مسلمان ہے۔ کیا اس یہودی کی میراث اس بھائی مسلمان کو ملے گی؟ حضرت معاذ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ اسلام زیادہ دیتا ہے اور کمی نہیں کرتا۔

(یعنی اسلام کی وجہ سے اس کے بھائی کو وراثت ملے گی۔)

تفسیر مظہری :-

حُكِيَ عَنْ مُعَاذِ بْنِ الْمُسَيَّبِ وَالْمُنْخَسِي آتَهُ يَرِثُ الْمُسْلِمُ الْكَافِرَ وَلَا عَكْسَ كَمَا يَتَنَزَّحُ الْمُسْلِمُ الْكِتَابِيَّةَ مِنْ غَيْرِ عَكْسٍ۔

(تفسیر مظہری جلد ۲۰ ص ۲۲ ذیل آیت وَمَنْ يُؤْمَرْ بِالْعَمَلِ فَلْيُحْسِنِ الْعَمَلَ) (تفسیر ۱)

ترجمہ: حضرت معاذ بن جبل، مسیب بن السیب اور امام شافعی سے منقول ہے کہ مسلمان کافر کا وارث ہوگا۔ لیکن کافر مسلمان کا وارث نہیں ہوگا۔ جیسا کہ ایک مسلمان کتبی عورت سے تو شادی کر سکتا ہے لیکن کتبی بی مرد مسلمان عورت سے نکاح نہیں کر سکتا۔

توضیح:

دونوں حوالہ جات میں میراث کی ایک صورت کا ذکر کیا گیا۔ یعنی یہ کہ اگر کوئی کافر مر جائے تو اس کے حمایت کرنے والوں میں حضرت معاذ بن جبل، مسیب بن السیب امام شافعی، امام زین العابدین، مسروق، عبداللہ بن منفل، امام شعبی، یحییٰ ابن معمر اور امام شافعی کے نام کتب متداولہ میں موجود ہیں۔ حوالہ کے لیے معنی جلد ۲ ص ۱۶۰ تا ۱۶۱ اور الام جلد ۲ ص ۷۲ ملاحظہ فرمائیں۔

اس حقیقت حال کے سامنے آنے کے بعد مودودی کا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق یہ کہنا کہ وہ اس دور میں قانون کی بالائری کا اصول توڑ دیا گیا تھا، ذرا ان سے یا ان کے قائم مقام ابوالہوسوں سے پوچھا جاسکتا ہے کہ وراثت کا مختلف فیہ مسئلہ، ”قانون“ کی تعریف میں آتا ہے؟ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر یہ الزام بھی لگایا گیا کہ انہوں نے ایسا اس لیے کیا تاکہ اپنی سیاسی اغراض پوری کر سکیں۔ پوچھا جاسکتا ہے کہ اس اجتہادی مسئلہ میں کون سی سیاسی اغراض تھیں۔ جو اس کے خلاف میں فوت ہونے کا خطرہ تھا۔ امیر معاویہ کے دور امارت میں اس قسم کی باتیں بنانے والے خود ”دواصول اسلامی“ کو پامال کر رہے ہیں۔ کیا یہ مختلف فیہ کو مختلف فیہ کی ”دقانون“ بنا کر قارئین کرام کے سامنے پیش کرنا پرلے درجے کی ”دبے ایمانی“ نہیں۔ اپنی اغراض کی خاطر جلیل القدر صحابی کاتب وحی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب و مقبول کے بارے میں یہ الفاظ استعمال کرتے شرم نہیں آتی۔

اس مسئلہ یعنی کافر کا وارث مسلمان ہو سکتا ہے یا نہیں کی تحقیق میں دونوں طرف کے دلائل موجود ہیں۔ اور دونوں طرف اکابر حضرات ہیں۔ اس معاملہ میں صرف تفسیر کبیر کا ایک حوالہ پیش کر دینا کافی ہے۔ ملاحظہ ہو۔

تفسیر کبیر:

حُجَّةُ الْاَوْلِيَّانِ عَمُّومُ قَوْلِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَا يَتَوَارَثُ
اَهْلُ مِلَّتَيْنِ وَحُجَّةُ الْقَوْلِ الثَّانِي مَا رَوَى اَنَّ مَعْلًا
كَانَ بِالْيَمَنِ فَذَكَرُوا لَهُ اَنَّ يَلْمُودِيَّاتٍ وَ
تَرَكَ اَخًا مُسِيًّا فَقَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ يَقُولُ الْإِسْلَامُ يَزِيدُ وَلَا يَنْقُصُ تَرَكَادُوا
ذَلِكَ بِأَنْ قَالُوا اِنَّ ظَاهِرَ قَوْلِهِ يُؤَيِّدُكُمْ اللَّهُ فِي
أَوَّلِهِ كَمَا لَدَّ كَرِمْ مِثْلَ حَقِّ الْأُنثَمِينَ يَفْتَضِي
قَوْرِيثَ الْكَافِرِينَ الْمُسْلِمِينَ وَالْمُسْلِمِينَ مِنَ الْكَافِرِينَ
إِلَّا أَنَا خَصَّصْنَاهُ بِقَوْلِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَا يَتَوَارَثُ اَهْلُ
مِلَّتَيْنِ لِأَنَّ هَذَا الْخَبْرَ اَخْصَصَ مِنْ تِلْكَ الْآيَةِ وَالْخَاصُّ
مُقَدَّمٌ عَلَى الْعَامِّ فَكَذَلِكَ اَهْلُ مِلَّةٍ قَوْلُهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ
يَزِيدُ وَلَا يَنْقُصُ اَخْصَصَ مِنْ قَوْلِهِ لَا يَتَوَارَثُ
اَهْلُ مِلَّتَيْنِ فَوَجَبَ تَقْدِيمُهُ عَلَيْهِ بَلْ هَذَا
التَّخْصِصُ اَوَّلِيٌّ لِأَنَّ ظَاهِرَ هَذَا الْخَبَرِ أَنَّ كَذَلِكَ بِمَعْنَى الْآيَةِ وَالْخَبَرِ اَوَّلُ
لَيْسَ كَذَا إِلَيْكَ وَأَقْصَى مَا قِيلَ فِي جَوَابِهِ اِنَّ قَوْلَهُ
(عَلَيْهِ السَّلَامُ الْإِسْلَامُ يَزِيدُ وَلَا يَنْقُصُ) لَيْسَ
نَهْيًا فِيهِ وَقَاعَةِ الْمِيرَاثِ فَوَجَبَ حَمْلُهُ عَلَى

سَائِرِ الْأَحْوَالِ -

دقتسیر کبیر جلد نہم ص ۳۰۹ زیر آیت یُؤَيِّدُكُمْ اللَّهُ الخ

ترجمہ:

وہ حضرات جو مسئلہ میراث میں یہ کہتے ہیں کہ مسلمان کسی کافر کا وارث نہیں ہو سکتا۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ دو ملتوں والے ایک دوسرے کے وارث نہیں ہو سکتے۔ اور اللہ کے خلاف کہنے والوں (یعنی مسلمان کافر کا وارث ہو سکتا ہے) کی دلیل یہ ہے کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ جب یمن میں گورز تھے۔ تو ان کے سامنے ایک یہودی کے مرنے اور اپنے پیچھے ایک مسلمان بھائی چھوڑنے کا ذکر ہوا۔ (اور پوچھا گیا کہ کیا مسلمان بھائی اس کا وارث ہوگا؟) آپ نے فرمایا۔ کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے۔ کہ اسلام بڑھاتا ہے کم نہیں کرتا۔ پھر اس کی ان حضرات نے تاکید کرتے ہوئے کہا۔ کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد یُؤَيِّدُكُمْ اللَّهُ فِي أَوَّلِهِ الخ۔ بظاہر یہ تقاضا کرتا ہے۔ کہ مسلمان اور کافر باہم وارث ہوں۔ مگر ہم نے اس عموم کی تفصیص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول سے کی ہے۔ دو دو ملتوں والے ایک دوسرے کے وارث نہیں ہو سکتے، کیونکہ آپ کی یہ حدیث اس ایت سے خاص ہے۔ لہذا اس کی تقدیم بھی ضروری ہے۔ اسی طرح یہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قول کہ دو اسلام بڑھاتا ہے کم نہیں کرتا، آپ کے سابقہ قول دو دو ملتوں والے باہم وارث نہیں ہوتے، سے خاص ہے۔ لہذا اس کی تقدیم ضروری ہے۔ بلکہ یہ دوسری تفصیص پہلی کی نسبت اولیٰ ہے۔ کیونکہ اس حدیث کا ظاہر، مذکورہ آیت

کے عموم سے تاکید پاتا ہے۔ اور پہلی حدیث ایسی نہیں ہے۔

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قول و اسلام بڑھاتا ہے کم نہیں کرتا، کے متعلق جو جواب میں کہا گیا ہے۔ وہ بالآخر یہ ہے کہ آپ کا ارشاد گرامی و اسلام بڑھاتا ہے کم نہیں کرتا، کوئی میراث کے معاملہ میں بطور نص وارد نہیں ہوا۔ لہذا اس کا تمام احوال پر محمول کرنا ضروری ہوگا۔

ان دلائل و حقائق کو پیش نظر رکھیں۔ اور پھر اس کے متعلق مودودی کا طرزِ تحریر سامنے لائیں معلوم یہ ہوتا ہے۔ کہ شیخس خواہ مخواہ حضرات صحابہ کرام کے درمیان غلط اور صحیح کا فیصلہ کرنے آن دہمکا ہے۔ اور یوں گت ہے کہ قارئین کو یہ تاثر دیا جا رہا ہے۔ کہ صحابہ کرام سے میں (مودودی) زیادہ عقل مند اور قوت فیصلہ کا مالک ہوں۔ اسی لیے اس کا گستاخانہ انداز اس عبارت کو لکھنے پر مجبور ہوا۔ یہ میں نہیں کر سکتا کہ غلطی والے کی غلطی نہ کہوں، گویا جسے فخر مودودی کا طرزِ تحریر غلط سمجھا وہ غلط اور جسے صحیح گردانا وہ صحیح کہ سختی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث بھی یاد نہ رہی۔

مَنْ اِذَا هُوَ فَقَدْ اِذَا فِیْ وَ مَنْ اِذَا فِیْ فَقَدْ اِذَا فِیْ لَعَنَ اللّٰهُ
فِی الدُّنْیَا وَ الْآخِرَةِ۔

جس نے صحابہ کرام کو دکھ دیا۔ اس نے مجھ محمد رسول اللہ کو دکھ دیا۔ اور جس نے مجھے تکلیف پہنچائی اس نے اللہ کو رنج دیا۔ دنیا اور آخرت میں اس پر خدا کی پشکار۔ فاعتبروا یا اولی الابصار

مسئلہ میراث جو مختلف فیہ تھا۔ اس کی حقیقت ہم نے واضح کر دی۔ اب الزام کے دوسرے حصہ کی طرف آئیے۔ وہ یہ کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس دیت کو بدل دیا۔ جو سنتِ پیغمبری تھی۔ یعنی معاہدہ کی دیت مسلمان کے برابر تھی لیکن

انہوں نے اسے نصف کر دیا۔ اور باقی نصف خود اپنے لیے رکھ لی۔ مودودی نے اس الزام کو بھی ایسے انداز سے ذکر کیا۔ کہ قاری سمجھے کہ یہ الزام اس کا نہیں بلکہ ابن کثیر کا ہے اور مودودی اسے صرف نقل کر رہا ہے۔ اس الزام کی حقیقت یوں ہے۔ کہ حافظ ابن کثیر نے امام زہری کی روایت نقل کی ہے۔ اور اس روایت کو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر جرح یا اعتراض کی نیت سے انہوں نے ایسا نہیں کیا اور نہ ہی اسے ذکر کرنے کے بعد ابن کثیر نے امیر معاویہ کو بدعتی وغیرہ الفاظ سے ذکر کیا ہے۔ اس لیے اسے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر الزام بنا کر پیش کرنے کی جسارت مودودی نے ہی کی ہے رہا اس الزام کا آخری حصہ کہ امیر معاویہ نے باقی نصف دیت اپنے لیے رکھ لی تھی۔ تو اس مفہوم و مراد کے لیے عربی لفظ دینتفسہ، مذکور ہے۔ یہ لفظ اپنے مفہوم کے لحاظ سے یہ احتمال بھی رکھتا ہے۔ کہ اس سے مراد وہ اپنی ذات کے لیے ہو۔ یعنی اپنے مصرف میں لایا جائے۔ کسی دوسرے کا اس میں تصرف و حق نہ رہے اور دوسرا معنی یہ ہے کہ کسی شخص نے اسے اپنے پاس رکھا ہو۔ لیکن اس کو خرچ دوسرا پر کیا جائے۔ اور آپ اس کی نگرانی کی جائے۔ جس طرح بیت المال کی نگرانی اور حفاظت خلیفہ وقت کی ہوتی ہے تو اس طرح معنی یہ ہوا کہ حضرت امیر معاویہ نصف دیت بیت المال میں اپنی نگرانی میں جمع کرا دیا کرتے تھے۔ اور پھر اسے اپنی صوابدید کے مطابق خرچ کیا کرتے تھے۔ ان دونوں معانی میں سے دوسرا معنی یہاں مراد ہے جس کی تصدیق البدایہ والنہایہ جلد دوم ص ۴۴ طبع ثالث مصر اور بیروتی شریف وغیرہ کتب کرتی ہیں۔ مؤخر الذکر کے الفاظ پیش خدمت ہیں۔

بیہقی شریف:

عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ كَانَ دَيْنُ الْيَهُودِيِّ وَالنَّصْرَانِيِّ
فِي مَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَ دَيْنِ الْمُسْلِمِ

وَأَيُّ بَكْرٍ وَعَمَرَ وَعُثْمَانَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ فَكَلَّمَا
كَانَ مَعَاوِيَةَ آخِطَى أَهْلَ الْمَقْتُولِ النَّصَفَ وَالْفَقَى
الْيَصِفَ فِي بَيْتِ الْمَالِ - (بیہقی شریف جلد ۱ باب دینہ اہل
الذمہ ص ۱۰۲ مطبوعہ دکن)

ترجمہ: زہری سے روایت ہے کہ یہودی اور نصرانی کی دیت حضور صلی اللہ علیہ وسلم
کے دور میں مسلمان کی دیت کے برابر تھی۔ یہی طریقہ ابو بکر، عمر اور عثمان غنی
رضی اللہ عنہم کے دور میں رائج رہا۔ پھر جب امیر معاویہ غلیفہ بنے تو آپ
نے اس پوری دیت کا نصف مقتول کے وارثوں کو دیا۔ اور بقیہ نصف
بیت المال میں رکھا۔

توضیح:

مودودی کی عبارت کے آخری حصہ کا رد امام بیہقی کے حوالہ سے آپ نے ملاحظہ
فرمایا۔ یہ کس قدر بددیانتی ہے۔ کہ جس لفظ کا مفہوم و مراد شارحین کرام ثقہ لوگوں سے متنبین
کریں۔ مودودی اُسے تسلیم کرنے سے بھاگتا ہے۔ اور وہ مفہوم بیان کرتا ہے۔
جس سے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر کیوڑا اچھالنے کا بہانہ ملتا ہے۔ یعنی صحابہ
نہیں تو اور کیا ہے۔ ضمناً یہ بھی معلوم ہو گیا کہ آپ نے نصف نہیں بلکہ دیت مکمل ہی رکھی
تھی۔ صرف مقتول کے ورثہ کو نصف دیتے تھے۔ بقیہ نصف بیت المال میں جمع کرتے
تھے۔ اسے اگر یوں بیان کیا جاتا کہ امیر معاویہ نے معاہدہ کی دیت تو پوری وصول
کرتے تھے۔ لیکن مقتول کے ورثہ کو نصف دیتے تھے۔ تو کسی حد تک بات درست
ہوتی۔ لیکن بغض صحابہ کی وجہ سے بصیرت اندھی ہو گئی تھی۔ اسے یہ کس طرح نظر آ
سکتا تھا۔

علاوہ ازیں امام زہری نے جو یہ کہا ہے کہ معاہدہ کی دیت حضور صلی اللہ علیہ وسلم

اور ابو بکر و عمر و عثمان کے دور میں مسلمان کی دیت کے برابر تھی۔ یہ کوئی نص صریح نہیں پیش کر رہے
ہیں۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ خود سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس مسئلہ کے بارے
میں مختلف روایات موجود ہیں بعض روایات سے مساوی دیت اور بعض سے کم کا
پتہ چلتا ہے۔ اسی اختلاف روایات کی وجہ سے عہدِ صحابہ سے فقہاء کرام اور محدثین کے
دور میں اس بارے میں اختلاف منقول ہے۔ حضرت فاروق اعظم اور عثمان غنی
سے مروی ہے کہ انہوں نے نصف سے بھی کم دیت وصول کی۔ ایک مجوسی کی دیت
آٹھ سو درہم مقرر فرمائی۔ امام مالک نصف دیت کے قائل ابو حنیفہ مکمل کے قائل ہیں
یہ اختلافی مسئلہ ہے۔ حوالہ ملاحظہ ہو۔

احکام القرآن:

قَالَ أَبُو حَنِيفَةَ وَأَبُو يُوسُفَ وَمُحَمَّدُ وَزُفَرُ وَعُثْمَانُ
وَسُفْيَانُ ثَوْرِي وَحَسَنُ بْنُ صَالِحٍ دِيَّةُ الْكَافِرِ مِثْلُ
دِيَّةِ الْمُسْلِمِ وَقَالَ مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ دِيَّةُ أَهْلِ الْكِتَابِ عَلَى النَّصْفِ مِنْ دِيَّةِ الْمُسْلِمِ دِيَّةُ
الْمَكْبُورِ سِتِّي ثَمَانُ مِائَةِ دِرْهَمٍ وَدِيَّاتُ نِسَاءِهِمْ
عَلَى النِّصْفِ مِنَ ذَلِكَ وَقَالَ الشَّافِعِيُّ دِيَّةُ الْيَهُودِيِّ
وَالنَّصْرَانِيِّ ثَلَاثُ دِيَّةٍ..... وَقَدْ رَوَى عَنْ سَعِيدِ
بْنِ الْمُسَيَّبِ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ قَالَ دِيَّةُ الْيَهُودِيِّ
وَالنَّصْرَانِيِّ أَرْبَعَةُ أَلْفٍ دِرْهَمٍ وَدِيَّةُ الْمَجُوسِيِّ
ثَمَانُ مِائَةِ قَالَ السَّعِيدُ وَكَذَا عُثْمَانُ فِي دِيَّةِ
الْمُتَّعَاهِدِ بِأَرْبَعَةِ أَلْفٍ قَالَ أَبُو بَكْرٍ وَقَدْ رَوَى
عَنْهُمَا خِلَافُ ذَلِكَ وَقَدْ ذَكَرْنَا فِي اخْتِلَافِ الْمُتَّعَاهِدِ
بِمَا رَوَاهُ عُمَرُ وَبْنُ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ

البداية والنهاية

قال أبو اليمان عن شعيب عن الزهري مَضَتْ السُّنَّةُ
أَنْ لَا يَرِثَ الْكَافِرُ الْمُسْلِمَ وَلَا الْمُسْلِمُ الْكَافِرَ
وَأَوَّلُ مَنْ وَرَثَ الْمُسْلِمَ مِنَ الْكَافِرِ مُعَاوِيَةُ
وَقَضَى بِذَلِكَ بَنُو أُمَيَّةَ بَعْدَهُ حَتَّى كَانَ
عَمْرُو بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ قَرَأَ جَعِ السُّنَّةُ وَأَعَادَ
هَشَامٌ مَا قَضَى بِهِ مُعَاوِيَةُ وَبَنُو أُمَيَّةَ مِنْ
بَعْدِهِ وَبِهِ قَالَ زُهْرِي مَضَتْ السُّنَّةُ أَنَّ
دِيَةَ مُعَاهِدِ كَدِيَّةِ الْمُسْلِمِ وَكَانَ مُعَاوِيَةُ
أَوَّلَ مَنْ قَضَى إِلَى التَّيَصُّفِ وَآخِذَ التَّيَصُّفِ لِنَفْسِهِ
وَقَالَ ابْنُ وَهْبٍ عَنْ مَالِكٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ سَأَلْتُ
سَعِيدَ بْنَ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ فَقَالَ
لِي أَسْمَعْ يَا زُهْرِي مَنْ مَاتَ مَجْتَلًا لِي بِخَيْرٍ وَعَمْرُو
حُثْمَانُ وَعَلِيٌّ وَشَيْدٌ لِلْعَشِيرَةِ بِالْجَنَّةِ وَتَرَحَّمُ
عَلَى مُعَاوِيَةَ كَانَ حَقًّا عَلَى اللَّهِ أَنْ لَا يَنْتَهِشَهُ
الْحَسَابُ وَقَالَ سَعِيدُ بْنُ يَعْقُوبٍ الطَّلَعَانِيُّ سَمِعْتُ
عَبْدَ اللَّهِ بْنَ الْمُبَارَكِ يَقُولُ تَرَأَتْ فِي أَهْلِ مُعَاوِيَةَ
أَفْضَلَ مِنْ عَمْرُو بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ وَقَالَ مُحَمَّدُ
بْنُ يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ سَمِعْتُ ابْنَ الْمُبَارَكِ عَنْ مُعَاوِيَةَ
فَقَالَ مَا أَقُولُ فِي رَجُلٍ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ فَتَالَ خَلْفَهُ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ

فَقِيلَ لَهُ أَيُّهُمَا أَفْضَلُ هُوَاؤُ عَمْرُو بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ
فَقَالَ لَتَرَأَيْتُ فِي وَمَنْ خَرَفِي مُعَاوِيَةَ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْرٌ وَأَفْضَلُ مِنْ عَمْرُو بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ وَقَالَ
غَيْرُهُ عَنْ ابْنِ الْمُبَارَكِ قَالَ مُعَاوِيَةُ عِنْدَنَا مَجْتَلَةٌ
فَمَنْ رَأَى بَيْنَهُ يَنْظُرُ إِلَيْهِ مَثَدًا لِرَأْيِهِمْ نَاهٍ عَنِ
الْقَوْلِ يَعْصِي صَحَابَةً وَقَالَ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ
بْنِ عَمَارٍ الْمَوْصَلِيُّ وَغَيْرُهُ سَمِعْتُ الْمَعَاذِي بْنَ عَمْرِو
أَيُّهُمَا أَفْضَلُ مُعَاوِيَةُ أَوْ عَمْرُو بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ
فَقَضَيْتُ فَقَالَ لِسَائِلٍ أَتَجْعَلُ رَجُلًا مِنَ الصَّحَابَةِ
مِثْلَ رَجُلٍ مِنَ التَّابِعِينَ مُعَاوِيَةَ صَاحِبَهُ
وَصِغْرُهُ وَكَاتِبُهُ وَأَمِيَّتُهُ عَلَى وَحْيِ اللَّهِ
وَقَدْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَعَاؤِي
أَصْحَابِي وَأَصْهَارِي فَمَنْ سَبَّهُمْ فَقَلْبُهُ لَعْنَةُ اللَّهِ
وَالْمَلَكُوتِ وَالتَّابِعِينَ وَكَذَا قَالَ
الْفَضْلُ بْنُ عَتِيبَةَ وَقَالَ أَبِرُّ قُوبَةَ الرُّبَيْعِ بْنِ
نَافِعِ الْحَلَبِيِّ مُعَاوِيَةَ يَسْتُرُ لِأَصْحَابِ مُحَمَّدٍ قَدْ
كَشَفَ الرَّجُلُ السُّتْرَ إِنْ كَرِهَ عَلَى مَا رَوَاهُ
وَقَالَ الْمَيْمُونِيُّ قَالَ لِي أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ يَا أَبَا الْحَسَنِ
إِذَا رَأَيْتَ رَجُلًا يَذْكُرُ أَحَدًا مِنَ الصَّحَابَةِ
يُسَوِّرُ فَاتَّبِعْهُ عَلَى الْإِسْلَامِ وَقَالَ الْفَضْلُ بْنُ زِيَادٍ
سَمِعْتُ أَبَا عَبْدِ اللَّهِ يُسْأَلُ عَنْ رَجُلٍ يَتَّقُصُّ مُعَاوِيَةَ

و حسرو بن العاص أَيْقَالَ لَهُ دَا فِضِي فَقَالَ إِنَّهُ
لَمْ يَجْتَرِئْ عَلَيْهِمَا إِلَّا وَلَهُ خَبِيئَةُ السُّوءِ مَا
إِنْ تَقَصَّ أَحَدٌ أَحَدًا مِنَ الصَّحَابَةِ إِلَّا وَلَهُ
دَا خِلَّةٌ سُوءٌ وَقَالَ ابْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ
الْمُسْلِمِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ الْمَيْسَرَةِ قَالَ مَا رَأَيْتُ عَمْرُو
بْنَ عَبْدِ الْعَزِيزِ ضَرَبَ إِنْسَانًا قَطُّ إِلَّا إِنْسَانًا شَتَمَ
مُعَاوِيَةَ فَإِنَّهُ ضَرَبَهُ أَسْوَاطًا وَقَالَ بَعْضُ
السَّكَنَةِ بَيْنَمَا أَنَا عَلَى جَبَلٍ بِالشَّامِ إِذْ سَمِعْتُ
هَاتِفًا يَقُولُ مَنْ أَبْغَضَ الصِّدِّيقَ فَذَاكَ إِلَيَّ يُدْفِنُ
وَمَنْ أَبْغَضَ عُمَرَ فَإِلَى جَهَنَّمَ رُمِيَ أَوْ مَنْ أَبْغَضَ عُثْمَانَ
فذَا إِلَيْكَ خَصَمُهُ الرَّحْمَنُ وَمَنْ أَبْغَضَ عَلِيًّا فَذَا إِلَيْكَ خَصَمُهُ النَّبِيُّ
وَمَنْ أَبْغَضَ مُعَاوِيَةَ سَجَّتُهُ الرَّبَابِيَّةُ إِلَى جَهَنَّمَ
حَامِيَّةٌ يَرْهِي بِمِ فِي الْعَامِيَّةِ الْهَوَاوِيَّةِ -

البدایۃ والنہایۃ جلد ۱ ص ۱۳۹-۱۴۰

ترجمہ:

زہری سے بواسطہ شعیب، ابوالیمان نے کہا یہ طریقہ اسلام میں چلا آتا رہا۔
کہ کافر مسلمان کا اور مسلمان کافر کا وارث نہ ہوتا تھا۔ اور سب سے پہلا
شخص کہ جس نے مسلمان کو کافر کا وارث قرار دیا۔ وہ امیر معاویہ تھے۔
بنو امیہ نے پھر یہی طریقہ اپنائے رکھا۔ یہاں تک کہ عمرو بن عبدالعزیز
نے اپنے دور میں پھر وہی پہلی سنت کی طرف رجوع کر لیا۔ ان
کے بعد ہشام نے پھر سے حضرت معاویہ کے عمل کو اپنا لیا۔ پھر

بعد کے خلفاء میں یہی طریقہ معمول رہا۔ امام زہری نے یہ بھی کہا کہ معاویہ
کی دیت، مسلمان کی دیت کے برابر تھی یہی طریقہ پہلے سے چلا آ رہا تھا۔
اس کو سب سے پہلے نصبت کرنے والے بھی امیر معاویہ تھے انہوں
نے نصف مقتول کے ورثہ کو دیا۔ اور نصف اپنے لیے رکھ چھوڑا۔
زہری سے بواسطہ مالک ابن وہب بیان کرتے ہیں کہ میں نے
سعید بن مسیب سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کے بارے
میں پوچھا۔ کہنے لگے اے زہری! غور سے سنو۔ جو شخص ابوبکر، عمر،
عثمان و علی کا محب ہوتے ہوئے فوت ہو گیا۔ اور دسوں جنتی
صحابہ کے جنتی ہونے کی گواہی پر فوت ہو گیا۔ امیر معاویہ پر رحمت
کی دعائیں مانگتا فوت ہو گیا۔ تو اللہ تعالیٰ پر حق ہے کہ ایسے شخص کو
حساب و کتاب میں نہ ڈالے۔ سعید بن یعقوب طالقانی کہتے ہیں۔
میں نے عبداللہ بن مبارک سے سنا۔ جو شخص عمرو بن عبدالعزیز
کو امیر معاویہ سے افضل کہتا ہے۔ وہ سن لے۔ کہ امیر معاویہ کی ناک
کی گرد عمرو بن عبدالعزیز سے افضل ہے۔ محمد بن یحییٰ بیان کرتے ہیں۔
کہ ابن مبارک سے پوچھا گیا۔ کہ معاویہ کیسے تھے؟ کہنے لگے۔ میں اس
شخص کے بارے کیا کہہ سکتا ہوں۔ کہ جس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم
کے سمع اللہ لمن حمدہ کے جواب میں دَبْنَا لَكَ الْعَمَدُ کہا
پھر ان (عبداللہ بن مبارک) پوچھا گیا۔ کہ امیر معاویہ افضل ہیں یا عمرو
بن عبدالعزیز؟ کہنے لگے کہ امیر معاویہ کی ناک کی مٹی جو حضور صلی اللہ
علیہ وسلم کی میت میں پڑی ہو وہ عمرو بن عبدالعزیز سے افضل ہے۔
اسی طرح معافی بن عمران نے اسی سوال کے جواب میں سائل پر نفی

ہو کر فرمایا۔ کیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی کو سفیر صحابی (تالیفی) کی طرح برابر کرتا ہے۔؟ حضرت معاویہ آپ کے صحابی، مالا، کاتب اور وحی کے امین تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرما رکھا ہے کہ میرے صحابہ اور رشتہ دینے والوں کو برا بھلا مت کہو جو انہیں برا کہے گا۔ اس پر اللہ فرشتوں اور تمام انسانوں کی لعنت ہے اسی طرح فضل بن عتبہ نے ریح بن نافع سے بیان کیا ہے کہ حضرت امیر معاویہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کی پردہ پوشی کی لہذا جو شخص ان کی پردہ دری کرے گا۔ وہ رسول ان روایات پر اعتراض کرتا ہے۔ جو ان کی پردہ پوشی کے متعلق آئی ہیں۔ میمون نے امام احمد بن حنبل سے بیان کیا کہ جب تجھے کوئی ایسا شخص نظر آئے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی صحابی کو برائی سے ذکر کرتا ہو تو اس کے اسلام پر تہمت لگا دے فضل بن زیاد کہتے ہیں میں نے ابو عبد اللہ سے پوچھا کہ ایک شخص معاویہ اور عمر بن العاص کی تعقیص کرتا ہے اس کے متعلق کیا حکم ہے۔؟ کیا اسے راضی کہا جائے؟ فرمانے لگے ایسی جرات وہی کرے گا۔ جو بد باطن ہوگا۔ کوئی شخص کسی صحابی کی برائی بیان کرتا ہے تو وہ بد باطن ہے۔ ابن مبارک نے ابراہیم سے بیان کیا کہ میں نے عمرو بن عبد العزیز کے ہاتھوں کسی کو مار رکھتا ہے نہ دیکھا۔ مگر وہ شخص جس نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو برا کہا تھا۔ آپ نے اسے ڈنڈے سے مارا۔ بعض سلف کا کہنا ہے کہ ملک شام کے ایک پہاڑ پر تھا۔ کہ ہاتھ کی آواز سنائی دی۔ یہ کہا گیا کہ جو شخص ابوبکر صدیق سے بغض رکھتا ہے۔ وہ زندیق ہے۔ جو عمر بن الخطاب سے بغض رکھتا ہے۔ تو جہنم اس کا مرجع ہے۔ اور جو عثمان سے بغض رکھتا ہے۔ اس پر خدائے برتر غصے ہے۔ جو علی المرتضیٰ سے بغض رکھتا ہو۔ وہ رسول اللہ کا دشمن ہے۔ اور جو امیر معاویہ سے بغض رکھتا ہو۔ دوزخ کے

دربان اسے دویہ میں ڈالیں گے۔ جو دوزخ میں سب سے نچلے طبقہ ہے۔

ملحد فکریہ:

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اجتہادی بصیرت کے ضمن میں چند اجتہادی مسائل کا ذکر کیا ہے۔ ان مسائل کے ذکر کرنے سے ابن کثیر کی ہرگز وہ نیت نہ تھی۔ جو مودودی کی ہے۔ اگر دونوں (ابن کثیر اور مودودی) کے مقاصد کا موازنہ کیا جائے تو مختصر طور پر ہم یہ کہہ سکتے ہیں۔ ۱۔ مودودی کے نزدیک سب سے پہلا شخص جس نے شریعت توڑی وہ امیر معاویہ ہیں۔

۲۔ اس ابتداء کے بعد پھر سے شریعت کو نافذ کرنے والے عمرو بن عبد العزیز ہیں۔ اس لیے یہ تسلیم کرنا پڑے گا۔ کہ عمرو بن عبد العزیز کا مقام و مرتبہ زیادہ ہے۔

۳۔ ابن کثیر نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی اجتہادی بصیرت ذکر کرتے ہوئے دو مختلف فیہ مسائل میں ان کی رائے و اجتہاد کا ذکر کیا۔ لیکن مودودی اسے شریعت توڑنا کہتا ہے۔

۴۔ ان دونوں مسئلوں میں حضرات صحابہ کرام اور تابعین و ائمہ کا اختلاف منقول و مروی ہے۔ لیکن مودودی اسے دو اصول اسلام قرار دیتا ہے۔

۵۔ ابن کثیر نے ان مسائل کے بعد امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی عظمت شان پر بہت سے اکابر کے اقوال نقل کیے۔ تاکہ ان کی شخصیت کے بارے میں وہاں کھولنے سے پہلے ان کے تمام مقام و مرتبہ کا خیال کر لیا جائے

ایسا اس لیے کیا۔ کہ اس دور میں بھی کچھ ذہن گندگی سے بھرے ہوئے یہ سوچتے ہوں گے۔ کہ ایسا کر کے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اسلام کی بیخ کنی کی ہے۔ لیکن مودودی کو اگلی عبارت ہضم کرنا ہی مناسب نظر آئی۔ سمجھی گستاخانہ لہجہ اختیار ہو سکتا تھا۔ اگر وہ حوالہ جات اور احادیث کے ارشادات قارئین کی نظر کر دیتا۔ تو مقصد پورا نہ ہوتا تھا۔ عمرو بن عبدالعزیز کی شخصیت قابل احترام و عقیدت ضرور ہے۔ لیکن امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل و مناقب تک ان کی رسائی نہیں۔ یہی عمرو بن عبدالعزیز ہیں۔ جن کو دُور سے مارتے ہوئے صرف اس حالت میں دیکھا گیا۔ کہ دُور سے کھانے والے نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر الزام تراشی کی ہوئی تھی۔ یہی ”ابو الاعلیٰ“ اگر حضرت عمرو بن عبدالعزیز کے دور میں ہوتا۔ اور پھر ایسی باتیں کہتا جو خلافت و ملوکیت میں اس نے امیر معاویہ کے متعلق کہی ہیں۔ اور ان سے یہ شام زدینے کی کوشش کی ہے۔ کہ عمرو بن عبدالعزیز افضل ہیں۔ تو یہی عمرو بن عبدالعزیز اس کی لالچیلوں اور ڈنڈوں سے ایسی پٹائی کرتے۔ کہ وہ تجدید و احیائے دین کی عمارت و مہم سے نیچے آگرتی۔ ہم انشاد اللہ اگے ایک پوری فصل میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل و مناقب بیان کریں گے۔ جہاں ابن کثیر کی بقیہ عبارت انشاد اللہ درج ہوگی۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

اعترض سوہ

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت

خلافت و ملوکیت:

ملوکیت کا آغاز اسی قاعدہ کی تبدیلی سے ہوا۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت اس نوعیت کی خلافت نہ تھی۔ کہ مسلمانوں کے بنانے سے وہ خلیفہ بنے ہوں۔ اور اگر مسلمان ایسا کرنے پر راضی نہ ہوتے تو وہ نہ بنتے۔ بہر حال وہ خلیفہ بننا چاہتے تھے۔ انہوں نے بطور خلافت حاصل کی مسلمانوں کے راضی ہونے پر ان کی خلافت کا انحصار نہ تھا۔ لوگوں نے ان کو خلیفہ نہیں بنایا۔ وہ خود اپنے زور سے خلیفہ بنے۔ اور جب وہ خلیفہ بن گئے۔ تو لوگوں کے لیے بیعت کے سوا کوئی چارہ کار نہ تھا۔ اُس وقت اگر ان سے بیعت نہ کی جاتی۔ تو اس کا نتیجہ یہ نہ ہوتا کہ وہ اپنے حاصل کردہ منصب سے ہٹ جاتے۔ بلکہ اس کے معنی غرور و بڑائی اور برتری کے تھے۔ جسے امن و نظم پر ترجیح نہیں دی جاسکتی تھی۔ اس لیے امام حسن رضی اللہ عنہ کی دست برداری ربیع الاول ۴۰ھ کے بعد تمام صحابہ و تابعین اور صلحاء امت نے ان کی بیعت پر اتفاق کیا۔ اور اس کو عام الجماعت اس بنا پر قرار دیا۔ کہ کم از کم باہمی فائدہ جنگی تو ختم ہوئی۔ حضرت معاویہ خود بھی اس پوزیشن کو اچھی طرح سمجھتے تھے۔ اپنے زمانہ خلافت کے آغاز میں انہوں نے مدینہ طیبہ

میں تقریر کرتے ہوئے خود فرمایا۔

أَمَّا بَعْدُ فَإِنِّي وَاللَّهِ مَا وَكَيْتُ أَمْرَكُمُ حِينَ وَكَيْتُهُ
وَأَنَا أَعْلَمُ أَنَّكُمْ لَا تَسِرُّونَ بِي وَلَا تَجَبُّونَهَا
وَأَنِّي لَعَالِمٌ بِمَا فِي كُفُوفِكُمْ مِنْ ذَلِكَ وَلَكِنِّي خَا
لَسْتُكُمْ بِسَيِّئِي هَذَا مَخَالَسَةً وَأَنَّ لَكُمْ تَجِدُ فِي
أَقْوَامٍ بِحَقِّكُمْ كُلِّهِمْ فَلَا تَهْتَمُّوا بِبَعْضِهِ -

(البدایۃ والنہایۃ جلد ۵ ص ۳۲) اؤ لہذا تم مجھ سے معاویہ (ترجمہ معاویہ)
ترجمہ: یعنی بخدا میں تمہاری ذمہ داری کا اپنے ہاتھ میں لیتے ہوئے اس بات سے
نادراقت نہ تھا کہ تم میرے برسرِ اقتدار آنے سے خوش نہیں ہو۔ اور
اسے پسند نہیں کرتے۔ اس معاملہ میں جو تمہارے دلوں میں تھا اسے
میں خوب جانتا ہوں۔ مگر میں نے اپنی اس تلوار کے زور سے تم
کو مغلوب کر کے اسے لیا ہے۔۔۔ اب اگر تم یہ دیکھو کہ میں تمہارا حق
پورا پورا دانا نہیں کر رہا ہوں تو تھوڑے پر مجھ سے راضی رہو۔

(خلافت و ملوکیت ص ۱۵۸ تا ۱۵۹)

✦

تردید اول

اس اعتراض میں چار امور اور ان کے ترتیب وار

جوابات

مذکورہ حوالہ سے دراصل چار باتیں ایسی ذکر کی گئیں۔ جن کے ذریعہ مودودی نے
حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو موردِ طعن ٹھہرایا ہے۔

امراؤل : امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے خلافت لڑ کر حاصل کی تھی۔

امردوم : ان کی بیعت عوام نے اس لیے کی تاکہ خون ریزی سے بچا جاسکے۔

امرسوم : آپ کے دورِ خلافت کو عام الجماعت اس لیے کہا گیا۔ کہ اس میں
فائز جنگی ختم ہوئی تھی۔

امرچہارم : لوگوں کی ناراضگی کا امیر معاویہ کو بھی علم تھا۔

جواب امراؤل:

دو خلافت لڑ کر حاصل کرنا، دراصل اس جملہ سے مودودی یہ کہنا چاہتا ہے
کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ خلافت کے اہل نہ تھے۔ انہوں نے اپنی اہلیت لاطقی
کے زور سے منوائی۔ اہلیت کا جہاں تک تعلق ہے۔ امیر معاویہ خلافت کے
ہر دور میں اس کا لوہا منوا چکے تھے۔ فاروق اعظم نے انہیں شام کا گورنر مقرر
کیا۔ دور عثمانی میں بدستور آپ شام کے گورنر رہے۔ گویا بیس سال تک یہ گورنری

کے عہدہ پر فائز رہے۔ اور ان کی برطرفی یا معزولی نہ ہوئی۔ نہ ہی ان کے خلاف عوام کی طرف سے کوئی ایسی شکایت سننے میں آئی۔ جب امام حسن رضی اللہ عنہ نے خلافت سے دست برداری فرمائی۔ اس کے بعد سے بیس سال تک پوری مملکت اسلامیہ کے امیر و خلیفہ رہے۔ اگر لوگ اپنی اہلیت ثابت کرتے تو اتنا طویل عرصہ امن و امان سے نہ گزرتا۔ آپ کے دور خلافت میں امن و انصاف کی حضرات صحابہ کرام نے بھی گواہی دی۔ ابن کثیر کے الفاظ سے بیٹے۔

البدایة والنهاية:

قَالَ الْإِيْثَبِيُّ: سَعِدَ حَدَّثَنَا بِكَبِيرٍ عَنْ بَشَرٍ عَنْ سَعِيدٍ أَنَّ سَعْدَ بْنَ أَبِي وَقَاصٍ قَالَ مَا رَأَيْتُ أَحَدًا بَعْدَ عَثْمَانَ أَقْضَى بِحَقِّ مَنْ صَاحِبِ هَذَا الْبَابِ يَعْنِي مُعَاوِيَةَ

(البدایة والنهاية جلد ۱ ص ۱۳۳)

ترجمہ: حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ کہ میں نے حضرت عثمان غنی کے بعد امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر صمیم فیصلہ کرنے والا نہیں دیکھا۔ خود امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے فیصلہ کرنے کی کیفیت ابن کثیر رحمہ اللہ پر لیں بیان کی۔

وَاللّٰهُ عَلٰی ذٰلِكَ مَا كُنْتُ لَأُخْفِيَنَّ بَيْنَ اللّٰهِ وَخَلِيْهِ
اِلَّا اَخْبَرْتُ اللّٰهَ عَلٰی خَلِيْهِ وَمَقَاسَتَوَاهِ

خدا کی قسم! جب بھی مجھے اللہ اور اس کے غیر کے درمیان فیصلہ کرنے کے بارے میں اختیار دیا گیا۔ تو میں نے خیر کی بجائے اللہ تعالیٰ کے حق میں فیصلہ کرنا پسند کیا۔ یعنی کسی کی حق تلفی نہیں کی۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کے ارشادات

کے مطابق فیصلہ کرتا رہا۔

مودودی نے خود دھوکہ کھایا۔ اور عوام قارئین کو دھوکہ دینے کی کوشش کی۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی لڑائی ضرور ہوئی تھی۔ لیکن خلافت کے حصول پر نہیں بلکہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے خون کے بدلے میں تھی۔ رافضی جو مودودی سے کہیں بڑھ کر امیر معاویہ کے دشمن ہیں۔ یہ اعتراض انہیں بھی نہ سوجھا۔ انہوں نے بھی لڑائی کی یہی وجہ بیان کی۔ انج البلاغ وغیرہ کتب میں اس کا ثبوت موجود ہے۔ ایک حوالہ ملاحظہ ہو۔

نیرنگ فصاحت:-

اکثر شہروں کے معززین کو حضرت علی نے یہ خط تحریر فرمایا ہے۔ جس میں اجرائے جنگ صغین کا بیان ہے۔ ہماری اس ملاقات یعنی لڑائی کی ابتدا جو اہل شام کے ساتھ واقع ہوئی کیا تھی۔ حالانکہ یہ بات ظاہر ہے کہ ہمارا اور ان کا خلا ایک ہے۔ رسول ایک ہے۔ دعوت اسلام ایک ہے۔ جیسے وہ اسلام کی طرف لوگوں کو بلا تے ہیں۔ ویسا ہی ہم بھی خدا پر ایمان لانے اور اس کے رسول کی تصدیق کرنے میں ان پر کسی فضیلت کے خواہاں نہیں۔ نہ وہ ہم پر فضل زیادتی کے طلب گار ہیں۔ ہماری حالتیں بالکل یکساں ہیں۔ مگر وہ ابتداء یہ ہوئی۔ کہ خون عثمان میں اختلاف پیدا ہو گیا۔ حالانکہ ہم اس سے بری تھے۔ (نیرنگ فصاحت ص ۴۴ مطبوعہ یوسفی دہلی)

معلوم ہوا۔ کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور حضرت علی المرتضیٰ کے درمیان جو لڑائی ہوئی۔ وہ حصول خلافت کے لیے نہ تھی۔ بلکہ حضرت عثمان کے خون کے مطالبہ پر ہوئی تھی۔ اس میں حضرت امیر معاویہ کا مطالبہ تھا۔ کہ قاتلان عثمان کو اس ناحق قتل کی سزا فراموشی چاہیے۔ لیکن حضرت علی کچھ مہلت دینے کو بہتر سمجھتے تھے امیر معاویہ کی یہ اجتہاد ہی غلطی ہو سکتی ہے۔ کیونکہ بعض روایات کے مطابق وہ لوگ جو قاتلان عثمان میں سے تھے۔ وہ حضرت علی المرتضیٰ کی فوج

ہیں تھے۔ بلکہ بعض کو بعد میں گورنری بھی دی گئی ہے۔ جیسا کہ مالک بن اشتر اور محمد بن ابی بکر ہیں۔ مودودی بھی تسلیم کرتا ہے۔ کہ حضرت علی المرتضیٰ پر دوسرے اعتراضات کے جوابات بن سکتے ہیں۔ لیکن ان دونوں کو گورنری سپرد کرنے کا اعتراض اس کا جواب میرے پاس نہیں ہے۔ گریبا خود تسلیم ہے۔ کہ کچھ امور علی المرتضیٰ کے ایسے تھے جو مجھے سمجھ نہیں آئے۔ بہر صورت حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ، عمرو بن عاص اور طلحہ و زبیر ایسے حضرات کی رائے یہ تھی۔ کہ قاتلانِ عثمان سے فوراً قصاص لیا جائے اس بات پر لڑائی ہوئی۔ اس کے علاوہ اور کوئی لڑائی امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت امام حسن کے وقت یا ان کے بعد یا ان سے پہلے لڑی ہو۔ تو اس کی نشاندہی مودودی کے ذمہ ہے۔ ایک لڑائی ہوئی تھی۔ اس کی وجہ شیعہ سنی دونوں کتب میں یہی ہے۔ کہ جو ہم ذکر کر چکے ہیں۔ محض فرضی باتوں سے ایک جلیل القدر صحابی پر اتہام ایک مسلمان کو ذیب نہیں دیتا۔

جوابِ امر دوم:

”لوگوں نے امیر معاویہ کی بیعتِ خود سریزی سے بچنے کے لیے کی ”نہایت قبیح اور گندمی ذہنیت کی عبارت ہے۔ امام حسن حسین رضی اللہ عنہما نے جب تک امیر معاویہ کی بیعت نہ کی تھی۔ اس وقت تک کسی نے ان کی بیعت نہ کی۔ جب امام حسن کو واضح ہوا۔ کہ میرے شیعہ غدار ہیں۔ اور اُدھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک ارشاد پر بھی نظر تھی۔ کہ میرا یہ بیٹا دو گروہوں میں صلح کرائے گا۔ تو انہوں نے صلح و صفائی سے امیر معاویہ کی بیعت کر لی۔ اور اپنی خلافت سے دست بردار ہو گئے۔ اگر امیر معاویہ کی سیرت اور کردارِ نیک کی طرح ہوتا۔ تو یہ دونوں بھائی اپنے ساتھیوں سمیت کبھی بھی امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں دست بردار نہ ہو کر ان کی بیعت نہ کرتے۔ اس سے معلوم ہوا۔ کہ لوگوں کا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے

بیعت کرنا کسی خون ریزی سے بچنے کی خاطر نہ تھا۔ بلکہ اس کی وجہ یہ تھی۔ کہ حسنین کریمین نے ان کی بیعت کر لی تھی۔

بغض و حسد کی وجہ سے مودودی کا اپنا ذہنی توازن بھی درست نہ رہا۔ اور ایک ہی علم میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات، حضرت صحابہ کرام کی شخصیات اور امیر معاویہ ایسے جلیل القدر خلیفہ سے اپنا مخفی بیر نکالا۔ ابتداء میں یہ کہا۔ کہ لوگوں نے خون ریزی سے بچنے کی خاطر بیعت کی۔ یعنی وہ راضی نہ تھے۔ پھر آگے چل کر لکھا ہے کہ۔۔۔ تمام صحابہ و تابعین اور صلحی اہل امت نے ان کی بیعت پر اتفاق کیا۔ گویا یہ بیعت اجماع امت کے طور پر تھی۔ اگر یہ پہلی بات درست مان لی جائے۔ تو لازم آئے گا۔ کہ اس وقت کے موجود تمام صحابہ و تابعین اور صلحی اہل امت نے غلط بات پر اتفاق کیا۔ اور ان کا ایسا کرنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادِ گرامی کے خلاف ہو گا۔ آپ فرماتے ہیں: ”میری امت گمراہی پر اکٹھی نہ ہوگی، اگر گمراہی پر اتفاق کیا جائے۔ تو صرف امیر معاویہ نہیں بلکہ اس وقت کے تمام اکابر مسلمانوں کو گمراہ کہنے کی جسارت کی جا رہی ہے۔ اور اگر ان کا اتفاق و اجماع صحیح تھا۔ تو پھر حضرت امیر معاویہ کی خلافت کو وہ اجماعی طور پر مسلم خلافت تسلیم کرنا پڑے گا۔ جو مودودی کے لیے زہرِ قاتل ہے۔ صحابہ کرام کی گستاخی، تابعین سے بے باکی اور احادیثِ رسول کی بے ادبی سب منظور، لیکن امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر الزام لگانے سے باز نہیں آئیں گے؟

فاعتبروا یا اولی الابصار

جوابِ امر سوم:

”عام الجماعت“ نام اس لیے رکھا گیا۔ کہ خانہ جنگی نہ ہوئی، یہ بھی سراسر دھوکہ اور کذب بیانی ہے۔ لوگوں کا ڈر کہ امیر معاویہ کی بیعت کرنا اس کا

جواب گزر چکا ہے۔ اس کا دوسرا حصہ کہ جب ڈر کے مارے بیعت ہو گئی۔ تو خانہ جنگی نہ ہوئی۔ یہ اس کا نتیجہ ہے۔ جب دلیل ہی بے معنی اور غلط ہے تو پیراس کا نتیجہ بھی ویسا ہی ہو گا۔ ”عام الجماعت“ کی وجہ تسمیہ یہ تھی کہ جس طرح پہلے غلفاء کے دور میں سلمان متفق اور متحد ہو کر فتوحات کے دروازے کھول چکے تھے۔ درمیان میں کچھ روکاؤں نے آنے کی وجہ سے یہ سلسلہ رک گیا۔ اب جبکہ تمام مسلمانوں نے بالاتفاق امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو اپنا خلیفہ تسلیم کر کے ان کی بیعت کر لی تھی۔ تو اس اتفاق کی وجہ سے نظریہ ارباقاۃ کہ فتوحات کا دور پھر شروع ہو گا۔ تو عام الجماعت اس لیے ہوا کہ اب تمام مسلمانوں کا اتفاق و اتحاد ہو گیا تھا۔ یہی بات ابن کثیر نے لکھی ہے۔

البداية والنهاية:

قَالَ أَبُو زُرْعَةَ عَنْ دَحِيمٍ عَنْ ابْنِ أَبِي عَدْنَانَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ قَالَ لَقِيَ قَتِيلَ عَثْمَانَ لَمَّا يَكُنُّ لِلثَّانِي خَانَ يَهُ تَغْزُو ۱- حَتَّى كَانَ عَامَ الْجَمَاعَةِ فَكَغْزَا مَعَاوِيَةَ اَرْضَ الرُّومِ سِتَّةَ عَشَرَ عَزْرَةً ۲-

(البداية والنهاية جلد ۱ ص ۱۳۳)

ترجمہ: جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ شہید کر دیے گئے۔ تو لوگوں میں جہاد کا سلسلہ بند ہو گیا۔ اور کوئی لڑائی نہ ہوئی۔ یہاں تک کہ جب عام الجماعت آیا۔ تو حضرت امیر معاویہ نے ارض روم پر سولہ مرتبہ جہاد کیا۔

اسی بات کو بطریقہ احسن و اکمل علامہ زہبانی نے بیان کیا ہے۔

شواهد الحق:

وَمَعَاوِيَةَ مَعَ فَضْلِ الصُّعْبَةِ لَهُ حَسَنَاتٌ كَثِيرَةٌ لَا تُعَدُّ وَلَا تُحَدُّ مِنْ أَخْيَدِهَا جِهَادُهُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ إِمَّا بِنَفْسِهِ وَإِمَّا بِجَيْوشِهِ حَتَّى فَتَحَتْ بِلَادَ كَثِيرَةٍ وَصَارَتْ الدَّارُ إِسْلَامًا بَعْدَ أَنْ كَانَتْ دَارَ كُفْرٍ وَبِهِمْ دَخَلَ إِلَى الْإِسْلَامِ أَكْثَرُ أَكْثَرِ كَثِيرَةٍ وَمَنْ أَسْلَمُوا عَلَى يَدِهِ وَيَدِ جَيْوشِهِ وَمِنْ زُرَّابِ بَيْهَرٍ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ فَلَهُ مِثْلُ حَسَنَاتِهِمْ أَجْمَعِينَ ۱-

دشواہد الحق صفحہ نمبر ۱۳۱ فصل ۱۱۱ امیر معاویہ فی ذہبنا مطبوعہ مصر ترجمہ: حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو صحابی ہونے کے علاوہ اور بہت سے فضائل حاصل تھے۔ ان تمام میں سے عظیم نیکی جہاد تھا۔ آپ نے بنفسہ بھی اور اپنے لشکر کے ساتھ دونوں طرح جہاد کیا۔ جس کی وجہ سے بہت سے علاقہ جات فتح ہوئے۔ اور اب وہ دار الکفر کی بجائے دار الاسلام کہلانے لگے۔ اور ان کی وجہ سے لاکھوں کروڑوں افراد ملحقہ بگوش اسلام ہوئے۔ کچھ ان کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے۔ اور کچھ ان کے لشکریوں کے ہاتھوں پر۔ پھر ان کی اولاد دور اولاد قیامت تک مسلمان چلے آ رہے ہیں۔ ان تمام کی مجموعی نیکیاں حضرت امیر معاویہ کے نامہ اعمال میں ہوں گی۔

جواب امر چہارم:

دو لوگ امیر معاویہ کی بیعت پر خوش نہیں تھے: "مودودی نے البدایہ والنہایہ کی عبارت درج کرتے وقت چالاکی یہ کی۔ کہ درمیان سے کچھ عبارت جان بوجھ کر چھوڑ دی۔ تاکہ جو مقصد اس کے سامنے تھا۔ اُسے ثابت کرنے میں آسانی ہے اگر یہ بددیانتی اور چالاکی نہ کی جاتی۔ تو وہ مفکر اسلام کے لیے امیر معاویہ کی ذات پر الزام تراشی کرنے میں وقت محسوس ہوتی۔ ایسے اس ڈھول کا پول کھولیں۔ مکمل عبارت ملاحظہ ہو۔

البدایۃ والنہایۃ:

قال محمد بن سعد حدثنا خالد ابن مخلد المبعیالی حدثنا سليمان بن بلال حدثني علقمة ابن ابی علقمة عن اُمِّه قَالَتْ قَدِمَ مَعَاوِيَةُ ابْن ابی سَفِيَّانِ الْمَدِينَةِ قَاوَسَلْ اِلَى عَائِشَةَ عَنْ اَنْ سِلِّيْ بِاَنْبِعَايْنَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَشَعْرِمَ قَاوَسَلْتُ بِهٖ مَعِيْ اَحْمِلُهُ حَتّٰى دَخَلْتُ بِهٖ عَلَيْهِ حَتّٰى فَاَخَذَ الْاَنْبِعَايَةَ فَكَيْسَهَا وَاَخَذَ شَعْرَهُ فَدَعَا بِمَاءٍ فَغَسَلَهُ وَشَرِبَهُ وَاَقَاتَ اِلَى جِلْدِهِ وَقَالَ الْاَصْمَعِيُّ عَنْ الْهَزَلِيِّ عَنِ الشَّعْبِيِّ قَالَ لَمَّا قَدِمَ مَعَاوِيَةُ الْمَدِينَةَ عَامَ الْجَمَاعَةِ تَلَقَّاهُ رِجَالٌ مِنْ وُجُوهِ قُرَيْشٍ قَمَاتُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي

اَعَزَّ نَصْرَكَ وَاعْلَى اَمْرِكَ فَمَا رَدَّ عَلَيْهِمْ حَتّٰى بَا حَتّٰى دَخَلَ الْمَدِينَةَ فَقَصَصَ الْمُسْجِدَ وَعَلَا الْمُنْبَرَفَ مُحَمَّدٌ اللّٰهُ قَاَشْفَى عَلَيْهِ ثَعْرَقَالَ اَعَابِد اِلَى الْاٰخِر.....

(البدایۃ والنہایۃ جلد ۵ ص ۱۳۲)

ترجمہ: علقمہ اپنی والدہ سے روایت کرتا ہے۔ کہ میری والدہ نے بیان کیا۔ جب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ آئے تو انہوں نے سیدہ عائشہ صدیقہ کے پاس پیغام بھیجا۔ کہ مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی چادر شریف اور آپ کے بال مبارک دیئے جائیں۔ تو مائی صاحبہ رضی اللہ عنہا نے میرے ہاتھ پر دونوں امیر معاویہ کے پاس بھیجیں۔ جب میں ان کی پاس پہنچی۔ تو انہوں نے چادر شریف لے کر تبرکاً اوڑھ لی۔ اور بال شریف ہاتھ میں لیا۔ اور پانی منگو کر اُسے بال شریف سے متبرک کر کے غسل کیا اور کچھ پی لیا۔ اور بقیہ جسم پر کل لیا۔ اُمّی نے ہزلی سے اور انہوں نے شعبی سے بیان کیا ہے۔ کہ جب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ تشریف لائے۔ وہ سال عام الجماعة کا تھا۔ تو انہیں قریش کے جانے پہچانے افراد ملے۔

انہوں نے انہیں کہا۔ اس اللہ پاک کے لیے تمام تعریفیں جس نے تمہاری مدد کی اور تمہارا معاملہ بلند کر دیا۔ یہ سن کر امیر معاویہ نے اُن کا کوئی جواب نہ دیا۔ یہاں تک کہ مدینہ منورہ میں داخل ہونے کے بعد مسجد نبوی میں تشریف لائے۔ یہاں منبر پر چڑھے۔ اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کے بعد کہا۔ قارئین کرام یہ ہے پوری عبارت لہذا یہ

البدایۃ والنہایۃ کی پوری عبارت اُس عبارت کے ساتھ ملا کر پڑھی جائے۔ جو مودودی نے ذکر کی ہے۔ تو ایک عام آدمی بھی اس سے یہی نتیجہ اخذ کرے گا کہ اس عبارت سے یہ قطعاً ثابت نہیں ہوتا کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ عوام کے نہ چاہتے ہوئے زبردستی ان کے خلیفہ بن گئے۔ بلکہ اس کے خلاف یہ بات سامنے آتی ہے۔ کہ آپ کا منصب خلافت سنبھالنے کے بعد پہلی مرتبہ مدینہ منورہ تشریف لانا، اس پر اہل مدینہ کے مشاہیر نے اللہ تعالیٰ کی تعریف کی۔ اور آپ کی تعریف کی۔ اور آپ کی کامیابی یا خلافت ملنے پر اس کا شکریہ ادا کیا۔ بھلا زبردستی خلیفہ بننے والا ان تعریفی کلمات کا مستحق ہوتا ہے؟ ہاں اگر یہ کہا جائے کہ یہ تعریفی کلمات کہنے والے امیر معاویہ کے زر خرید تھے۔ منافق تھے۔ اور موقع پرست تھے۔ تو مودودی کی بات ثابت ہو سکتی ہے۔ لیکن ان قریشی مشاہیر کو پھر اسلام سے خارج کرنا پڑے گا۔ اور ان پر منافقت کا لیبل چسپاں کرنا پڑے گا۔ اور صحابیت و تابعیت کے اوصاف سے یکسر محروم کرنا پڑے گا۔ کیا بعید کہ مودودی اپنے مذموم مقاصد کی خاطر یہ سب کچھ مانتا ہو لیکن کہنے سے ڈرتا ہو۔ جب امیر معاویہ ایسے بزرگ صحابی کو اپنی علمی طاقت سے لتاڑ دیا۔ تو پھر اس سے کیا بعید کہ اُن سردارانِ قریش کے بارے میں وہ سب کچھ مان لے جو ہم نے الاٹا بھی بیان کیا۔ و سیعلم الذین ظلموا اى منقلب ینقلبون۔

یہی بات کہ اگر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ زبردستی خلیفہ نہ بنے تھے۔ تو آپ نے دورانِ خطبہ یہ الفاظ کیوں کہے۔ میں جانتا ہوں۔ کہ تم میرے خلیفہ بننے پر خوش نہیں ہو، تو اس کا جواب تو خود اسی عبارت کے اندر موجود ہے۔ وہ یہ کہ اگر ناخوش تھے۔ تو انہوں نے امیر معاویہ کے خلیفہ بننے پر اللہ کی حمد و ثنا کی صورت میں خوشی کا اظہار کیوں کیا۔؟ کیونکہ یہ دونوں باتیں جمع نہیں ہو سکتیں۔ اس لیے معلوم ہوتا ہے کہ

دونوں کا مطلب جو ملت جلتا نکل سکتا ہے۔ وہ یہ کہ آپ نے اُن کی تعریفی باتیں سن کر فوراً اس کے بدلہ میں کوئی کلمہ نہ کہا۔ بلکہ مسجد نبوی میں منبر پر تشریف لا کر پھر اُن کے تعریفی کلمات کا جواب دیا۔ اس انداز کی تعبیر یہ ہے۔ کہ آپ نے ان کے ادا شدہ کلمات پر اعتماد اور اعتقاد کا موقعہ بہم کیا۔ کہ جو کچھ تم کہہ رہے ہو کیا واقعی تم اس پر قائم ہو۔ اور میں واقعی ویسا ہوں۔ جیسا کہ تم سمجھتے ہو۔ جب اس کی تسلی ہو چکی۔ تو آپ نے مذکورہ کلمات کہے۔ ایسے حالات میں ایسے کلمات کہنا دراصل انکساری اور تواضع کا مظہر ہوتے ہیں۔ نہ کہ حقیقت مراد ہوتی ہے۔ اس کے کئی ایک شواہد قرآن و حدیث میں موجود ہیں۔ مودودی وغیرہ کو اس بارے میں وہ حدیث یاد کرنی چاہیئے تھی جب سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیماری کی وجہ سے فرمایا۔ جاؤ ابو بکر کو کہو کہ وہ نماز پڑھائے۔ اس پر سیدہ عائشہ صدیقہ نے عرض کیا۔ حضور جب وہ مصلیٰ کو آپ سے خالی پائیں گے۔ تو برداشت نہ کر سکیں گے۔ اس لیے آپ امامت کا حکم فاروقِ عظیمؓ کو دیں۔ تو اس سے اگر کوئی یہ معنی نکالے۔ کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو خود ان کی حاجزادی اور ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کہہ رہی ہیں۔ کہ وہ امامت نہیں کر سکتے۔ یعنی وہ اس منصب کے اہل نہیں ہیں۔ تو اس سے بڑا بے وقوف اور نابلد کون ہو گا۔ مائی صاحبہ رضی اللہ عنہا کا ایک مقصد یہ بھی تھا۔ کہ شاید کسی کے دل و دماغ میں یہ بات آئے۔ کہ ابو بکر کو امامت کا حکم خواہ مخواہ دیا گیا۔ کوئی التزام اور تکرار نہیں تھا۔ اس لیے آپ نے دوبارہ عرض کی۔ تو آپ نے فرمایا۔ جاؤ امیرِ احکم یہ ہے کہ ابو بکر نماز پڑھائے۔ اسی طرح امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے انکساری اور تواضع بجا لاتے ہوئے مذکورہ الفاظ کہے تھے۔ لیکن مودودی ان الفاظ کو ان پر الزام کے لیے استعمال کر رہا ہے۔ اس خطبہ کے مخاطب جب ان الفاظ سے امیر معاویہ کا کسر نفسی سمجھ رہے ہیں۔ اور ان کی بعد میں بھی تعریفیں کر رہے ہیں۔ تو پھر کسی امیر سے غیرے

نہ اپنی طرف سے مطلب نکالنے کی کیا تکلیف تھی۔ حضرت سعد بن وقاص نے جو جیتے جی بنتی تھے۔ ان کے متعلق فرمایا۔ کہ حضرت عثمان کے بعد صحیح حق دار فیصلہ کرنے والا امیر معاویہ سے بڑھ کر اور کوئی نہیں دیکھا۔ قارئین کرام یہ بھی حقیقت اس خطبے کی جسے مودودی نے باعث الزام بنایا۔ اور ادھر ادھر کی لائینی باتیں بنائیں۔

تردید دوم

ابن حجر مکی کے قلم سے

صواعق محرقہ،

وَتَأَمَّلْ أَنَّ صَلَاتِي اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخْبَرَهُ مُعَاوِيَةَ بِأَنَّهُ يَمْلِكُ وَأَمَرَهُ بِالْإِحْسَانِ تَحِيدَ فِي الْحَدِيثِ إِشَارَةً إِلَى صِحَّةِ خِلَافَتِهِمْ وَأَنَّهَا حَقٌّ بَعْدَ أَتَمِّهَا وَمَهْلَاهُ يَنْزُورُ لِلْحَسَنِ لَهُ عَنْهَا فَإِنَّ أَمْرَهُ بِالْإِحْسَانِ الْمُرْتَبِعُ عَلَى الْمَلِكِ يَدُلُّ عَلَى حَقِيقَةِ مَلَاحِظَةٍ وَخِلَافَتِهِمْ وَصِحَّةِ تَصَرُّفِهِمْ وَتَقْوُذِ أَفْعَالِهِ مِنْ حَيْثُ صِحَّةِ الْخِلَافَةِ لَا مِنْ حَيْثُ التَّغَلُّبِ لِأَنَّ الْمُتَغَلَّبَ فَاسِقٌ مُعَانَقٌ لَا يَسْتَحِقُّ أَنْ يُبَدَّلَ وَلَا أَنْ يُؤْمَرَ بِالْإِحْسَانِ فِي مَا تَغَلَّبَ عَلَيْهِ بَلْ إِنَّمَا يَسْتَحِقُّ الرِّجْزَ وَالْمَقْتَّ وَالْإِعْلَامَ بِقَبِيحِ أَفْعَالِهِ وَفَسَادِ أَحْوَالِهِ فَلَوْ كَانَتْ

مُعَاوِيَةَ مُتَغَلَّبًا لَا شَارَ لَهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى ذَلِكَ أَوْ صَرَّحَ لَهُ بِهِ فَلَمَّا لَمْ يُشِيرْ لَهُ فَضْلًا عَنْ أَنْ يُصَرَّحَ إِلَّا بِمَا يَدُلُّ عَلَى حَقِيقَةِ مَا هُوَ عَلَيْهِ عَلِمْنَا أَنَّهُ بَعْدَ تَرْوِيلِ الْحَسَنِ لَهُ خَلِيفَةً حَقٌّ وَإِمَامٌ صَدَقَ وَيُشِيرُ إِلَى ذَلِكَ كَلَامُ أَخِي فَقَدْ أَخْرَجَ البيهقي وابن عساکر عن ابراهيم بن سويد الارمني قال: قُلْتُ لِأَحْمَدَ ابْنِ حَنْبَلٍ مِنَ الْخُلَفَاءِ قَالَ أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ وَعُثْمَانُ وَعَلِيٌّ قَالَتْ فَمُعَاوِيَةُ قَالَ لَمْ يَكُنْ أَحَدًا أَحَقُّ بِالْخِلَافَةِ فِي تَعَاوُنِي مِنْ عَلِيٍّ فَأُفْتِمُكُمْ كَلَامَهُ إِنَّ مُعَاوِيَةَ بَعْدَ زَمَانٍ عَلَيَّ آتَى وَبَعْدَ تَرْوِيلِ الْحَسَنِ لَهُ أَحَقُّ النَّاسِ بِالْخِلَافَةِ - (صواعق محرقہ ص ۲۱۹ مطبوعہ مصر ۱۳۸۵ھ) ومن اعتقاد اهل السنة والجماعة

ترجمہ: ذرا غور تو کر کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو یہ خبر دی کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ حاکم نہیں گئے۔ اور آپ نے انہیں احسان کا بھی حکم دیا۔ یہ حدیث پاک تجھے یہ بتلاتی ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت "خلافت حقہ" تھی۔ اور امام حسن رضی اللہ عنہ کے دست بردار ہو جانے کے بعد ان سے بڑھ کر امارت و خلافت کا اور کوئی حق دار نہ تھا۔ کیونکہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا انہیں احسان کا حکم دینا اور وہ بھی جو حکومت کے ساتھ وابستہ ہے۔ اس امر پر دلالت کرتا ہے۔ کہ ان کی حکومت و خلافت حق تھی۔ اور ان کے تصرفات

ہی تھی تھے۔ اور ان کے احکامات بھی خلافت کے صحیح ہونے کی وجہ سے صحیح تھے۔ یہ نہیں کہ آپ نے ان کی تعریف اس لیے فرمائی کہ وہ بزرگ خلیفہ بن گئے۔ کیونکہ زبردستی خلیفہ دایم بننے والا فاسق اور قابل سزا ہوتا ہے۔ نہ یہ کہ اسے خوش خبری کا حق دار سمجھا چاہیے۔ اور نہ ہی ایسے کو احسان کا حکم دیا جاتا ہے۔ بلکہ وہ تو سزاوار سزا کا حق دار ہوتا ہے۔ اور بڑے کاموں اور کڑوئوں کی بنا پر اس کی تہنیر ضروری ہوتی ہے۔ لہذا اگر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ زبردستی خلیفہ بنے ہوتے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس طرف ضرور اشارہ فرماتے یا اس کی تہنیر فرمادیتے۔ اور جبکہ آپ نے اس طرف اشارہ نہ فرمایا۔ چہ جائیکہ تہنیر ملے بلکہ آپ نے ان کی خلافت کے حق ہونے کی طرف اشارہ فرمایا۔ تو اس سے ہمیں معلوم ہوا کہ امام حسن رضی اللہ عنہ کے دست بردار ہونے کے بعد وہی خلیفہ برحق اور امام صدق تھے۔ امام احمد کا کلام بھی اس طرف اشارہ کرتا ہے۔ بیہقی اور ابن سسا کرنے ابراہیم بن سید ارمی سے بیان کیا۔ کہ میں نے احمد بن حنبل سے پوچھا۔ خلیفہ کون کون تھے؟ کہنے لگے۔ ابوبکر، عمر، عثمان اور علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہم۔ میں نے پوچھا معاویہ؟ کہنے لگے۔ حضرت علی المرتضیٰ کے زمانہ میں علی المرتضیٰ سے بڑھ کر کوئی دوسرا خلیفہ بننے کا حق دار نہ تھا۔ تم احمد بن حنبل کی یہ بات سمجھنے کی کوشش کرو۔ ان کے کلام کا مفہوم یہ ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ کے زمانہ یعنی امام حسن کی دست برداری کے بعد امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ہی امامت و خلافت کے زیادہ حق دار تھے۔

طیف کریم: ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث مقدسہ کے حوالہ سے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت و امارت کو دھقی و صدقی ثابت کیا۔

حضور نے ان کے بارے میں ہادی اور مہدی بنائے جانے کی اللہ سے دعا کی تھی۔ اور آپ نے انہیں حاکم ہونے کی بشارت دی اور تاکید کی کہ احسان کرنا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا منظور قبول فرما کر امیر معاویہ کو ہادی اور مہدی بنایا۔ اور پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے دعائے خیر بھی فرمائی۔ ان اور ان جیسی دیگر اعاذیث سے امیر معاویہ کی خلافت دراصل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیش گوئی اور دعاؤں کا نتیجہ تھی۔ اب مودودی وغیرہ سے کوئی پوچھے کہ کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک فاسق اور ظالم کے لیے بشارت دی۔ اور اس کے لیے ہادی اور مہدی ہونے کی دعائیں فرمائیں؟ ابن حجر مکی نے ان تمام باتوں کی تردید فرماتے ہوئے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت کو احادیث مصطفوی کا علمی نمونہ ثابت کیا۔ اور مودودی یہ کہہ رہا ہے کہ زبردستی خلیفہ بن گئے تھے۔ لوگ ان کی خلافت پر ہرگز راضی نہ تھے وغیرہ وغیرہ۔ گویا مودودی نے سلف صالحین کے علاوہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کو بھی کوئی اہمیت نہ دی۔ اور محض اپنے مذموم مقصد کے اثبات کے لیے ان تمام منکرات کا ارتکاب کیا۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

اعتراض چہارم

امیر معاویہ نے آزادی رائے کا خاتمہ کر دیا
(مودودی)

خلافت و ملکیت:

اس دور کے تغیرات میں سے ایک اور اہم تغیر یہ تھا کہ مسلمانوں سے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی آزادی سلب کر لی گئی۔ حالانکہ اسلام نے اسے مسلمانوں کا صرف حق نہیں بلکہ فرض قرار دیا تھا۔ اور اسلامی معاشرہ و ریاست کا صحیح راستہ پر چلنا اس پر منحصر تھا۔ کہ قوم کا ضمیر زندہ اور اس کے افراد کی زبانیں آزاد ہوں۔ ہر غلط کام پر بڑے بڑے آدمی کو ٹوک سکیں۔ اور حق بات بر ملا کہہ سکیں۔ خلافت راشدہ میں لوگوں کی یہ آزادی پوری طرح محفوظ تھی۔ خلفائے راشدین اس کی نہ صرف اجازت دیتے تھے۔ بلکہ اس پر لوگوں کی ہمت افزائی کرتے تھے ان کے زمانے میں حق بات کہنے والے ڈانٹ اور دھمکی سے نہیں تعزیت و تحسین سے نوازے جاتے تھے۔ اور تنقید کرنے والوں کو دبا یا نہیں جاتا تھا۔ بلکہ ان کو معقول جواب دے کر مطمئن کرنے کی کوشش کی جاتی تھی۔ لیکن دور ملکیت میں ضمیروں پر فضل چڑھا دیئے گئے۔ اور زبانیں بند کر دی گئیں۔ اب قاعدہ یہ ہو گیا کہ مونہ کھولو تو تعزین

کے لیے در نہ چُپ رہو۔ اور اگر تمہارا ضمیر ایسا ہی زوردار ہے کہ تم حق گوئی سے باز نہیں رہ سکتے تو قید اور قتل اور کوڑوں کے لیے تیار ہو جاؤ۔ چنانچہ جو لوگ بھی اس دور میں حق بولنے اور غلط کاریوں پر ٹوکنے سے باز نہ آئے ان کو بدترین سزائیں دی گئیں۔ تاکہ پوری قوم دہشت زدہ ہو جائے۔ اس نئی پالیسی کی ابتداء حضرت معاویہ کے زمانہ میں حضرت حجر بن عدی کے قتل سن ہجری ۱۵ سے ہوئی۔

(خلافت و ملکیت ص ۱۶۳)

جواب :-

گزشتہ الزام کے تحت ہم ان احادیث کا اجمالاً ذکر کر چکے ہیں جن سے حضرات ائمہ نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت و امارت کو مدعی حق صدق ثابت کیا ہے۔ ان میں سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امیر معاویہ کے بارے میں ایک دعا بھی تھی۔ اے اللہ! اسے ہادی اور مہدی بنا۔ جب بت بات مودودی وغیرہ کو بھی تسلیم ہے کہ آپ کی ذات مستجاب الدعوات تھی۔ اور یہ کہ مذکورہ دعا آپ کی اللہ نے قبول فرمائی۔ تو پھر خدا جانے انہیں کیا سانپ سونگھ گیا ہے۔ کہ جن کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم مودودی و مہدی، فرمائیں۔ یہ انہیں امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا مخالف ثابت کریں۔ کیا امر بالمعروف اور نہی عن المنکر سے روکنے والا ہادی و مہدی ہوتا ہے۔؟ لہذا معلوم ہوا کہ مودودی کا یہ الزام احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کرتا ہے۔ اس لیے مردود و نامقبول ہے۔ اب دوسری طرف آئیے۔ کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاؤ کی برکت سے امیر معاویہ صمیم حلیف ہوئے۔ تو کیا ان کی زندگی مودودی اور مہدی، کی نمونہ تھی؟ یعنی کیا انہوں نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو اپنا یا۔ یا بقول مودودی اس پر

بندش لگا دی؟ اور یہ کہ کیا اپنے حق سننا موقوف کر دیا۔ اور کسی کو حق بات کہنے کی اجازت نہ دی؟ دو تین حوالہ جات پیش خدمت ہیں۔ ملاحظہ ہوں۔

تطہیر الجنان:

مِنْهَا مَا جَاءَ بِسَنَدٍ رَجَالُهُ نَشَأَتْ أَنَّهُ خُطِبَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَقَالَ إِنَّمَا الْمَالُ مَا لَنَا وَالنَّبِيُّ فَيُنْكَرُ فَمَنْ شِئْنَا مَعْنَاهُ فَلَمْ يُجِبْهُ أَحَدٌ ثُمَّ خُطِبَ يَوْمَ جُمُعَةٍ الثَّانِيَةِ فَقَالَ ذَاكَ فَلَمْ يُجِبْهُ أَحَدٌ أَيْضًا فَفَعَلَ فِي لُشَا لَيْلَةٍ كَذَلِكَ فَقَامَ إِلَيْهِ رَجُلٌ فَقَالَ كَلَّا إِنَّمَا الْمَالُ مَا لَنَا وَالنَّبِيُّ فَيُنْكَرُ فَمَنْ شِئْنَا حَالُ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُ حَاسِمُنَا إِلَى اللَّهِ تَعَالَى يَا سَيِّدَنَا خَمَضَ فِي خُطْبَتِهِ ثُمَّ لَمَّا وَصَلَ مَنْزِلَهُ أَرْسَلَ لِلرَّجُلِ فَقَاتُوا هَكَذَا ثُمَّ دَخَلُوا أَفْوَاجًا وَهُوَ جَالِسًا مَعَهُ عَلَى سَرِيرِهِ فَقَالَ لَهُمْ إِنَّ هَذِهِ أَحْيَا فِي أَحْيَاءِ اللَّهِ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ سَيَكُونُ مِنْ بَعْدِي أُمَّةٌ يَقُولُونَ فَلَا يَرُدُّ عَلَيْهِمْ يَتَقَاحَمُونَ فِي النَّارِ كَمَا تَقَاحَمُ الْقِرَدَةُ وَإِنِّي تَكَلَّمْتُ أَوَّلَ جُمُعَةٍ فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيَّ أَحَدٌ فَخَشِيتُ أَنْ أَكُونَ مِنْهُمْ ثُمَّ فِي الْجُمُعَةِ الثَّانِيَةِ فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيَّ أَحَدٌ فَقُلْتُ إِنِّي مِنْهُمْ ثُمَّ تَكَلَّمْتُ فِي الْجُمُعَةِ الثَّالِثَةِ فَقَامَ هَذَا الرَّجُلُ هَرَدًا عَلَيَّ فَاحْيَا فِي أَحْيَاءِ اللَّهِ تَعَالَى قَتَلْنَا مَلَّ

هَذَا الْمُنْقَبَةُ الْجَلِيلَةُ الَّتِي انْقَرَتْ فِيهَا عَاوِيَةُ إِذْ لَمْ يَرِدْ عَنْ أَحَدٍ مِثْلَهَا فَلَا تَكْ إِنَّ أَخْلَصْتَ قَصْدَكَ وَتَحَقَّقَ تَوَفِيقَكَ حَمَلَكَ عَلَى أَنْ تَكُونَ تَعْتَقِدُ كَمَا لَهُ وَتَرْضَى عَنْهُ وَتَعْلَمُ أَنَّكَ كَانَ حَرِيصًا عَلَى الْعَمَلِ لَمَّا سَمِعَهُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا أَمَرَكَ بِهِ وَأَنَّكَ كَانَ مِنَ الْخَائِفِينَ عَلَى نَفْسِهِ أَنْ تُوَحِّدَ مِنْهُ أَذًى فَرُطْنَا فَحَمَاهُ اللَّهُ وَالْأَمَنَةُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ۔

(تطہیر الجنان ص ۲۷ مطبوعہ مصر ۱۲۸۵ھ)

ترجمہ: حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے مناقب و فضائل میں سے ایک یہ روایت جو ایسے راویوں کی سند کے ساتھ مروی ہے جو تمام ثقہ ہیں واقعہ یہ ہے۔ کہ انہوں نے ایک جمعہ کو خطبہ دیتے ہوئے یہ کہا کہ یہ مال ہمارا مال اور یہ مال غنیمت ہمارا مال غنیمت ہے۔ لہذا جسے ہم چاہیں اس سے منع کر دیں (ہمیں حق پہنچتا ہے) یہ سن کر کوئی اس کے فدا نہ بولا۔ پھر دوسرے جمعہ کو بھی آپ نے یہی کہا۔ اس دفعہ بھی باضرین میں سے کوئی نہ بولا۔ تیسرے جمعہ کو جب بھی آپ نے کہا تو ایک آدمی کھڑا ہو گیا اور اس نے کہا۔ ہرگز ایسا نہیں ہے۔ یہ مال ہمارا سب کا مال ہے۔ اور یہ مال غنیمت ہم تمام کا مشترک ہے۔ لہذا جو شخص ہمارے ان حقوق کے درمیان فعل اندازی کرے گا۔ ہم اس کے خلاف اللہ کے لیے تلواریں لے کر اٹھ کھڑے ہوں گے۔ آپ نے خطبہ مکمل کیا۔ پھر جب گھر تشریف لے گئے۔ تو اس آدمی کو بلوا بھیجا اور

نے کہا۔ اب اس کی خیر نہیں۔ پھر جب لوگ امیر معاویہ کے پاس گئے تو دیکھا کہ آپ نے اُسے اپنے ساتھ تختِ خلافت پر بٹھایا ہوا ہے آپ نے لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا۔ اس شخص نے مجھے زندگی عطا کر۔ اللہ اسے زندگی دے۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُن رکھا ہے۔ آپ نے فرمایا تھا۔ میرے بعد کچھ حکمران ایسے آئیں گے جن کی باتوں کو ڈسنے والا کوئی نہ ہوگا۔ وہ آگ میں ٹلے جائیں گے جیسے چھڑی آگ میں ٹالی جاتی ہیں۔ پہلے جمعہ کو گفتگو کی۔ اس کا کسی نے جواب نہ دیا۔ تو مجھے خوف ہوا۔

کہ کہیں میں بھی ان حکمرانوں میں سے تو نہیں ہوں؟ جب دوسرے جمعہ پھر وہی کچھ کہا۔ اور کوئی بھی نہ بولا تو مجھے معلوم ہو گیا کہ میں انہی میں سے ہوں۔ پھر تیسرے جمعہ جب میں نے وہی کچھ کیا۔ تو یہ شخص اٹھ کھڑا ہوا۔ اور میری بات کی تردید کر دی۔ سو اس نے مجھے زندگی دی۔ اللہ اسے بھی زندگی عطا کرے۔ اسے پڑھنے والے! تو امیر معاویہ کی اس بیکتا منقبتِ جلیلہ کو دیکھ کر۔ اور اس میں غور کرنا تجھے معلوم ہو جائے گا۔ کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات پر عمل کرنے میں کس قدر حریص تھے۔ اور وہ اپنی ذات کے بارے میں کس قدر خوف زدہ تھے۔ کہ کہیں اس سے کوئی معمولی سی زیادتی بھی سرزد نہ ہو جائے۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان کی مدد فرمائی۔ اور انہیں امن میں رکھا۔

توضیح:

بیتِ نا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور میں آزادیِ رائے اور اظہارِ حق کی یہ مثال کبھی قدرِ عظیم ہے۔ آپ ایسے دور میں اس بات کے لیے کوشاں تھے۔

کہ کہیں آزادیِ رائے کا سلب میرے دور میں نہ ہونے پائے۔ اور میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیش گوئی کا مصداق نہ بن جاؤں۔ خود امیر معاویہ رضی اللہ عنہ آزادیِ رائے کا اہتمام کرتے نظر آتے ہیں۔ اور لوگوں کو آزاتے ہیں۔ کہ کیا وہ اپنی رائے دینے میں ہچکچاہٹ تو محسوس نہیں کرتے۔ جب آپ کو اس بات کا علم ہوا۔ کہ کچھ مرطبانِ خدا اب اعلانِ حق سے باز نہیں آتے۔ کہ وہ اپنی رائے دینے میں آزادی میں تو اسے اپنی زندگی قرار دیا۔ یہ واقعہ مودودی کی کج فہمی اور گستاخی کا منہ چڑھا رہا ہے۔ امیر معاویہ ڈریں۔ اور مودودی ان پر وہی الزام دھرے۔ گویا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثِ پاک کے مطابق کہ آزادیِ رائے سلب کرنے والے حکمران دوزخی ہیں کہ بخود جب (معاذ اللہ) مودودی کا عقیدہ یہ ہوا۔ کہ حضرت امیر معاویہ نے اس کی ابتداء کر کے خود دوزخ کی راہ ہموار کی۔ اور بعد میں آنے والے تمام حکمرانوں جنہوں نے اس آزادی کو سلب کیے رکھا کے لیے ایک بُری مثال چھوڑنے کی وجہ سے ان تمام کا مجموعی گناہ بھی ان کے ذمہ ہے۔ آزادیِ رائے اور اظہارِ حق کی ایک اور مثال ملاحظہ ہو۔

حلیۃ الاولیاء:

حدثنا احمد بن محمد بن الفضل قال حدثنا ابو العباس السراج قال حدثنا الزبیر بن بکر قال حدثنا عبد العزيز عن یسین بن عبد الله بن عروہ عن ابی مسلم الخولانی عن معاویة بن ابی سفیان انہ قال خطب الناس فقال حسبنا عطاء شمر بن اؤ ثلاثا فقال له ائبوا مسلم یا معاویة ان هذا المال لیس بک ولا لک ولا لک

أَبَيْكَ وَلَا مَالَ أَمِكَ فَأَشَارَ مَعَاوِيَةُ إِلَى النَّاسِ أَنْ
أَمْكُتُوا وَنَزَلَ فَأَغْتَسَلَ ثُمَّ رَجَعَ فَقَالَ يَا
أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّ أَبَا مُسْلِمٍ ذَكَرَ أَنَّ هَذَا الْمَالَ لَيْسَ بِمَالِي
وَلَا بِمَالِ أَبِي وَلَا أُخِيٍّ وَصَدَّقَ أَبُو مُسْلِمٍ إِيَّيَ سَمِعْتُ
رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ (الْغَضَبُ
مِنْ الشَّيْطَانِ وَالشَّيْطَانُ مِنَ النَّارِ وَالْمَاءُ يَطْفِئُ
النَّارَ فَإِذَا انْقَضِيَ أَحَدُكُمْ فَلْيَغْتَسِلْ) أَغْدُو
عَلَى عَصَايَاكُمْ عَلَى بَرَكَةِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ -

(حلیۃ الاولیاء جلد دوم ص ۳۰-۱۶۸) ابو مسلم غولانی نے دو تین ماہ تک لوگوں کے
وظیفہ جات بند رکھے۔ ایک مرتبہ دورانِ خطبہ میں (ابو مسلم غولانی) کھڑا
ہو گیا۔ اور کہا۔ اے معاویہ! یہ مال نہ تیرا نہ تیرے باپ اور ماں کا
ہے۔ یہ سن کر امیر معاویہ نے لوگوں سے کہا۔ اسے فرار روک رکھو۔
اور تم خود خاموش ہو جاؤ غصہ نہ کرو۔ پھر خود منبر سے اتر کر غسل کیا اور واپس
اگر کہنے لگے۔ ابو مسلم غولانی نے کہا ہے۔ کہ یہ مال نہ میرا نہ میرے باپ
کا اور نہ میری ماں کا ہے۔ سنا اس نے سچ کہا ہے۔ میں نے رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ فرمایا کہ غصہ شیطان کی طرف سے ہوتا ہے
اور شیطان آگ سے ہوتا ہے۔ اور پانی آگ کو بجھاتا ہے۔ لہذا جب
تم میں سے کسی کو غصہ آئے تو اسے غسل کرنا چاہیے۔ جاؤ اپنے اپنے
وظیفے لے لو۔ اللہ کی برکت تمہارے شامل حال ہو۔

توضیح: امیر معاویہ رضی اللہ عنہ امیر و خلیفہ تھے۔ ان کی موجودگی میں

پھرے مجمع میں ابو مسلم غولانی نے جو کچھ کہا۔ حقیقت یہ ہے۔ کہ ایسے الفاظ اگر مودودی
کو کوئی کہتا۔ کہ امیر صاحب! لوگوں کی قربانیوں کی کھاؤں کا پیسہ، چندہ، سعودی حکومت
کی مالی امداد اور دوسری مددات سے حاصل ہونے والا پیسہ تمہارے باپ تمہاری
ماں اور خود تمہارا نہیں بلکہ یہ دوہارا، ہے۔ تو اتنی جرأت کرنے پر کسی کو معافی نہ ملتی اگر
نہیں یقین آتا۔ تو ڈاکٹر اسرار امین آسن اصلاحی اور کوثر نیازی وغیرہ محرمین کے اخراج
کی وجوہات پڑھئے۔

البدایۃ والنہایۃ:

قال عبد الملك بن مروان يَقُو مَا ذَكَرَ مَعَاوِيَةُ فَقَالَ
مَا رَأَيْتُ مِثْلَهُ فِي حِلْمِهِ وَكَرَمِهِ وَقَالَ قَبِيصَةُ
بن جابر مَا رَأَيْتُ أَحَدًا اعْظَمَ حِلْمًا وَلَا أَكْثَرَ سَوَادًا
وَلَا أَبْعَدَ عِتَاتًا وَلَا أَلْيَنَ مَخْرَجًا وَلَا أَزْهَبَ عَنْ
مَعَاوِيَةَ وَقَالَ بَعْضُهُمْ أَسَمَعَ رَجُلًا مَعَاوِيَةَ كَلَامًا
مَسِيئًا شَدِيدًا أَفْقِيلَ لَهُ تَوَسَّطُوتَ عَلَيْهِ فَقَالَ
إِنِّي لَا سَتْرَ مِنِّي مِنَ اللَّهِ أَنْ يَضِيقَ حِلْمِي عَنْ ذَنْبِ أَحَدٍ
مِنْ رَحِيقتِي وَفِي رِوَايَةٍ قَالَ لَهُ تَجَلَّى يَا
أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ مَا أَعْلَمَكَ فَقَالَ إِنِّي لَا سَتْرَ مِنِّي مِنَ اللَّهِ
أَنْ يَكُونَ جَوْمُ أَحَدٍ اعْظَمَ مِنِّي حِلْمِي وَقَالَ
الْإِسْمَاعِيلِيُّ عَنْ الثَّوْرِيِّ قَالَ قَالَ مَعَاوِيَةُ إِنِّي لَا
لَا سَتْرَ مِنِّي أَنْ يَكُونَ ذَنْبُ أَحَدٍ اعْظَمَ مِنِّي عَقْوِي أَوْ جَهْلِي
أَكْثَرَ مِنِّي حِلْمِي -

(البدایۃ والنہایۃ جلد ۱ ص ۱۳۵)

ترجمہ: ایک دن معاویہ رضی اللہ عنہ کے ذکر کے وقت عبدالملک بن مروان نے کہا۔ میں نے اُن جیسا بُرا دار اور کرشمہ شخص نہیں دیکھا قیسہ بن جابر نے کہا کہ میں نے امیر معاویہ ایسا آدمی عظیم اور تکبر سے دور نہیں دیکھا۔ وہ بہت باعرب اور خدا ترس آدمی تھے۔ بعض بیان کرتے ہیں۔ کہ ایک مرتبہ امیر معاویہ نے ایک شخص کے بارے میں سخت قسم کی باتیں سُنیں۔ پھر کہا گیا۔ کہ اگر وہ آدمی تمہارے قبضہ میں آجائے؟ فرمایا۔ مجھے اللہ سے شرم آتی ہے۔ کہ کہیں میری برو باری اور علم پر کسی کا گناہ غالب نہ آجائے ایک روایت ہے کہ ایک شخص نے کہا۔ اے امیر المؤمنین! آپ کتنے حلیم ہیں۔ یسین کو اپنے کہا۔ میں اللہ سے شرماتا ہوں کہ کسی کا جرم میرے حلم پر غالب نہ آجائے۔ سفیان ثوری بیان کرتے ہیں۔ کہ امیر معاویہ کہا کرتے تھے۔ میں شرم کرتا ہوں کہ کہیں کسی کی غلطی میری معافی سے اور کسی کی نادانی میرے حلم سے بڑھ نہ جائے۔

لمحمد فكريه:

بار بار خوفِ خدا کا اظہار اور اپنی رعایا کی غلطیوں کی وجہ سے غصۂ کو پی جانا۔ اور لوگوں کو بھی اس کی تلقین کرنا ان باتوں کے ہوتے ہوئے آپ پر یہ الزام کرنا اور رائے سلب کر لی تھی۔ کس قدر بھیانک الزام ہے۔ جس کا دل خوفِ خدا سے سبر پزیر ہو۔ اور جو غلطیوں کو بھی معاف کر دینے والا ہو۔ بھلا وہ شخص اظہارِ حق پر ناراض ہو گا۔ اور خدا کے خوف کو رخصت کر دے گا۔ عقل کو ہاتھ مار دے۔ بغض کی بھی حد ہوتی ہے۔

فاعتبروا يا اولى الابصار

اعتراضینجم

امیر معاویہ نے خلفائے راشدین کی طرز زندگی

کو تبدیل کر دیا تھا۔ مودودی

خلافت و ملوکیت؛

دوسری نمایاں تبدیلی یہ تھی کہ دور حکومت کے آغاز ہی سے بادشاہ قسم کے خلفاء نے قیصر و کسری کا طرز زندگی اختیار کر لیا۔ اور اس طریقہ کو چھوڑ دیا۔ جس پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور چاروں خلفائے راشدین زندگی بسر کرتے رہے۔ انہوں نے شاہی محلات میں رہنا شروع کر دیا۔ بادشاہی عرصہ (دربان) ان کے محلوں کی حفاظت کرنے اور ان کے جلو میں چلنے لگے۔ حاجب اور دربان ان کے اور عوام کے درمیان حائل ہو گئے۔ رعیت کا براہ راست ان تک پہنچنا اور ان کا خود رعیت کے درمیان رہنا سہنا اور چلنا پھرنا بند ہو گیا۔ اپنے رعیت کے حالات معلوم کرنے کے لیے وہ اپنے ماتحت کاہرہ داذوں کے محتاج ہو گئے۔ جن کے ذریعہ کبھی کسی حکومت کو بھی صمیم صورت حال کا علم نہیں ہو سکا ہے۔ اور رعیت کے لیے بھی یہ ممکن نہ رہا۔ کہ بلا توسط ان تک اپنی حاجات اور شکایات لے کر جاسکیں۔ یہ طرز حکومت اس طرز

کے بالکل برعکس تھا۔ جس پر خلفائے راشدین حکومت کرتے تھے۔ وہ ہمیشہ عوام کے درمیان رہتے۔ جہاں ہر شخص اُن سے آزادی کے ساتھ مل سکتا تھا۔ وہ بازاروں میں چلتے پھرتے تھے۔ ہر شخص ان کا دامن پکڑ سکتا تھا۔ وہ پانچوں وقت عوام کے سامنے اپنی کی صفوں میں نمازیں پڑھتے تھے اور جمعہ کے خطبوں میں ذکرِ اللہ اور تعلیمِ دین کے ساتھ ساتھ اپنی حکومت کی پالیسی سے بھی عوام کو آگاہ کرتے تھے۔ اور اپنی ذات اور اپنی حکومت کے خلاف عوام کے ہر طرح کے اعتراضات کی جواب دہی بھی کرتے تھے۔ اس طرح کہ حضرت علی نے کوفہ میں اپنی جان کا خطرہ مول لے کر بھی آخر وقت تک نبھایا۔ لیکن ملوکیت کا دور شروع ہوتے ہی اس نمونہ کو چھوڑ کر ایران و روم کے بادشاہوں کا نمونہ اختیار کر لیا گیا۔ اس تبدیلی کی ابتداء حضرت امیر معاویہ کے زمانہ میں ہو چکی تھی۔ بعد میں برابر بڑھتی ہی چلی گئی۔ (خلافت و ملوکیت ص ۱۶۰)

مفصل جواب ۱

مودودی نے ان سطور میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی شخصیت کو بیک وقت کئی امور کا ملزم بنا دیا۔ یعنی یہ کہ وہ خلفائے اربعہ کی بجائے قیصر و کسری کی زندگی اپنائے ہوئے تھے۔ وہ شاہی محلات میں رہتے تھے۔ ان کے محل کے باہر پہرہ دار کھڑے ہوتے تھے۔ اور عوام سے ان سے رابطہ منقطع ہو چکا تھا۔ لیکن ان امور میں سے کوئی ایک بھی امیر معاویہ کی سیرت میں نظر نہیں آتا۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ رموزِ حکمرانی اور طریقہ نامائے خلافت میں اپنی مثال آپ تھے اور فوجی مظاہرہ میں قیصر و کسری اور مسجد و محراب میں عابدوں زاہدوں کو بھیچے چھوڑنے والے تھے۔

قیصر و کسری کا طرزِ زندگی کیا لباس میں پونہ نہ لگنا ہے۔؟

کیا لاکھوں درہم کی بجائے چند درہم سے خریدے گئے کپڑے قیصر و کسری کی شاہیت تھے؟ خدا گواہ ہے۔ تاریخ ہمیں ان کی سیرت اور زندگی کچھ اس طرح دکھاتی ہے کہ ان کے زیب تن کپڑوں میں پونہ لگے ہوتے تھے۔ اس پونہ لگے لباس کو ان کے گورز اور وزرا بطور تبرک حاصل کرنے کی کوشش کرتے تھے۔ انہی کتب کے حوالہ جات سے حضرت امیر معاویہ کی زندگی، سادہ اور بے تکلف نظر آتی ہے جن کا نام لے کر مودودی نے ان پر الزامات کی بوجھا کر دی۔ ایک دو حوالہ جات پیش خدمت ہیں۔

البدایۃ والنہایۃ:

حدثنا عمرو بن واقد حدثنا يونس بن حليس قال سمعت معاوية على منبر دمشق يوم جمعة يقول أيها الناس اعقلوا قلوبكم فلن تجدوا أعلم بأمور الدنيا والآخرة مني أقيموها — وجوهكم و صنفوا فكموفي الصلاة أو ليحيا ليقن الله بين قلوبكم خذوا على أيدي سفهاءكم أو ليس يظن الله عليكم عدوكم فليسو منكم سوء العذاب تصدقوا ولا يقولن الرجل إني مقل فلان صدقة المقل أفضل من صدقة الغني إياكم وخذوا المعصنات وإن يقول الرجل سمعت وبلغني فلو صدقت أحدكم امرأة على عهد نوح لسئل عنها يوم القيامة وقال

ابو داؤد الطیاسی حدثنایزید ابن طہمان الرقاشی
حدثننا محمد ابن سیرین قال کان معاویة
إذا أخذت عن رسول الله صلى الله عليه وسلم
لم يكلمهم ورواه ابو القاسم البغوی عن سويد
بن سعید عن حماد بن اسماعیل عن ابی
قبیل قال کان معاویة یبعث رجلاً یقال
له أبوا الجیش فی كل یوم فیدور علی المجالس
یسئل ملوک لیدل أحد مؤثوؤ أو قدیم
أحد من الوفود فإذا أخیر بدالك أثبت
فی الدیوان یعنی لیجری علیہ الرزق وقال
غیرہ کان معاویة متراضعا لیس له مجالد
الاکم جالید الصبیان الکتی یسمونہا المتغاریق
فیصننہا الناس وقال هشام بن عمار عن عمرو
بن واقد عن یونس بن میسرہ بن حلبس قال
رأیت معاویة فی سوق دمشق وهو مردود
فکارة و صفیاً علیہ قمیص مرفوع الجیب
وهو لیسیر فی أسواق دمشق وقال الامش
عن مجاهد قال لورأیت معاویة لقلتم هذا
المندی قال هشیم عن العوام عن جبلة
ابن شحیم عن ابن عمر و قال ما رأیت أحداً
أسود من معاویة قال قلت ولا عمر قال

کان عمر خیراً منه وکان معاویة أسوداً منه ورواه
ابو سفیان البخیری عن العوام بن حوشب به وقال
ما رأیت أحداً بعد رسول الله أسوداً من
معاویة قیل ولا أبوبکر قال أبوبکر وعمر و
عثمان خیراً منه وهذا أسود وروی عن طریق
عن ابن عمر مثله وقال عبد الرزاق عن معمر
عن حماد — سمعت ابن عباس یقول ما
رأیت رجلاً کان أخلق بالملک من معاویة
البدایة و النہایہ جلد ۵ ص ۱۳۲ تا ۱۳۵
ترجمہ: یس بن قیس کہتے ہیں کہ میں نے جمعہ کے دن دمشق کی جامع مسجد میں
منبر پر خطبہ دیتے ہوئے امیر معاویہ سے یہ سنا۔ لوگو! میری بات
سمجھو۔ تمہیں دنیا و آخرت کے امور کا مجھ سے زیادہ ماہر کوئی نہ
ملے گا۔ اپنے آپ کو درست کرو۔ اور نماز میں صفیں سیدھی
رکھو۔ ورنہ اللہ تعالیٰ تمہارے دلوں کو ایک دوسرے کا مخالف
کر دے گا۔ اپنے میں سے بے وقوفوں کے ہاتھ پکڑو۔ ورنہ
اللہ تعالیٰ تمہارے دشمن کو تم پر مسلط کر دے گا۔ پھر وہ تمہیں سخت
سزا دے گا۔ میری باتوں کی تصدیق کرو۔ کوئی آدمی اپنے آپ کو
قلیل مال والا ہرگز نہ کہے۔ یقین رکھو کہ غریب اور نادار کا صدقہ، غنی کے
صدقہ سے بہتر ہے۔ خبردار۔ پاک دامن عورتوں پر زنا کی تہمت
لگانے سے بچو۔ یہ نہ کہو۔ کہ مجھے یہ بات پہنچی۔ یا میں نے ایسے ایسے
سنا۔ اگر تم میں سے کسی نے حضرت نوح کے زمانہ کی کسی عورت پر
تہمت لگائی۔ تو کل قیامت کو اس سے اس بارے میں باز پرس ہوگی۔

ابو داؤد دیلمی سی بیان کرتے ہیں کہ محمد بن سیرین نے بیان کرتے ہوئے کہا کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے کوئی بات بیان کرتے تو ان پر اس بارے میں کوئی اہمیت نہ لگتی۔ اسی طرح ابوالقاسم بغوی نے نقل کیا ہے۔ کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ابوالجیس نامی شخص کی یہ ڈیوٹی لگا رکھی تھی۔ کہ مختلف محافل و مجالس میں جا کر یہ معلوم کرے۔ کہ کسی گھر کوئی بچہ پیدا ہوا ہے یا کوئی نیا وفد آیا ہے۔ جب اس قسم کی کوئی خبر ملتی۔ تو اس کا ایک رجسٹر میں اندراج کر لیتے۔ تاکہ ان کی خوراک کا بندوبست کیا جائے۔ ایک اور راوی بیان کرتا ہے۔ کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بہت متواضع تھے۔ ان کے پاس معمولی سا گڑا ہوتا۔ جیسا بچوں کے پاس کھیلنے کے لیے ہوتا ہے۔ آپ اس سے کسی کو سزا دینا چاہتے تو دیتے تھے۔ ہشام بن عمار نے بیان کیا ہے۔ کہ یونس بن میرہ کہتے تھے۔ کہ میں نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو دمشق کے بازار میں دیکھا۔ ان کے پیچھے ایک غلام ہوتا تھا۔ ان کی قمیص پوند لگی ہوتی تھی۔ اور وہ وہی قمیص پہنے دمشق کے بازاروں میں گھومتے پھرتے تھے۔ امام اعظم، مجاہد سے بیان کرتے ہیں کہ اگر تم امیر معاویہ کو دیکھو پاتے تو کہتے کہ یہ تو امام مہدی ہے۔ ہشیم بن عوام نے ابن عمر سے بیان کیا۔ کہ وہ کہتے ہیں۔ کہ امیر معاویہ سے بڑھ کر حکمرانی کے معاملات میں باہر میں نے کوئی دوسرا نہ دیکھا۔ راوی کہتے ہیں۔ میں نے پوچھا۔ کیا عمر بن خطابؓ بھی بڑھ کر باہر تھے؟ کہنے لگے کہ عمر بن خطابؓ ان سے بہتر تھے۔ اور معاویہؓ ان سے سرداری کے رموز زیادہ جانتے تھے۔ عوام بن حوشب کہتے ہیں۔ کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد امیر معاویہؓ سے بڑھ کر رموز شاہی کو جاننے والا اور کوئی نہ دیکھا۔ کہا گیا۔ کیا ابو بکرؓ سے بھی بڑھ کر؟ کہنے لگے۔ ابو بکرؓ، عمرؓ اور عثمانؓ ان سے بہتر تھے۔ اور وہ بہر حال اعلیٰ حکمران تھے۔ ابن عمر سے بھی اسی طرح کی روایت آئی ہے۔

عبدالرزاق نے معمر بن حمام کے واسطے سے بیان کیا۔ وہ کہتے تھے۔ کہ میں نے کوئی مرد امیر معاویہ سے بڑھ کر حکومت کے معاملات کا ماہر نہ دیکھا۔ میں نے ان سے بہتر کوئی شخص رائق حکمرانی نہیں دیکھا۔

العواصر من القواصر:

أَنَا أَقُولُ الْمُلُوكَ وَالْخُرُجَ خَلِيفَةً عَنِ الزَّهْرَى أَنْ
مُعَاوِيَةَ عَمَلًا سَنَتَيْنِ عَمَلًا عَمَرًا مَا يَخْرُمُ
فِيهِ وَقَدْ أَشْرْنَا هُنَاكَ إِلَى اخْتِلَافِ الْبَيْتِ فِي
أَنْظَمَةِ الْحُكْمِ بَلَّ أَنْ مُعَاوِيَةَ نَفْسَهُ ذَكَرَ
ذَلِكَ لِعُمَرَ لَمَّا قَدِمَ عَمَرُ الشَّامَ وَ تَلَقَّاهُ مُعَاوِيَةُ
فِي مَوْكِبٍ عَظِيمٍ فَأَسْتَنْكَرَهُ عُمَرُ ذَلِكَ
وَ اعْتَذَرَ لَهُ مُعَاوِيَةُ بِتَوَلَّاهُ إِنْكَابًا رَضِ جَوَابِينَ
الْعَدُوِّ فِيهَا كَثِيرَةٌ فَيَجِبُ أَنْ تَنْظُرُوا مِنْ عِزِّ السَّلَامِ
مَا يَكُونُ فِيهِ عِزًّا وَسَلَامًا وَأَهْلِيهِ وَ شُرَافِيهِ
فَقَالَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ حَوْفٍ لِعُمَرَ مَا أَحْسَنَ مَا أَصَدَّ
عَمَّا أَوْ رَدَّتْهُ فِيهِ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ فَقَالَ عُمَرُ
مِنْ أَحَبِّ ذَلِكَ جَسَمَتَاهُ مَا جَسَمَتَاهُ وَسَيَرُهُ
عُمَرَ الَّتِي حَاوَلَ مُعَاوِيَةُ أَنْ يَسِيرَ عَلَيْهَا
سَنَتَيْنِ كَأَنَّهُ مَثَلُ الْأَعْلَى فِي بَيْتِهِ وَكَانَ
يُرِيدُ يُحَدِّثُ نَفْسَهُ بِالْإِثْرِ أَمَّا رَوَى ابْنُ أَبِي الدُّنْيَا
عَنْ أَبِي كَرِيمٍ مُحَمَّدِ بْنِ الْعَلِيِّ الْهَمْدَانِيِّ الْحَافِظِ
عَنْ رَشَدِ بْنِ الْمَصْرِيِّ عَنْ عُمَرَ وَ ابْنِ الْحَارِثِ

الانصارى المصرى عن بكير بن الاشجج المخزومي
المدني ثم المصري ان معاوية قال ليس يد كيف
ترآك فاعلدا ان وكنت قال كنت والله يا ابة عاملا
فيه عمل عمر بن الخطاب فقال معاوية سبحان الله
يا بنى والله لقد جهدت على سير وعثمان فما
أطقتها فكيف بك وسيرة عمر.

ابن كثير جلد ۱ ص ۲۲۹ والذين لا يعرفون
سيرة معاوية يستغربون اذ اقلت لهم
انه كان من الزاهدين والصوفاء الصالحين
روى الامام احمد في كتاب الزهد ص ۱۸۲ طبع
مكة عن ابى شبل محمد بن هارون عن حسن
بن واقع عن ضمير بن ربيع الترشى عن على ابن ابى
حملة عن ابى قال رايت معاوية على المشبر يد مشق
يخطب الناس وعليه كروب مرقوع واخرج ابن
كثير جلد ۱ ص ۱۲۲ عن يونس بن ميسرة الحميرى
الزاهد وهو من شيوخ الامام الاوزاعى قال
رايت معاوية في سوق الدهش وهو مزود
وراءه وصيفا وعليه قميص مرقوع الجيب يبر
في اسواق دمشق وكان قراة معاوية وكتاب
اصحابه يستهون ملبس للترك ديا وكان
اذا احضر احد همر الى المدينة وعليه هذه الملابس

يعرفون في اختصارها روى الدارقطني
عن محمد بن يحيى بن غسان ان القائد الشليلي
بن قيس الفهرى قدم المدينة واقى المسجد
فضلى بين القنبر والمنبر وعليه مرقع
قد ان تدى به من كسوة معاوية فراه ابو الحسن
البراد فعرف انك برز معاوية.

(العواصم من القواصم ص ۲۰۸ - ۲۰۹)

تذکرہ: حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا۔ میں پہلا بادشاہ اور آخری ظیف
ہوں۔ زہری کہتے ہیں۔ کہ امیر معاویہ نے دو سال تک بعینہ حضرت عمر
کی فرزند پر حکومت کی۔ اس میں کوئی کمی نہ آنے دی۔ ہم نے اس
اختلاف کی طرف اشارہ کیا۔ جو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے انتظام حکومت کی تاثیر
میں ہے بلکہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے ذکر کیا ہے۔ کہ جب حضرت فاروق اعظم
رضی اللہ عنہ شام آئے۔ تو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ایک بہت بڑی
جماعت لے کر ان سے ملاقات کی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسے اچھا
نہ جانا۔ لیکن امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس کا یہ عذر پیش کیا۔ کہ ہم ان لوگوں
کی سر زمین میں رہتے ہیں۔ جہاں دشمن کے جاسوس بکثرت ہیں۔ اس
لیے ہمارے لیے ضروری ہے۔ کہ ہم شانہ ٹھاٹھ باطل ظاہر کریں تاکہ
اسلام اور اہل اسلام کی عزت میں اضافہ ہو۔ اور دشمنوں کو ڈرائیں۔ یہ
سن کر عبدالرحمن بن عوف نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا۔ کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ
کا طرز حکومت اور نظام کتنا درست ہے۔ پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا
کہ ہم نے اسی لیے دبدبہ بنایا ہے۔ (البدایہ والنہایہ جلد ۱ ص ۲۲ تا ۱۲۵)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی سیرت جو دو سال تک امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنائے رکھی۔ وہ ان کے دور کی اعلیٰ مثال ہے۔ یزید بھی اس کے التزام کا ارادہ رکھتا تھا۔ ابن دنیا سے مروی ہے۔ کہ امیر معاویہ نے ایک مرتبہ یزید سے پوچھا۔ کہ اگر تجھے امیر بنایا جائے۔ تو کس طرح نظام حکومت چلائے گا۔ کہنے لگا اس طرح جس طرح کفار و قیام نے کیا تھا۔ یہ سن کر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ہلے۔ سبحان اللہ! میں نے تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی سیرت اپنانے کی انتہائی کوشش کی لیکن اس پر بھی پورا نہ اتر سکا۔ اور تو اور سیرت عمر بن الخطابؓ؟ ابن کثیر نے اٹھویں جلد میں ص ۲۲۹ پر تحریر کیا ہے۔ کہ جو لوگ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے سیرت کو نہیں سمجھتے۔ جب تو ان کے سامنے یہ کہے۔ کہ امیر معاویہ بڑے زاهد اور صالح تھے۔ تو انہیں یہ سن کر عجیب سا لگتا ہے۔ امام احمد بن حنبل نے کتاب الامم ص ۶۲ پر تحریر کیا کہ علی بن ابی حمزہ کہتے ہیں۔ کہ میں نے ذی کی جامع مسجد میں امیر معاویہ کو منبر پر خطبہ دیتے ہوئے سنا۔ اس وقت انہوں نے پیوند لگے کپڑے پہن رکھے تھے۔ ابن کثیر نے بھی جلد نمبر ۱ ص ۱۳۲ میں امام اوزاعی کے شیخ یونس بن میسرہ سے یہ بات نقل کی ہے کہ میں نے امیر معاویہ کو دمشق کے بازاروں میں دیکھا۔ کہ ان کے پیچھے ایک غلام ہے۔ اور آپ نے پیوند والی قمیص پہن رکھی تھی۔ آپ کے وڈراہ اور دیگر معززین حکومت آپ کے پیوند لگے کپڑے حاصل کرنا پاتیتے تھے۔ جب کبھی آپ کا وزیر مدینہ منورہ آتا۔ اور اس نے پیوند لگے کپڑے پہنے ہوئے تھے۔ تو لوگ فوراً انہیں پہچان لیتے۔ اور منہ مانگے پیسے دے کر انہیں خریدنے پر تیار ہو جاتے۔ دارقطنی

نے محمد بن یحییٰ سے بیان کیا کہ ضحاک بن قیس ایک مرتبہ مدینہ منورہ آیا۔ اور مسجد نبوی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر اور قبر خلیف کے درمیان نماز پڑھی۔ اس پر ایک چادر تھی۔ جو یہ سوئد لگی تھی۔ اور وہ حضرت امیر معاویہ سے لی ہوئی تھی۔ جب ابوالحسن براد نے دیکھا۔ تو فوراً پہچان لیا۔ کہ یہ چادر امیر معاویہ کی ہے۔

البداية والنهاية اور العوام من القوام کے دونوں

حوالہ جات سے درج ذیل امور ثابت ہوئے

- ۱۔ لوگ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو علوم دنیا و آخرت کا سب سے بڑا عالم مانتے تھے۔ اسی لیے کسی نے آپ کے اعلان پر اعتراض نہ کیا۔
- ۲۔ لوگوں تک احکام الہیہ پہنچانے میں آپ ہر ممکن کوشش کرتے۔ اور ان کی مخالفت سے ڈراتے تھے۔
- ۳۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کسی بات کے ذکر کرنے پر کبھی ان پر تہمت نہ لگی۔
- ۴۔ ہماروں کی آمد اور نوموود کی خبر معلوم کرنے کے لیے آپ نے مستقل آدمی مقرر کر رکھے تھے۔
- ۵۔ آپ کے پاس سزا کے لیے کوڑا نہایت ہلکا پھلکا تھا۔ جیسا بچوں کے پاس کھیلنے کے لیے ہوتا ہے۔
- ۶۔ دمشق کے بازاروں میں ایک غلام کے ساتھ کھلم کھلا پھرا کرتے تھے۔
- ۷۔ آپ کی قمیص پیوند زدہ ہوتی تھی۔

۸۔ کوئی انہی دیکھتا۔ تو کون کرنا۔ کہ یہ مہدی ہیں۔
۹۔ سیاسی بصیرت میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد آپ اپنی مثل آپ تھے۔

۱۰۔ حکمرانوں میں سے آپ سب سے بااخلاق کوئی نہ تھا۔
۱۱۔ اگر شان و شوکت تھی تو وہ غیر مسلم بادشاہوں کو مرعوب کرنے اور مسلمانوں کی عزت افزائی کے لیے تھی۔
۱۲۔ فاروق اعظم کی سیرت آپ کے لیے ایک اعلیٰ نمونہ تھی۔
۱۳۔ آپ کے زہد و تقویٰ کو سنی نظرواے ایک عجیب سی بات سمجھتے تھے
۱۴۔ آپ کے زہد و تقویٰ اور انکاری کی وجہ سے آپ کے پیوند لگے کپڑے لوگوں کے لیے متبرک تھے۔

۱۵۔ آپ کے پیوند لگے کپڑے آپ کے وزراء، بطور تبرک حاصل کرتے۔
لوگ انہیں دیکھ کر پہچان جایا کرتے تھے۔ کہ یہ امیر معاویہ کے استعمال شدہ کپڑے ہیں۔

لمحہ فکریہ:

مذکورہ امور کو پیش نظر رکھیں۔ اور مودودی نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں جو کچھ کہا۔ اسے بھی دیکھیں۔ پھر موازنہ کریں۔ کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے قیصر و کسری کا طرز زندگی اختیار کر کے خلفائے اربعہ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ کو چھوڑ دیا تھا؟ کیا بازاروں میں آتے جاتے ان کے ساتھ حفاظتی دستے سوتے تھے یا صرف ایک آدھ غلام؟ کیا ان کے لباس میں وہی شان و شوکت تھی۔ جو قیصر و کسری کے لباس میں تھی۔ یا وہ پیوند زدہ ہوتا تھا۔؟

کیا ان کے ٹوکنے والا سزا کا مستحق ہوتا تھا۔ یا اس کے ٹوکنے

پر آپ اس کا شکریہ اور اللہ کی حمد و ثناء بیان کیا کرتے تھے؟ کیا آپ کے ہاتھ میں مخالفین کے لیے بھاری بھر کم ڈرہ تھا یا معمولی سا ایک کوڑا جو بچوں کے پاس ہوتا ہے؟ کیا آپ کے زہد و تقویٰ اور سنت پیغمبر پر عمل کرنے کی وجہ سے لوگ ان کے زیب تن کئے ہوئے پیوند لگے کپڑوں کو بطور تبرک حاصل کرنے کی کوشش کرتے تھے یا اس سے نفرت کا اظہار ہوتا تھا؟ لیکن مودودی کی آنکھوں پر نہیں بلکہ بصیرت پر بغض کے پردے پڑے ہوئے ہیں۔ اور ارضلہ اللہ علی علم و حقم علی قلبہ الخ کے مصداق وہ علم کی گمراہیوں میں اس قدر ڈور چلا گیا۔ کہ جہاں سے واپس نہ آ سکا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر قیصر و کسری کی نقالی کا الزام دھرنے والے کو ان کی یہ عادت نظر نہ آئی۔ کہ سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مخالفت پر انہیں کس قدر غصہ آتا تھا۔

الْبَدَايَةُ وَالنَّهَايَةُ:

قال احمد حدثنا مروان ابن معاوية الفزاري
حدثنا حبيب بن الشهيد عن ابي مجلز قال
خَرَجَ مُعَاوِيَةُ عَلَى النَّاسِ فَقَامُوا لَهُ فَقَالَ
سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ
مَنْ أَحَبَّ أَنْ يَتَمَثَّلَهُ الرَّجَالُ قِيَامًا فَلْيَبْسُؤْهُ
مَقْعَدُهُ مِنَ النَّارِ إِنَّهُ كَانَ مُعَاوِيَةَ حُبَّيَّةَ السَّيِّئَةِ
حَسَنَ الرَّجَاءِ وَزَجَمِيلَ الْعَنَاءِ كَثِيرًا لَيْسَتْ بِرَحْمَةِ اللَّهِ
فَعَالِي.

(البدایة والنہایة جلد ۵ ص ۱۲۲)

ترجمہ: حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ باہر تشریف لائے تو لوگوں

نے دیکھتے ہی ان کے لیے قیام کیا۔ اس پر آپ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے۔ فرماتے ہیں جو آدمی یہ کہتا ہو کہ لوگ اس کا کھڑے ہو کر استقبال کریں۔ اسے اپنا ٹھکانا دوزخ کی آگ میں بنالینا چاہیے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بہترین سیرت، غریبورت درگزر کرنے والے، اچھے امدان سے معاف کر دینے والے اور بڑے باجیا تھے۔ اللہ ان پر رحم کرے۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

اعتراضِ ششم

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے بیت المال کی حیثیت

تبدیل کر دی (مودودی)

خلافتِ ملوکیت:

بیت المال کا اسلامی تصور یہ تھا کہ وہ خلیفہ اور اس کی حکومت کے پاس خدا اور خلق کی امانت ہے۔ جس میں کسی کو من مانے طریقے پر تصرف کرنے کا حق نہیں ہے۔ خلیفہ نہ اس کے اندر قانون کے خلاف کوئی چیز داخل کر سکتا ہے۔ اور نہ قانون کے خلاف اس میں سے کچھ خرچ کر سکتا ہے وہ ایک ایک پائی کی امداد خرچ کے لیے جواہر ہے۔ اور اپنی ذات کے لیے وہ صرف اتنی تنخواہ لینے کا مستدار ہے کہ جتنی ایک اوسط درجے کی زندگی بسر کرنے والے کے لیے کافی ہو۔ دورِ ملوکیت میں بیت المال کا یہ تصور اس تصور سے بدل گیا کہ خزانہ بادشاہ اور شاہی فاندان کی ملکیت ہے۔ رعیت بادشاہ کی محض باجگزار ہے۔ اور کسی کو حکومت سے حساب پوچھنے کا حق نہیں۔ اس دور میں بادشاہ اور شہزادوں کی بلکان کی ان کے گھڑوں اور سپہ سالاروں تک کی زندگی جس شان سے بسر ہوتی تھی۔ وہ بیت المال میں بے جا تصرف کے بغیر کسی طرح ممکن نہ تھی۔ (خلافتِ ملوکیت ص ۱۶۱ مصنفہ مودودی)

مفصل جواب:

مودودی کا عبارت مذکورہ سے مقصد یہ ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بیت المال سے من مانے طریقے سے تصرف کرتے تھے۔ اور خلافتِ قازنِ اسلامی عمل کرنے والے تھے۔ اس بارے میں وہ بیت المال کو اپنی ملکیت جانتے۔ اور خود اپنی اپنے وز راہ وغیرہ کی زندگی اسی مال سے عیش و عشرت کی بسر کرتے تھے۔ گویا مودودی اس سے ثابت یہ کرتا ہے کہ امیر معاویہ ایک ظالم حکمران اور عیش پسند امیر تھے لیکن ان تمام خرافات کے ثبوت میں مودودی نے کوئی ایک مثال ایسی پیش نہ کی جس سے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی شخصیت ایسی نظر آئے جو اس کے ذہن میں ہے۔ یزید اور ولید کی مثالیں ہو سکتی ہیں۔ اگرچہ ان پر بھی قیل و قال کی گنجائش ہے لیکن زیر بحث حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا دورِ خلافت ہے۔ مودودی کی تصویر کشی کے مقابل میں کتب تاریخ میں ایسی بہت سے مثالیں اور شہادتیں موجود ہیں جو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خدا ترسی اور بیت المال کے بارے میں شریعت کے کامل پیروی ثابت کرتی ہیں۔ اور آپ نے صاف صاف الفاظ میں بیت المال کو اپنا ذاتی نہیں بلکہ عوام کا مال فرمایا۔ جس پر دو عبارتیں پیش کی جاتی ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں۔

ابن تیمیہ کی عبارت ابن تیمیہ نے منہاج السنہ جلد سوم ص ۱۸۵ پر لکھا

ہے۔ ایک مرتبہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے فرمایا: لوگو! بیت المال سے تمہیں جو عطیات دیئے گئے۔ ان کی تقسیم کے بعد اب بھی وہاں بہت سا مال باقی وہ بھی عنقریب تم میں تقسیم کر دوں گا۔ اگر کوئی شخص وقت پر دئے۔ اور اسے محرومی کا سامن کرنا پڑے۔ تو اس کی سستی ہے۔ اس کا الزام مجھ پر نہیں۔ اس عام خطاب میں آپ نے فرمایا۔ بَيِّتُ مَا لَكُمْ لَكُمْ بِمَا لِي أَتَمَّا هُوَ مَا لَ اللَّهِ۔

یعنی تمہارے لیے قائم کردہ بیت المال کا پیسہ تمہارے لیے ہی ہے۔ وہ میرا مال نہیں۔ حقیقت میں اللہ تعالیٰ اس کا مالک ہے۔ گویا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بیت المال

کی اشیاء کو ان کی ملکیت کے اعتبار سے خود کو اس کا نگران یا محافظ سمجھتے تھے۔ اور اس امانت کو تحقیق کے سپرد کرنے کا ذمہ دار سمجھتے تھے۔ ایک واقعہ بطور شہادت پیش خدمت ہے۔

امیر معاویہ بیت المال کی ایک ایک پائی

کا حساب لیا کرتے تھے

تاریخ طبری:

كَانَ أَوَّلَ مَنِ اتَّخَذَ دِيَّوَانَ الْحَاكِمِ قَالَ وَكَانَ سَبَبُ ذَلِكَ أَنَّ مَعَاوِيَةَ أَمَرَ لِعَمْرٍو بْنِ زُبَيْرٍ فِي مَعُونَتِهِمْ وَقَضَاءِ دَيْنِهِ بِمِائَةِ أَلْفٍ دِرْهَمٍ وَكُتِبَ بِذَلِكَ إِلَى زِيَادِ بْنِ سَمِيَةَ وَهُوَ عَلَى الْعِرَاقِ فَخَضَعَ عَمْرٍو الْكِتَابَ وَصَيَّرَ الْمِائَةَ مِائَتَيْنِ فَكَمَّانَ فَخَ زِيَادٌ حِسَابَهُ أَنْكَرَ هَا مَعَاوِيَةَ فَاتَّخَذَ حَمْرًا بِرَدِّهَا وَحَبَسَهُ فَإِذَا هَا عِنْدَهُ أَخْبَاهُ اللَّهُ اللَّهُ بْنُ الزُّبَيْرِ فَأَحْدَثَ مَعَاوِيَةَ عِنْدَ ذَلِكَ دِيَّوَانَ الْحَاكِمِ۔

دُتار یخ طبری جلد ۵ ص ۸۲ ذکر بعض ماحضرتنا

ترجمہ: اب سے پہلے دیوان الحاکم شروع کرنے والے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ تھے۔ اس کا سبب یہ تھا کہ آپ نے جناب عمر بن زبیر کی معاونت اور ادائے قرضہ کے لیے ایک لاکھ درہم دیئے کہ کرنا۔ اس بارے میں زیاد بن سمیہ کی طرف خط لکھا۔ جبکہ یہ عراق

کے گورز تھے۔ جب زیاد بن سمیہ نے رقعہ کھولا۔ تو ایک لاکھ کی جگہ دو لاکھ کر دیا۔ پھر جب زیاد نے حساب دیا۔ تو امیر معاویہ نے اس پر ناراضگی کا اظہار کیا۔ آپ نے ایک لاکھ واپس لیا۔ اور زیاد کو قید میں ڈال دیا۔ یہ ایک لاکھ عمر بن زبیر کی طرف جناب عبداللہ بن زبیر نے ادا کیا تھا تو اس واقعہ کے بعد حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ”دیوان الحاتم“ کا سلسلہ شروع فرمایا۔

اگر امیر معاویہ بیت المال میں غیر اسلامی تصرف کرتے تھے تو ائمہ اہل بیت اور کبار صحابہ ان کے عطیات کیوں وصول کیا کرتے تھے۔

ان دونوں حوالہ جات کے بعد مودودی کی الزام تراشی کا معاملہ کھل کر سامنے آجاتا ہے۔ کہاں یہ کہنا کہ بیت المال کا کوئی حساب و کتاب نہ تھا۔ جو جی میں آتا کیا جاتا۔ اور کہاں اس کی پائی پائی کے لیے ایک علیحدہ محکمہ قائم کرنا علاوہ ازیں اگر بالفرض تسلیم کر لیا جائے کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بیت المال میں غیر قانونی بلکہ غیر اسلامی تصرف کرتے تھے۔ تو یہ تصرف اہل بیت کے معزز ترین افراد پر بھی ہوتا تھا البدایہ والنہایہ کے علاوہ مقتل ابی مخنف وغیرہ کتب میں بالتفصیل موجود ہے کہ آپسین کریمین کو ہر سال دس لاکھ سونے کے دینار روایا کرتے تھے۔ اور اس خطیر رقم کے علاوہ تحائف و ہدایا بھی پیش خدمت فرمایا کرتے تھے۔ اب کہنا پڑے گا۔

کہ اہل بیت کے یہ حضرات وہ مال قبول کیا کرتے تھے۔ جو ناجائز طور پر خرچ کیا جا رہا ہے اور اسلامی شریعت کے مطابق اسے تصرف میں نہیں لایا جا رہا ہے۔ حالانکہ یہ بات اظہار من الشمس ہے۔ کہ شریعت کے ایسے ستون اس قسم کے مال کو قبول کرنے کی کبھی ہمت نہیں کرتے۔ کیونکہ ان کے اعمال لوگوں کے لیے باعث تقلید ہوتے ہیں اس سلسلہ میں صرف ایک واقعہ پیش خدمت ہے۔

امام احمد بن حنبل نے مشکوک مال وصول کرنے

اور اسے تصرف میں لانے سے انکار کر دیا۔

الْبَدَايَةُ وَالنَّهْيَاةُ:

وَكَانَ الْخَلِيفَةُ يَبْعَثُ إِلَيْهِ كُلَّ يَوْمٍ مَا يَدَّ
فِيهَا النَّوَاتُ الْأَطْعَمَةُ وَالْفَاكِهَةُ وَالشَّلْحُ مِمَّا يَقَاوَمُ
مِائَةَ وَعَشْرِينَ دِرْهَمًا فِي كُلِّ يَوْمٍ وَالْخَلِيفَةُ
يَحْسِبُ أَنَّهُ يَأْكُلُ مِنْ ذَلِكَ وَلَمْ يَكُنْ أَحْمَدُ يَأْكُلُ
شَيْئًا مِنْ ذَلِكَ بِالنَّكَلَةِ بَلْ كَانَ صَائِمًا يَطْوِي فَمَكَثَ
ثَمَانِيَةَ أَيَّامٍ لَمْ يَسْتَطِعْ يَطْعَامٍ وَمَا ذَاكَ هُوَ
مَرِيضٌ ثُمَّ أَهْتَمَّ عَلَيْهِ وَلَدَهُ حَتَّى شَرِبَ قَلِيلًا
مِنَ السَّوِيقِ بَعْدَ ثَمَانِيَةِ أَيَّامٍ وَجَاءَ عَبِيدُ اللَّهِ بْنِ
يَعْقُوبَ بْنِ خَفَاتَانَ بِمَالٍ جَدِيدٍ مِنَ الْخَلِيفَةِ تَجَاوَزَتْ
لَهُ فَا مَتَنَعَ مِنْ قَبُولِهِ فَاتَّخَذَ إِلَيْهِ الْأَمِيرُ فَلَمَّ

يَقْبُلُ فَاَخَذَهُ الْاُمَيْرُ فَقَرَّ فَلَمَّا عَلِيَ بَيْنَهُمَا وَاهْلِيهِ
وَقَالَ اِنَّكَ لَا يُمْكِنُ رَدُّهَا عَلَيَّ الْخَلِيفَةُ وَكَتَبَ الْخَلِيفَةُ
لَا هَلِيهِ وَاَوْلَادِهِ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ بِارْبَعَةِ اَلْفٍ دُرْهَمٍ
فَمَا نَعِيَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ الْخَلِيفَةُ فَقَالَ الْخَلِيفَةُ لَا بَدَّ
مِنْ ذَلِكَ وَمَا هَذَا اِلَّا لِيَوْمٍ لَدَيْكَ فَمَا مَسَكَ اَكْبُو
عَبْدُ اللَّهِ عَنْ مُمَارَعَتِهِ ثُمَّ اخَذَ يَلُومُ اَهْلَهُ
وَعَمَلَهُ وَقَالَ لِلْمِيرِ اَتَمَّا بَقِيَ لَنَا اَيَّامٌ قَلِيلَةٌ وَ
كَأَنَّا قَدْ نَزَلْنَا بِالنَّوْثِ فَاَتَمَّ جَنَّةً وَآمَّا اِلَى النَّارِ فَخَرَجَ
مِنَ الدُّنْيَا وَبَطُوْنَا قَدْ اخَذَتْ مِنْ مَالِ هُوَلَاءِ
فِي كَلَامٍ طَوِيلٍ يَنْفُظُهُمْ بِهِ فَاحْتَجُّوا عَلَيْهِ
بِالْحَدِيثِ الصَّحِيحِ مَا جَاءَكَ مِنْ هَذَا الْمَالِ وَانْتَ
غَيْرُ سَائِلٍ وَلَا مُسْتَفِيدٍ فَقُلْتُ اِنَّ ابْنَ عُمَرَ وَابْنَ عَبَّاسٍ
قَبْلَاجَوْا عِظَ السُّلْطَانِ فَقَالَ وَمَا هَذَا اَوْ ذَاكَ سَوَاءٌ
وَقَدْ اَعْلَمُ اَنَّ هَذَا الْمَالَ اخُذَ مِنْ حَقِّهِمْ وَلَيْسَ يَنْظَلُمُ
وَلَا جُنْدٌ لَكُمْ اَبَالٍ - بالبداية والنهاية جلد ثامن ۳۳۸ تا ۳۳۹

ماکان من امیر الامام احمد

ترجمہ: خلیفہ متوکل روزانہ امام احمد بن حنبل کے ہاں مختلف قسم کے پھل کھانے اور
برف وغیرہ بھیجتا تھا۔ جن کی قیمت تقریباً ایک سو بیس درہم کے برابر
ہوتی تھی۔ اور خلیفہ کا یہ خیال تھا کہ وہ اسے کھا لیتے ہوں گے۔
حالانکہ امام احمد نے بالکل اسے ہاتھ تک نہ لگایا ہوتا۔ بلکہ وہ روزہ
سے ہوتے۔ اسی حالت میں وہ آٹھ دن متواتر کھائے پیئے بغیر

آپ بیمار بھی نہ تھے۔ پھر اتنے دن گزرنے پر آپ کے بیٹے نے آپ کو
قسم دی کہ کھائیں نہیں تو آپ نے آٹھ دنوں کے بعد تھوڑے سے ستر
استعمال کیے۔ ایک مرتبہ عید النبی کیجئے خلیفہ متوکل کی طرف سے مزید مال
بطور انعام لے کر امام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے اسے قبول کرنے
سے انکار کر دیا۔ پھر امیر نے اسے قبول کر لینے کے لیے منت سماجت
کی لیکن آپ نے قبول کرنے سے معذرت کر دی۔ امیر نے وہ مال
لے کر آپ کے اہل و عیال پر تقسیم کر دیا۔ اور کہا کہ یہ نہیں ہو سکتا کہ یہ
مال واپس خلیفہ کے پاس لوٹایا جائے۔ خلیفہ نے امام کے اہل و عیال کے
لیے چار ہزار درہم ہر ماہ دینے کا حکم کر دیا۔ ابو عبد اللہ نے خلیفہ کو ایسا
کرنے سے روکا۔ لیکن خلیفہ نے کہا کہ یہ ضرور ہو گا۔ کیونکہ یہ امام صاحب
کی اولاد کے لیے ہے۔ اس پر ابو عبد اللہ چپ ہو گیا اس کے روکنے سے پھر امام صاحب
نے اپنے اہل و عیال کو ملامت کرتے ہوئے فرمایا۔ ہماری زندگی چند
دن کی ہے۔ ہم پر گویا موت آنا ہی چاہتی ہے۔ پھر یا تو جنت ٹھکانا ہو گا
یا دوزخ۔ ہم دنیا سے جائیں گے اور حالت یہ ہو گی کہ ہمارے
بیٹے ان لوگوں کے مال سے بھرے ہوئے ہوں گے۔ اس طرح ایک
طویل کلام کے ذریعہ آپ نے انہیں نصیحت فرمائی۔ انہوں نے یہ مال
قبول کرنے پر ایک حدیث سے استدلال کیا۔ وہ یہ کہ تمہارے پاس
اگر کہیں سے مال آتا ہے۔ اور تم محتاج ہو۔ لیکن اس کی طرف امید لگانے
والے نہیں ہو۔ تو اس سے لے لیا کرو۔ اور ابن عمر اور ابن عباس نے بھی ماک
وقت کا وظیفہ قبول کیا تھا۔ امام احمد نے فرمایا۔ یہ اور وہ برابر نہیں۔ اگر مجھے
علم ہو جائے کہ یہ مال حق ہے اور ظلم سے بچا ہوا ہے تو میں اسے لے لیتا۔

لمحہ فکریہ:

امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ کا فتویٰ اور اتباع شریعت کچھ حسین کریمین سے بڑھ کر نہیں۔ جب مشکوک مال کو اپنے تصرف میں لانے اور قبول کرنے سے امام احمد ایسے حضرات انکار کر رہے ہیں۔ تو قیاس کی بجائے کہ ایسے مال کو حسن و حسین رضی اللہ عنہما اپنی پاکیزہ شخصیات کس طرح قبول کرنے پر آمادہ ہوں گی؟ لیکن یہاں تو حسین کریمین نے بار بار امیر معاویہؓ سے تحفہ و ہدایا قبول کیے۔ خود خرچ کیے۔ تو اس سے معلوم ہوا۔ کہ یہ حضرات اس مال کو ناجائز یا حرام نہیں سمجھتے تھے۔ مختصر یہ کہ اگر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بقول مودودی بیت المال کو بے جا تصرف کرنے والے اور اسلامی طریقہ کے خلاف استعمال کرنے والے تھے۔ تو پھر اس طریقہ کی مخالفت کر کے امام حسن و حسین، عبداللہ بن عباس، جعفر بن عبداللہ، محمد بن حنفیہ اور عقیل بن ابی طالب ایسے حضرات کے بارے میں کیا کہو گے؟ لہذا یہ کہنا پڑے گا۔ کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا بیت المال میں تصرف شرعی اصول کے مطابق تھا۔ اور اسی وجہ سے یہ جلیل القدر حضرات اسے قبول کرنے میں کوئی باک محسوس نہ کرتے تھے۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

اعتراض سقیم

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے مسئلہ دیت کو تبدیل کر دیا (مودودی)

مولانا ابوالاعلیٰ مودودی نے جہاں اپنی اجتہادی صلاحیت کے زعم میں بہت سے اکابر صحابہ کرام خصوصاً خلفائے راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین کی ذوات عالیہ پر تنقید کی۔ اور بے سرو پا اختراعی باتوں کو ان کی طرف منسوب کرنے میں ذرا بھر جھجک محسوس نہ کی۔ وہاں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں مختلف پہلوؤں سے ان کی کمزوریوں بلکہ شریعت مطہرہ کی خلاف ورزیوں کو بھی بیان کیا۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر وہ دیت، کے مسئلہ میں مودودی صاحب رقم طراز ہیں۔

وہ حافظ ابن کثیر کہتے ہیں۔ کہ دیت کے معاملہ میں بھی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے سنت کو بدل دیا۔ سنت یہ تھی۔ کہ معاہدہ کی دیت مسلمان کے برابر ہوگی مگر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس کو نصف کر دیا۔ اور باقی نصف خود یعنی شروع کر دی (خلافت و ملوکیت ص ۳۱۶ تا ۱۷)

جواب: اس حوالہ میں مودودی صاحب نے کمال اجتہادی چالاک کی سے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ اور قول سے ثابت کر دکھایا۔ کہ آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی "دیت" کے مخالف، تھے۔ مولانا موصوف کا اکثر طریقہ یہی ہے۔ کہ وہ دوسروں کے کندھوں پر رکھ کر بندوق چلاتے ہیں۔ اور قارئین کو یہ بار کراتے ہیں۔ کہ مجھ سے بڑھ کر الزام تراشی بلکہ اتہام میں کوئی بھی محتاط نہیں ہے۔ خدا اپنی برادرت اور پاکدامنی بلکہ بھولے پن کو خود ان کی ایک تحریر سے دیکھیں۔ دو تمام بزرگان دین کے معاملہ میں عموماً، اور صحابہ کرام رض کے معاملہ میں خصوصاً

میرا طرز عمل یہ ہے کہ جہاں تک کسی محفل یا اول سے یا کسی معتبر روایت کی مدد سے ان کے کسی قول یا عمل کی صحیح تعبیر ممکن ہو۔ اسی کو اختیار کیا جائے۔ اور اس کو غلط قرار دینے کی جسارت اس وقت تک نہ کی جائے جب تک کہ اس کے سوا چارہ نہ رہے۔ (خلافت و ملوکیت ص ۳۰۸)

اس موخر الذکر اقتباس کی روشنی میں ہم مودودی صاحب کی اس عبارت یا الزام کے بارے میں کچھ باتیں کہنا چاہتے ہیں تاکہ واضح ہو سکے کہ مودودی صاحب کا طرز عمل خود ان کے بیان کے مطابق کہاں تک درست ہے؟

”ما فظ ابن کثیر کہتے ہیں“ یہ الفاظ ملاحظہ بتا رہے ہیں کہ اگلی عبارت کے قائل ما فظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ ہیں جس کو اردو کے جامہ میں مودودی صاحب نے خلافت و ملوکیت میں پیش کیا ہے۔ ابن کثیر نے کیا کہا؟ اُن کی اصلی عبارت ملاحظہ ہو۔

البدایۃ والنہایۃ:

وَقَالَ أَبُو الْيَمَانِ عَنْ شُعَيْبٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ مَضَتْ
السَّنَةُ أَنْ لَا يَرِثَ الْكَافِرُ الْمُسْلِمَ وَلَا الْمُسْلِمُ
الْكَافِرَ وَأَوَّلَ مَنْ دَرَسَ الْمُسْلِمَ مِنَ الْكَافِرِ
مَعَاوِيَةُ وَقَضَى بِذَلِكَ بَنُو أُمَيَّةَ بَعْدَهُ
حَتَّى كَانَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ فَزَجَعَ
السَّنَةَ وَاعَادَ هَشَامٌ مَا قَضَى بِهِ مَعَاوِيَةُ
وَبَنُو أُمَيَّةَ مِنْ بَعْدِهِ قَالَ الزُّهْرِيُّ وَمَضَتْ
السَّنَةُ أَنْ دِيَّةَ الْمُعَاهِدِ كَدِيَّةِ الْمُسْلِمِ
وَكَانَ مَعَاوِيَةُ أَوَّلَ مَنْ قَصَرَ هَذَا إِلَى التَّصْعِيقِ وَخَذَ
التَّصْفِيقَ لِنَفْسِهِ (البدایۃ والنہایۃ جلد ۱ ص ۱۳۹ وکھدہ ترجمہ معاویہ)

ترجمہ: ابو الیمان نے شعیب سے اور انہوں نے امام زہری سے بیان کیا کہ سنت (طریقہ دینی) یہ چلا آ رہا تھا کہ کوئی کافر کسی مسلمان کا اور کوئی مسلمان کسی کافر کا وارث نہیں ہوگا۔ اور سب سے پہلے جس شخص نے مسلمان کو کافر کا وارث قرار دیا۔ اور وہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے فیصلہ کے موافق بعد میں بنو امیہ بھی یہی فیصلہ کرتے رہے حتیٰ کہ جب حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کا دور خلافت آیا۔ تو انہوں نے پھر سے سنت کی طرف رجوع کر کے اُسے اپنا لیلہ اور ان کے بعد ہشام آیا۔ تو اس نے دوبارہ اسی طریقہ کو جاری کر دیا۔ جو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور بنو امیہ کا رہا تھا۔ اور امام زہری نے اسی سند کے ساتھ یہ قول بھی کیا ہے کہ سنت یہ چلی آ رہی تھی کہ معاہد کی دیت ایک مسلمان کی دیت کے برابر ہے۔ اور اس کو نصف تک کم کرنے والے سب سے پہلے شخص امیر معاویہ تھے۔ اور بقیہ نصف وہ خود لیا کرتے تھے۔

اصل عبارت اور اس کا ترجمہ ہم نے پیش کیا ہے۔ کیا اس عبارت میں ”دیت کے معاملہ میں بھی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے سنت کو بدل دیا؟ یہ جملہ ما فظ ابن کثیر نے کہیں کہا ہے۔؟ یا امام زہری نے اسے کہا ہے؟ فیانت یا دھوکہ و فریب کا یہ عالم کہ جو بات مصنف نے کہی ہی نہیں۔ وہ کمال ڈھٹائی کے ساتھ ان کی طرف دو ٹوک انداز میں منسوب کی جا رہی ہے۔ مودودی صاحب پر کئے گئے اعتراضات کے جوابات کا ٹھیکہ ”ملک غلام علی“ نے اٹھا رکھا ہے۔ وہ بھی اس بات کو گول مول کر گئے۔ بلکہ اس سے صاف کئی کترا گئے۔

علاوہ ازیں حوالہ مذکورہ ازاول تا آخر آپ ملاحظہ فرمائیں۔ صاحب البدایۃ اس کے ناقول ہیں۔ یعنی اصل قول وہ امام زہری کا ہے۔ جو بواسطہ شعیب اور ان سے

۱۔ ابراہیمان کے ذریعہ حافظ ابن کثیر تک پہنچا۔ حافظ ابن کثیر کا یہ اپنا قول نہیں ہے۔ جب امام ابن کثیر محض ناقل اور اصل قائل امام زہری ہیں۔ تو پھر اس تمام مقولہ عبارت کو اصل قائل یعنی امام زہری کی بجائے حافظ ابن کثیر کا قول قرار دینا کہاں کا انصاف اور کہاں کی دیانت ہے۔؟ ہم یہ تو نہیں کہہ سکتے کہ اتنے بڑے دانش ور کو مقولہ اور نقل کا فرق معلوم نہیں ہوگا۔ لیکن مغالطہ ہو جاتا ہے۔ آخر انسان ہے۔ اس لیے اس کو تسلیم کر لینے میں کوئی خفت نہیں ہونی چاہیے۔ لیکن ترجمان مودودی "ملک غلام علی صاحب" بھی چپ سا دھکے۔ نہیں نہیں وہ بولے بلکہ خوب بولے۔ لکھتے ہیں کہ "اس سے نفس مسئلہ پر کچھ اثر نہیں پڑتا" یعنی چلو حافظ ابن کثیر کا قول نہ سہی امام زہری کا ہی سہی۔ اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ کیونکہ اصل مسئلہ پھر ثابت ہی رہے گا۔ وہ یہ کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ مخالفت سنت تھے "ہم آگے چل کر بیاہ کریں گے۔ کہ یہ ان کی خوش فہمی بلکہ کج فہمی ہے۔ کہ اس سے نفس مسئلہ پر کچھ اثر نہیں پڑتا۔ ملک صاحب دراصل ایک معاصر کی (مولانا مودودی کی) مذکورہ عبارت پر تنقید کا جواب دے رہے ہیں۔ اور جواب میں وہ مصر ہیں۔ کہ البدایہ کی مذکورہ عبارت کے قائل امام زہری نہیں بلکہ حافظ ابن کثیر ہیں۔ یوں وہ مودودی صاحب کی تحریر دو حافظ ابن کثیر کہتے ہیں۔ "کو درست ثابت کرنے پر تیلے ہوئے ہیں۔ ملک صاحب دو بہ قال الزہری" کا معنی و مفہوم یہ بیان کرتے ہیں۔ کہ کافر و مسلمان کا باہم وارث نہ بننا ہی سنت چلی آرہی ہے۔ اور کافر کا مسلمان کو وارث بنانے کا معاملہ سب سے پہلے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے جاری کیا۔ اور ان کے بعد بنو امیر ہی فیصلہ کرتے رہے۔ پھر عمر و بن عبد العزیز نے دوبارہ سنت پر عمل شروع کر دیا۔ لیکن ہشام نے اگر سنت کی بجائے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے بعد آنے والے بنو امیر کے فیصلہ کو ہی اپنایا۔ اور یہی امام زہری کا قول ہے گویا ملک صاحب کے نزدیک امام زہری کا قول وہی ہے جو ہشام وغیرہ فیصلہ کرتے

رہے۔ یعنی مسلمان کافر کا وارث بن جائے۔ جو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے شروع کیا تھا۔ یہ وارثت درست ہے۔ اور میرا بھی یہی قول ہے۔ اب سوال یہ ہے۔ کہ اگر اسی فیصلہ کے قائل امام زہری ہیں۔ تو یہ فیصلہ ان کے نزدیک درست ہوا لیکن طرفہ تماشایہ کہ ملک صاحب بھی تسلیم کرنے کو تیار نہیں۔ بلکہ وہ تو یہاں تک کہتے ہیں۔ کہ امام زہری کے نزدیک حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ وغیرہ کا توریت مسلم کے بارے میں فیصلہ و بدعت "ہے۔ یہ خرابی اس وقت لازم آئی۔ جب ملک صاحب دو بہ قال الزہری، کے الفاظ سے قبل کی عبارت کو ابن کثیر کا مقولہ کہنے پر اصرار کیا۔ اور پھر اس عبارت میں درج مسئلہ کو امام زہری کا قول قرار دیا۔

بہر حال حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے امام زہری کا قول نقل فرمایا ہے مسئلہ زیر بحث چونکہ دو نصف دیت، کا ہے۔ اور البدایہ کی منقولہ عبارت کے آخر میں اسے بیان کیا گیا۔ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں امام زہری نے جو یہ الفاظ کہے۔ "و اخذ النصف لنفسه" دیت کا نصف وہ خود لیتے تھے۔ یعنی مقتول کے ورثہ کو نصف دیت دیتے۔ اور بقیہ نصف خود لیتے "و خود لینے" سے مراد کیا ہے؟ کیا آپ اُس نصف دیت کو اپنے ذاتی یا گھریلو مصارف پر خرچ فرماتے یا اس کا کوئی اور طریقہ تھا؟ البدایہ میں یہ روایت اجمالاً مذکور ہے۔ اس کی تفصیل امام بیہقی نے ان الفاظ سے بیان فرمائی۔

بیہقی:

كان معاوية اعطى اهل المقتول النصف والقی

النصف في بيت المال۔ (بیہقی جلد ۵ ص ۱۰۲)

باب دية اهل الذمة

ترجمہ ۱ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ دیت کا نصف مقتول کے ورثہ کو دیتے تھے۔ اور دوسرا نصف بیت المال میں جمع کر لیتے تھے۔ تو معلوم ہوا کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا بقدر نصف دیت کو خود لینے کا مطلب یہ ہے کہ وہ سرکاری بیت المال میں جمع کرتے تھے۔ جو بہر حال خلیفہ وقت کے زیر نگرانی ہوتا ہے۔ آپ اسے ذاتی مصارف پر استعمال نہیں فرمایا کرتے تھے۔ بلکہ بیت المال کے مصارف پر خرچ فرمایا کرتے تھے۔

ملک غلام علی کی مودودی کی طرف سے عجیب وکالت

”واقعہ یہ ہے کہ مؤرخین نے دوسرے مقابلت پر بھی امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور دوسرے بنو امیہ کے عائد کردہ غنائم و محاصل کے لیے دونوں طرف کے الفاظ استعمال کیے ہیں ایک ہی واقعہ میں کہیں ”و لِنَفْسِهِ“ کا لفظ ہے اور کہیں ”بیت المال“ کا لفظ اب اگر بیت المال کی پوزیشن فی الواقع امیر معاویہ اور آپ کے جانشینوں کے زمانے میں وہی ہوتی جو محمد نبوی اور خلافت راشدہ میں تھی۔ تب تو یہ کہا جاسکتا تھا کہ ہر جگہ ”و لِنَفْسِهِ“ سے مراد ”بیت مال المسلمین“ ہے۔ لیکن بیت المال اگر ذاتی اور سیاسی مقاصد و اغراض کے لیے بلا تامل اور بے دریغ استعمال ہونے لگے فرمانروا کے صرف خاص اور قوم کے بیت المال میں عملاً کوئی فرق نہ رہے اور مسلمانوں کا امیر بیت المال کے آمد و خرچ اور حساب و کتاب کے معاملہ میں مسلمانوں کے سامنے جوابدہ نہ رہے۔ تو پھر صورت حال الٹ جاتی ہے۔ اس صورت میں ”و اخذ لبیت المال“ بھی ”و اخذ لِنَفْسِهِ“ بن کر رہ جاتا ہے۔

(ترجمان القرآن ص ۱۰۷ تا ۱۱۱ جون ۱۹۹۹ء)

ملک صاحب نے ”وکالت“ کا حق ادا کر دیا۔ جو بیڑا ہی اس بات کا اٹھایا گیا۔ کہ مجھے بہر صورت تحریرات مودودی کو درست کر کے دکھانا ہے۔ تو پھر پیچھے ہٹنے کا کیا امکان؟ مودودی صاحب کی تحریروں کی روشنی میں ان پر حرف نہ آئے۔ نہ ان کی کوئی غلطی ثابت ہوئے۔ اگر ان کی عبارت کی تصحیح کی خاطر کسی صحابی پر الزام آتا ہو کسی تابعی کی توہین نہ ملتی ہو کسی صالح پر حرف نہ آتا ہو تو اس کی پروا نہیں، عبارت کو میسج اور درست قرار دینا لازم ہے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا ”بیت المال“ کو اپنے ذاتی مصارف اور سیاسی اغراض و مقاصد پر استعمال کرنے کا ملزم ٹھہرانا اگر بموجب حوالہ درست ہے۔ تو روافض کی کتب ان الزامات اور جرائم کے فہرست پیش کرنے میں کبھی نرم رویہ اختیار نہ کرتیں۔ کیا ملک صاحب تاریخ میں یہ اضافہ کریں گے۔ کہ وہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں ایسی تاریکیاں ہیں اور شواہد جمع کریں۔ جن سے یہ ثابت ہو جائے کہ ان کے دور میں دو بیت المال ”در اصل خلیفہ کے اپنے مقاصد اور اپنی اغراض کے پورا کرنے کا ایک بینک ہوا کرتا تھا۔ غریبوں کے صرف تام ہی تھا۔ جس طرح ان کی جماعت قربانی کی کھالیں اور دیگر عطیات نادار اور غریب طلباء کی ضروریات پورا کرنے کی غرض سے اکٹھا کر کے طلباء کو کتابوں کی بجائے کلاشنکوف اور دیگر مہلک اسلحہ خریدنے کے لیے دیتی ہے۔ شاید اسی پر قیاس کیا ہوگا۔

حاصل کلام: مودودی کے مذکورہ الزامات کا انداز بتلاتا ہے کہ اس کے عقائد میں شیعیت کا خمیر ہے۔ اس کی تائید بیت سے علماء نے کی ہے۔ بالخصوص ان علماء نے اس بارے میں کھل کر اظہار خیال کیا۔ جنہوں نے اس کی تصنیف ”خلافت و ملوکیت“ کا رد کیا۔ ان میں سے ایک حافظ صلاح الدین یوسف بھی ہیں۔ جو وفاقی شرعی عدالت حکومت پاکستان کے مشیر بھی ہیں۔ ان کے الفاظ یہ ہیں۔

حَافِظُ یُوسُفُ صَلاَحُ الدِّینِ

اہلِ حدیث کا مودودی کی کتابِ خلافتِ ملوکیت کے متعلق نظریہ

خلافت و ملوکیت کی شرعی و تاریخی حیثیت

مودودی صاحب نے کونسا طرزِ عمل اختیار کیا ہے۔ اس کا اندازہ کچھ مشکل نہیں۔ ہر صاحبِ علم و فکر خلافت و ملوکیت کا غیر جانبدارانہ نقطہ نظر سے مطالبہ کر کے ہماری اس رائے سے اتفاق کرے گا۔ کہ اس کتاب کا منطقی نتیجہ دوسرے طرزِ عمل کا ہے جس پر بڑی سے بڑی وکالت بھی پردہ نہیں ڈال سکتی۔ یہی وجہ ہے کہ اگر ایک طرف اس کتاب کے خلاف شدید اور ہمہ گیر اضطراب کی لہر اٹھی۔ اور ہر مکتبہ و فکر کے لوگوں نے اس کتاب کے خلاف شدید کراہت اور بیزاری کے جذبات کا اظہار کیا۔ اور اپنی اپنی استعداد کے مطابق اس پر علمی انداز میں تنقید کی۔ تو دوسری طرف شیعہ حضرات کے ہاں مسرت کی لہر دوڑ گئی۔ انہوں نے اس کتاب کو صحابہ کے خلاف سب و شتم قرار دیا۔ جیسا کہ مولانا کے مضمون کی اشاعت شیعہ ہفت روزہ "رضا کار" میں اس کا اظہار کیا گیا تھا۔

(خلافت و ملوکیت کی تاریخی و شرعی حیثیت ص ۵۵۹ مصنفہ حافظ یوسف صلاح الدین اہلحدیث)

خلافت و ملوکیت کی شرعی و تاریخی حیثیت

اس کتاب میں صحابہ کرام کے متعلق جو رویہ اختیار کیا گیا۔ حضرت عثمان غنی ہجرت امیر معاویہ حضرت عمرو بن العاص وغیرہم رضی اللہ عنہم معین کے متعلق جو جو ناگفتی باتیں کہی گئیں۔ وہ خالص شیعہ مکتبہ فکر کی ترجمانی کرتی ہیں۔ جو اعتراض آج تک حضرت شیعہ جلیل القدر صحابہ پر کرتے آتے ہیں۔ وہی اعتراضات اس کتاب میں بڑی خوبصورتی کے ساتھ چاندی کا غول پڑھا کر پیش کیے گئے ہیں۔ بنا برائیں شیعہ حضرات کے لیے نہ صرف اس میں کافی و بکثرت پیدا ہو گئی۔ بلکہ صحابہ کرام کو نشانہ سب و شتم بنانے کے لیے ان کے مؤثر ہتھیار بھی ان کے ہاتھ آ گئے۔

(خلافت و ملوکیت کی تاریخی و شرعی حیثیت ص ۵۷۳)

توضیح: حافظ صلاح الدین صاحب غیر مقلد مشیر شرعی عدالت پاکستان کی مذکورہ تحریر کا خلاصہ یہ ہوا کہ۔

۱۔ مودودی صاحب کی تحریرات نہ تو تاریخی اعتبار سے درست اور نہ ہی شرعی حیثیت سے صحیح ہیں۔ بلکہ جھوٹوں کا پلندہ ہیں۔

۲۔ اس کتاب میں مودودی صاحب نے حضرات صحابہ کرام پر وہی اعتراض اٹھائے جو عرصہ سے اہل تشیعہ کا معمول ہے۔

۳۔ صحابہ کرام پر لگائے گئے اعتراضات پر اہل تشیعہ خوش ہیں۔ کیونکہ مودودی نے ان کے دل کی بات لکھ دی۔

اس لیے ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ مودودی صاحب کے عقائد میں شیعیت موجود ہے بایں وجہ علمائے اہل سنت میں ان کا شمار نہیں کیا جاسکتا۔

فَاخْتَارُوا لِأَوَّلِي الْأَبْصَارِ

گستاخِ سوم

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں ایک

دیوبندی مولوی عبدالقیوم کی گستاخانہ تحریر

تاریخِ فواصیل:

(عبدالقیوم مولوی فاضل وفاق المدارس و دارالعلوم تعلیم القرآن راولپنڈی کی تصنیف دو جلدوں پر مشتمل ہے)

مندرجہ بالا کلام کی روشنی میں یہ بات معلوم ہو گئی ہے۔ کہ بغضِ ملی خلافتِ ملی کا انکار اور ملی علیہ السلام پر سب و ثتم کرنا شعائرِ نواصب میں سے ہے۔ رہی یہ بات کہ اس کا بندی اور بانی کون ہے۔ اس کا تفصیلی جواب تو جہتِ دوم میں ہی آئے گا۔ درست اتنا بتا دیتا ہوں۔ کہ سب افعالِ شنیعہ اور عقائدِ فہیمہ کا بانی معاویہ بن ابی سفیان ہے جسے اہل سنت غیر شعوری طور پر جلیل القدر صحابی سمجھے بیٹھے ہیں۔ (تاریخِ فواصیل جلد اول)

جواب:

گزشتہ اوراق میں ہم نے مودودی کی گستاخانہ تحریرات اور ان کے جوابات ذکر کیے۔ ان کے بعد اس نئے فاضل دشمنِ امیر معاویہ کی ہذیانات کا جواب دینے کی کوئی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ کیونکہ مودودی اور علوی کا ایک ہی نظریہ ہے۔ ہر دستِ یہاں اتنا بتانا ضروری ہے۔ کہ کچھ دیوبندی قلم بھی ایسے ہیں جو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے صحابی ہونے کو اہل سنت کا غیر شعوری عقیدہ قرار دیتے ہیں۔

اور یہ کتنے ظلم کی بات ہے۔ کہ جمہورِ اہل سنت کا یہ عقیدہ یعنی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ صحابیِ رسول ہیں۔ کتنا واضح اور روشن ہے۔ اس کا صاف صاف انکار کیا جا رہا ہے۔ اور اس جمہوری اور اجتماعی عقیدہ کو وہ اہل سنت کا غیر شعوری، عقیدہ کہا گیا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ایمان قبول کیا، آپ کے حکم سے وحی کی کتابت پر مامور ہوئے اور خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے بارے میں یہ دعا فرمائی۔ "اے اللہ! معاویہ کو کتاب و حساب کا علم عطا فرما اور عذاب سے بچا" (ذریعہ روایت امام احمد ابن حنبل میں عربی بن ساریہ رضی اللہ عنہ ذکر کی سیکھو) (الناہیہ مولفہ صاحبِ نبراس ص ۱۶) صحیح بخاری میں دعائیہ الفاظ یوں ہیں۔

اللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ هَادِيًا مَّهْدِيًا وَ اَهْدِ بِهِ النَّاسَ۔ اے اللہ! اسے ہادی اور مہدی بنا۔ اور لوگوں کو اس کے ذریعہ ہدایت عطا فرما۔ (مذکورہ دونوں احادیث پیش نظر رکھ کر غور کیا جائے۔ کہ اللہ تعالیٰ کے حبیب و محبوب صلی اللہ علیہ وسلم نے جو مستجاب الدعوات ہیں۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے لیے ہادی مہدی و وزغ سے بچنے اور لوگوں کے پیشوا ہونے کی دعا فرمائی۔ اور کتاب و حساب کی مہارت مانگی۔ ایک طرف یہ دعا اور دوسری طرف "اے اللہ! انہیں سرے سے مسلمان ہی نہ سمجھنا ان دونوں میں سے کس کی بات وزنی ہے۔ یقیناً سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ اقدس سے نکلنے والے کلماتِ تعریف ہی وزنی ہیں۔ لہذا علوی، سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کا منکر ہوا اور امیر معاویہ کی گستاخی کے ساتھ ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایذا کا مرتکب ہوا۔ اور

ان الذین یؤذون اللہ و رسولہ اللہ الخ کے مطابق ملعون قرار پایا۔ قارئینِ کرام اس قسم کے گستاخوں سے باخبر ہیں۔ آخر میں علوی وغیرہ کو جہاد چیلنج ہے۔ کہ جس طرح ہم نے شانِ امیر معاویہ پر احادیثِ صحیحہ پیش کی ہیں۔ اسی طرح

علوی ان کے نفاق، دوزخی ہونے پر کوئی ایک آدمی صحیح حدیث پیش کر کے
میں ہزار انعام وصول کرے۔ مذکورہ دو احادیث کے علاوہ اور بھی بہت سی
روایات ہم درج کر چکے ہیں۔ جن میں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا صحابی رسول ہونا
مذکور ہے۔ انہیں دوبارہ ذکر کرنے کی ضرورت نہیں۔

فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِيَ الْأَبْصَارِ

گستاخ چہارم

طاہر القادری کی سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں
دو عدد تنقیصی عبارات

۱۔ شہادتِ امام حسین رضی اللہ عنہ

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے انتقال کا وقت جب قریب آیا۔
تو انہوں نے اس خواہش کے پیش نظر کہ یہ حکومت اور خلافت میرے ہی خاندان
میں رہے۔ اپنی زندگی میں یزید کو ولی عہد نامزد کر دیا اور اس کی تخت نشینی کے لیے
راہ ہموار کرنے کی کوششیں شروع کر دیں۔

میں سمجھتا ہوں اور بتاتا ہوں اس بات کا اقرار اور اعلان کرتا ہوں کہ سیدنا حضرت
امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی یہ دوسری زبردست لغزش اور ہولناکی سیاسی غلطی تھی جس
نے تاریخ اسلام پر بڑے دور رس نتائج مرتب کیے اور امت مسلمہ کے سیاسی
تشخص کو خلافت سے الٹھا کر لوگوں کی گود میں دھکیل دیا۔ ہم ان دونوں غلطیوں
کو شرفِ مصابیت کے حوالے سے اجتہادی غلطیاں تسلیم کرتے ہیں۔

(شہادتِ امام حسین رضی اللہ عنہ اول مصنفہ طاہر القادری ص ۱۳)

(۲) محبتِ امام حسین رضی اللہ عنہ

حضرت امیر معاویہ ان کے دور حکومت کی نسبت ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے
صحابی ہونے کی وجہ سے حیا کو اور خاموشی کو فرض جانتے ہیں اور زبان کھولنے کو پسند
نہیں کرتے ہیں۔ اور گناہ سمجھتے ہیں لیکن آگے جب یزید کا باپ آحاب سے تو یزید پر سزاوار
لعنت بھیجتے ہیں جو کچھ میں نے عرض کیا۔ اہل سنت کی عقائد کی تمام کتابوں میں اور
ائمہ تاریخ ہمیشہ بیان کرتے چلے آئے ہیں۔ سیاست معاویہ کا قتنہ آج پیدا ہوا ہے

نقطہ اہل بیتِ پاک اور حسین کریمین اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کے خلاف بغض رکھنے کے لیے اس فتنے کو اُجاڑا گیا ہے

(۱) محبت حسین اور شہادتِ امام حسینؑ منصف طاہر القادری ص ۱۵ تا ۱۶

طاہر القادری کی مذکورہ دو عدد عبارات کا تنقیدی جائزہ

طاہر القادری کی مذکورہ دو عدد عبارات سے واضح طور پر ظاہر ہوتا ہے کہ اگر طاہر القادری کو یہ خوف نہ ہو کہ مجھے علماء اہل سنت شیعہ اور افضی کی طرف منسوب کریں گے تو وہ کھل کر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی شان میں تنقیص کرتا جیسا کہ اس کی دو عدد مذکورہ عبارات اس کی شاہد ہیں کہ وہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارہ میں وہی اپنے مافی الضمیر کو ظاہر کر رہا ہے کہ جو مودودی نے اپنی کتاب سیاست و ملکیت میں ظاہر کیا ہے۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے امت مسلمہ کے سیاسی تشخص کو خلافت سے الٹا کر ملکیت کی گود میں دھکیل دیا ہے۔ جس کی تردید ہم بالتفصیل کر چکے ہیں۔ اور طاہر القادری تو مودودی سے بھی بڑھ کر زبان کھول رہا ہے۔ کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی سیاست ایک فتنہ تھی جس کا واضح معنی یہ ہے کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی سیاست اگر فتنہ ہے تو پھر امیر معاویہ اس کے ساتھ موصوف ہوئے کیونکہ موصوف کے بغیر وجود نہیں رکھتی۔ تو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی ذات کو فتنہ کہنا یہ انتہائی جرأت ہے۔ اور جو یہ بار بار کہہ رہا ہے کہ امیر معاویہ کے خلاف زبان کھولنے سے صرف اس لیے حیاء آتی ہے کہ انہیں صحابی کہا جاتا ہے۔ تو یہ اس کا کہنا بھی بے معنی ہے۔ جبکہ وہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی ذات کو فتنہ کہہ رہے ہیں۔ تو پھر کون سی حیاء باقی رہ گئی ہے۔ اور پھر واضح الفاظ میں کہہ رہا ہے کہ میں بلا تامل اس بات کا اقرار اور اعلان کرتا ہوں۔ کہ

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ہوناک سیاسی غلطیاں کی ہیں لیکن مجھے انتہائی افسوس ہے کہ کاش طاہر القادری سلف صالحین اور اپنے اکابر شیخ عبدالمعتز محدث دہلوی اور مجددِ ملت ثانی وغیرہ کی تحریرات جو کہ انہوں نے سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی شان میں تحریر کی ہیں۔ ان کو سامنے رکھتے ہوئے ان کی اتباع کرتے۔ اور سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی شان و مناقب تحریر کرتے ذکر ان کی شان میں طعن و تنقیص کرتے اور اعلیٰ حضرت عظیم البرکت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب احکام شریعت حصہ اول ص ۵۵ کو اگر طاہر القادری صاحب پڑھ لیتے اور پھر اعلیٰ حضرت سے جو وہ اپنی عقیدت کا اظہار اور دعویٰ کرتے ہیں۔ پھر سیدنا امیر معاویہ کی ذات میں طعن و تنقیص نہ کرتے۔ کیونکہ اعلیٰ حضرت نے اس جگہ یوں لکھا ہے۔
وَمَنْ يَكُونُ مُقِطِعُونَ فِي مُعَاوِيَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَذَاكَ هُوَ
كَلَابِ الدِّهَانِ وَكَذَلِكَ جَوَامِيعُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ طَعْنُ كَرِهِي كَتُوبٍ مِنْ
أَيِّ كِتَابٍ۔ اور فقیر کے شیخ کامل پیر طریقت رہبر شریعت حضرت قبلہ سید
محمد باقر علی شاہ صاحب زریب نشین سجادہ عالیہ حضرت کیلیا نوال شریف کی
زبان اقدس سے میں نے کئی مرتبہ سنا ہے۔ کہ جو آدمی سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ
کی شان میں تنقیص کرنے والا ہے۔ اسے اللہ تعالیٰ ولایت عطا نہیں کرتا۔ یہ
بات وہ سنی ہوئی نہیں فرماتے بلکہ وہ اپنی خواب کا واقعہ ذکر فرماتے ہیں۔ کہ
جس کو میں پہلے تحفہ جعفریہ جلد اول میں نقل کر چکا ہوں۔ لیکن اس جگہ پھر وہ
نقل کر دیتا ہوں کیونکہ وہ واقعہ انتہائی نصیحت آمیز اور صراطِ مستقیم کے لیے
رہنما ہے۔ ملاحظہ ہو۔

غوثِ وقت قبلہ سیدی و سندی و مرشدی

سید محمد باقر علی شاہ صاحب

نجاوہ سیدنا عالیہ حضرت کی کیا نوالہ شریف صلح گو جہان لاکہ

روحانی اور سچا خواب

ایک دن بندہ مصنف حضرت کی کیا نوالہ شریف میں حاضر تھا۔ رات گئے تک صرف چند علماء کرام حضرت قبلہ صاحب کے پاس حاضر تھے۔ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں گفتگو کے دوران ایک عالم صاحب کہنے لگے کہ اس بات میں سے عوام تو کیا بعض پیرانِ عظام بھی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلاف ہیں۔ اس پر قبلہ حضرت صاحب نے فرمایا۔ آپ لوگ ہشانِ امیر معاویہ کتب سے بیان کرتے ہیں۔ اور اس پر دلائل قائم کرتے ہیں لیکن میں اپنی پختہ مٹی اور خود پروردگار کی بات بتلانا چاہتا ہوں۔ وہ یہ کہ ایک دن دس بجے دن ایک آدمی سے میں نے دورانِ گفتگو کہا۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مقابلہ کیا۔ اس میں انہوں نے بڑی زیادتی کی۔ اتنا کہا۔ اور اس کے ساتھ ہی میرے دل میں خیال آیا کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی شان میں میں نے غلط الفاظ کہے ہیں۔ اور مٹا اس کے ساتھ میرا روحانی فیض بند ہو گیا۔ سارا دن پریشانی میں گزار جب رات پڑی اور میں سو گیا خواب میں پرانی بیٹھک شریف دیکھی۔ قبلہ والدی ماجدی حضرت خواجہ نور الحسن شاہ صاحب خلیفہ مجاز حضرت شیر ربانی قبلہ میاں شیعہ شریعتی رحمۃ اللہ علیہ نے تمام زندگی اسی بیٹھک شریف میں روحانی سلسلہ جاری رکھا۔ اور یہیں وصال فرمایا۔ اچانک خواب میں ہی کسی بیٹھک شریف کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ دروازہ کھٹکھٹا دے کر کھولا۔ تو اچانک حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اندر تشریف لائے۔ آپ کے پیچھے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور

ان کے پیچھے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ تھے۔ تینوں حضرات اس طرح کھڑے تھے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دائیں طرف حضرت علی اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہما تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ خاموش کھڑے تھے جنت علی کرم اللہ وجہہ نے ناراضگی میں مجھے مخاطب ہو کر ارشاد فرمایا۔ بیٹھ کر امیر اور امیر معاویہ کا تھا۔ اس میں تمہیں دخل دینے کا کیا حق حاصل ہے؟ آپ نے یہی جملہ تین مرتبہ فرمایا میں نے معافی مانگی۔ لیکن کوئی جواب نہ ملا۔ پھر تینوں حضرات تشریف لے گئے۔ اس واقعہ کے چھ ماہ بعد تک زکوٰۃ حضرت قبلہ میاں صاحب شریعتی رحمۃ اللہ علیہ کی اور زکوٰۃ قبلہ والدی و مرشدی سرکار حضرت کی کیا نوالہ شریف کی زیارت نصیب ہوئی۔ اور ہر قسم کا روحانی فیض بند رہا۔ یہاں تک کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی۔ اور فیض کا سلسلہ جاری ہو گیا۔

مذکورہ واقعہ سے ان سید زادوں پیروں اور علماء کو عبرت حاصل کرنی چاہیے جو اہل سنت کے مقتدا کہلانے کے باوجود امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر تحقیق کرتے ہیں۔ ایسوں کو روحانی فیض کیا مل سکتا ہے۔ اور پھر مجھے اس بات کی سمجھ نہیں آتی کہ اہل القادی کو جو روحانی مقتدا کہلاتے ہیں ان کو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی ذات نقضہ اور خشن خطاوں سے تلوت تو نظر آئی ہے مگر جو دشمن صحابہ خمینی ہے۔ اس میں ظاہر القادری کو کوئی نقص نظر نہیں آیا۔ اور اس کی تعریف میں لوٹے وقت بروز جمعرات ۳ ذی القعدہ ۱۴۱۹ھ ۸ جون ۱۹۹۸ء میں اس عنوان کے ساتھ خمینی کی تعریف کی دوا خمینی کا جینا علی کی طرح اور مرنا جین کی طرح ہے۔

قارئین کرام ظاہر القادری کے مذکورہ عنوان کو پڑھ کر سمجھنے والا یہ بھی سمجھتا ہے کہ جس طرح اسلام میں حضرت علی المرتضیٰ کے ارنامے ہیں جو نصوص سے ثابت ہیں اور ان کی تائید بحیثیت احادیث و آثار سے ہوتی ہے۔ اس طرح خمینی کے بھی

اسلام میں عظیم کارنامے ہیں۔ لہذا وہ بھی انہی فضائل و مناقب کا حق دار ہے۔ اور جس طرح امام حسین رضی اللہ عنہ نے اسلام کی خاطر عام شہادت نوش فرماید اسی طرح خمینی بھی اسلام زندہ رکھنے کے لیے شہادت سے سرفراز ہوا۔ تو جس طرح حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اعلیٰ درجہ کے شہید تھے اسی طرح خمینی بھی عظیم شہید ہے جسے طاہر القادری دو امام کہہ رہا ہے۔ اور جس کی شان میں مذکورہ الفاظ کہے۔ یہی وہ خمینی ہے کہ جس نے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی توہین کرتے ہوئے یوں کہا ہے۔ وہ جتنی قربانیاں میرے ماننے والوں نے دی ہیں۔ یہ قربانیاں صحابہ رسول بھی نہیں کر سکے، بلکہ اس نے اپنی مشہور کتاب کشف الاسرار ص ۲۱ میں ہرقاری کو یہ مشورہ دیا ہے۔ کہ حق و باطل کے امتیاز کے لیے بلا قریب جلی کی کتب کا مطالعہ ضروری ہے۔ اس نے اسی صفحہ پر دو حق الیقین، کا بار بار ذکر کیا۔ کہ حق و باطل کے امتیاز کے لیے بلا قریب جلی کی کتاب ”حق الیقین“ کا مطالعہ ضروری ہے۔ حالانکہ اسی کتاب میں حق الیقین کا بار بار حوالہ دیا گیا۔ ان میں سے ایک جگہ لکھا۔ کہ امام قائم (امام مہدی) جب دنیا میں آئیں گے۔ عائشہ رازنہ کو کندناؤں اور زہر بند۔ یعنی حضرت عائشہ کو دوبارہ زندہ کر کے ان پر حد جاری کریں گے۔ (ص ۲۱۹ باب پنجم در بیان اثبات رجعت)۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں لکھا۔ ابو بکر و عمر اس امت کے رفیق و ہامان ہیں۔ جنہوں نے آل محمد کا حق غصب کیا۔ ان کو بھی امام مہدی زندہ کریں گے۔ اور قتل کریں گے۔ اور عذاب دیں گے۔ (باب پنجم ص ۲۱۶)

قارئین کرام! خود فیصلہ کریں۔ کہ یہی وہ خمینی ہے۔ جو شیعہ عقیدہ رجعت کا معتقد ہے۔ اور اس کا یہ بھی عقیدہ ہے۔ کہ امام مہدی دوبارہ آئیں گے۔ اور اکرام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ کو زندہ کر کے ان پر حد لگائیں گے۔ اور ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما اس امت کے فرعون و ہامان ہیں۔ اس خمینی کے طاہر القادری

امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت اور علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی ولایت کا وارث کہہ رہا ہے۔ طاہر القادری نے خمینی کی مذکورہ تقریف کر کے کیا ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا دل نہ دکھایا۔ اور ان کی ناراضگی مول نہ لی۔ میں کہتا ہوں۔ کہ ان حضرات کو اذیت و دکھ پہنچانا اصل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیت دینا ہے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیت پہنچانا اللہ تعالیٰ کو تکلیف دینا ہے۔ تو جس نے اللہ اور اس کے رسول کو دکھ دیا۔ اس کا حشر کیسا ہو گا؟ تو معلوم ہوا۔ کہ طاہر القادری کا جو عنوان ”امام خمینی کا جینا علی“ اور مرزا حسین کی طرح ہے (وہ اس قدر گستاخی پر مبنی ہے۔ کہ جس کی وجہ سے اس کے سارے اچھے اعمال اکارت گئے۔ اور آخرت بھی برباد کر بیٹھا۔ اور بارگاہ صدیقی، فاروقی اور نبوی سے مردود ہو گیا۔

سیدنا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی محبت اور وفار و عظمت سے حقیقت طاہر القادری کا سینہ بالکل خالی ہے۔ بلکہ اس کی جگہ عداوت و کدورت اور بغض سے اس کا دل بھر چڑھا ہے۔ بعض علماء اہل سنت کی گرفت کا خوف اسے زبان کھولنے سے روک رہا ہے۔ ورنہ وہ بے لفظوں دل کی بات کہہ گیا ہے۔ جیسا کہ اس کی کتاب ”دشمنان حسین“، اگر اہی دے رہی ہے۔ اور ہمارے خیال کی تائید کرتی ہے۔

شہادت حسینؑ

جب ہم واقعہ کربلا کا تصور کرتے ہیں تو ہمیں معاویہ یاد آ جاتا ہے۔ (شہادت حسین

ص ۵۲ مصنفہ طاہر القادری)

اب رہی یہ بات کہ واقعہ کربلا کے ساتھ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا یاد آ جانا کس نوعیت کا ہے۔ انداز تحریر بتا رہا ہے۔ کہ ان کی یاد ایک مجرم اور شہادت امام حسین رضی اللہ عنہ کا اصلی سبب کے طور پر آتی ہے۔ لہذا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا واقعہ

کہ بلا کے ساتھ تصور کسی عزت و احترام اور عظمت کے طور پر نہیں بلکہ ایک سازشی دشمن اہل بیت اور فاسق و فاجر کے طور پر آتا ہے۔ طاہر القادری کی یہ تحریر یہ اس بات کی واضح نشاندہی کرتی ہے کہ اس کے دل میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا قطعاً ادب و احترام نہیں۔ اسی لیے اس کا یہ کہنا کہ ”شرف صحابیت ہمیں مانع ہے“ یہ بھی ایک عذر رنگ سے کم نہیں۔ اگر شرف صحابیت واقعی ان کی توہین سے مانع ہوتا تو وہ شہادت حسینؑ نامی کتاب کی مذکورہ عبارت لکھتے وقت اس شرف کا لحاظ و خیال کدھر گیا۔

قارئین کرام! حضرت عمرو بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ ایسی شخصیت جو عظیم الشان ہے۔ انہوں نے بھی سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی کوئی گستاخی یا زیادتی کی نشاندہی نہ کی۔ بلکہ گستاخان امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو کوٹے لگوائے۔ ان کا یہ طرز عمل بتاتا ہے۔ اور واضح شہادت دیتا ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا زمانہ قریب ہونے کے باوجود انہیں تو کوئی عیب یا گستاخی نظر نہ آئی۔ اور چوداں سو سال کے لگ بھگ گزرنے کے بعد جن لوگوں کو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی گستاخیاں نظر آنے لگیں۔ اور تحریر و تقریر میں ان کی شان میں نازیبا اور گستاخانہ انداز اپنایا۔ کیا ان لوگوں کی بات کا کوئی وزن ہو سکتا ہے؟ اور کیا ان کے بغض و عداوت سے بھرے الفاظ اس کی دلیل بن سکتے ہیں۔ کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر لعن طعن کیا جانا درست ہے؟ ہر ذی عقل اور ہر ذی علم اس کے خلاف فیصلہ ہی کرے گا۔ اور قرآن و حدیث کی روش سے وہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو اعلیٰ جنتی قرار دے گا۔ جیسا کہ اس سے پہلے اکی تفصیل سے ہم بیان کر چکے ہیں۔ اس لیے ایسی شخصیت کے خلاف نازیبا الفاظ اور گستاخانہ طرز اختیار کرنا اپنی بدقسمتی بلکہ ازلی بد بختی کی علامت ہی ہو سکتا ہے۔

خلاصہ کلام:

طاہر القادری اہل سنت اور اسی طرح وحید الزمان اہل حدیث اگرچہ اپنے آپ کو محب صحابہ رضی اللہ عنہ کہلاتے ہیں۔ مگر ان کے دلوں میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے والد ماجد حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کے خلاف بغض و عداوت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے۔ جس کا واضح ثبوت خود ان کی تحریرات سے ملتا ہے لکھتے ہیں۔ ”ان کا صحابی ہونا مانع ہے کہ ہم ان کے حق میں کچھ کہیں“ مطلب یہ کہ آپ کا صحابی ہونا ہمیں زبان کھولنے سے روک رہا ہے۔ اور لعن طعن کرنے سے صرف صحابیت آڑے آرہی ہے۔ ورنہ ہم وہی کچھ کہتے۔ جو دشمن کہا کرتے ہیں گویا ان کے سینوں میں عداوت کی آگ جل رہی ہے۔ جب کہ طاہر القادری نے شہادت حسینؑ ص ۵۲ پر لکھا ہے کہ جب ہم واقعہ کربلا کا تصور کرتے ہیں تو ہمیں معاویہ رضی اللہ عنہ یاد آ جاتا ہے۔ یعنی ہمیں اس قدر غصہ آ جاتا ہے کہ گویا قاتل معاویہ ہی ہیں یاد ہے کہ امام اہلسنت مولانا احمد رضا خان فاضل بریلوی نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے گستاخوں کے بارے میں لکھا ہے۔ کہ ان کا دشمن اور گستاخ دوزخی کتا ہے۔ یہ فتوے خاص کر طاہر القادری کو پڑھنا چاہیے۔ حقیقت یہ ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر لعن طعن کرنے والا اور آپ کی تنقیص کرنے والا اہل سنت کا فرد ہرگز ہرگز نہیں ہو سکتا۔ یہ فیصلہ مجدد الف ثانی کا بھی ہے۔ اور اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کا بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ حضرات صحابہ کرام سے عداوت اور بغض سے ہر مسلمان کو محفوظ رکھے۔ آمین۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

گستاخ پنجم

وَحِيدُ الزَّمَانِ

الحدیث کی امیر معاویہؓ کی شان میں تنقیص
تیسیر الباری:

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا نام مخرب بن حرب بن امیر بن عبد شمس بن عبد مناف
ان کے والد ابوسفیان تھے۔ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ہر جنگ
کرتے رہے۔ آخر میں مجبور ہو کر مسلمان ہو گئے۔ وہ اویسؓ آنحضرت کے فتنی
بھی تھے۔ ۶۵ھ میں دمشق میں مرے۔ بیاضی رال کی عمر پائی۔ ام بخاری
نے اور بابوں کی طرح یوں نہ کہا کہ معاویہؓ کی فضیلت۔ کیونکہ ان کی فضیلت
میں کوئی حدیث صحیح نہیں آئی۔ امام نسائی اور اسحاق بن راہویہ نے ایسا
ہی کہا۔ مترجم کہتا ہے صحابیت کا رب ہم کو اس سے مانع ہے کہ ہم
معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں کچھ کہیں لیکن سچی بات یہ ہے کہ ان کے دل
میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت کی الفت اور محبت نہ تھی۔
جب امام حسن رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا۔ تو کیا کہنے لگا۔ ایک انگارہ تھا

جس کو اللہ نے بجا دیا۔ ان کا باپ ابوسفیان ساری عمر آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم سے لڑتا رہا یہ خود حضرت علی رضی اللہ عنہ سے لڑے۔

(تیسیر الباری شرح البخاری مصنفہ وحید الزمان غیر مقلد جلد سوم
ص ۵۸۷ پارہ چودھواں کتاب المناقب باب ذکر معاویہ
رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

تقرید:

وحید الزمان کا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں
یہ کہنا کہ ان کی فضیلت میں کوئی صحیح حدیث نہیں یہ اصول حدیث کے اعتبار سے
بالکل بے معنی اور فضول کلام ہے۔ کیونکہ فضائل کے لیے صحیح حدیث کا ہی ہونا
کس نے ضروری قرار دیا ہے؟ ہم اسی کتاب میں یہ امر واضح کر چکے ہیں کہ فضائل
میں "ضعیف حدیث" بالاتفاق معتبر ہوتی ہے۔ اس کے خلاف تنقیص اور
جرح کے لیے صحیح حدیث کا ہونا ضروری ہے۔ اب اس قاعدہ کو پیش نظر
رکھا جائے۔ تو وحید الزمان کی یہ عبارت دو سچی بات یہ ہے کہ ان کے دل
میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت کی الفت اور محبت نہ تھی۔ جب
امام حسن رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا تو کیا کہنے لگا کہ ایک انگارہ تھا جس کو اللہ نے
بجا دیا، کون سی صحیح روایت سے ثابت ہے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ
کی فضیلت کے لیے صحیح حدیث نہ ہونے کا بہانہ ذکر کیا اور آپ کی اہل بیت
سے الفت و محبت کی نفی پر جو جرح کے ضمن میں لایا ہے۔ کوئی صحیح حدیث
پیش نہ کرنا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے دل میں حضرت امیر معاویہؓ

کالغض اور آپ کی دشمنی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے۔ جس کی وجہ سے اسے فضائل میں تو کوئی صحیح حدیث نظر نہ آئی مگر تنقیص میں ایک بے اصل روایت بطور حجت و دلیل پیش کر دی۔ اس روایت سے یہی ثابت کیا گیا کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دل میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اکل پاک کی محبت والفت بالکل نہ تھی۔ بلکہ ان کے آپ دشمن تھے۔ خود و حید الزمان کا اندازِ علم ملاحظہ ہو۔ وہ ان کا باپ ابوسفیان ساری عمر آنحضرت سے لڑتا رہا، کاکش اس نام نہاد سنی اور بغیر مقلد کے ذہن میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ اقدس سے نکلنے الفاظ کا پاس ہوتا۔ تو کبھی بھی یہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی شان میں یوں ہرزہ سرائی نہ کرتا۔ سرکارِ ابد قرار صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے۔ "و اسلام ان تمام گنہگار سابقہ کو مٹا دیتا ہے۔ جو اسلام لانے سے قبل سرزد ہوئے ہوں" اس ارشادِ گرامی کے ہوتے ہوئے پھر حضرت ابوسفیان اور ان کے فرزند جلیل حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہما کے پچھلے افعال کو کریدنے کی کیا ضرورت تھی؟ اگر اسلام لانے سے قبل کے حالات کو دیکھا جائے۔ تو بہت سے جلیل القدر صحابہ کرام ایسے ہیں جنہوں نے اپنے زمانہ کفر میں دل بھر کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کی۔ حضرت خالد بن ولید ایسے نامور سپہ سالار کامنی کتابوں میں محفوظ ہے۔ غزوہٴ احد میں وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابل تھے۔ حتیٰ کہ آپ کے دندانِ مبارک کے ٹکستہ ہونے کا سبب بھی یہی بنے تھے۔ بلکہ شتر کے قریب مجاہدِ کرام کی شہادت ان کے حملہ کی وجہ سے ہوئی تھی۔ تو کیا ان کی ان سابقہ باتوں کو تیر نظر رکھ کر حید الزمان ان کے متعلق بھی یہ کہے گا۔ کہ یہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمن تھے۔ اسی طرح حضرت وحشی نے امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کو شہید کیا۔ پھر شہرِ باسلام ہوئے۔ ان کے بارے میں حضرت مجددِ اہل ثانی رحمۃ اللہ علیہ

فرماتے ہیں۔ کہ ان اوسنے صحابی کے درجہ کو حضرت اوس قرنی نہ پہنچ سکے۔ لیکن حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں جب ہم کتبِ احادیث و سیرت کا مطالعہ کرتے ہیں۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ اقدس سے ان کے لیے یہ دعا مانگی ہوئی ملتی ہے۔ **اللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ هَادِيًا وَ مَهْدِيًا۔ اے اللہ!** امیر معاویہ کو ہادی اور مہدی بنا۔ علاوہ ازیں کثیر روایات آپ پڑھ چکے ہیں۔ جن میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے "و امین" قرار دیا ہے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرمایا کہ امیر معاویہ کو وحی کی کتابت پر مامور کرو۔ کیونکہ وہ امین ہیں۔ ان تمام فضائل کو الگ رکھیں۔ اور صرف فاتحِ قبریں اور قسطنطنیہ ہونا ہی سامنے رکھیں۔ اور پھر حدیثِ نبوی میں اس معرکہ اور جہاد کے متعلق جو شانِ بیان ہوئی اسے سامنے رکھا جائے۔ تو بالکل عیاں ہو جاتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہِ اقدس میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا کیا مقام و مرتبہ تھا۔

فتحِ قبرص کے متعلق حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کی پیش گوئی

فتحِ قبرص کو فتحِ قسطنطنیہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ یہ وہی معرکہ ہے جس کے متعلق سرکارِ دو عالم حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیش گوئی ہے۔ کہ جو اس معرکہ میں شامل ہوگا۔ اس ہر غازی کے لیے جنت واجب ہے۔ اس کو فتح کرنے والے لشکر کے سپہ سالار حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ تھے۔ اس لیے ان کے جنتی ہونے کا فیصلہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمادیا۔ صحیح بخاری میں اسنادِ صحیحہ کے ساتھ اس کو امام بخاری نے یوں ذکر

کیا ہے۔

بخاری شریف:

حَدَّثَنِي ثَوْبَانُ بْنُ يَزِيدَ عَنْ خَالِدِ بْنِ مَعْدَانَ
أَنَّ عُمَيْرَ بْنَ الْأَسْوَدِ الْعَنْسَبِيَّ حَدَّثَهُ أَنَّكَ
أَتَيْتَ عُبَادَةَ بْنَ الصَّامِتِ وَهُوَ نَازِلٌ
فِي سَاحِلِ حَمُصَ وَهُوَ فِي بَنَاءٍ لَهُ وَ
مَعَهُ أُمْرٌ حَرَامٌ قَالَ عُمَيْرٌ فَحَدَّثْتُنَا
أَمْ حَرَامٌ أَمْ أَنْتُمْ سَمِعْتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ يَقُولُ أَوَّلُ حَيْشٍ مِنْ أُمَّتِي يَغْزُونَ
الْبَحْرَ قَدْ أَوْجَبُوا قَالَتْ أَمْ حَرَامٌ قُلْتُ يَا رَسُولَ
اللَّهِ أَنَا فِيهِمْ قَالَ أَنْتَ فِيهِمْ۔

(بخاری شریف جلد اول ص ۴۴۹، ۴۵۰)

باب ما قيل في قتال الروم - بارہ

مطبوعہ مجمع المطابع کراچی

ترجمہ:

(بکثرت اسناد) عُمیر بن اسود غسانی بیان کرتے ہیں۔ کہ وہ حضرت عبادہ
بن الصامت رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوئے۔ اس وقت حضرت
عبادہ ساحل حمص پر واقع اپنے مکان میں قیام پذیر تھے۔ ان کے ساتھ
ام حرام رضی اللہ عنہما بھی تھیں۔ عُمیر کہتے ہیں۔ ہمیں جناب ام حرام نے
حدیث سنائی۔ کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ کہتے

سنا۔ کہ میری اُمّت کا سب سے پہلا لشکر جو دریا کی لڑائی لڑے گا۔ ان سب
کے لیے جنت واجب ہو چکی ہے۔ ام حرام کہتی ہیں۔ میں نے عرض
کیا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا میں بھی اس لشکر میں ہوں گی فرمایا
ہاں تو بھی اس میں ہوگی۔

مذکور حدیث کی تشریح و تفسیر کرتے ہوئے علامہ بدر الدین عینی فرماتے ہیں:-

عمدة القاری:

قَوْلُهُ (أَوَّلُ حَيْشٍ مِنْ أُمَّتِي يَغْزُونَ الْبَحْرَ) أَرَادَ
بِهِ حَيْشَ مُعَاوِيَةَ وَقَالَ الْمُهَلَّبُ مُعَاوِيَةُ
أَوَّلُ مَنْ غَزَا الْبَحْرَ وَقَالَ ابْنُ جَرِيرٍ
قَالَ بَعْضُهُمْ كَانَ ذَلِكَ فِي سَنَةِ
سَبْعٍ وَعِشْرِينَ وَهِيَ غَزْوَةُ قَبُوصَ
فِي زَمَنِ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ رَضِيَ اللَّهُ
تَعَالَى عَنْهُ وَقَالَ الْوَاقِدِيُّ كَانَ
ذَلِكَ فِي سَنَةِ ثَمَانٍ وَعِشْرِينَ وَ
قَالَ أَبُو مَعْشَرَ غَزَاهَا فِي سَنَةِ
ثَلَاثٍ وَثَلَاثِينَ وَكَانَتْ أُمْرٌ حَرَامٌ
مَعَهُمْ وَقَالَ ابْنُ الْجَوْزِيِّ فِي جَامِعِ
الْمَسَانِيدِ أَنَّهَا غَزَتْ مَعَ عُبَادَةَ بْنِ
الصَّامِتِ فَتَوَقَّصَتْهَا بَغْلَةَ وَشَهْبَاءُ
فَتَوَقَّعَتْ فَمَاتَتْ وَقَالَ هَشَامُ بْنُ

عَمَّارٌ رَأَيْتُ قَبْرَهَا وَوَقَفْتُ عَلَيْهِ
بِالسَّاحِلِ بِغَاقِيسٍ
قَوْلُهُ (فَدَاؤُجِبُوا) قَالَ بَعْضُهُمْ رَأَى وَجَبَتْ
لَهُمُ الْجَنَّةُ قُلْتُ هَذَا الْكَلَامُ لَا يَقْتَضِي
هَذَا الْمَعْنَى وَإِنَّمَا مَعْنَاهُ أَوْجِبُوا اسْتِحْقَاقَ
الْجَنَّةِ

(عمدة القاری شرح صحیح البخاری

جزء ۱۲ صفحہ نمبر ۱۹۸ / مطبوعہ بیروت

طبع جدید)

ترجمہ :- حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد فرمانا کہ "سب سے پہلا لشکر جو
دریا کی لڑائی لڑے گا، آپ کی مراد اس سے حضرت معاویہ کا لشکر ہے
مہلب کہتے ہیں کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ہی وہ پہلے شخص ہیں۔
جنہوں نے دریا کی لڑائی لڑی۔ ابن جریر کہتے ہیں بعض حضرات کا کہنا
ہے کہ لڑائی ۲۷ ہجری میں ہوئی۔ اور یہی غزوہ قبرص ہے جو حضرت
عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں واقع ہوا۔ واقعہ یہ ہے کہ
یہ جنگ ۲۸ ہجری میں ہوئی۔ ابو منہر کے قول کے مطابق یہ سن ۳۲ ہجری
میں لڑی گئی۔ ام حرام رضی اللہ عنہا اس لشکر کے ساتھ تھیں۔ ابن
الجزری نے جامع المسند میں کہا کہ ام حرام رضی اللہ عنہا نے حضرت
عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ کی میست میں جنگ لڑی۔ چنانچہ
انہیں نیچے گرا دیا۔ اور وہ گرتے ہی انتقال کر گئیں۔ ہشام ابن عامر
کہتے ہیں میں نے ام حرام رضی اللہ عنہا کی قبر کی زیارت کی۔ وہاں

کچھ دیر کھڑا بھی رہا۔ وہ فاقیس کے ساحل پر واقع ہے۔
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا کہ "ان کے لیے واجب ہو گیا"
بعض حضرات نے اس کی تشریح میں کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے
ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ ان کے لیے جنت واجب ہو گئی ہے
میں (علامہ مینی) کہتے ہوں کہ یہ کلام اس معنی کا تقاضا نہیں کرتا۔
بلکہ معنی یہ ہے کہ وہ لوگ لازمی جنت کے حق دار ہو گئے۔

تلخیص کلام :-

جنگ قبرص یا قسطنطنیہ میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ایک عام فوجی
کی حیثیت سے شریک نہ ہوئے۔ بلکہ اس جنگ کے شرکار کی کمان حضرت
حضرت امیر معاویہ کے ہاتھ میں تھی۔ ان کے ساتھ ان کی بیوی اور بچے بھی تھے۔ کیونکہ قبرص
پر حملہ کرنے کے لیے جب انہیں مشروط اجازت دی گئی تو اس شرط کے مطابق بال بچے بھی
آپ کے ہمراہ تھے۔ اللہ تعالیٰ نے دریائی اور سمندری لڑائی کی ابتداء کے لیے جس شخصیت کو
منتخب کیا۔ وہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ہی تھے۔ اس فتح سے کثیر تعداد میں مال فنیبت
اور بہت سے غلام وغیرہ ہاتھ آئے۔ اور بہت سا جزیہ ملک اسلامیہ کو وصول ہوا۔
حدیث مذکور میں جب جنگ قبرص میں ہر شریک کے لیے جنت کا وجوب یا استحقاق
وجوب کا مژدہ سنایا گیا۔ اور وہ بھی اس زبان اقدس سے کہ جن کی زبان سے وحی بولتی
ہے۔ تو اس جنگ کے فوجیوں کے سپہ سالار کے لیے کون سی کسر رہ جائے گی۔ کہ انہیں ان
سب سے علیحدہ کر کے جنتی ہونے سے محروم کیا جاسکے۔ تو جب حضرت امیر معاویہ رضی
اس حدیث کے بموجب جنتی ٹھہرے۔ اور انہی کی بدولت وہ علاقہ زیر نگین آیا۔ ایسے شخص کے
ایمان اور جذبہ جہاد کے متعلق کسے شک ہو سکتا ہے۔
اس واقعہ کی تفصیل شیعہ مؤرخان الملک مرزوقی کی کتاب تاریخ التواریخ ملاحظہ فرمائیں۔
ناسخ التواریخ: معاویہ بن ابی سفیان بسوئے عثمان نامہ کو کہ ولایت روم ہاشام

چنان نزدیک است کہ بامداد از دوسو گئے بانگ خروسان و آواز
مرغان شنودہ شود و ایک آب دریا از موج بہمناک باز نشدہ و از جنبش
ہائل ساکن گشتہ اگرخصت رود بجانب جزیرہ قبرص کفنی کنہ و آل محال
کہ از مال و مویشی آگندہ است فرو گیرم عثمان وہ پاسخ نوشت کہ عمر بن
الخطاب ہرگز اجازت نمیکرد کہ مسلمانان آب دریا عبرہ کنند مرا نیز کہ ہمت
می آید اگر تو را این کار موافق افتادہ و سلامت این سفر را قی می باشی زن
و فرزند خود را نیز با خوشتن در کشتی حمل میدہم و صدق عقیدت تو مرا مکشوف افتد
چون معاویہ این پاسخ بشنید فتح قبرص را تصیم عزیم داد و عبداللہ بن
قیس را برگزید

بفرمود کشتیہا در عقب فراہم آوردند و لشکر را وجیبہ بلاد و بازن و فرزند بعد آمد
دور و دور آنجا بود و روز سیم بعد از نماز جمعہ کشتی در رفتند اما عبداللہ بن قیس
کہ از پیش در آب رانندہ بود از کشتی بساحل دریا بیرون شد تا گراز را فی روم
خبری باز داند زنی را نگریست کہ با در یوزگی روز گزارد و او را در می چند عطار
کرد و آن زن برفت بمیان وہ مردم را آگہی برد کہ این مرد کہ با لشکر دریائی نورد
و اینک بکن رہایتادہ گروہی بہ شتاب متافتن کردند عبداللہ را مجال
بدست نشد کہ کشتی برگزید و او را برگرفتند و بکشند۔

این خبر را بمسلمان بردند معاویہ بدان نگرہست ہم چنان بازن
و فرزند و تمامت سپاہ با دولیت و بست کشتی و زورق طے طریق میکرد
تا گاہی بادی مخالفت جنبش کرد و دریا مضطرب شد و زور قہا کشتیہا از
یکہ بگرد و رفتند زن معاویہ سخت ترسید و کلیای ملاح را بخواند
و گفت اسے کیل کشتی را بختی نگاہدار کہ مرا تاب و طاقت رفتہ است

کیا بخندید و گفت اسے زن دریا فرمان کس نبرد و جز خدا کے راہیں
کار دست نباشد۔ صبر میکن کہ جنود بر مصوری نہادن چارہ بیست۔

بالجواب ابیستاد و موج پنج شست و مسلمانان سلامت شدند و این
ہنگام زور قی چند پدیدار شد۔ کہ فرما گز از جزیرہ قبرص۔ قسطنطین ہدیہ میفرستاد
معاویہ فرمود تا جملہ را برگرفتند و در آن زور قہا کینز کان پری چہرہ و جامہ ہائے
و بیاد نفاس اشیاء فراوان یافتند و از آنجا بجزیرہ قبرص درآمدند۔
و بے توانی دست نہیب و غارت گشودند و بسیار از قریہ با آب و بنہارا
بذیر پی پی بردند و غلامان و کینز کان فراوان اسیر گرفتند و اموال و ائصال از نفاس
اشیاء بر ہم نہادند۔ و این جملہ را بکنار بحر آوردہ کشتیہا را بیا کنند۔

فرما گز از جزیرہ را چنان ہول و ہراسی فرو گرفتہ بود کہ خیال مدافعہ در
خاطرش عبور نہداشت یعنی کشید و خدنگی گشاہ کس بنزدیک معاویہ نہفتاد
و خواستار مصالحت گشت۔ بشرطیکہ ہر سال ہفت ہزار و دولیت مینار
زمینفرستد معاویہ مسئلہ او را با جابت مقرون داشت و برای جملہ ویتی
نوشت و مراجعت نمود چوں از دریا بیرون شد بفرمود تا غنائم را فراہم کردند
و طریقت و طیلد بذر بر ہم نہادند۔ کینز کان و غلامان را بحساب گرفتند۔ از وہ
ہزار افزون بشمار امدان جملہ مفصدتن و خیرات و شہیزہ بود معاویہ خمس غنائم
را بیرون کرد و با نامہ فتح و با نامہ فتح بسوئے عثمان فرستاد و دیگر را بر لشکر

بخش نمود۔ و تاریخ التواریخ جلد ۲ ص ۱۲۹ تا ۱۳۱ اوقات سال بیست و ہشتم مطہرترین بدیہ
ترجمہ: حضرت امیر معاویہ بن ابی سفیان نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو ایک خط
تحریر کیا۔ کہ رومی کی سلطنت ملک شام سے اس قدر نزدیک ہے کہ جمع
کے وقت دونوں طرف سے مرغ کی آواز ان اور دیگر پرندوں کے چہچہانے

لی آوازیں سنائی دیتی ہیں۔ اور اس وقت دریا کا پانی خطرناک موجوں اور تباہ کن حرکات سے بالکل خاموش ہے۔ اگر اجازت عطا فرمائیں۔ تو قبرص جزیرہ کی طرف بڑھوں۔ اور ان مقامات کو جو کہ مال و مولیٰ سے پُر ہیں۔ ان پر قبضہ کروں حضرت عثمان نے جواب دیا۔ کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ اس امر کی ہرگز اجازت نہ دیتے تھے۔ کہ دریا کو عبور کیا جائے اس لیے مجھے بھی ایسا کرنا اچھا نہیں لگتا۔ اگر تم اس کام کو بہتر سمجھتے ہو۔ اور اس سفر میں سلامتی کا تمہیں یقین ہے۔ تو پھر اپنی بیوی اور بچوں کو بھی اپنے ساتھ کشتی میں سوار کرو۔ تاکہ تمہاری نیت کبہ بختم اور سچا ہونے کا مجھے علم ہو جائے۔

جب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے یہ جواب سنا۔ تو قبرص کی فتح کا پختہ ارادہ کر لیا۔ عبداللہ بن قیس کو ایک گروہ کے ساتھ دریائے کشتی کے ذریعہ ابتدائی طور پر بھیجا۔ اور حکم دیا۔ کہ دریا کو عبور کر کے مکہ نامی جگہ پر کشتیوں کو جمع کر دیا جائے۔ اور معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس لشکر کو مناسب سامان دیا۔ بعد میں خود اپنے بیوی بچوں سمیت عکہ پہنچے۔ دو دن قیام کرنے کے بعد تیسرے دن جمعہ کی نماز کے بعد کشتی میں سوار ہوئے۔ ادھر عبداللہ بن قیس جو پہلے ہی روانہ ہو چکا تھا۔ کشتی سے نکل کر چیلے ساحل پر نزہی تاکہ رومی علاقہ کی کوئی خبر وغیرہ دستیاب کرے۔ اس دوران ایک بھکارن دیکھی۔ اُسے چند درہم دیئے۔ وہ عورت چلی گئی۔ اور گاؤں میں جا کر یہ بات پھیلا دی۔ کہ یہ آدمی ایک لشکر لے کر دریا کے ساحل پر اترا ہے۔ یہ سن کر اس گاؤں والے جلد حملہ آور ہوئے۔ عبداللہ کو کوئی ہمت نہ دی۔ کہ وہ کشتی میں سوار ہو کر بھاگ سکے

لوگوں نے پڑ کر اسے قتل کر ڈالا۔ یہ خبر مسلمانوں تک پہنچی۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے غور و فکر کے بعد فیصلہ کیا۔ اپنے بال بچوں اور پوری فوج کو لے کر بیس بائیس چھوٹی بڑی کشتیوں کو لے کر اس طرف روانہ ہوئے اچانک مخالفت ہوا چل پڑی۔ دریا میں طغیانی اُٹھی۔ کشتیاں ایک دوسرے سے دور دور ہو گئیں۔ حضرت معاویہ کی بیوی سخت گھبرا گئی۔ کشتی کے ملاح کو بلا کر کہا۔ کہ چند لمحوں کے لیے کشتی کو روک دو۔ کیونکہ میری طاقت جواب دے گئی ہے۔ ملاح نے تنہا جواب دیا۔ اے عورت! دریا کسی کا حکم نہیں مانتا۔ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے دست قدرت میں ہے۔ تم صبر کرو۔ کیونکہ دل کو صبر کی تلقین کے بغیر کوئی چارہ کار نہیں ہے۔

مختصر یہ کہ مخالفت ہوا بند ہو گئی۔ اور وہیں ختم ہو گئیں۔ مسلمان امن میں ہو گئے۔ اس دوران چند کشتیاں دُور سے دکھائیں دیں۔ جن میں قبرص جزیرہ کے فرمانروائے قسطنطین کی طرف تحفہ جات بھیجے تھے حضرت امیر معاویہ نے فرمایا۔ ان تمام کشتیوں کو پکڑ لیا جائے۔ ان کشتیوں میں خوبصورت کینزیریں، ریشمی کپڑے اور بہت سی عمدہ چیزیں موجود تھیں۔ یہ سب کچھ مسلمانوں کے قبضہ میں آگیا۔ اس کے بعد جزیرہ قبرص کی طرف چلے۔ اور بے صبری سے اس کے مختلف دیہات کو تباہ و برباد کر ڈالا۔ یہاں سے بہت سی لٹیریاں اور غلام قبضہ میں لیے۔ کثیر مال، ساز و سامان اور قیمتی اشیاء کو لوٹ مار کا نشانہ بنایا۔ ان تمام اشیاء کو لے کر دریا کے کنارہ اپنی کشتیوں پر واپس آ گئے۔ جزیرہ قبرص کے فرمانروا کو اس قدر دہشت اور خوف نے آ گھیرا۔ کہ دفاع کا خیال تک نہ آیا۔ تو اتنا تک نہ اٹھا سکا۔ تیر تک نہ چلا سکا کسی

شخص کو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس بخاطر صلح بھیجا۔ اور شرط یہ مانی۔ کہ ہر سال سات ہزار اور دو دینار سونے کے دوں گا۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس شرط کو قبول کیا۔ اور اس کی تحریر لکھ لی۔ اور واپس لوٹ آئے۔ جب دریا سے خشکی میں اترے۔ تو حکم دیا۔ کہ تمام مال غنیمت اکٹھا کیا جائے۔ اور اس تمام سامان کو جہازوں پر لاداجائے۔ لونڈیوں اور غلاموں کی گنتی کی گئی۔ ان کی تعداد دس ہزار سے بھی بڑھ گئی تھی۔

ان تمام میں سات سو ایسی لڑکیاں بھی تھیں۔ جو زوجہ ال اور کنواری تھیں۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے مال غنیمت کا پانچواں حصہ الگ کیا۔ اور فتح کی خوشخبری کے ساتھ یہ سب کچھ حضرت عثمان کی خدمت میں بھیجا۔ بقیہ مال غنیمت فوجیوں میں تقسیم کر دیا۔

اس کی تائید سنی مؤرخ ابن اثیر سے ملاحظہ فرمائیں

کامل ابن اثیر؛

ذَكَرُ فَتْحِ قَبْرِ صَ كَانَ فَتْحَ قَبْرِ صَ
عَلَى مَعَاوِيَةَ قَبِيلَ فِي سَنَةِ يَسَّحِ وَ
عِشْرِينَ وَ قَبِيلَ سَنَةِ ثَلَاثِ وَ ثَلَاثِينَ وَ قَبِيلَ
اِسْتَمَا عِزْبِ سَنَةِ ثَلَاثِ وَ ثَلَاثِينَ لِأَنَّ أَهْلَهَا
عَدَرُوا عَلَى مَا نَذَرُوا ذَكَرَ قَعَزَاهَا الْمُسْلِمُونَ وَ
لَمَّا عَزَاهَا مَعَاوِيَةَ هَذِهِ السَّنَةِ عَزَاهَا مَعَهُ
جَمَاعَةٌ مِنَ الصَّحَابَةِ فِيهِمْ أَبُو ذَرٍّ وَ عُبَادَةُ بْنُ

الصَّامِتِ وَ مَعَهُ زَوْجَتُهُ أُمُّ حَرَامٍ وَ أَبُو الذَّرْدَاءُ۔
تاریخ ابن کامل ص ۹۵ ثمر دخلت سنة ثمان وعشرين

ترجمہ: قبرص کی فتح کا ذکر کہا گیا ہے جو امیر معاویہ کے ہاتھ پر فتح ہوئی یہ جنگ ۲۹ ہجری میں لڑی گئی۔ ایک اور قول کے مطابق ۲۲ ہجری کا یہ واقعہ ہے۔ اور اس کی وجہ یہ بھی بیان کی گئی کہ اہل قبرص نے دھوکا دیا جس کا ہم تفصیلی ذکر کریں گے۔ تو مسلمانوں نے ان قبرصیوں کے خلاف جہاد کیا۔ حضرت امیر معاویہ نے جب ان سے جنگ لڑی تو ان مسلمان مجاہدین میں صحابہ کرام کی ایک جماعت بھی تھی جس میں حضرت ابوذر عبادہ بن صامت ان کی بیوی ام حرام اور ابوذر داؤد رضی اللہ عنہم تھے۔

ابن اثیر نے اس کے بعد لکھا۔ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس بات پر بہت اصرار کیا۔ کہ مجھے سمندر پار لڑائی کرنے کی اجازت دی جائے۔ مگر انہوں نے اجازت نہ دی۔ اس کے بعد جب خلافت عثمانیہ کا زمانہ آیا۔ تو امیر معاویہ نے اس مرتبہ بھی حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے اسی جنگ کی اجازت مانگی۔ حضرت عثمان نے انہیں اجازت دے دی۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے شام سے ایک بھاری لشکر تیار کیا۔ اور اس لشکر کی معیت میں قبرص پر چڑھائی کر دی۔ اور قبرصیوں نے لڑنے کی بجائے صلح صفائی کو بہتر سمجھا۔ اور جزیرہ دے کر امن مانگ لیا۔ اور امانت قبول کر لی۔ ابن اثیر فرماتے ہیں کہ اس غزوہ میں حضرت عبادہ کی زوجہ ام حرام فوت ہوئیں۔ کیونکہ انہیں سوار پر چڑھتے ہوئے گر گئی تھیں۔ ان کی وفات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کی تصدیق تھی۔ جو کہ آپ نے یوں فرمایا تھا۔ کہ "ام حرام، اس جنگ میں شریک ہوں گی۔"

(الاکمال فی التاریخ (ابن اثیر) جلد ۲ ص ۹۶ کرشم دخلت فی سنة ثمان وعشرون)

(۲۰ تاریخ التواریخ الخلفاء جلد ۲ ص ۱۱۲ مطبوعہ تہران جدید)

قارئین کرام! بخاری شریف میں مذکورہ واقعہ کے بارے میں پیش گوئی موجود ہے۔

اس پیش گوئی کے بدرجہ اتم واکمل مصداق حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بنے ہیں۔ لہذا زبان وحی سے ثابت ہوا کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ جنتی ہیں۔ اس سے بڑھ کر آپ کی فضیلت اور کیا ہوگی۔ پھر آپ نے بہت سی جنگیں لڑیں۔ کہ جن کی وجہ سے لاتعداد افراد حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔ جیسا کہ صاحب ثنوا والحق علامہ یوسف نبہانی نے اسی کتاب کے ص ۵۳۰-۵۳۱ پر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے حضور جن الفاظ سے عقیدت کا اظہار فرمایا۔ انہیں پڑھ کر ہر فاری کا ایمان تازہ ہوتا ہے۔ فرماتے ہیں

لَهُ حَسَنَاتٌ كَثِيرَةٌ لَا تُعَدُّ وَلَا تُحَدُّ مِنْ أَجْلِهَا

جَمَادٌ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمَا يَنْفَعُ سِلَاحًا وَ أَمَا يَجِيئُ بِهِ

حَتَّى فَتَحَتْ بِلَادَ كَثِيرَةً وَ صَارَ دَارَ السَّلَامِ

بَعْدَ أَنْ كَانَتْ دَارَ الْكُفْرِ وَ يَسْبِيهِمْ دَخَلَ إِلَى

الْإِسْلَامِ أَلْفَتْ أَلْفٌ كَثِيرَةٌ مَقْنُ اسْلَمُوا

عَلَى يَدِهِ وَ يَدِ جَيْشِهِ مِنْ دُرَرٍ يَهْمُرُ إِلَى

يَوْمِ الْقِيَامَةِ قُلَّةٌ مِثْلُ حَسَنَاتِهِمْ أَجْمَعِينَ

یعنی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بکثرت غزوات کے مالک تھے۔

جن کا شمار کرنا ناممکن ہے۔ ان میں سے ایک عظیم اور جلیل القدر خوبی

اور فضیلت یہ ہے۔ کہ آپ نے جہاد کیے۔ کچھ تو بذات خود اور بعض

اپنے لشکر سمیت جہاد کیے۔ جس کے نتیجے میں بہت سی علاقہ جات

آپ نے فتح کیے۔ اور وہ اسلامی مرکز بنے۔ جبکہ اس سے قبل وہ کفر

کے گڑھ تھے۔ اور آپ کے وسیلہ سے لاکھوں افراد حلقہ بگوش

اسلام ہوئے۔ اور آپ کے دست اقدس پر اسلام لائے۔ اور

آپ کے لشکریوں کے ہاتھوں مسلمان ہوئے۔ پھر ان مسلمانوں کی

اولاد و تاقیامت مسلمان رہے گی۔ لہذا ان تمام کی انفرادی نیکیوں کے برابر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو محمدی نیکیاں ملیں۔ لیکن اس کے باوجود ایک مشہور غیر مقلد و حیدر الزمان نے لکھا۔ کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں ان کی فضیلت و تعریف کے سلسلہ میں کوئی ایک صحیح حدیث نہیں آئی۔ ہم اگرچہ اس موضوع پر بہت سی روایات اور احادیث ذکر کر چکے ہیں۔ لیکن چند ایک کا ذکر کرنا یہاں ہم نے ضروری سمجھا۔ تاکہ جنت تمام ہو جائے۔

فرمان رسول صلی اللہ علیہ وسلم: امیر معاویہؓ کی شان میں

نبایح اسلام: ایک روایت میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سواری پر سوار ہوئے۔ اور امیر معاویہؓ کو پیچھے

بٹھایا۔ تھوڑی دیر بعد آپ نے فرمایا۔ اے امیر معاویہؓ! تمہارے جسم کا کون سا حصہ

میرے جسم کے ساتھ مل رہا ہے۔ انہوں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! میرا پیٹ اور

سینہ آپ کے جسم مبارک سے ملا ہوا ہے۔ یہ سن کر آپ نے جواب میں دعادی القہر

املاہ علیکم! یعنی اے اللہ اس کو علم سے بھر دے۔ (تاریخ اسلام مصنفہ

حافظ ذہبی جلد دوم صفحہ نمبر ۳۱۹۔ اس کے علاوہ جب امیر معاویہؓ

کے والد گرامی حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ مشرف باسلام ہوئے۔ تو جناب

ابوسفیان رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! میں نے اسلام

لانے سے قبل مسلمانوں کو لڑائی میں بہت زیادہ دکھ پہنچائے۔ بہت سے مسلمانوں

کو شہید کیا۔ اب آپ مجھے اجازت عطا فرمائیں۔ کہ میں کافروں سے لڑوں۔ اور ان

کو تہ تیغ کروں۔ اس کے جواب میں سرکارِ ابد قرار صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہاں

ضرور جہاد کرو۔ چنانچہ حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے اور آپ کے صاحبزادے

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضور ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں بہت

سے غزوات میں شرکت کی۔ اور آخر دم تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے۔
 جبکہ دوسرے صحابہ کرام شکست کی وجہ آپ سے قدرے دور ہو گئے۔ اور یہی
 آپ کا خصوصی مرتبہ اور مقام ہے انہوں نے سخت ترین مقام میں حضور صلی اللہ
 علیہ وسلم کا ساتھ نہیں چھوڑا اور ان کے والد کی فضیلت ظاہر ہوتی ہے۔ نیز آپ
 صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کا تعلق اور ان کا مقام صاف ظاہر ہوتا ہے۔ آپ چند روایات
 ایسی ملاحظہ فرمائیں جن سے حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی نظر میں
 حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا مقام و مرتبہ ظاہر ہوتا ہے۔

فرمانِ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ: (امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی شان میں)

الاستیعاب: وَ ذَمُّ مُعَاوِيَةَ عِنْدَ عُمَرَ يَوْمَ مَا قَالَتْ
 دَعَوْتَا مِنْ ذَمِّ قَتْلِ قُرَيْشٍ مَنْ يَضْحَكُ فِي الْغَضَبِ
 وَلَا يَنْتَالُ مَا عِنْدَهُ إِلَّا عَلَى الرِّضَا وَلَا يُؤْخَذُ مَا
 حَقُّ رَأْسِهِ إِلَّا مَنْ تَحَتَّ قَدَمَيْهِ۔

الاستیعاب جلد سوم ص ۲۹۰ بر حاشیہ اصابعہ
 فی تمیز الصعابہ حرم علم۔ قسوا قول

ترجمہ: ایک مرتبہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے حضور حضرت
 امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی مذمت کی گئی۔ جس پر آپ نے فرمایا۔ ہمیں
 اس قریشی زوجان کی مذمت سے معذور سمجھو۔ اور تم خود بھی ایسے کی
 مذمت مت کرو۔ جو غضب کی حالت میں بھی مسکراتا رہتا ہے۔ اور
 جو کچھ اس کے پاس ہوتا ہے۔ وہ اس کی رضا مندی کے بغیر حاصل نہیں کیا
 جاسکتا۔ (یعنی کوئی طاقت و اس پر غالب نہیں آسکتا) اور اس کے سر پر
 رکھی چیز اس کے قدموں پر سر رکھے بغیر حاصل نہیں کی جاسکتی۔ (یعنی وہ

بہت بڑا قوی اور شجاع ہے)

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے
 لوگو! تم قیصر و کسریٰ کی ایران کی سیاست و حکومت کی تقلید کرتے نہیں تھکتے۔
 حالانکہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ تم میں موجود ہیں۔ نیز حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ
 نے ان کے بھائی یزید بن ابی سفیان کے انتقال کے بعد ملک شام کا انہیں گورنر
 مقرر کیا تھا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ان ارشادات اور اس تعلق سے ظاہر ہوتا ہے۔
 کہ ان کے نزدیک امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا مقام و مرتبہ کس قدر تھا۔ تاریخ شاہد ہے
 کہ آپ نے اپنے دور خلافت میں جس کو بھی گورنری وغیرہ کوئی اہم منصب دیا
 اس میں آپ بہت محتاط تھے۔ اور تقرری کے بعد نگاہ ماران کی نگرانی فرماتے۔ اگر کسی
 میں مطلوبہ قابلیت نہ پاتے۔ تو اسے فوراً معزول کر دیتے۔ ہم جب حضرت عمر رضی
 اللہ عنہ کی اس احتیاط و سخت پابندی کو دیکھتے ہیں۔ اور ادھر یہ دیکھتے ہیں۔ کہ حضرت امیر معاویہ
 رضی اللہ عنہ کو شام کا گورنر مقرر کرنا اور تادم آخر اس احتیاط و سخت پابندی کو دیکھتے
 ہیں۔ اور ادھر یہ دیکھتے ہیں۔ کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو شام کا گورنر مقرر کرنا
 اور تادم آخر اس منصب پر انہیں مقرر کیے رکھنا۔ اس سے صاف واضح کہ حضرت عمر
 رضی اللہ عنہ کو ان کی شخصیت پر مکمل اعتماد رہا۔ یہی اعتماد و ورع عثمانی میں بھی نظر آتا
 ہے۔ حضرت عثمان اہم امور میں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے رائے طلب فرمایا
 کرتے تھے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے شام کے ساتھ ساتھ اردن و فلسطین
 اور حص وغیرہ کو بھی آپ کی گورنری کے ماتحت کر دیا تھا۔

فرمان علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ: (امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی شان میں)
 البدایہ والنہایہ:

أَيُّهَا النَّاسُ لَا تَكْرَهُوا أَمَارَةَ مُعَاوِيَةَ فَإِنَّكُمْ

لَوْ فَقَدْتُمْوَهُ - رَأَيْتُمْ لَرُؤُسُ مُنْذِرُ عَن
كَوَ اِهْلِهَآ كَاثِمًا اَلْحَنَظِلُّ - (البدایۃ والنہایۃ
جلد ۱ ص ۱۳۱) ہذہ ترجمہ معاویۃ

ترجمہ: (حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ جب جنگ صفین سے واپس
پلٹے تھے۔ تو فرمایا) لوگو! تم حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی امارت و
گورزی کو برا مت جانو۔ دیکھو اگر تم نے انہیں کھو دیا۔ تو تم اپنے
سروں کو اپنے شانوں سے کٹ کٹ کر اس طرح گرتے دیکھو گے
جس طرح حنظل تمان کا پھل (پک کر اپنی میل سے) گرتا ہے۔

غلافائے راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین کے علاوہ دیگر جلیل القدر صحابہ کرامؓ
بھی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو نہایت محترم سمجھتے تھے۔ اور ان کے نزدیک
ان کی قدر و منزلت بہت تھی۔ مثلاً ایک دفعہ کسی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ
سے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی کسی مسئلہ میں شکایت کی۔ تو آپ نے فرمایا

فران ابن عباس رضی اللہ عنہ

رَأَيْتُ حَقِيقَةً وَقَدْ رَوَايَةُ أَنَّكَ قَدْ صَحِبْتَ رَسُولَ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - (الاصابة في تمييز الصحابة
جلد سوم ص ۲۲۲ حرف میم قسم اول)

ترجمہ: وہ بہت بڑے فقیہ ہیں۔ ایک روایت میں آیا ہے۔ کہ وہ
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحبت یافتہ ہیں۔

یعنی اسے معترف اور شکایت کرنے والے! انہوں نے مسئلہ مذکورہ میں
جو کچھ فرمایا ہوگا۔ وہ اپنی فراست و فقاہت سے فرمایا ہوگا۔ اور وہ حضور صلی اللہ
علیہ وسلم کی صحبت میں بیٹھنے والے ہیں۔ اس لیے ان کے بارے میں بدگمانی اور
شک و شکایت درست نہیں ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ عالیہ کا شرف

دشمنان امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا علمی معاصرہ ۴۰۵ جلد اول
صحبت کوئی معمولی بات نہیں۔ یہ وہ عظمت ہے۔ کہ کوئی دوسری عظمت اس کی
ہم پڑ نہیں ہو سکتی۔

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک واقعہ ذکر فرمایا۔ کہ ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن
عباس رضی اللہ عنہما کے ایک آزاد کردہ غلام نے جس کا نام کریب تھا۔ آپ سے
شکایت کی۔ کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے تین رکعت وتر کی بجائے صرف
ایک رکعت پڑھی ہے۔ انہوں نے یہ کیا کیا؟ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما
نے اس پر فرمایا۔

أَصْحَابَ آتَى بَنِي لَيْسَ أَحَدٌ مِنَّا أَعْلَمُ مِنِّمُعاوِيَةَ -
(بیہقی جلد سوم ص ۲۶ باب الوتر)

ترجمہ: بیٹے! انہوں نے جو کیا وہ درست کیا ہے۔ حضرت امیر معاویہ
رضی اللہ عنہ سے زیادہ علم والا ہم میں کوئی بھی نہیں ہے۔

قرآن و حدیث اور اسلامی احکام میں اللہ تعالیٰ نے جو بصیرت حضرت امیر معاویہ
رضی اللہ عنہ کو عطا فرمائی۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی زبانی آپ سچے
جن کے بارے میں ابن عباس ایسا نظریہ رکھتے ہوں۔ وہ کس مرتبہ و مقام کا آدمی ہوگا۔
شرعی احکام میں تفقہ کے ساتھ ساتھ امور مملکت اور سیاست میں جو سمجھ بوجھ آپ
کو اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما ہی اس کے ان الفاظ
سے قائل ہیں۔

مَا رَأَيْتُ أَحَدًا خَلَقَ لِلْمَلِكِ مِنِّمُعاوِيَةَ - (البدایۃ
والنہایۃ جلد ۱ ص ۱۳۱) ترجمہ معاویۃ

ترجمہ: حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر امور مملکت کو زیادہ
جاننے والا میں نے نہیں دیکھا۔

البدایۃ والنہایۃ کے مذکور مقام میں مافظ ابن کثیر نے دیکھو صحابہ کرام کے تقریفی و توصیفی کلمات ذکر کیے ہیں۔

۱۔ حضرت عمر بن سعد رضی اللہ عنہ کو جب حضرت عمر بن خطابؓ نے حمص کی گورنری سے معزول کر دیا۔ تو کچھ لوگوں نے ان کی جگہ امیر معاویہؓ کی تقرری پر اصرار دھر کر باتیں کیں۔ اس پر معزول کئے والے گورنر نے ان لوگوں سے کہا۔
فزان غیر ابن سعد رضی اللہ عنہ

لَا تَذْكُرُوا مَعَاوِيَةَ إِلَّا بِعَيْنٍ فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ اللَّهُمَّ أَهْدِيهِ۔

ترجمہ: معاویہؓ کا تذکرہ صرف خوبصورت اور تقریفی الفاظ سے ہی کرو

کیونکہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کے بارے میں یہ سن رکھا ہے۔ اے اللہ اس کے ذریعہ لوگوں کو ہدایت عطا فرما۔

۲۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر کسی اور کو میں نے حکومت کے لائق نہ پایا۔

۳۔ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کا کہنا کرتے تھے۔

فرمانِ سعد بن ابی وقاصؓ

مَا رَأَيْتُ أَحَدًا أَبْعَدَ عَثْمَانَ أَقْضَى بِحَقِّهِ مِنْ صَاحِبِ هَذَا الْبَابِ يَعْنِي مَعَاوِيَةَ (البدایۃ والنہایۃ جلد ۱ ص ۱۳۳ ترجمہ امیر معاویہ)

ترجمہ: حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بعد میں نے کسی اور کو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر حق کا فیصلہ کرنے والا نہیں پایا۔

۴۔ حضرت قبیسہ بن جابرؓ فرماتے ہیں۔

مَا رَأَيْتُ أَحَدًا أَعْظَمَ حِلْمًا، وَلَا أَكْثَرَ سَوْدًا وَلَا أَبْعَدَ آثَاةً وَلَا أَلْيَنَ مَخْرَجًا وَلَا أَحَبُّ بَاعًا بِالْمَعْرُوفِ عَنْ مَعَاوِيَةَ۔

ترجمہ:

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے زیادہ صاحبِ حلمِ عظیم سیاست دان و سیاست کار، اعلیٰ و قار کا حامل، نہایت نرم دل اور نیک کاموں میں انتہائی فراخ دل کسی کو نہ دیکھا۔

نوٹ:

یہ سب روایات البدایۃ والنہایۃ جلد ۱ ص ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵ پر درج ہیں۔

ان چند روایات سے ہم بخوبی اندازہ کر سکتے ہیں۔ کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا اپنے ہم عصر حضرات صحابہ کرام میں کیا مقام و مرتبہ تھا۔ اور حلیل القدر صحابہ کرام کی ان کے بارے میں کیا رائے تھی؟ اب ہم چند روایات ایسی پیش کرتے ہیں۔ جن میں حضرات تابعین کرام کے نزدیک ان کی اہمیت و حیثیت کی نشاندہی ہوتی ہے۔

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ تابعین کی نظر میں:

۱۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ ایسے مرتبہ و مرتبہ تھے۔ کہ آپ نے اپنے دورِ خلافت میں کوڑوں کی سزا کسی کو نہ دی۔ مگر ایک ایسا شخص اس سزا سے ذبح ہوا۔ جس نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں کچھ غلط باتیں کیں۔ بلکہ الزام تراشی کی۔ آپ نے اس کے بارے میں

کوڑے لگائے جانے کا حکم صادر فرمایا۔

۱) الاستیعاب جلد سوم ص ۲۰۳ بر حاشیہ الاصابۃ
حرف میم قسم اول

۲۔ مشہور تابعی حضرت عبداللہ بن مبارک رضی اللہ عنہ سے کسی نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ

فرمایا: ”میں ایسے شخص کے بارے میں کیا کہہ سکتا ہوں جس نے رحۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی امامت میں نمازیں ادا فرمائیں۔ اور جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے رکوع سے اٹھتے ہوئے سَمِعَ اللّٰهُ مِنْ حَمِیدَہ کہا۔ تو اس نے رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ کہا ہو۔“

(البدایۃ والنہایۃ جلد نمبر ۸ ص ۱۳۹)

۳۔ کسی نے حضرت عبداللہ بن مبارک رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ دونوں میں افضل و بہتر کون ہے؟ سائل کا یہ سوال سن کر آپ کو غصہ آگیا۔ اور فرمایا: تم دونوں میں افضل کے بارے میں پوچھتے ہو؟ بخدا! حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ناک میں جلنے والی وہ مٹی جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ جہاد کرتے ہوئے چلی گئی تھی۔ وہ عمر بن عبدالعزیز سے افضل ہے۔

(البدایۃ والنہایۃ جلد نمبر ۸ ص ۱۳۹)

یاد رکھنے کے قابل ہے کہ سائل نے چون کہ ایک طرف ایک صحابی اور دوسری طرف ایک جلیل القدر تابعی کو رکھا۔ صحابی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ہیں۔ کہ جن کے بارے میں مختلف قسم کی چیمیکوٹیاں موجود تھیں۔ اور حضرت عمر بن عبدالعزیز کی

عظمت اور جلالتِ شانِ امت میں مسلم تھی۔ لیکن اس کے باوجود مقامِ صحابیت کے پیش نظر حضرت عبداللہ بن مبارک رضی اللہ عنہ کو سائل پر غصہ آگیا۔ جس سے صاف عیاں کہ ان کے نزدیک حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا مقام و مرتبہ کیا تھا۔ ۴۔ ایسا ہی سوال ایک دفعہ معافی بن عمران رضی اللہ عنہ سے بھی ہوا تھا۔ انہوں نے بھی اس پر غصہ کھایا۔ اور فرمانے لگے۔

ایک تابعی خواہ کتنا ہی بلند مرتبہ کیوں نہ ہو۔ وہ کیونکر ایک صحابی کے برابر ہو سکتا ہے۔ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ یقیناً حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجیت میں ان کی ہمیشہ تھی۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے قرآن کی وحی کی کتابت فرمائی۔ اور اس طرح اس کی حفاظت کی۔ لہذا ان کے مقام و مرتبہ کو کوئی تابعی کیسے پاسکتا ہے؟ اور پھر آخر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث پڑھ سناؤ۔ ”وہ جس نے میرے صحابہ اور قربت والوں کو برا بھلا کہا۔ اس پر اللہ کی لعنت ہو،“۔ (البدایۃ والنہایۃ جلد ۸ ص ۱۳۹ مذہ لتمرجمہ معاویہ)

۵۔ جناب احنف بن قیس رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا گیا کہ زیادہ صاحبِ علم کون ہے آپ یا حضرت معاویہ؟ آپ چونکہ لوگوں میں انتہائی بردبار مشہور تھے۔ آپ نے یہ سن کر فرمایا۔ خدا کی قسم! تم سے بڑا جاہل کوئی نہ دیکھا۔ میں بردباری کرتا ہوں جبکہ میں اس خلافت کی قدرت نہیں رکھتا۔ لیکن حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی بردباری اس عالم میں ہوتی ہے۔ کہ وہ اس کے خلافت کی قدرت رکھتے ہوئے ایسے کرتے ہیں اس لیے میں، ان کی بردباری کو کیسے پہنچ سکتا ہوں۔ اور میں ان کی اس وصف میں برابری کیسے کر سکتا ہوں؟

(تاریخ طبری جلد ۱ ص ۱۸۷)

قاریین کرام! ان تمام احادیث و روایات کو سامنے رکھتے ہوئے جب ہم وحید الزمان غیر مقلد و غیرہ کی تحریرات کو دیکھتے ہیں۔ تو ہمیں یہی نتیجہ ملتا ہے کہ عقل کے ان اندمول کی آنکھیں بھی ماری گئیں۔ عداوت و بغض معاویہ کی وجہ سے نہ نہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی ایسا ارشاد نظر آتا ہے۔ نہ حضرات صحابہ کرام کا اور نہ ہی تابعین حضرات کا کہ جس میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل و محاسن بیان ہوئے ہیں۔ اور اگر کہیں بھولے سے نظر پڑ جاتی ہے۔ یا کوئی دکھا دیتا ہے۔ تو پھر اس کی لائینی تاویلات اور دوزخ کار تشریحات کے پیچھے پڑ جاتے ہیں۔ یوں انہوں نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی گستاخی کا ارتکاب کر کے اللہ اور اس کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا پہنچائی۔ اور آخرت برباد کر لی۔ اللہ تعالیٰ ہدایت عطا فرمائے۔

اس کے بعد وحید الزمان نے جو یہ لکھا۔ کہ ان کا باب البر سفیان ساری زندگی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے لڑتا رہا۔ اس سے وہ یہ ثابت کرنا چاہتا ہے۔ کہ یہ دونوں باپ بیٹا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمن ہیں۔

کاش کہ وحید الزمان اہل حدیث و بغض کی عینک اتار کر سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی سیرت پر نظر انصاف ڈالتا تو ان گستاخانِ صحابہ رضی اللہ عنہم کی فضیلتوں سے کیا گزرا نہ ہوتا۔ کیونکہ شیعہ مؤرخین نے جب سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے حسن سیرت کو حق پایا تو پھر قلم کو روک نہ سکے۔ اور سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے چومیس گھنٹوں کے معمولات من و عن نقل کیے۔ جیسے کہ حقیقت میں تھے۔ اب دو عدد شیعہ مؤرخین کی عبارات نقل کی جاتی ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں۔

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے شبِ مروت کے نیک اعمال کی تصدیق ایک شیعہ مؤرخ کے قلم سے

مَرْحُومُ الزَّهْرِيُّ مِنْ أَخْلَاقِ مُعَاوِيَةَ وَعَادَاتِهِ كَانَ أَخْلَاقًا مُعَاوِيَةً

أَنَّهُ كَانَ يَأْذُنُ فِي الْيَوْمِ وَاللَّيْلَةِ خَمْسَ مَرَّاتٍ كَانَ إِذَا صَنَعَ الْفَجْرَ جَلَسَ لِلْقَاضِ حَتَّى يَقْرَأَ مِنْ قِصَصِهِ ثُمَّ يَدْخُلُ بَيْتَهُ يَمْصُوفُهُ فَيَقْرَأُ آخِرَاءَهُ ثُمَّ يَدْخُلُ إِلَى مَنْزِلِهِ فَيَأْمُرُ وَيَتَكَلَّمُ ثُمَّ يُصَلِّي أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ ثُمَّ يَخْرُجُ إِلَى الْجُمُعَةِ فَيَأْذُنُ الْخَاصَّةَ الْخَاصَّةَ فَيُحَدِّثُهُمْ وَيُحَدِّثُهُمْ وَيَدْخُلُ عَلَيْهِ وَزَرَاءَهُ فَيُكَلِّمُونَهُ فَيَأْمُرُ وَيُذَوِّنُ مِنْ يَوْمٍ بَعْدَ إِلَى الْعَشِيِّ ثُمَّ يُؤْتِي بِالْعَدَاةِ الرَّصَنِ وَهُوَ فَضْلُهُ عَشَائِهِ مِنْ حَبْدَى بَارِدٍ أَوْ فَرْجٍ أَوْ مَا يُشَبِّهُهُ ثُمَّ يَتَحَدَّثُ طَوِيلًا ثُمَّ يَدْخُلُ مَنْزِلَهُ لَمَّا أَرَادَتْهُ يَخْرُجُ فَيَقُولُ يَا عَلَامُ أَخْبِرْهُ الْكَرْمِيَّ فَيَخْرُجُ إِلَى السَّجْدِ فَيُوضَعُ فَيَسْتَنْدُ ظَهْرَهُ إِلَى الْمُقْصُودَةِ وَيَجْلِسُ عَلَى الْكَرْمِيَّ وَيَقُومُ الْأَحْرَاسُ فَيَتَقَدَّمُ إِلَيْهِ الضَّعِيفُ وَالْأَعْرَابِيُّ وَالصَّبِيُّ وَالْمَرْأَةُ وَمَنْ لَا أَحَدَ لَهُ فَيَقُولُ أَعِزُّهُ وَيَقُولُ عُذِّي عَلَى فَيَقُولُ أَعِزُّوْا مَعَهُ وَيَقُولُ صُنِعِي فَيَقُولُ انْظُرُوا فِي أَمْرِهِ حَتَّى إِذَا الْمَرْيُتُ أَحَدٌ دَخَلَ فَجَلَسَ عَلَى التَّسْرِيرِ ثُمَّ يَقُولُ أَتَذُنُوا لَنَا عَلَى قَدَرٍ مَنَازِلِهِمْ وَلَا تَشْغَلُنِي أَحَدٌ عَنْ تَرَدِّدِ السَّلَامِ فَيَقَالُ كَيْفَ أَحَبَّكُمْ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ أَطَالَ اللَّهُ بِقَائِلِهِ فَيَقُولُ بِنِعْمَةٍ مِنْ اللَّهِ فَإِذَا اسْتَوَوْا جُلُوسًا قَالَ يَا هَؤُلَاءِ إِنَّمَا مُنِيتُمْ أَشْرَافًا لَا تَكَلَّمُوا شَرْفَكُمْ مِنْ دُونِكُمْ بِهَذَا الْجُلُوسِ ارْفَعُوا إِلَيْنَا حَوَائِجَكُمْ مَنْ لَا يَعْمَلُ إِلَيْنَا فَيَقُومُ الرَّجُلُ فَيَقُولُ اسْتَشْهِدْ

فَلَا تَقُولُوا لِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ قَوْلًا يُهْمِكُمْ وَلَقَدْ كُنْتُمْ مِنْ أَهْلِ
 قَوْلٍ لَمَّا كُنْتُمْ تَفْعَلُونَ هُمْ أَطْوَاهُمْ أَفْضَلُ أَمْ أَجْمَعُهُمْ أَخَذْتُمُ
 شِعْرَ يُونُسَ بِالْعَدَاءِ وَيَحْضُرُ الْكَاتِبُ فَيَقُومُ عِنْدَ رَأْسِهِ وَ
 يَقْدُمُ الرَّجُلُ فَيَقُولُ لَهُ اجْلِسْ عَلَى الْمَائِدَةِ فَيَجْلِسُ
 يَمُدُّ يَدَهُ فَيَأْكُلُ لِقَمَتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا وَالْكَاتِبُ يَقْرَأُ كِتَابَهُ
 فَيَأْمُرُ فِيهِ بِأَمْرِهِ فَيَقَالُ يَا عَبْدَ اللَّهِ اغْتَبِ فَيَقُومُ وَيَتَقَدَّمُ
 آخِرَ حَقِّي يَأْتِي عَلَى أَصْحَابِ الْحَوَائِجِ كُلِّهِمْ وَرُبَّمَا قَدِمَ
 عَلَيْهِ مِنْ أَصْحَابِ الْحَوَائِجِ أَرْبَعُونَ أَوْ مِائَةً عَلَى قَدْرِ
 الْعَدَاءِ وَلَيَالٍ لِلتَّاسِ أَحْبَبُ وَأَيُّهَا تَصْرِفُونَ فَيَدْخُلُ مَنْزِلَهُ
 فَلَا يَطْعَمُ فِيهِ طَائِعٌ حَتَّى يَنَادِيَ بِالظَّهْرِ فَيُخْرِجُ فَيُصَلِّيُ
 ثُمَّ يَدْخُلُ فَيُصَلِّيُ أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ ثُمَّ يَجْلِسُ فَيَأْذُنُ الْخَاصَّةَ
 الْخَاصَّةَ فَإِذَا كَانَ الْوَقْتُ وَقَدْ شَتَاءَ أَنَا هُمْ يَزِيدُ الْحَارِ
 مِنْ الْأَخْبِصَةِ الْيَابِسَةِ وَالْخَشْكَنَانِ وَالْأَفْرَاسِ
 الْمَعْجُونَةِ بِاللَّبَنِ وَالسَّكَّرِ وَدَقِيقِ التَّمِيدِ وَالْكَعْكِ
 الْمُسْتَمِنِ وَالْفَوَاكِهِ الْيَابِسَةِ وَالذُّجُوجِ وَإِنْ كَانَ وَقْتُ
 صَيْبٍ أَنَا هُمْ بِالْفَوَاكِهِ الرُّطْبَةِ وَيَدْخُلُ إِلَيْهِ وَرَأَاهُ
 فَيُؤْمَرُ فَنَدَى فَيَمَّا احْتَأَجُّوا إِلَيْهِ بَقِيَّةَ يَوْمِهِمْ وَيَجْلِسُ
 إِلَى الْعَصْرِ ثُمَّ يَخْرُجُ فَيُصَلِّيُ الْعَصْرَ ثُمَّ يَدْخُلُ إِلَى مَنْزِلِهِ
 فَلَا يَطْعَمُ فِيهِ طَائِعٌ حَتَّى إِذَا كَانَ فِي آخِرِ أَوْقَاتِ الْعَصْرِ
 خَرَجَ فَجَلَسَ عَلَى سَرِيرِهِ وَيُؤْذَنُ لِلتَّاسِ عَلَى مَنَازِلِهِمْ
 فَيُؤْتَى بِالْعَشَاءِ فَيَقْرَأُ مِنْهُ مِقْدَارَ مَا يَنَادِي بِالغَرْبِ

فَيَخْرُجُ فَيُصَلِّيُهَا ثُمَّ يَصَلِّيُ بَعْدَهَا أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ يَقْرَأُ
 فِي كُلِّ رَكَعَةٍ تَمْسِينَ أَيْهَ تَجْهَرُ نَارُهُ وَيَخَافُ أُخْرَى ثُمَّ
 يَدْخُلُ مَنْزِلَهُ فَلَا يَطْعَمُ فِيهِ طَائِعٌ حَتَّى يَنَادِيَ بِالْعِشَاءِ
 الْآخِرَةِ فَيَخْرُجُ فَيُصَلِّيُ ثُمَّ يُؤْذَنُ لِلْخَاصَّةِ وَالْخَاصَّةِ
 الْخَاصَّةِ وَالْوَرَرَاءِ وَالْحَاشِيَةِ فَيُؤْمَرُ الْمُرَّةُ الْوَرَرَاءُ
 فَيَمَّا أَرَادُوا صَدْرًا مِنْ لَيْلَتِهِمْ وَيَسْتَمِرُّ إِلَى ثُلُثِ
 اللَّيْلِ فِي أَخْبَارِ الْعَرَبِ وَأَيَّامِهَا وَالْعَجَبِ وَمُلُوكِهَا
 وَسِيَاسَتِهَا الرَّعِيَّتِهَا وَسِيرِ مُلُوكِ الْأُمَمِ وَخُرُوبِهَا
 وَمَكَائِدِهَا وَغَيْرِ ذَلِكَ مِنْ أَخْبَارِ الْأُمَمِ السَّائِقَةِ
 ثُمَّ تَأْتِيهِ الطَّرَفُ الْعَرَبِيَّةُ مِنْ عِنْدِ نِسَائِهِ مِنَ الْحُلَى
 وَغَيْرِهَا مِنَ الْمَاكِلِ اللَّطِيفَةِ ثُمَّ يَدْخُلُ فَيَنَامُ تِلْكَ
 اللَّيْلُ ثُمَّ يَقُومُ فَيَقْعُدُ فَيَحْضُرُ الدَّقَاتِرُ فِيهَا سِيرَ
 الْمُلُوكِ وَأَخْبَارُهَا وَالْحُرُوبَ وَالْمَكَائِدَ فَيَقْرَأُ
 ذَلِكَ عَلَيْهِ غُلَمَانٌ لَهُ مَرْتَبُونَ وَقَدْ وَكَّلُوا
 بِحِفْظِهَا وَقَدْ آتَاهَا فَتَمُرُّ لِسْمِجِهِ كُلُّ لَيْلَةٍ
 جَبَلٌ مِمَّنِ الْأَخْبَارِ وَالسِّيَرِ وَالْأَشَارِ وَ
 أَنْوَاعِ السِّيَاسِيَّاتِ ثُمَّ يَخْرُجُ فَيُصَلِّيُ
 الصُّبْحَ ثُمَّ يَمُودُ فَيَفْعَلُ مَا وَصَفْنَا فِي
 كُلِّ يَوْمٍ .

روح القدس قد جدد من اخلاق معاويه وعادته

ترجمہ: حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے اخلاق و عادات۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا حسن سلوک ایسا تھا کہ آپ جو بس گھنٹوں میں پانچ مرتبہ اذن ملاقات دیتے۔ نماز صبح ادا کرنے کے بعد قصر گوشتے قصر جات سنتے جب وہ مکمل کر لیتا۔ تو گھر سے منگو کر قرآن پاک کے کچھ حصہ کی تلاوت فرماتے۔ پھر گھر تشریف لے جاتے۔ اور لامر دہنی کرتے۔ پھر چار رکعت (اشراق، چاشت، نفل) ادا کر کے مجلس خانہ میں تشریف لاتے۔ آپ کے خاص خاص آدمی آکر کچھ سنتے مٹاتے۔ آپ کے وزراء بھی اس دن کے شام تک کے پروگرام پر گفتگو کرتے۔ اس کے بعد رات کے کھانے سے کچھ بچی ہوئی اشیاء ہکا بھکا ناشتہ کرنے کے لیے لائی جاتیں جس میں بجری یا کسی پرندے یا کسی ایسے حلال جانور کا گوشت ہوتا جس کی طبیعت سرد ہوتی۔ پھر نادیر گفتگو جاری رہتی پھر جب دل چاہا۔ گھر تشریف لے جاتے۔ پھر واپس آکر غلام کو کرسی لانے کا کہتے مسجد میں گھر کی طرف پشت کر کے کرسی پر بیٹھ جاتے اس پاس محافظوں کی نگرانی میں آپ کے پاس ضعیف، دیہاتی بچے، عورتیں اور بے سہارا لوگ حاضر ہوتے کوئی کہتا۔ مجھ پر ظلم ہوا۔ آپ فرماتے اس کی مدد کرو۔ کوئی اپنے اوپر زیادتی کی شکایت کرتا تو اس کے ساتھ آدمی بھیجنے کا حکم دیتے۔ دھوکہ دہی ہوتی۔ تو اس پر غور کرنے کا فرماتے جب سائل کوئی نہ رہتا۔ تو آپ اپنی نشست گاہ پر بیٹھ جاتے۔ لوگوں کو ان کی حیثیت کے مطابق بلایا جاتا۔ آپ فرماتے تم میں سے کوئی بھی مجھے کسی سلام دینے والے کا جواب دینے میں روکا وٹ نہ دینے۔ لوگ دریافت کرتے۔ امیر المومنین نے صبح

کسی کی؟ اللہ ان کی عمر دراز فرمائے۔ جواباً فرماتے۔ اللہ کی نعمتوں میں صبح کی۔ جب سب مٹھن ہو کر بیٹھ جاتے۔ تو فرماتے۔ تم اس مجلس میں آنے کی وجہ سے بوجہ ممتاز ہونے کے ذی شرف ہو۔ جو ہم تک پہنچ سکیں۔ ان کی حاجات کا پہنچانا تمہارا کام ہے۔ ایک شخص کھڑے ہو کر کہتا۔ فلاں شہید ہو گیا۔ آپ اس کی اولاد کا وظیفہ مقرر فرما دیتے۔ دوسرا کہتا۔ فلاں آدمی گھر سے غائب ہو گیا۔ آپ اس کے گھر والوں کی امداد و حفاظت کا کہتے۔ حاجات کی برآری اور خدمت کا حکم دیتے۔ پھر کھانا لایا جاتا۔ کاتب آپ کے سر کی طرف کھڑا ہوتا۔ ایک آدمی کو لایا جاتا۔ اسے فرماتے۔ کھانا بھی کھاؤ اور اپنی حاجت بھی بیان کرو۔ دو تین لمحے کھانے تک کاتب اس کے بارے میں آپ کا حکم لکھ لیتا۔ پھر اسے پیچھے کر کے دوسرے کو بلایا جاتا۔ اسی طرح ایک ایک کر کے لوگ آتے رہتے اپنی حاجات بیان کرتے بعض دفعہ ان اکو کا آنے والوں کی تعداد چالیس تک ہو جاتی۔ کھانا اٹھایا جاتا۔ لوگوں سے اجازت لے کر آپ اپنے گھر واپس آ جاتے۔ حتیٰ کہ کوئی سائل باقی نہ رہتا۔ ظہر کی اذان ہوتی آپ گھر سے نکل کر نماز ادا فرما کر باقی چار رکعت گھر پہ ادا فرماتے۔ پھر در مجلس تفساء، برپا ہوتی۔ خاص انخاص لوگوں کو طلب کر لیا جاتا موسم سرما میں حاج کے کھانے یعنی خشک مٹھائیاں، جھنگناج، دودھ شکر میں بھگوئی ہوئی روٹی، میدے اور گھی سے بنے کیک اور دیگر خشک پھل لائے جاتے۔ موسم گرما میں ترمیوے اور پھل لائے جاتے اس دوران وزراء آتے۔ اور باقی ماندہ دن کے بارے میں احکامات وصول کرتے۔ عرصہ تک یہ سلسلہ جاری رہتا۔ نماز عصر پڑھ کر آپ گھر

تشریف لے جاتے۔ اس وقت تک کوئی حاجت مند باقی نہ رہتا۔ عصر کے آخری وقت پھر گھر سے نکلنے نشست گاہ پر جلوہ فروز ہونے۔ حسب حیثیت لوگوں کو بلایا جاتا۔ شام کا کھانا حاضر کیا جاتا۔ اذان مغرب تک مجلس قائم رہتی۔ لیکن اس نشست میں حاجت مندوں کو نہ بلایا جاتا۔ کھانے کے بعد اذان مغرب ہوتی۔ اور نماز کے بعد چار رکعت نفل (داوا میں) ادا کرتے۔ ان چار رکعتوں میں سے ہر ایک کے اندر تقریباً پچاس آیات تلاوت فرماتے۔ قرأت کبھی بلند اور کبھی آہستہ فرماتے۔ پھر گھر تشریف لے جاتے۔ اب کوئی انتظار کرنے والا باقی نہ رہتا۔ اذان عشاء ہوتی۔ نماز پڑھنے سے فراغت کے بعد خاص اور خاص الخاص لوگوں۔ وزراء اور درباریوں کو بلایا جاتا۔ یہ لوگ رات کی تہائی حصہ تک آپ سے احکامات لیتے۔ رات کے تیسرے پہر غرب و عجم کے بادشاہوں، ان کی ملکی سیاست، پہلے بادشاہوں کے احوال، ان کی جنگیں، ان کا رعایا سے سلوک اور دیگر داستانیں سنی جاتیں۔ پھر گھر کے مغربی طرف زنان خانے سے ملکی اور مسمی غذا لائی جاتی۔ اس کے بعد آپ گھر تشریف لے جاتے۔ ایک تہائی رات آرام فرماتے۔ پھر اٹھ بیٹھتے۔ دفاتر لائے جاتے۔ جن میں بادشاہوں کے حالات، سیرت، جنگی تدابیر کو چند کارندے پڑھ کر سناتے۔ یہی لوگ ان دفاتر کی حفاظت اور پڑھائی کے دربار تھے۔ یونہی ہر روز بادشاہوں کی سیرت، حالات زمانہ، ان کی جنگی تدابیر اور داخلی پالیسیوں کا کچھ حصہ آپ کو سنایا جاتا۔ پھر اٹھ کر نماز فجر ادا فرماتے۔ اسی طرح آپ کی روزمرہ زندگی کا معمول تھا۔

خلاصہ کلام:

جس شخص کے چوبیس گھنٹوں میں سے صرف چار گھنٹے اپنی ذات کے لیے اور بیس گھنٹے مخلوق خدا کی داد رسی، نماز و تلاوت قرآن میں صرف ہوتے ہوں۔ امور ملک و سرانجام دینے میں بسر ہوتے ہوں۔ لازم ہے کہ وہ شخص حقیقت میں خون خدا سے سشار اور علم قرآن سے بہت زیادہ واقف ہوتا ہے۔ اللہ رب العزت کا ارشاد ہے۔ ”اَتَمَّایْخَشِی اللہُ مِنْ عِبَادِہُ الْعُلَمَاءُ“ حقیقت میں علماء کو ہی خشیت الہی حاصل ہوتی ہے اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ان اوصاف سے کیوں کر متصف نہ ہوں۔ جب کہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے دعا فرمائی۔ ”اللہم علمہ الکتاب“، گویا رحمت و دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کی قبولیت ہمیں امیر معاویہ کے دور خلافت کے شب و روز بسر کرنے میں نظر آتی ہے۔ اور ان کا قرآن و سنت کے مطابق عدل و انصاف اس کی جیتی جاگتی تصویر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب ایک مرتبہ کسی نے سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے شکایت کے رنگ میں امیر معاویہ کے بارے میں کہہ کر وہ ترکی ایک رکعت پڑھتے ہیں۔ تو عبد اللہ بن عباس نے فرمایا۔ ”دع فانه فقیہ“، چھوڑ دو وہ قرآن و حدیث کی سوجھ بوجھ رکھنے والے ہیں۔ تو جس شخصیت ابن عباس رضی اللہ عنہ کو امت کا بہت بڑا مجتہد ”فقیہ“ کہے۔ اس کی فقاہت کا کون اندازہ کر سکتا ہے۔ گویا ان کی فقاہت بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کا اثر تھی۔

ہم شیعوں حضرات سے انصاف کے نام پر یہی کہتے ہیں کہ جس مرد کامل کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ”علم کتاب“ کی دعا مانگی۔ دنیا و آخرت کی دو معانی، طلب کی دو کاتب وحی، ہونے کا اعزاز حاصل ہوا۔ جلیل القدر صحابی نے ”فقیہ“

کا لقب عطا فرمایا۔ پھر شیعہ مؤرخ نے اس کے چوبیس گھنٹے گزرنے کی جو تصویر کھینچی۔ ایسی شخصیت کے بارے میں کون کون کیسے جائز ہو سکتا ہے؟ ان عبارات کو غور سے اور بار بار پڑھو۔ اور عمل کرنے کی کوشش کرو۔ شاید دل کے حجاب اٹھ جائیں۔ اور توبہ و تضرع کا معطر و درست ہو جائے۔ اور اللہ اس کے رسول اور تمام مومنین کی نعمت سے پھٹکارا حاصل ہو جائے۔ وَاللّٰهُ يَهْدِي مَنْ يَّشَاءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُسْتَقِيْمٍ۔

ناسخ التواریخ :

نخستین بامداد ان کے نماز صبح می گذاشت گوش فرامیداشت و اخبار و احادیث ممالک را اصغامی نمود آنگاہ یعنی از کتاب خدای قرائت می کرد و زمانی با مروہی مملکت می پرداخت پس چہار رکعت نماز مستحب می گذاشت و در مجلس خاص می نشست و خامان حضرت را حاضر می ساخت و با ایشان گوناگون سخن می کرد و ہم در این وقت پیش کاراں در گاہ و وزرای کاراگاہ حاضر می شدند و داخل و عقد مملکت آنچه در آن روز بایذیصل داد و بعضی میرسانیدند و خط حواذ گرفته مراجعت می کردند آن ہنگام۔ بجای التیمہ الصباح از فضول اغذیریش بانہ طبع بزغالہ و مرغ کباب کرده و امثال آن حاضر می ساختند و باکل آن اشیایا میپرداخت و فراوان از ثغور ممالک و احادیث بلا وقفہ می کرد۔

و از پس آن بسرای خویش در میرفت و بکار ہائی درونی میپرداخت آنگاہ غلام خویش را بانگ می زد و فرماں می داد کہ کسی مرا بجانب مسجد حمل میدہ پس کسی اورا بجانب مسجد می بردند و در مقصورہ مسجد جای می دادند و مغویہ اندر مسجد بر فراز کسی می نشست و عارسان و عوانان در برابر او صف زده بر پای ایستادہ می شدند و او را در این مجلس حاجبی و در بانی نبود مردم

مسکین و ضعیف و اعرابی و زنان و طفلان و غریبان و بیگساں حاضر می شدند ہر کرا حاجتی بود و بیجا جزئی بعرض میرسانید آن کس کہ می گفت مظلوم فرماں می کرد کہ نفس کنید و کس باتفاق اوراں کنید تا ظالم را حاضر کند بیگونہ یکایک را پریش می کرد و حاجت روائی ساخت۔

آنگاہ داخل می شد ہدرا لامارہ و بر سر پر خویش می نشست و مردم را بکفایت یکایک مرا سلام میدید و بجا سلام مہمل و مشغول مگذا رید پس آنگاہ کہ ہنگام حاضر می شدند بکین سخن می کرد و می گفت کیف اُصبح امیر المؤمنین و مغویہ در پاسخ می گفت بنوعہ من اللہ آنگاہ ہر کس باندا زہ منزلت و مکانت بجای خویش می نشست پس معاویہ روی بایشان می آورد و می گفت شما در شمار اشرافید زیرا کہ شما را بدخول این مجلس تشریف کردہ اند از بہر آنکہ حاجت آنان را کہ بدین مجلس راہ اندازند بعرض رسانید پس مردی بر می خاست و در اسعاف امر حاجت مندی سخن می کرد و از مغویہ پاسخ می گرفت بدین گونه مطالب و آواز مردم را اصغامی نمود تا سخن پیاپی میرفت۔

آنگاہ فرمان می کرد تا غورخش و غورونی حاضر می ساختند و ماندہ می نہادند و کتاب را می فرمود تا بر سر او ایستادہ می شدند و جماعتی را کہ اسعاف حاجت بصدد و مناشیر مر بوط بود دور می آوردند مردی را فرمان می کرد کہ بر سر ماندہ بنشین و باکل طعام مشغول باش آن مرد می نشست باکل طعام می پرداخت و کاتب منشور را قرائت می کرد و مطالب اورا معروض میداشت و پاسخ می گرفت چون امر او بانجام میرسید اورا خطاب می کردند کہ واپس نشین و دیگری بجای او می نشست و کاتب بکار او می پرداخت بیگونہ چند آنکہ ماندہ در مجلس بود و مغویہ کارا کل و شرب می کرد چہل کس را بیش

و کم حاجت رومی ساخت۔

آنکھ مردم را رخصت انصاف میداد و خود بسرای خویش در می رفت و ہمیکس را قدرت اظهار حاجت نبود چوں با بگ ظہر بر می خاست حاضر مسجد می شد و نماز می گذاشت و بی توانی باز سرای می شد و چار رکعت نماز مستحب می گذاشت و می نشست و خاصاں خویش را طلب می کرد اگر زمستان بود با شیار گرم و خشک مانند با بونج و فواک خشک و نان شیر و شکر و اجنبہ (۱) یا بسہ و امثال آن ایشان را دعوت می کرد و اگر تابستان بود فواک رطبہ و میوہ بائی بارہ حاضر می ساخت و دیگر با و در حاضر می شدند و اموری که در آن روز واجب بود بعضی میرسانیدند و فیصل میدادند۔

این وقت ہنگام نماز عصر فرامی رسید پس بر می خاست و نماز عصر می گذاشت و بسرای خویش در می رفت و ہمیکس را قدرت سخن نبود تا نزدیک بنماز مغرب پس بیرون می شد و بر سر پر خویش می نشست و ہر کس را با نذازہ مقدار ادا فن جلوس میداد و غذای خشکا طلب می کرد و مشغول با کل و شرب بود تا گاہ نماز مغرب فرامی رسید و مردمان حاضر بودند و ہمیکس را نیروی اظهار حاجتی و طلبی نبود پس نماز مغرب می گذاشت و ادیس آن ادای چہار رکعت نماز مستحب می نمود و در ہر رکعتی پنجاہ آیت بجز ہر یا خففات قراءت می کرد و دیگر بارہ بسرای در می رفت و ہنگام نماز عشا بیرون می شد و نماز می گذاشت۔

و این وقت وزیر گان و نگاہ و نزدیکان حضرت و وزرای بزرگ را طلب می فرمود و احکام آن شب را تا بروز بلاغ میداد آنکھ بتذکرہ تواریخ میبرد و یک ثلث شب را اصغای اخبار عرب و ایام ایشان و قصہای عجم و ملوک

جلد اول

ایشان و مکائد ایشان را و جنگہا و سیاست ایشان را و نظم می نمود پس از سرای درونی نسوان او طبقہای حلوا و خور و نہیہای لطیف بیرون میفرستادند تا خود می خورد و با اہل مجلس می خورانید آنکھ بو شاق خوب در می رفت و یک ثلث شب می خفت پس بر میخاست و چند تن از غلامان خود را فرمان کردہ بود کہ از اخبار پیشینیان و ملوک پیشین زنان و تدبیر ایشان در کار ملک و مملکت از بر کردہ بودند پس ایشان را طلب می کرد تا آن حکایت را از بر قراءت می کردند تا گاہی کہ سفیدہ صبح بر مید مید پس بر می خاست و نماز بامدادان می گذاشت و عادات روز گذشتہ را عادت می کرد۔

(ناسخ التواریخ جلد اول ص ۳۰۱ تا ۳۰۴ زندگانی امام حسن رضی اللہ عنہ ذکر رکعت معاویہ بن ابی سفیان مصنفہ لسان الملک مرزا محمد تقی مطبوعہ ایران) ترجمہ : نماز صبح ادا کرنے کے بعد سب سے پہلا جو کام کرتے وہ یہ مختلف ممالک کے حالات و واقعات سنتے۔ پھر کچھ وقت قرآن کریم کی تلاوت فرماتے۔ اور پھر کچھ وقت امور حکومت میں بسر فرماتے۔ اس کے بعد چار رکعت مستحب (نماز چاشت) ادا فرماتے۔ اور خاص مجلس میں تشریف لاتے۔ اور خاص خاص لوگوں کو بلواتے۔ ان سے طرح طرح کی گفتگو فرماتے۔ اسی وقت میں حکومت کے وزراء اور اہل کار بھی حاضر ہوتے کہ جن کے سپرد امور مملکت ہوتے۔ اور جو کچھ اس دن کرنا ہوتا اس کے احکام صادر فرماتے۔ اور اجازت نامہ حاصل کر کے اپنی اپنی ذمہ داری نبھانے واپس چلے جاتے۔ اس کے بعد صبح کے ناشتہ کے لیے رات کی بچی ہوئی خوراک مثلاً بھنا ہوا بجر کی کا گوشت اور مرغ کے کباب وغیرہ لائے جاتے۔ انہیں آپ تناول فرماتے۔ اور مختلف ممالک

کے قلعہ جات اور ان کی آبادیوں کے واقعات قصہ جات بیان کرتے
اس کے بعد آپ اپنے دولت کدہ میں تشریف لے جاتے اور
کھربو کام سرانجام دیتے۔ پھر اپنے غلام کو آواز دیتے۔ اور فرماتے کہ میری
کرسی اٹھاؤ۔ اور مسجد کی طرف لے چلو۔ وہ آپ کی کرسی مسجد کی جانب لے
جاتا۔ اور مسجد کی ایک اونچی جگہ پر جا کر رکھ دیتا۔ اور حضرت امیر معاویہ مسجد میں
اس کرسی پر بیٹھتے۔ اور چوکیدار و دیگر معادین آپ کے بالکل سامنے
قطاریں باندھے کھڑے ہو جاتے۔ آپ کا اس مجلس میں نہ تو کوئی دربان
نقا اور نہ ہی کوئی پہرہ دار، مغرب، مکیں، ضعیف، دیہاتی، عورتیں
بچے اور بے کس لوگ حاضر ہوتے جس کی جو شکل ہوتی۔ وہ بغیر کسی سواٹ
کے عرض کرتا۔ جو کہتا کہ میں مظلوم ہوں۔ اس کے بارے میں حکم دیا جاتا۔
کہ اس کی تحقیق و تفتیش کرو۔ اور کسی کو اس کے اتفاق سے اس شخص کے
لانے کے لیے بھیجا جاتا۔ جس نے اس پر ظلم کیا ہوتا۔ اس طرح آپ ایک
ایک آنے والے کا مسئلہ پوچھتے۔ اور اس کی پریشانی کو دور فرماتے۔
پھر آپ ”دارالامارۃ“، تشریف لاتے۔ اور اپنے تخت پر جلوہ افروز
ہوتے۔ اور لوگوں کو ارشاد فرماتے۔ کہ ایک ایک کر کے مجھے سلام کرنے
نہ آئے۔ اور اس طرح سلام کے جواب دینے میں مجھے دوسرے اہم
کاموں سے مشغول نہ کرو۔ پھر جب سب آنے والے آجاتے تو
ان میں سے ایک سلسلہ کلام یوں شروع کرتا۔ کہ اے امیر المؤمنین! آپ
نے صبح کسی کی؟ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اس کے جواب میں فرماتے
”اللہ تعالیٰ کی نعمت میں“، پھر برائے والا اپنے اپنے مقام و مرتبہ
کے مطابق نشستگاہ پر بیٹھ جاتا۔ پھر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ

ان کی طرف متوجہ ہوتے۔ اور فرماتے۔ دیکھو! تمہارا شمار معززین و اشراف
میں ہوتا ہے۔ اس لیے کہ تمہیں اس مجلس میں آنے کی اجازت دی گئی۔ اور
یہ اس لیے کہ تم یہاں اگر ان لوگوں کی حاجات و مشکلات مجھ تک پہنچاؤ جو
یہاں نہیں آسکتے۔ پھر ایک شخص کھڑا ہوتا۔ اور ایک ضرورت مند کی ضرورت
پورا کرنے کے بارے میں کچھ معروضات پیش کرتا۔ اور آخر میں حضرت
امیر معاویہ سے اس کی حاجت برآری کا پروانہ لیتا۔ اس طریقہ سے آپ
اپنی رعایا کی مشکلات اور ضروریات سننے۔ تاکہ بات مکمل ہو جاتی۔
پھر حکم دیتے کہ کھانا وغیرہ لایا جائے۔ اور دسترخوان بچھانے کا
حکم دیتے۔ اور اپنے تمام منشیوں کو فرماتے۔ کہ وہ آپ کے بالکل قریب
کھڑے ہو جائیں۔ اور ان لوگوں کے بارے میں احکامات لکھیں۔ جنہیں
عوام کی ضروریات پورا کرنی ہیں۔ ایک شخص کو حکم دیتے۔ کہ دسترخوان پر
بیٹھ جائے۔ اور کھانا کھانے میں مشغول ہو جائے۔ وہ بیٹھ جاتا
اور کھانا کھانے میں مشغول ہو جاتا۔ اور منشی حکمنامہ پڑھ کر سناتا۔ اور
اس کی گزارشات پیش کرتا۔ اور پھر آپ سے اس بارے میں کوئی حکم
وصول کرتا۔ جب اس کا معاملہ پورا ہو جاتا۔ تو اس کو ارشاد فرماتے۔ کہ
جاؤ واپس چلے جاؤ۔ اور کسی دوسرے کو اس کی جگہ بٹھالیتے۔ اور منشی
اس کی گزارشات لکھنے لگتا۔ اس طرح حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ
کھانا تناول فرمانے کے دوران تقریباً چالیس حاجت مندوں
کی حاجت پوری فرماتے۔

اس کے بعد آپ لوگوں کو واپس چلے جانے کی اجازت دیتے
اور خود اپنے دولت کدہ میں تشریف لے آتے۔ اب کسی کو بھی اپنی

مجبوری یا ضرورت پیش کرنے کی اجازت نہ ہوتی۔ جب ظہر کی اذان ہوتی۔
 آپ مسجد میں تشریف لاتے۔ اور نماز ادا کرتے۔ اور مزید ظہر سے بغیر آپ
 واپس گھر تشریف لا کر چار رکعت مستحب ادا فرماتے۔ اور بیٹھ جاتے۔ اور
 اپنے خاص آدمیوں کو بولواتے۔ اگر سردی کا موسم ہوتا۔ تو گرم اشیاء اور خشک
 میوہ جات مثلاً خشک پھل، شیر و شکری روٹی، علوا خشک اور ان جیسی دیگر اشیاء
 کے ساتھ حاضرین کی دعوت فرماتے۔ اور اگر گرمی کا موسم ہوتا۔ تو تر میوہ جات
 اور ٹھنڈے مشروبات حاضر ہوتے۔ اس کے بعد وزراء کو بولایا جاتا۔ اور
 جو کام اس دن کے ضروری ہوتے وہ فیصلہ کر کے ان کے احکام اُن وزراء
 کے سپرد کیے جاتے۔

اس دوران نماز عصر کا وقت ہو جاتا۔ آپ اٹھتے اور نماز ادا فرماتے۔ اور
 اپنے دولت کدہ واپس تشریف لے آتے۔ نماز مغرب تک اب کسی کو
 گفتگو کرنے کی اجازت نہ ہوتی۔ نماز مغرب کے قریب آپ باہر تشریف
 لاتے۔ اور اپنے تخت پر جلوہ افروز ہو جاتے۔ اور پھر شخص کو اس کے
 مقام و مرتبہ کے مطابق بیٹھنے کی اجازت ملتی۔ رات کا کھانا منگوایا جاتا۔
 اور کھانے پینے میں مشغول ہو جاتے۔ اب نماز مغرب کا وقت ہو جاتا۔
 لوگ حاضر ہوتے۔ اور کسی کو بھی اپنی ضرورت و حاجت کے بیان کرنے
 کی طاقت نہ ہوتی۔ پھر نماز مغرب ادا فرماتے۔ اس کے بعد چار رکعت
 مستحب ادا فرماتے۔ اور ہر رکعت میں پچاس آیتیں بلند آواز سے تلاوت
 فرماتے۔ یا اہمتر پڑھتے۔ اب دوبارہ دولت خانہ میں تشریف لے جاتے۔ اور نماز
 عشاء کے وقت باہر تشریف لاتے۔ اور نماز ادا فرماتے۔

اس وقت آپ دربار کے مخصوص افراد اور اپنے نزدیک لوگوں اور اہم

وزیروں کو بولواتے۔ اور اس رات کے صبح تک کے احکامات صادر
 فرماتے۔ پھر آپ تواریخ پڑھنے میں مشغول ہو جاتے۔ اور رات کا ایک
 تہائی حصہ عرب لوگوں کے واقعات اور ان کے حالات، عجم کے رہنے
 والوں کے فقہ جات اور ان کے بادشاہوں کے حالات۔ ان کے
 جنگوں میں مختلف داؤ بیچ اور ان کی سیاست کو وہ اپنی رعایا کو کس طرح
 نظم و ضبط سے رکھتے تھے۔ ان باتوں کے سننے میں مشغول ہو جاتے۔ اس
 کے بعد دولت کدہ کے اندر سے آپ کی گھریلو ستورات ملو کے نکال
 اور دوسری عمدہ خوردنی اشیاء باہر بھجیتیں۔ تاکہ خود بھی آپ تناول فرمائیں
 اور دیگر اہل مجلس کو بھی کھلائیں۔ پھر آپ سونے کی تیاری فرماتے۔ اور
 رات کا ایک تہائی حصہ آرام فرماتے۔ پھر اٹھ بیٹھتے۔ اور اپنے چند غلاموں
 کو حکم دے رکھاتا۔ کہ وہ گزرے ہوئے بادشاہوں، ان کی حکومتی تدابیر
 اور ان کے حالات زندگی یاد کر رکھا کریں۔ اب انہیں طلب فرماتے۔
 تاکہ وہ اگر مذکورہ باتیں آپ کو سنائیں۔ یہ سلسلہ صبح صادق تک چلتا۔ پھر
 آپ اٹھتے اور نماز صبح ادا فرماتے۔ اور پھر آج کے دن کی مصروفیات
 اسی طرح پوری کرتے جیسا کہ گزر چکا ہے۔

قارئین کرام! امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی یہ وہ سیرت ہے کہ جس کو ہر منصف آدمی کچھ
 کر بلا تامل کہہ اٹھے گا کہ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ایک اعلیٰ درجے کے عابد اور
 عادل حاکم تھے۔ اور وہ اس حدیث کے مصداق تھے کہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
 فرمایا کہ قیامت میں عادل حاکم کو اللہ تعالیٰ عرض کے سایہ میں جگہ دے گا۔ اور پھر امیر معاویہ رضی
 نے اپنے وصال تشریف کے وقت وصیت کی۔ کہ میرے پاس سرکارِ ابد قرار علی اللہ
 علیہ وسلم کے ناخن تشریف ہیں۔ ان کو میری آنکھوں پر رکھ کر دفن کر دینا۔ اس کا حوالہ

نبی پاک علیہ السلام سے ابوسفیان کی عداوت کے الزام کی تردید

حضرت ابوسفیانؓ اور ان کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عداوت کا یہ مسئلہ انتہائی جہالت بھرا الزام ہے۔

احادیث میں صاف صاف موجود ہے کہ اسلام قبول کرنے سے سابقہ تمام گناہ مٹ جاتے ہیں۔ اور خود احادیث میں موجود ہے کہ حضرت ابوسفیان کو دویہ کفر میں جس قدر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عداوت تھی۔ اسلام لانے کے بعد اسی قدر بلکہ اس سے زیادہ آپ کے ساتھ انہیں محبت ہو گئی تھی۔ یہ محدثین کرام نے مناقب ابوسفیان پر مستقل باب باندھے ہیں۔ مثال کے طور پر آپ کے مناقب کے متعلق المستدرک حاکم نے حضرت ابوسفیان کے مناقب میں ایک مستقل باب باندھا ہے جس کی چند احادیث نقل کی جاتی ہیں لیکن ان احادیث کے نقل کرنے سے پہلے یہ بات ذہن نشین رکھیں کہ حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کا ابتدائی دور بلا شک اسلام اور صاحب اسلام کی مخالفت میں گزرا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے انہیں دولت ایمان و اسلام عطا فرمائی۔ تو پھر آپ ایمان میں دیگر صحابہ کرام کی طرح بڑے پختے اور مضبوط تھے۔ اسلام کے لیے ان کی قربانیوں کا تذکرہ آپ پڑھ چکے ہیں۔ آخر میں ہم ایک ایسے شخص کی زبانی جناب ابوسفیان رضی اللہ عنہ کے مناقب و فضائل نقل کر رہے ہیں جس میں کچھ تشیع موجود ہے۔ ہماری مراد صاحب مستدرک امام ابو عبد اللہ رحمہ اللہ کا کم نیشاپوری۔ ”میزان المکتب“ میں ہم نے ان میں تشیع کے موجود ہونے کو کتب اسماء الرجال اور دیگر معتبر کتابوں سے بحوالہ ثابت کیا ہے۔ جن میں تشیع پایا جاتا ہے وہ اکثر طور پر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور ابوسفیان رضی اللہ عنہ کے بارے میں ان کے فضائل و مناقب لکھنے سے پہلو تھی کرتے ہیں۔ اس کنجوسی کے باوجود ابو عبد اللہ حاکم نے مستدرک میں جناب ابوسفیان رضی اللہ عنہ کے بہت سے مناقب تحریر کیے۔ ہم انہیں ذیل میں نقل کر رہے ہیں۔

ابوسفیان کا مقام نبی علیہ السلام کی نظر میں

۱۔ مستدرک: قال۔ ابوسفیان بن الحارث بن عبد المطلب بن ہاشم و کان آخر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من الرضاع و ابن عمہ ارضعتمہ حلیمۃ ایا ما فکان یا لفت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فلما بُعِثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم عاد اء وھجاء وھجی اصحابہ فمکث عیشیرین سنۃ مغاضبا لیرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یتخلف عن موضع سیر فیہ و قرکین لقتال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فلما ذکر شخوص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الی مکۃ عام الفتح القی اللہ عز و جل فی قلبہ السلام فتلقى رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبل نزولہ الی بواء فاسلم هو و ابنہ جعفر و خرج مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فشهد فتح مکۃ و حنینا قال ابو سفیان فلما لقینا العد و یحنین اقتحمت عن فرسی و یدرجی السیف صلیا و اللہ یعلم آ فی اربد الموت دوتہ و هو یظفر الی فقال العباس یا رسول اللہ ہذا اخوک و ابن عمک ابو سفیان بن الحارث فارض عنہ قال قد فعلت یعفو اللہ لہ کلا عدا و ق...

عَادَا فِيهَا ثُمَّ انْتَفَتَ إِلَى فَقَالَ أَخِي لَعَمْرِي فَقَبَلْتُ رَجُلَهُ
فِي الرِّكَابِ قَالُوا وَمَاتَ أَبُو سَفْيَانَ بْنِ الْحَارِثِ
بِأَمْرِ يَتِيمٍ بَعْدَ أَخِيهِ نُوْفَلِ بْنِ الْحَارِثِ بِأَرْبَعَةِ
أَشْهُرٍ أَلَا ثَلَاثَةَ عَشَرَ لَيْلَةً يُقَالُ فَقَالَ مَاتَ سَنَةً
عِشْرِينَ وَصَلَّى عَلَيْهِ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ وَكَبَّرَ
فِي دَارِ عَقِيلِ بْنِ أَبِي طَالِبٍ بِالْبَقِيعِ وَهُوَ الَّذِي
حَفَرَ قَبْرَ نَفْسِهِ قَبْلَ أَنْ يَمُوتَ بِثَلَاثَةِ
أَيَّامٍ - (المستدرک جلد سوم ص ۲۵۴ ذکر مناقب
ابی سفیان مطبوعہ حیدر آباد دکن)

ترجمہ: ابوسفیان بن الحارث بن عبدالمطلب بن ہاشم جناب رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کے رضاعی بھائی بھی تھے۔ اور بھتیجے بھی۔ انہیں سیدہ
علیہ رضی اللہ عنہا نے کئی دن دو دو پلایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں
بہت محبت اور الفت تھی۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان
نبوت فرمایا۔ تو ابوسفیان نے آپ کی اور آپ کے صحابہ کی جی بھر کر
عداوت و مخالفت کی۔ متواتر بیس سال تک مخالفت میں گزارے
اور قریش جب بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں آئے۔ تو یہ ہر
مرتبہ ان کے ساتھ ہوتے۔ پھر جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم
کا فتح کے سال مکہ شریف میں تشریف لانا بیان کیا گیا۔ تو اللہ تعالیٰ
نے ان کے دل میں اسلام ڈال دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام
الوہاب میں تشریف فرما ہونے سے قبل ہی آپ سے یہ ملے تو خود اور
اپنے بیٹے جعفر سمیت اسلام لائے۔ اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم

کی میث میں فتح مکہ میں حاضر ہوئے۔ اور حنین میں بھی موجود تھے۔
ابوسفیان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں۔ کہ جب حنین میں دشمن سے ہمارا
مقابلہ ہوا تو میں اپنے گھوڑے سے نیچے اتر آیا۔ اور شنگی تلوار میرے ہاتھ
میں تھی۔ خدا جانتا ہے۔ کہ میں آپ کے سامنے شہید ہونا چاہتا تھا۔ آپ
نے مجھے دیکھا۔ پھر حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ!
یہ آپ کا بھائی اور بھتیجا ہے۔ اس کا نام ابوسفیان بن حارث ہے۔
آپ اس سے راضی ہو جائیں۔ آپ نے فرمایا۔ میں راضی ہو گیا ہوں! اور تم
اس کی وہ تمام عداوتیں معاف کرے جو اس نے مجھ سے کیں۔ پھر آپ
میری طرف متوجہ ہوئے۔ فرمایا۔ اے بھائی! مجھے اپنی عمر کی قسم! میں نے
آپ کے پاؤں کا رکاب میں ہی بوسہ لے لیا۔ بیان کرتے ہیں۔ کہ
حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کا وصال مدینہ منورہ میں ہوا۔ آپ اپنے
بھائی نوفل بن حارث سے چار ماہ سے تقریباً تیرہ دن کم زندہ رہے
بیس ہجری میں انتقال ہوا۔ اور حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے ان کی
نماز جنازہ پڑھائی۔ اور عقیل بن ابی طالب کے مکان واقع بقیع میں دفن
کیے گئے۔ یہ وہی ہیں۔ جنہوں نے اپنی موت سے تین دن قبل اپنی
قبر تیار کر لی تھی۔

۲۔ مستدرک:

عن هشام بن عروہ عن أبيه أن أبا سفيان بن الحارث
بن عبد المطلب رضي الله عنه كان أحبَّ قرشي
إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم وكان شديدًا
عليه فكما أسكر كان أحبَّ الناس إليه۔

ترجمہ: ہشام بن عروہ اپنے والد سے بیان کرتے ہیں کہ حضرت سفیان بن عارث بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ تمام قریش میں سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک زیادہ محبوب تھے۔ ابتداء میں آپ کے سخت مخالف تھے۔ پھر جب مشرف باسلام ہوئے۔ تو محبوب ترین ہو گئے۔

۳۔ مستدرک:

عن ابی حبیہ البدری رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَبُو سَفِيَّانَ بْنُ الْحَارِثِ خَيْرُ أَهْلِیْ صَحِيحٌ عَلَى شَرَطِ مُسْلِمٍ وَ لَمْ يُخَرَّجَاهُ۔

ترجمہ: البوصیرہ بری کہتے ہیں کہ جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ابوسفیان بن عارث میرے بہترین رشتہ دار ہیں۔ امام مسلم کے شروط پر یہ روایت صحیح ہے۔ لیکن امام بخاری اور مسلم نے اس کو روایت نہیں کیا۔

۴۔ مستدرک:

عن هشام بن عروہ عن ابیہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَيِّدُ فَتَيَاكِ الْجَنَّةِ أَبُو سَفِيَّانَ بْنُ الْحَارِثِ ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ قَالَ حَقَّقَهُ الْخَلَاءُ بِمَنْیَ وَفِي رَأْسِهِ ثَوْبٌ ثَوْبٌ فَقَطَعَهُ فَمَاتَ فَخِرٌ وَنَ أَتَى شَهِيدًا۔

ترجمہ: ہشام بن عروہ اپنے والد سے بیان کرتے ہیں کہ جناب

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ابوسفیان بن عارث جنتی نوجوان کا سردار ہے۔ راوی نے کہا۔ کہ منی میں حجام ان کے سر کے بال مونڈے اور ان کے سر میں مسکا (مہکا) تھا اس کی کٹ جانے سے ان کی موت واقع ہو گئی۔ لوگ آپ کو شہید سمجھتے تھے۔

۵۔ مستدرک:

عن الزهري عن كثير بن العباس ابن عبدالمطلب عن ابيه قَالَ شَهِدْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ حَنْزَلٍ فَلَقَدْ رَأَيْتُهُ وَمَا مَعَهُ إِلَّا أَنَا وَابُو سَفِيَّانَ بْنُ الْحَارِثِ ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ وَهُوَ اخِذٌ بِلِجَامِ بَعْلَقَةَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ رَاكِبٌ وَأَبُو سَفِيَّانَ لَا يَأْكُوفُ أَنْ يَسْرَعَ نَحْوَ الْمُشْرِكِينَ۔ صَحِيحٌ عَلَى شَرَطِ الشَّيْخَيْنِ وَ لَمْ يُخَرَّجَاهُ۔

ترجمہ: جناب زہری حضرت کثیر بن عباس سے وہ اپنے باپ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ فرمایا کہ میں غزوہ حنین میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ موجود تھا۔ آپ کے ساتھ اس وقت میں اور ابوسفیان تھے۔ ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فخر کی لگام پکڑی ہوئی تھی حضور اس پر سوار تھے۔ اور ابوسفیان بغیر پرواہ کیے مشرکین کی طرف آگے بڑھ گئے۔ امام بخاری و مسلم کی شرط کے مطابق یہ روایت صحیح ہے۔ لیکن ان دونوں نے اسے ذکر نہیں کیا۔

۶۔ مستدرک:

حدثنا مصعب بن عبد الله بن الزبير قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم
 وَكَانَ الْحَارِثُ بْنُ عَبْدِ الْمَطْلِبِ وَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّهُ مِنْ خَيْرِ أَهْلِي وَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّهُ سَيِّدُ فَتَيَانِ أَهْلِ الْجَنَّةِ
 وَصَكَرَ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ
 حُنَيْنٍ فَأَبْصَرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 فِي عِمَائِهِ الصَّبِيحَ فَقَالَ مَنْ هَذَا قَالَ ابْنُ
 أُمِّكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ وَقَالَ حَلَقَهُ الْحَلَّاقُ فَتَقَطَعَ
 شَوْكُؤُهُ مِنْ رَأْسِهِ فَلَمْ يَذُقْ عَنَّةَ الدَّمِ حَتَّى مَاتَ
 وَكَانَ فِي سَنَةِ عِشْرِينَ وَصَلَّى عَلَيْهِ عُمَرُ
 بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ وَكَانَ تَلْقَى رَسُولَ اللَّهِ
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِبَعْضِ الظَّرِيقِ وَرَسُولُ اللَّهِ
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَارِجٌ إِلَى مَكَّةَ لِلْفَتْحِ
 فَأَسْلَمَ قَبْلَ الْفَتْحِ

المستدرک جلد سوم صفحہ ۲۵۶ تا ۲۵۷ ذکر مناقب ابی

سفیان مطبوعہ حیدرآباد دکن

ترجمہ: جناب مصعب بن عبد اللہ بن الزبیر کہتے ہیں کہ حارث بن
 عبد المطلب کے بیٹوں میں سے جس کو صابریت رسول اللہ صلی اللہ علیہ

ابو سفیان بن حارث ہیں۔ ان کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 نے فرمایا۔ میرے بہترین گھر کے آدمی ہیں۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے
 ساتھ ڈٹ جانے والوں میں سے ایک تھے۔ خوب روشنی ہونے پر
 آپ نے پوچھا۔ یہ کون ہے؟ عرض کیا۔ کہ آپ کی ماں کے بیٹے ہیں۔
 راوی کہتے ہیں کہ حجام نے ان کے سر کے بال کاٹتے وقت آپ کے
 مکے کو کاٹ دیا۔ جس کا خون دُرُک سکا۔ یہاں تک کہ ان کا انتقال ہو گیا۔
 یہ میں ہجری کی بات ہے۔ ان کی نماز جنازہ حضرت عمر بن خطاب رضی
 اللہ عنہ نے پڑھائی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ اس وقت راستہ میں
 ملے تھے۔ جب آپ فتح مکہ کے سال مکہ کی طرف تشریف لے جا رہے تھے
 اور فتح سے قبل ہی مسلمان ہو گئے تھے۔

قارئین کرام! ہم نے چند احادیث و آثار نقل کیے ہیں۔ جن میں حضرت ابو
 سفیان رضی اللہ عنہ کے فضائل و مناقب بیان ہوئے ہیں۔ ان میں سے کچھ تو وہ
 ہیں جنہیں صاحبِ مستدرک نے امام بخاری و مسلم کی شروط پر و صیح کہا۔ اور
 کچھ پر یہ لفظ نہیں ذکر کیا۔ اس سے یہ نہ سمجھا جائے کہ وہ روایات جن کے آخر میں
 ”و صیح“ نہیں لکھا۔ وہ من گھڑت ہیں۔ کیونکہ اُن پر ضعیف ہونے کا حکم لگانا
 درست نہیں ہے۔ اور اگر بالفرض انہیں ضعیف ہی مان لیا جائے۔ تو حدیث ضعیف
 بالاتفاق فضائل و مناقب میں مقبول ہوتی ہے۔ موضوعات کبیرہ میں اس کی تصریح
 موجود ہے۔ علاوہ ازیں مستدرک کے تحت اس کی تلخیص ایک ایسے نقاد نے
 کی ہے جس کی تنقید کا معیار بڑا سمجھتا اور بے دھڑک ہے۔ یعنی علامہ ذہبی
 رحمۃ اللہ علیہ۔ ان کا طریقہ یہ ہے کہ مستدرک کی کسی روایت کو اگر مشکوک پایا۔ تو اس
 پر کھل کر جرح کی۔ لیکن امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے مذکورہ روایات بغیر جرح کے

ذکر کر کے یہ بتایا کہ یہ ضعیف بھی نہیں ہیں۔ اور ہر قسم کے شکوک و شبہات سے خالی ہیں۔ بہر حال ان احادیث صحیحہ اور روایات کو کچھ بغیر زور نہ رکھا۔ ان روایات سے درج ذیل امور ثابت ہوئے۔

۱۔ حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دو (بلکہ تین) رشتے تھے۔ ایک یہ کہ آپ کے چچا زاد بھائی ہیں۔ وہ اس طرح کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے والد عبداللہ اور ابوسفیان کے والد عمارت دونوں حقیقی بھائی ہیں۔ اور ان دونوں کا باپ عبدالطلب ہے۔ دوسرا رشتہ یہ کہ ابوسفیان نے سیدہ حلیمہ کا دودھ پیا۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی نوش فرمایا۔ لہذا دونوں رضاعی بھائی بھی ہیں (تیسرا رشتہ یہ کہ ابوسفیان کی بیٹی ام حبیبہ رضی اللہ عنہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عقد میں تھیں۔ جس کی بنا پر ابوسفیان مسرور حضور ان کے داماد ہوئے۔ یہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی ہم شیرہ ہیں۔

۲۔ بعثت نبوی کے بعد ابوسفیان نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی اور جب مشرف باسلام ہوئے۔ تو اس میں بھی نہایت پختہ اور مضبوط تھے۔ جتنی کہ غزوہ حنین میں جہاں صحابہ کرام کو امتحان میں ڈالا گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ثابت قدمی دکھانے والوں میں جناب ابوسفیان رضی اللہ عنہ بھی تھے۔

۳۔ غزوہ حنین میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے جام شہادت نوش فرمانے کا عزم کیا۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ان کی طرف نہایت محبت سے دیکھا۔ تو حضرت عباس نے موقعہ دیکھ کر عرض کی۔ حضور! ابوسفیان کی جہالت کے دور کی تمام عداوتیں معاف فرمادیں۔ آپ نے حلیف فرمایا

میں نے معاف کر دیا۔ اسے اللہ تعالیٰ بھی مغفرت عطا کرے۔ وہ میرا بھائی ہے۔

۴۔ حضرت ابوسفیان نے فرط محبت میں غزوہ حنین میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاؤں مبارک کو چوم لیا۔

۵۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ابوسفیان میرے بہترین گھروالوں میں سے ہے۔

۶۔ ابوسفیان رضی اللہ عنہ جنتی نوجوانوں کا سردار ہے۔

۷۔ لوگ حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کی موت کو شہادت کی موت کہتے تھے۔ اس فضائل و مناقب کو سامنے رکھتے ہوئے اگر انسانی ان کی شان میں گستاخی کریں۔ تو وہ ان کا دیرینہ شیوہ ہے۔ کیونکہ اس سے اس کے خلاف کی توقع بیکار ہے۔ لیکن محدث ہزاروی ایسا بدعتی مسلمان کہلانے والا اگر حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ پر لعنت کرے۔ اور انہیں صحابی تسلیم نہ کرے۔ تو یہ اس کے ازلی مروجہ ہونے کی علامت ہے۔ بہر حال حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد گرامی سے صراحت ثابت ہے کہ حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ جنتی ہی نہیں بلکہ جنتی نوجوانوں کے سردار ہیں۔ اور آپ کے اہل و عیال کے بہترین فرد ہیں۔ اور غزوات میں شرکت فرما کر آپ نے دور جاہلیت کی دشمنی دھو ڈالی۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی خطائیں معاف فرمادیں۔ اب اس کے بعد ان کو برا بھلا کہنے کا کیا جواز باقی رہ جاتا ہے۔ اس لیے حضرت ابوسفیان کی شان میں گستاخی کرنے والا اپنی آخرت تباہ و برباد کرنے پر تکلّا ہوا ہے۔ نبی علیہ السلام نے فرمایا۔ حق

اَذْهَبْ فَقَدْ اَذْنٰی وَمَنْ اَذْنٰی فَقَدْ اَذْحٰی اللّٰہ

فاعتبروا یا اولی البصائر

باب سوم

مشہور نعت خواں

صائم چشتی

فیصل آبادی

کے

باطل نظریات کا رد

باب سوم

گستاخ ششم: مشہور نعت خواں

صائم فیصل آبادی کے باطل نظریات کا رد

جب کہ ہم نے گستاخان امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی تردید پر قلم اٹھایا تو ان میں دیوبندی مودودی اہل حدیث اور بنام سنی سب کی اصل عبارات اور ان کی دندان شکن تردید کی۔ لیکن اسی ضمن میں یہ خیال ہے کہ چلتے چلتے ایسے نام نہاد سنی علماء اور بنے بنائے محققین کا گروہ بھی ہو جائے۔ جنہوں نے انہی مختلف تصانیف میں اہل سنت کے متفق علیہ عقائد کے خلاف اور اہل تشیع کے حق میں کچھ باتیں درج کیں ہیں۔ شاید اس سے ان کی یہ خواہش ہو کہ اس طرح کرنے سے رافضیت کو فروغ ہو گا۔ بہر حال فروغ ہو یا نہ ہو لیکن اتنا ضرور ہوا کہ اہل تشیع نے ان لوگوں کی کتب میں مذکورہ باتوں کو اپنے حق میں بطور دلیل پیش کرنا شروع کر دیا۔ اور یہ کہہ کر کہ در فلاں سنی عالم، محقق اور مولوی نے اپنی فلاں کتاب میں یہ بات لکھی ہے، اپنے مسلک کے حق ثابت کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ اسی سلسلہ میں ہم نے ابراہام علی مودودی، اہل تشیع دیوبندی اور محمود شاہ محدث ہزاروی کی تحریرات اور ان کا تجزیہ پیش کیا ہے۔ چونکہ دور حاضر میں زیادہ تر ان چند کھوٹے سکوں نے اپنا بازار گرم کرنے کی سعی لا حاصل کی تھی تو اس کے بعد ہم نے ایک نئے موضوع پر کچھ کام شروع کر دیا۔ وہ یہ کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کریمین جنتی ہیں مسلمان ہیں۔ ابھی اس

موضوع پر تھوڑا سا کام کیا گیا تھا۔ کہ ایک مخلص دوست حضرت مولانا عبد التواب چھری فرزند منظر اسلام حضرت مولانا محمد عمر چھری مرحوم نے میری توجہ اس طرف مبذول کرائی اور پرزور اصرار کیا۔ کہ مودودی اور محدث ہزاروی وغیرہ کی طرح صائم فیصل آبادی کا بھی رد ہونا چاہیئے۔ کیونکہ وہ اپنی کتاب ”مشکل کشا“ میں اپنا تعارف فاضل جامعہ رضویہ لائپزگ اور مراجِ اہل بیت مصطفیٰ کے پرفریب جملوں سے کرتا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ اس کی تحریرات میں شیعیت کے حق میں کافی مواد ہے۔ جو وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اہل سنت کے خلاف اور شیعیت کے حق میں بطور دلائل پیش کیا جاسکے گا۔ پھر اس بات کی تصدیق بھی مجھے ہو گئی۔ کہ ایسا کیا جانے لگا ہے۔ چنانچہ کوئٹہ اور تحصیل حافظ آباد ضلع گوجرانوڑ کے خطیب — مولوی الشہید صاحب کا کہنا ہے۔ کہ کتاب ہے۔ کہ شیعہ دس محرم کو ایک شیعہ مقرر تنقوی لقب والا یہ کہتا پایا گیا۔ کہ فلاں فلاں بات میں اپنی طرف یا کسی اپنی کتاب سے پیش نہیں کر رہا۔ بلکہ سنیوں کے ایک مستند مولوی کی کتاب سے پیش کر رہا ہوں۔ اس مستند مولوی سے مراد ”صائم فیصل آبادی“ تھا۔ مولوی الشہید صاحب نے بھی اس کی تردید پر زور دیا۔ اس لیے ہم نے پہلا موضوع سر دست وہیں بند کر کے اس محاذ پر قدم اٹھایا۔ آئیے صائم فیصل آبادی کی تصنیف ”مشکل کشا“ کے چند عنوانات دیکھیں۔ آپ کو ان سے اس کے سنی مخالفی ہونے کا علم ہو جائے گا۔

”مشکل کشا“ نامی کتاب کے چند زندیقانہ عنوانات

- ۱۔ علماء انبیاء کے ہم مرتبہ (۲) اولیاء میں صحابہ کرام جیسے کمالات (۳) ان اولیاء پر صحابہ کو فضیلت نہیں دے سکتے۔ (۴) امت مصطفیٰ کا وہ کمال جو انبیاء کو نہیں لا۔ (۵) امتی کے وسیلہ سے حضور کو کمال حاصل ہوا۔ (۶) کمالات انبیاء سے الحاق

(یعنی امتی میں انبیاء جیسے کمالات) (۷) حضرت علی عقیقہ بلا فسل ہیں۔ (۸) علی کیوں رقیب امت سے، افضل نہیں؟ (۹) غیر نبی کو نبی پر فضیلت۔

نوٹ:

مندرجہ بالا عنوانات کتاب ”مشکل کشا“ سے من وعن نقل کیے گئے ہیں۔ ان عنوانات سے ہی مصنف کے نظریات کا علم ہو جاتا ہے۔ اور پھر بڑی ڈھٹائی کے ساتھ ان عنوانات کی افادیت کے پیش نظر یہاں تک جسارت کی کہ یہ سب مجدد الف ثانی کی تحریرات ہیں۔ کہ یا بندوق کی گولی چلائی لیکن کندھا مجدد الف ثانی صاحب کا استعمال کر کے ایسا کیا۔ پھر مزید لکھا۔

معاندین بھی ہوتے ہیں:

ہو سکتا ہے کہ امام ربانی کی ان تصریحات کے باوجود بھی کچھ لوگ اس استدلال کو مسترد کر دیں اور تصور کر لیں کہ ان عبارتوں سے خدا تعالیٰ بل مجبوراً الحکیم کے طویل القدر پیغمبروں کی اہانت اور توہین کا پہلو نکلتا ہے۔ مگر مجدد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مقام ارفع و اعلیٰ اور جلال علمی کے سامنے ان لوگوں کی حیثیت ہی کیا ہے۔ اور کس بد نصیب کو مجال زدنی ہے۔ کہ اس مقبول بارگاہ اور صاحب استقامت بزرگ کے ارشادات عالیہ سے اختلاف کر کے ناقابل معافی جرم کا مرتکب ہونے کی جرات کر سکے۔ (مشکل کشا مصنف صائم فیصل آبادی ص ۱۰۵)

ضروری گزارش:

”صائم فیصل آبادی“ کی اپنی تحریر میں اسے ملاحظہ کر چکے ہیں کہ اس نے اپنی تمام تحریرات و عنوانات کو مجدد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تحریرات و ارشادات پر مبنی

قرار دیا۔ اور مجدد صاحب کی علمی اور روحانی حیثیت بیان کر کے ان کی مخالفت کرنے پر ناقابل معافی جرم کا اعلان بھی کیا ہے۔ اس سے اس کا مقصد یہ ہے۔ کہ میری تحریرات و عنوانات پر نقص و اعتراض بھر پر نہیں۔ بلکہ براہ راست جناب مجدد علیہ الرحمۃ پر ہوگا۔ لہذا یہ ڈراوا دے کر قارئین کو اپنی تحریرات مانسنے اور تسلیم کرنے پر مجبور کر دیا گیا۔ راقم چونکہ خود اسی خانوادے سے تعلق رکھتا ہے۔ اور سلسلہ بیعت۔ قدوة السالکین، حجتہ الاممین حضرت خواجہ سید نور الحسن شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سرکار کیلینا نوالہ شریف سے ہے۔ جو نقشبندی مجددی کہلاتے ہیں۔ جہاں تک قبلہ مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی تحریرات و ارشادات کا معاملہ ہے۔ ہم یہ سمجھتے ہیں۔ کہ ”صائم نعت خوان“ کو ان کا لفظی ترجمہ بھی شائد نہ آئے۔ تو اس بے مانگی کے ساتھ اسے خود مجدد ہونے کا شوق بھی ہے۔ یہ تو آئندہ اوراق ہی گواہی دیں گے۔ کہ صائم کی تحریرات و عنوانات کی جناب مجدد صاحب کہاں تک تائید کرتے ہیں۔ ہم انشاء اللہ بھرپور تقابل بیان کریں گے۔ سر دست یہ گزارش کرنا ہے۔ کہ جب ایک نظریہ و عقیدہ دماغ میں بیٹھ جاتا ہے۔ (چاہے وہ غلط ہو یا صحیح) تو آدمی اس کے انبات و تائید کی خاطر قرآن و حدیث کے مطالب کو اپنے حق میں پھیرنے کی کوشش کرتا ہے۔ اگر صائم ایسا خالی نعت خواں اپنے فرض و تشیع کو مجدد صاحب کی عبارات سے ثابت کر کے دکھائے۔ تو اس پر کوئی تعجب نہیں۔ آخر انفسی بھی تو اہل بیت کی احادیث اور اپنے قرآن سے اپنا مسلک ثابت کرتے ہیں۔ مرزائی بھی یہی طریقہ اپنائے ہوئے ہیں۔ مختصر یہ کہ ہم مجدد صاحب کو اہل سنت اور صائم نعت خوان کے عقائد کے مابین ”حکم“ بنا کر قارئین کرام کے سامنے بات واضح کرنا چاہتے ہیں۔ چند باتیں مجدد صاحب کی علمی اور روحانی بلندی کے بیان میں عرض ہیں۔ تاکہ قارئین کرام کو ”مثالث“ کے مقام و مرتبہ کا مزید اندازہ ہو سکے۔ اور پھر ان کے ارشادات دل کی گہرائیوں میں اتر سکیں۔

امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا

مقام و مرتبہ

مکتوباتِ امیر ربانی:

بعد الحمد والصلوات و بسم اللہ العزت میرا اند کہ صحیفہ شریفہ کہ از روئے کرم نامزد این حقیر ساخته بودند بہ مطالعہ اُن مشرف گشت جزا کرم اللہ سبحانہ خیرا، از انعامات حق جل سبحانہ چہ لو رسید و چہاں شکر اُن نماید علوم و معارفیکہ افاضہ می شود و بتوفیق خداوندی بل شانہ اکثر اُن در قید کتابت می آید بسم اہل و نا اہل میرسد۔ اما اسرار و دقائقی کہ باک تمیز است شمد اُن بظہور نمی تواند آورد بلکہ بر مز و اشارت نیز از اُن مقولہ سخن نمی تواند کرد۔

فرزند می اعززی کہ مجموعہ معارف فقیر است و نسخہ مقامات سلوک و جذبہ روضے از این اسرار و حقیقہ غنی آرد و شیخ تمام در استقار اُن می کوشد بآنکہ می داند کہ فرزند می اندر محرمات اسرار است و از غلط و غلط محفوظا ماچہ کند و قوت معافی زبان را میگیرد و لطافت اسرار بہار می بندد و بقیث صدری و کانی طلق لسانی لغت و قوت است اُن اسرار از اُن قبیل اند کہ در بیان نیایند بلکہ در میاں نمی آزند۔

فرمایہ حافظ این ہمہ آخر ہر روزہ نیست۔ ہم قلم غریب و حدیث عجیب بہت این دولت کہ مادر است تا راک می کشیم مقتبس از مشکوٰۃ نبوت انبیاء است علیہم الصلوٰۃ و التسلیمات و ملائکہ ملا علی مبینا و علیہم الصلوٰۃ و التسلیمات شریک این دولت اند و از متابعان انبیاء علیہم الصلوٰۃ و التسلیمات ہر کہ بایں دولت مشرف سازند۔ (مکتوباتِ امام ربانی دفتر اول حصہ ہفتم)

مکتوب ۲۹۹ و ۱۳۸۱ مطبوعہ روف الکیڈمی لاہور

ترجمہ: حمد و صلوٰۃ اور تسبیح دعوات کے بعد واضح ہو کہ آپ کا صحیفہ شریفہ
بحار زر وئے کرم اس حقیر کے نام لکھا ہوا تھا۔ اس کے مطالعہ سے مشرف
ہوا۔ جزاکم اللہ الخ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے۔ یہ فقیر حق بل سبمانہ
کے انعامات کیا کیا لکھے۔ اور ان کا کیا شکوہ کرے۔ وہ علوم و معارف جن
کا قبضہ ان ہوتا ہے۔ خداوند جل سبمانہ کی توفیق سے ان میں سے اکثر لکھے
جاتے ہیں۔ اور ہر اہل و نا اہل کے کانوں تک پہنچتے رہتے ہیں۔ لیکن وہ خاص
اسرار و دقائق جن کے ساتھ یہ فقیر متمیز ہے۔ اُن کا قہر و اساحتہ بھی ظہور
میں نہیں لاسکتا۔ بلکہ رمز و اشارہ کے ساتھ بھی اس مقولہ کی نسبت گفتگو نہیں
کر سکتا۔ بلکہ اپنے فرزند عزیز کے ساتھ بھی جو فقیر کے معارف کا مجموعہ اور
مقامات سلوک و جذبہ کا نسخہ ہے۔ اس اسرار و دقائق کی کوئی رمز بیان
نہیں کرتا۔ اور ان کے پوشیدہ رکھنے میں بڑی کوشش کرتا ہے
حالانکہ فقیر جانتا ہے۔ کہ فرزند عزیز محراب اسرار سے ہے۔ اور خطا
و غلط سے محفوظ ہے لیکن کیا کرے کہ معافی کی دقت اور باریکی زبان
پکڑ لیتی ہے۔ اور اسرار کی لطافت بولوں کو بند کر دیتی ہے۔ وَ
يَضَيِّقُ صَدْرِي الْخ - میرا سینہ بند ہو جاتا ہے۔ اور میری زبان
نہیں چلتی۔ نقد و قس ہے۔ اور وہ اسرار اس قسم کے نہیں ہیں۔ کہ فقیر ان کو
بیان نہیں کرتا۔ بلکہ وہ ایسے ہیں۔ کہ بیان میں لائے ہی نہیں جاسکتے۔
فریاد و حافظہ میں ہمہ پہرہ نیست۔ ہم قصہ غریب و حدیث عجیب ہست
حافظ کی یہ تمام فریاد بے فائدہ نہیں۔ دراصل قصہ بھی عجیب اور
حالت بھی عجیب ہے۔ یہ دولت جس کے چھپانے میں ہم کوشش کرتے

ہیں۔ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات کے چراغ نبوت سے متفتیس ہیں۔
اور علامہ علامہ علی بن ابی طالب علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات بھی اس دولت
میں شریک ہیں۔ اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات کے تابعداروں
میں سے جس کو اس دولت سے مشرف فرمائیں وہ بھی اس دولت
میں شریک ہے۔

مکتوبات امارہ ربانی:

بمولانا صالح کولابی در اسرار مراد سے و مرید سے حضرت ایشاں مدظلہ
العالی۔ الحمد للہ و سلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ من ہم مرید اللہ جل جلالہ و ہم
مراد اللہ عز و شایہ سلسلہ ارادت میں ہے تو سطر بہ اللہ متصل است تعالیٰ وید من نائب مناب اللہ است
سبحانہ و تعالیٰ بحمدہ و صلواتہ و برکاتہ و بركاتہ و در طریقہ نقشبندیہ بیست و یکم اسطر در میان
است و در طریقہ نائب مناب یہ اللہ است سبحانہ۔ ارادت من بحمد
صلی اللہ علیہ وسلم بوساطت کثیرہ است در طریقہ نقشبندیہ بیست و یک
واسطر در میان است و در طریقہ قادریہ بیست و پنج و در طریقہ چشتیہ
بیست و ہفت و ارادت من بہ اللہ تعالیٰ قبول و سالت نمی نمایم چنانچہ
گزشت پس من ہم مرید محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ام و ہم ہم پیرو
پس رواد بلوغ ان میں دولت ہر چند طفیلی ام لانا تو تونہ زیادہ ام و ہر چند تابع
ام اما از اصالت بے بہرہ نیم و ہر چند اہتم اشریک دولت نہ شرکت
کہ ازاں دعویٰ ہم سری خیزد کہ ان کفر است بلکہ شرکت خادم است سبحانہ
مخدوم تانہ طلیبیہ اند بر سفرہ این دولت حاضر نشدہ ام و تانہ خا مستہ اند
دست بایں دولت و راز نہ کردہ ام ہر چند اویسی ام امری حافظہ
ناظر دارم ہر چند در طریقہ نقشبندیہ پیر من عبد الباقی است۔ مشکفل

تزویت من اللہ الباقی است من بفضل تربیت یافتہ ام و براہ اجتہاد رفتہ سلسلہ
من سلسلہ رحمانی است کہ من عبد الرحمن ام چہ رب من رحمن است و ربی
من ارحم الراحمین و طریقہ من طریقہ سبحانی است۔

(مکتوبات دفتر سوم حصہ نہم مکتوب نمبر ۲۳۱ از رؤف اکیڈمی لاہور)
تسبیحاً: مولانا صالح کولابی کی طرف صادر فرمایا۔ حضرت مجدد رضی اللہ عنہ کی طرفی

و مریدی کے اسرار کے بیان میں۔ الحمد للہ و سلام علی عباد
الذین اصطفیٰ۔ میں اللہ تعالیٰ کا مرید بھی ہوں۔ اور اللہ تعالیٰ کی نراود
بھی۔ میری ارادت کا سلسلہ بلا واسطہ اللہ تعالیٰ سے متصل ہے۔ اور میرا
ہاتھ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ کے قائم مقام ہے۔ اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
سے میری ارادت بہت سے واسطوں سے ہے۔ طریقہ نقشبندیہ میں
اکیس واسطے ہیں۔ طریقہ قادریہ میں پچیس اور طریقہ چشتیہ میں ستائیس۔ اور
میری اللہ تعالیٰ سے ہوا ارادت ہے وہ واسطے کو قبول نہیں کرتی۔ جیسا کہ پہلے
گورچکا ہے۔ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مرید بھی ہوں۔ اور ان کا تابع
ہم پیر بھی ہوں۔ اس دولت کے دسترخوان پر اگرچہ میں امتی ہوں۔ لیکن
دولت میں شریک ہوں۔ لیکن وہ شریک نہیں جس سے ہم سرکاری کاغذ
پیدا ہو۔ کوہ کفر ہے۔ بلکہ یہ شرکت خادم کی اپنے مخدوم کے ساتھ شرکت
ہے۔ مجھے جب تک بتایا نہیں گیا۔ میں اس دسترخوان پر حاضر نہیں ہوا۔
ہوں۔ اور جب تک انہوں نے نہیں چاہا۔ میں نے اس دولت کی
طرف ہاتھ نہیں بڑھایا ہے۔ اگرچہ میں اولیٰ ہوں لیکن میں اپنا ماحول ناظر
مہربانی رکھتا ہوں۔ اگرچہ طریقہ نقشبندیہ میں میرا پیر عبد الباقی ہے لیکن میری
ترتیب کا کفیل خود اللہ الباقی ہے۔ میری تربیت اللہ تعالیٰ

کے فضل سے ہوئی ہے۔ اور میں اجتہاد کی راہ چلا ہوں۔ میرا سلسلہ سلسلہ
رحمانی ہے۔ کہ میں عبد الرحمن ہوں۔ کیونکہ میرا رب رحمان ہے۔ اور میرا ربی
ارحم الراحمین اور میرا طریقہ طریقہ سبحانی ہے۔

مکتوباتِ اماوربانی:

در بیان احوال عروج و نزول وغیرہاں نیز بہ پیر بزرگوار خود نوشتہ اند
عرضداشت احقر الطلبة آئینہ نوازش نامہ مولانا علاؤ الدین رسانید در کشف
ہر یک از مقدمہ مذکورہ بمقتضائے وقت مسودہ کردہ شد بعضی مہتمات و
مکملات آں علوم مسطورہ نیز معذور شدہ فرصت تحریر آہنا شد کہ حامل
عرضداشت راہی شد الشاد اللہ تبارک و تعالیٰ متعاقب بخدمت خواہ
فرستادہ الحال رسالہ دیگر کہ بہ بیاض رسیدہ بود و فرستادہاں رسالہ بالتماس
بعضی یاراں میسر شدہ التماس نمودہ بود نہ کہ نصاب بنویسد کہ در طریقہ نافع
باشد بمقتضائے آں زندگانی کردہ شود۔ الحق رسالہ نیز مکرر کثیر البہ کرات
انست بعد از تحریر آں چناناں معلوم شد کہ حضرت رسالت غایتیت علیہ
الصلوٰۃ والسلام والتمیۃ جامع کثیر از مشائخ امت خود حاضر اند و ہمیں رسالہ
را در دست مبارک خود دارند از کمال کرم خویش آں را بوسہ میکنند و بہ
مشائخ می نمایند کہ ایں نوع معتقدات می باید حاصل کرد و جامعہ کہ بایں علم
مستعد گشتہ بودند نورانی و ممتاز اند و عزیز الوجود و در بروئے آں سرور
علیہ الصلوٰۃ والسلام والتمیۃ استادہ اند و القصہ بطول باد و در ہماں مجلس
باشاعت ایں واقعہ حقیر را مفرمودند۔ ۶ بکر یاں کار ہاں شوزویت
(مکتوبات امام ربانی دفتر اول حصہ اول مکتوب ۱۳ ص ۲۴)

ترجمہ: - احقر الطلبہ کی عرضداشت یہ ہے کہ مولانا الدین نے آپ کے نوازش نامے پہنچا دیے۔ ان نوازش ناموں کے ہر ایک مقدمہ کی وضاحت و شرح وقت کے مطابق کی گئی ہے۔ ان تحریر شدہ علوم کے بعض مہتمات بھی دل میں آئے۔ ان کی تحریر کی فرصت نہ ملی۔ میری طرف سے عرضیہ لائے والا صرف عرضیہ لے کر بھی روانہ ہو گیا۔ انشاء اللہ بعد میں جلد ہی خدمت اقدس میں ارسال کیے جائیں گے۔ اس وقت وہ رسالہ جو تیار ہو چکا تھا ارسال خدمت کیا ہوا ہے۔ اور وہ رسالہ بعض دوستوں کی فرمائش پر میسر آیا ہے۔ ان دوستوں نے فرمائش کی تھی کہ بعض ایسے نصاب لکھو جو اس طریقہ میں نفع مند ثابت ہوں۔ اور ان کے مطابق زندگی بسر کی جائے۔ حقیقت یہ ہے کہ رسالہ ہذا بے نظیر اور کشیدہ بہرہ ہے۔ رسالہ ہذا کی تحریر کے بعد یوں معلوم ہوا کہ حضرت رسالت خاتمت علیہ الصلوٰۃ والسلام امت کے مشائخ کی جماعت کشیدہ کے ساتھ تشریف فرما ہیں۔ اور رسالہ دست مبارک میں پکڑا ہوا ہے۔ اسے بوسہ سے رہے ہیں۔ اور مشائخ کو دکھا رہے ہیں کہ اس طرح کے عقائد رکھنے چاہئیں۔ اور مشائخ کی وہ جماعت جو اس رسالہ کے علوم سے سعادت مند تھی۔ وہ بہت نورانی اور ممتاز تھی۔ اور نادرا لوجود تھی۔ اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم والتیمہ کے روبرو کھڑی ہے۔ یہ قصہ بہت دراز ہے اور اسی مجلس میں اس واقعہ کی اشاعت کا بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس احقر کو حکم دیا۔

باکریاں کار بادشاہ نیست

ترجمہ: کہ ہم لوگوں کے لیے کوئی کام مشکل نہیں۔

خلاصہ:

۱۔ مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے مذکورہ مکتوبات سے معلوم ہوا کہ آپ ایسے علوم و معارف کے امین تھے۔ جو عام و خاص کی دسترس سے باہر تھے۔

۲۔ بلا واسطہ اللہ تعالیٰ سے فیض حاصل کرنے والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا مریدا و حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا متبع ہوں۔

۳۔ اللہ تعالیٰ سے فیض حاصل کرتا ہوں۔ لیکن انبیاء کرام سے ہم سہری نہیں بلکہ ان کے خادم ہونے کی حیثیت سے بارگاہ خداوندی میں رسائی حاصل ہے۔

۴۔ یہ تحریر کردہ رسالہ گویا سرکارِ دو عالم حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں ہے اور آپ اسے چوم رہے ہیں۔ اور لوگوں کو تعلیمات پر عمل کرنے کی تلقین فرما رہے ہیں۔

۵۔ اولیاء امت کو فیضانِ مجدد و وقت کے توسط سے ملتا ہے۔

مکتوباتِ امام ربانی:

واذ عین الیقین وحق الیقین چر گوید و اگر گوید کہ فہم کند و کہ دریا بدو چر دریا بد این معارف از جبطہ ولایت فارغ است ارباب ولایت در رنگ علماء ظواہر و در ادراک آں عاجز نہ و در درک آں قاصر این علوم مقبوس از مشکوٰۃ النوارینت اند علی اربابہا الصلوٰۃ والسلام والتیمہ کہ بعد از تجدید الف ثانی بتبعیت و وراثت تازہ گشتہ اند و بطراوت ظہور یافتہ صاحب این علوم و معارف مجدد این الف است گما لا یخفی علی النّٰظِرِیْنَ فِی عُلُوْمِهِ و مَعَارِفِهِ الَّتِی تَتَعَلَّقُ بِالذَّاتِ وَ الصِّغَاتِ وَ الْاَفْعَالِ وَ تَتَكَلَّبُ بِالْاَحْوَالِ وَ اَلْمَوَاجِیْدِ

وَالْتَجَلَّيَاتِ وَالظُّهُورَاتِ فَيَعْلَمُونَ أَنَّ هَؤُلَاءِ الْمَعَارِفِ
وَالْعُلُومِ وَرَاءَ عُلُومِ الْعُلَمَاءِ وَرَاءَ مَعَارِفِ الْأَوْكِيَاءِ
بَلْ عُلُومُ هَؤُلَاءِ بِالنَّسْبَةِ إِلَى تِلْكَ الْعُلُومِ قَشْرٌ وَتِلْكَ
الْمَعَارِفُ لَبٌّ ذَاكَ الْعَشْرِ وَاللَّهُ سُبْحَانَهُ الْمَاهِي
وہدائند کہ بر سر ہرمانہ مجدد سے گزشتہ است اما مجددانہ دیگر است
و مجددانہ دیگر چنانچہ در میان مائتہ و الف فرق است۔ در میان
مجددین اینہا نیز ہماں قدر فرق است بلکہ زیادہ از آن مجددانست کہ ہرچہ
در آن مدت از فیوض بامثال برسد بتوسط او برسد اگرچہ اقطاب
و ادتادان وقت بودند و بدلائل و نبی باشند۔ خاص کند بندہ مصلحت علم را
و الصَّلَاةَ وَالسَّلَامَ عَلَى مَنْ اتَّبَعَ الْهُدَى وَالتَّزَمَ مَتَابَعَةَ
الْمُصْطَفَى عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ الصَّلَاةُ وَالتَّسْلِيمَاتُ الْعُلَى
وَعَلَى جَمِيعِ اخْوَانِهِ مِنَ الْأَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِينَ
وَالْمَلَائِكَةِ الْمُقَرَّبِينَ وَعِبَادِ اللَّهِ الصَّالِحِينَ
أَجْمَعِينَ۔

(مکتوبات امام ربانی و فتر دوم حصہ اول مکتوب ص ۲۰-۲۱،
رؤف اکبر می لاہور)

ترجمہ ص ۲۰۔ اور یہ فقیر عین الیقین اور حق الیقین کے متعلق کیا عرض کرے
اور کچھ عرض کرے بھی تو اسے کون سمجھے گا اور کون پائے گا۔ یہ معارف دائرہ
ولائت سے خارج ہیں۔ ارباب ولالت علماء ظواہر کی طرح ان کے
ادراک سے عاجز ہیں۔ اور ان کے حاصل کرنے سے قاصر ہیں۔ یہ
علوم انوارِ نبوت، علیٰ اربابہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ کے سینہ

سے اخذ کیے گئے ہیں۔ جو دوسرے ہزار کے آغاز کے بعد بعینیت اور
وراخت کے طور تازہ ہوئے اور پوری تازگی کے ساتھ ظہور پذیر ہوئے
ان علوم و معارف والا اس ہزار سال کا مجدد ہے۔ جیسا کہ اس کے علم
میں معارف میں جو ذات و صفات اور افعال سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور جو
احوال و مواجید تجلیات اور ظہورات سے متعلق ہیں۔ دیکھنے والوں پر
پرشیدہ نہیں تو صاحب نظر لوگ جانتے ہیں۔ کہ یہ معارف اور علوم، علماء
کے علوم اور اولیاء کے معارف سے وراء ہیں۔ بلکہ ان کے علوم ان
علوم کی نسبت چھلکا ہیں اور وہ معارف اس چھلکا کا مغز ہیں۔ اور اللہ سبحانہ
ہی ہدایت دینے والا ہے۔ اور جان لیں کہ ہر سو سال پر ایک مجدد گذر
ہے۔ لیکن سو سال کا مجدد اور ہے اور ہزار سال کا مجدد اور۔ جس طرح سو
اور ہزار میں فرق ہے ان دونوں مجددوں میں بھی اسی طرح فرق ہے۔
بلکہ اس سے زیادہ اور مجدد وہ ہوتا ہے کہ فیوض و برکات میں سے جو کچھ
اس مدت میں امتیوں کو پہنچتا ہے۔ اس کے واسطے سے پہنچتا ہے اگرچہ
اس وقت کے قطب اور ادتاد ہوں۔ اور ابدال و اولیاء ہوں مصلحت
کی خاطر اللہ تعالیٰ کسی بندے کو خاص کر لیتا ہے۔

خلاصہ:

مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا مقام علم و عرفان اس قدر بلند و بالا ہے کہ اولیاء
علماء کی اس تک رسائی ممکن نہیں۔ اللہ تعالیٰ سے بلا واسطہ فیض کی حصولی حضور
صلی اللہ علیہ وسلم کی خاص معیت اور امت کے اولیاء، اقطاب و ادتاد پر فیوض الہیہ
کی تقسیم ایسا منصب عظیم اللہ تعالیٰ نے انہیں عطا فرمایا۔ اور پھر سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم
نے جب ان کی کتاب کو منظور فرما کر اسے ذریعہ ہدایت و نجات فرمایا۔ تو میں بھی اپنے

نظریات و عقائد کو مجدد صاحب کی تعلیمات کے مطابق ڈھالنا چاہیئے۔ یہی بات صائم نعت خوان نے کہی ہے۔ اس لیے جب ہمارا اور صائم کا حضرت مجدد کی تعلیمات کے اوپر اتفاق ہے اعتماد ہے تو پھر بات ایک طرف اگر ختم ہو جائے گی۔ ہم آئندہ سطور پر صائم نعت خوان کی کتاب کے دیئے گئے عنوانات درج اس کے بقول تعلیمات مجدد پر مشتمل ہیں) لکھ کر پھر حضرت مجدد صاحب کی تحریرات بعد ترجمہ پیش کریں گے تاکہ قارئین کرام خود کسی نتیجہ پر پہنچ جائیں۔ اور انہیں یہ معلوم ہو جائے کہ صائم نے اپنی غلط تاویلات کی بنا پر مجدد صاحب کی عبارات کو اپنے حق میں بنانے کی کوشش کی ہے۔ اور یہ کوشش اس چیز کی آئینہ دار ہے کہ صائم اہل سنت میں سے نہیں۔ بلکہ ممکن ہے کہ مکتوبات و تحریرات کے مطابق اس کا اسلام ہی ختم ہو جائے۔ عنوانات صائم اور پھر ان کا تفصیلی جواب سپرد قلم اس ہے

وبالله التوفیق

مُشْكَلُ كُتُبَا

انبیاء کرام کے ہم مرتبہ۔ ابوالعزم پیغمبروں کے رملت فرما جانے سے ہزار سال کے بعد انبیائے کرام اور کمال عظام مبعوث ہوتے تھے۔ چونکہ حضرت خاتم الرسل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شریعت نسخ و تبدیل سے محفوظ ہے۔ اس لیے حضور کی امت کے علماء کو انبیاء کا مرتبہ عطا فرما کر شریعت کی تقویت اور ملت کی تائید کا کام ان کے سپرد کیا گیا۔

(مکتوبات جلد ۱ ص ۲۶۲ مکتوبات ۲۰۹)

صحابہ کرام جیسے کمالات:

حضرت خاتم الرسل علیہ الصلوٰۃ والسلام کے رملت کر جانے سے ہزار سال بعد حضور کی امت کے جو اولیاء ظاہر ہوں گے۔ اگرچہ وہ قلیل ہوں گے مگر اکمل ہوں گے

خلاصہ یہ ہے۔ کہ اس طبقہ کے اولیاء کے کمالات اصحاب کرام رضوان اللہ عنہم کے کمالات جیسے ہوں گے۔

انہی اولیاء پر محاسبہ کو فضیلت نہیں دے سکتے؛

اگرچہ انبیاء علیہم السلام کے بعد فضیلت اور بزرگی اصحاب کرام کے لیے ہے۔ لیکن یہ مقام ہے کہ کمال مشابہت کے باعث ایک کو دوسرے پر فضیلت نہیں دے سکتے مکتوبات ۲۰۹۔ (مشکل کشا ص ۹۹ مطبوعہ چشتی کتب خانہ لاہور)

جواب:

چونکہ مندرجہ بالا تینوں عنوانات ایک ہی مکتوب کے تحت لکھے گئے ہیں۔ اس لیے ہم سب سے پہلے مکتوب ۲۰۹ دفتر اول حصہ اول کی پوری عبارت ترجمہ کے ساتھ پیش کرتے ہیں۔ اور پھر اس کے بعد ان تینوں عنوانات پر مکتوبات کے حوالے بحث کی جائے گی۔ تاکہ مجدد صاحب کا نظریہ اور صائم نعت خوان کا مقصد واضح ہو سکے۔

مکتوبات شریف:

چوں حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نزول خواہد فرمود بتابعت شریعت خاتم الرسل علیہم الصلوٰۃ والسلام خواہد نمود از مقام خود عروج فرمودہ بر تبعیت بمقام حقیقت محمدی خواہد رسید و تقویت دین او علیہا الصلوٰۃ والتسلیمات خواہد نمود از اینجا است کہ نقل می کنند از شرائع ما تقدم کہ بعد از ہزار سال از ارتحال پیغمبر اولی العزم از انبیاء کرام در سل عظام مبعوث می شدند کہ تقویت شریعت اہل پیغمبر فرمایند و اعلام کلمہ او نمایند و چون

دورہ دعوت شریعت اوتام می شد پیغمبر اولی العزم و دیگرے مبعوث می گشت و تجدید شریعت خود بہ فرمودہ و چون شریعت

خاتم الرسل علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات از نسخ و تبدل محفوظ است علماء امت
اور احکم انبیاء دادہ کار تقویت شریعت و تائید ملت را بایشان تفویض
فرمودہ مع ذالک یک پیغمبر اولی العزم را متابع اوساختہ ترویج شریعت
او محفوظہ است۔ قال اللہ سبحانہ و تعالیٰ اِنَّا نَحْنُ قَرِّ لَنَا
الَّذِي كَرَّمْنَا لَكَ لِحَافِ قُلْدَنَ۔ بدانند کہ بعد از ہزار سال اذات حال
خاتم الرسل علیہم الصلوٰۃ والسلام اولیاء امت او کہ بظہور آیند ہر چند اقل
باشند اکل بوند متاقویت ایں شریعت بروہ اتم نمایند حضرت ممدی
کہ خاتم الرسل علیہم الصلوٰۃ والسلام از قدم مبارک او بشارت فرمودہ
اند بعد از ہزار سال بوجہ و نما ہر آمد حضرت عیسیٰ علی نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام خود
نیز بعد از ہزار سال نزول خواہد فرمود بالجمہ ککالات اولیاء ایں طبقہ شبیبہ بککالات
اصحاب کرام است ہر چند بعد از انبیاء فضل مرا صاحب کرام راست علیہم الصلوٰۃ
والسلام اتا جائے آن دارو کہ از کمال تشاہد یکے را برویکے فضل نتوان
داد ازا مینجا تواند بود کہ آن سرور فرمودہ علی آلہ الصلوٰۃ والسلام
لا یدری اولہم خیر ام اخرہم۔ نہ فرمودہ لا ادری
اولہم خیر ام اخرہم لعلمہ بعالم کل من
الفریقین لہذا اقل خیر القرون قر فی اما چون از کمال
مشابہت جائے ترود بودہ فرمود لا یدری اگر پرسند کہ آن سرور
علیہ علی آلہ الصلوٰۃ والسلام بعد از قرن اصحاب قرن تابعین را خیر یا خیر
است و بعد قرن تابعین قرن تبع تابعین را پس خیریت ایں دو قرن نیز
برایں طبقہ متعین باشد پس تشاہد این طبقہ در ککالات با صاحب کرام چنواہ
بود۔ در جواب گوئیم تواند بود کہ خیریت آن دو قرن بریں طبقہ باعتبار کثرت

ظہور اولیاء اللہ باشد و قلت وجود اہل بدعت و ندرت ارباب فسق و
معصیت کہ لا ینافی کون بعض الاحرار من اولیاء اللہ و
ہذہ القبطہ تخیرا من اولیاء ذینک القربانین کہ حضرت
المدنی مثلاً فیض روح القدس از باز مد فرماید۔ دیگران بکنند
آنچہ مسیحائی کرد۔ اما قرن اصحاب از جمیع وجہ غیر است آنجا سخن کردن
از فضولی است سابقان سابقان اند و در جنت نعیم مقربان ایشان اند کہ
انفاق کہ وہب دیگران بعد شعیب ایشان زسد۔ واللہ یختص
برحمتہ من یشاء۔

(مکتوبات امام ربانی دفتر اول مکتوب ۲۰۹ حصہ سوم ۱۰۵ تا ۱۰۷
رؤف الکیڈمی لاہور)

ترجمہ: جب حضرت عیسیٰ علی نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام نزول فرمائیں گے
تو حضرت خاتم الرسل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شریعت کی متابعت کریں گے۔
اور اپنے مقام سے عروج فکر تبعیت کے طور پر حقیقت محمدی کے مقام پر
پہنچیں گے۔ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دین کی تقویت کریں گے۔
گزشتہ شریعتوں کا بھی یہی حال تھا۔ کہ اولوا العزم پیغمبروں کے ملت فرما
جانے سے ہزار سال کے بعد انبیاء کرام اور رسل عظام مبعوث تھے
توان پیغمبروں کی شریعت کو تقویت دیتے تھے۔ اور ان کے حکم کو بند
کرتے تھے۔ اور جب پیغمبر اولوا العزم کی دعوت و شریعت کا دورہ
تمام ہو جاتا ہے۔ تو دوسرا اولوا العزم پیغمبر مبعوث ہو جاتا ہے
اور نئے سرے سے اپنی شریعت ظاہر کرتا ہے۔ اور چونکہ خاتم الرسل
علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شریعت نسخ و تبدل سے محفوظ ہے۔ اس لیے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے علماء کو انبیاء کے تمام مقام تبلیغ کا مرتبہ عطا فرما کر شریعت کی تقویت اور ملت کی تائید کا کام ان کے سپرد فرمایا۔ بلکہ ایک اور العزم پیغمبر کو حضور کا تابعدار بنا کر حضور کی شریعت کو ترقی بخشی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ اِلَیْہِمْ نَبِیُّ قُرْآنٍ مُّجِیْدٍ کو نازل کیا۔ اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔ اور جاننا چاہیے۔ کہ حضرت خاتم الرسل علیہ الصلوٰۃ والسلام کے رملت کر جانے سے ہزار سال بعد حضور کی امت کے اولیاء جو ظاہر ہوں گے اگرچہ وہ قلیل ہوں گے مگر اکمل ہوں گے۔ تاکہ اس شریعت کی تقویت پورے طور پر کر سکیں

حضرت مہدی جن کی تشریف آوری کی نسبت حضرت خاتم الرسل علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بشارت فرمائی ہے۔ کہ ایک ہزار سال کے بعد پیدا ہوں گے اور حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام خود بھی ہزار سال کے بعد نزول فرمائیں گے۔ خلاصہ یہ کہ اس طبقہ کے اولیاء کے کمالات صحابہ کرام کے کمالات کے مانند ہیں۔ اگرچہ انبیاء کرام کے بعد فضیلت صحابہ کرام کے لیے ہے۔ لیکن یہ ایک ایسا مقام ہے۔ کہ کمال مشابہت کے باعث ایک دوسرے پر رائے اور قیاس کے ساتھ فضیلت نہیں دے سکتے

اور ہو سکتا ہے۔ کہ اسی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہو۔ لایدری اولہم الخ۔ نہیں معلوم ان میں سے اول زمانے کے بہتر ہیں یا آخر زمانے کے۔ اور یہ نہیں فرمایا۔ لا ادری۔ میں نہیں جانتا کہ ان میں سے اولہم کے بہتر ہیں یا آخر کے۔ کیونکہ فریقین میں سے ہر ایک کا حال آپ کو معلوم تھا۔ اسی واسطے حضور نے فرمایا ہے۔ غیر القرون قری۔ سب زمانوں سے بہتر میرا زمانہ ہے۔ لیکن چونکہ کمال مشابہت

کے باعث تردد کا مقام تھا۔ اس لئے لایدری فرمایا۔ اگر کوئی سوال کرے کہ آنحضرت نے اصحاب کے زمانہ کے بعد تابعین کے زمانہ کو اور تابعین کے زمانہ کے بعد تبع تابعین کے زمانہ کو بہتر فرمایا ہے تو یہ دونوں قرن بھی یقیناً اس گروہ سے بہتر ہوں گے۔ پھر یہ طبقہ کمالات میں صحابہ کرام کے ساتھ کیسے مشابہ ہو گیا۔ اس کے جواب میں میں کہتا ہوں کہ ہو سکتا ہے۔ اس قرن کا اس طبقہ سے بہتر ہونا اس اعتبار سے ہو کہ اولیاء کا ظہور کثرت سے ہو گا اور بدعتیوں اور بدکاروں اور گنہگاروں کا وجود کم ہو گا۔ اور یہ امر ہرگز اس بات کے منافی نہیں کہ اس

طبقہ کے اولیاء میں سے بعض افراد ان دونوں قرون کے اولیاء سے بہتر ہوں۔ جیسے کہ مہدی۔ روح القدس کا فیض اگر دوبارہ دور فرمائے۔ تو دوسرے بھی وہ کام کر سکتے ہیں جو حضرت مسیح کرتے تھے۔ لیکن اصحاب کا زمانہ ہر لحاظ سے بہتر ہے۔ اس کی نسبت گفتگو کرنا فضول ہے۔ سابق سابق ہی ہیں اور حجت النعیم میں مستقر ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں۔ کہ دوسروں کا پہاڑ جتنا سونا خرچ کرنا ان کے ایک سیر خرچ کرنے کے برابر نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے اپنی رحمت سے خاص کرتا ہے۔

توضیح:

مجدد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ارشادات کے بعض نکات کی توضیح و تشریح یہ ہے کہ انبیاء سابقین میں سے اگر کوئی اور العزم پیغمبر انتقال فرما جاتے۔ تو ان پر نازل شدہ شریعت کی ایک ہزار سال بعد تک آنے والے نبی تبلیغ کرتے رہتے جتنی کہ جب نیا اور العزم نبی تشریف لاتا۔ تو پہلی شریعت منسوخ ہو جاتی۔ گویا یہاں صاحب شریعت کے وصال کے بعد کوئی نبی اس فریضہ کو سرانجام دیتا رہا۔ جب سرکار دہام

صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الرسل بن کر مبعوث ہوئے۔ تو آپ کے بعد کسی نئے اولوالعزم کے نہ آنے کی توقع اور نہ ہی آپ کو عطا کردہ شریعت کی تلخیص ہو سکتی ہے۔ لیکن اس شریعت کی تاقیامت تبلیغ کا اہتمام تو ہونا چاہیے تھا۔ تو اللہ تعالیٰ نے آپ کے وصال شریف کے بعد ایک ہزار سال کے عرصہ دراز میں شریعت کے اندر پائی جانے والی افراط و تفریط سے آگاہ کرنے کے لیے کچھ ایسے لوگ پیدا فرمائے ہیں۔ جن کے کمالات، حضرات صحابہ کرام جیسے ہوں گے۔ یہاں جناب مجدد رحمۃ اللہ علیہ نے امام مہدی کے مثال پیش فکر مسئلہ کی حقیقت واضح کی اس مقام پر ایک سوال ابھرتا تھا کہ کیا ایک ہزار سال بعد آنے والے مخصوص حضرات بمع مہدی موعود صرف کمالات میں صحابہ کرام کی طرح ہیں۔ یا مقام و مرتبہ میں بھی ان کے برابر ہیں؟ اس بارے میں مجدد صاحب کا کہنا ہے۔ کہ اگرچہ ان مخصوص حضرات کے کمالات واقعی صحابہ کرام سے ملتے جلتے ہیں۔ لیکن کمال مشابہت کی بنا پر قیاس و رائے کو یہاں فیصلہ کرنے کی ہمت نہیں۔ کوئی شخص از خود اپنے قیاس سے ان میں سے کسی کو افضل یا غیر افضل قرار نہیں دے سکتا۔ اس کی تصریح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد سے ہوتی ہے۔ لَا يَذَرُ رَجُلٌ رَجُلًا دُونَ عَالَمٍ صَلَّى اللہ علیہ وسلم نے اپنے بارے میں اس امتیاز کے نہ ہونے کی نسبت لَا اَدْرِي کہہ کر نہیں فرمائی۔ کیونکہ آپ کو افضل وغیر افضل کا اللہ تعالیٰ علم عطا فرما دیا تھا۔ اس علم کی بنا پر آپ نے ارشاد فرمایا۔ "غیر القرون قری" میرا زمانہ سب زمانوں سے بہتر ہے۔ گویا واضح کر دیا۔ کہ میرے دور کے مسلمان حضرات صحابہ کرام آنے والے سب مسلمانوں سے افضل ہیں۔ جب یہ سب افضل ہیں۔ تو ان مخصوص حضرات سے بھی افضل ہوئے۔ لہذا صحابہ کرام سے مقام و مرتبہ میں برابری کوئی دوسرا امتی نہیں کر سکتا۔ اس پر ایک سوال تھا۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جیسا کہ صحابہ کرام کے زمانہ کو خیر القرون فرمایا۔ اسی حدیث میں آپ نے ان کے بعد کو زمانوں کا زمانہ

تابعین اور تبع تابعین) کو بھی بالترتیب بہتر فرمایا۔ تو پھر لازم آئے گا۔ کہ وہ مخصوص حضرات تابعین و تبع تابعین سے افضل نہ ہوں۔ جب ان سے افضل نہ ہوئے۔ تو کمالات میں صحابہ کرام کے مشابہ کیسے ہو گئے؟ مجدد صاحب اس بارے میں ارشاد فرماتے ہیں کہ تابعین اور تبع تابعین کے دور کی افضلیت شاید اس بنا پر ہو۔ کہ ان کے دور میں اللہ والوں کی بہتات

اور فساد و فساد کی تعداد بہت کم ہوتی تھی۔ جب افضلیت اس بنا پر ہو۔ تو جین ممکن کہ وہ مخصوص حضرات باوجود اس کے کہ ان کے دور میں اللہ والوں کی تعداد کم اور منافقانوں کی زیادہ ہو اپنے ذاتی کمالات کی بنا پر تابعین و تبع تابعین سے افضل ہوں کیونکہ ان (تابعین و تبع تابعین) کی افضلیت ذاتی نہ تھی۔ بلکہ عرضی تھی۔ اس احتمال پر کوئی یہ کہہ سکتا ہے۔ کہ پھر بھی احتمال دور صحابہ میں بھی ہو سکتا ہے۔ لہذا ان پر بھی افضلیت کا راستہ کھل گیا۔ تو مجدد صاحب فرماتے ہیں کہ یہ احتمال فضول اور اس میں گفتگو کرنا بھی فضول ہے۔ کیونکہ صحابہ کرام کے لیے اللہ تعالیٰ نے جنت نعیم کا وعدہ فرمایا۔ وہ اس کے مقربین میں شامل کر لیے گئے۔ اور پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ان کے بارے میں ارشاد گرامی یہ ہے۔ کہ ان کا ایک سیر خرقی سبیل اللہ خرچ کرنا دوسروں کے احصاء برابر ہونا خرچ کرنے سے افضل ہے۔ اور ان کا یہ مقام و مرتبہ اللہ تعالیٰ کا خصوصی فضل ہے اس کی بے پایاں رحمت کی وجہ سے ہے۔ وَاللّٰهُ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهِ مَنْ يَّشَاءُ مجدد صاحب رحمہ اللہ کے مکتوب گرامی کی بقدر ضرورت تشریح کے بعد اس کا مفہوم قارئین کرام پر واضح ہو چکا ہوگا۔ اب ہم ان عنوانات کی طرف آئے ہیں جو جو سامع نعت عنوان نے جناب مجدد کے اس مکتوب نام سے اخذ کیے۔ تاکہ حقیقت حال کھل کر سامنے آجائے۔

عنوان اول:-

(انبیائے کرام کے ہم مرتبہ)

”و صائم نعت خوان“ نے اس عنوان کے لیے مجدد صاحب کی جو عبارت پیش نظر رکھی۔ وہ یہ ہے۔ ”علماء امت اور احکام انبیاء دادہ، یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے ذمہ بین شریعت محمدیؐ کو انبیاء سابقین کا حکم دیا گیا۔ ہم بیان کر چکے ہیں کہ مجدد صاحب نے یہ جملہ اس بارے میں لکھا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت آوری سے قبل کسی اولوالعزم پیغمبر کے انتقال کے بعد اس کی شریعت کی تبلیغ کے لیے اللہ تعالیٰ اور نبی بھیج دیا کرتا تھا۔ لیکن جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری رسول بنا کر مبعوث فرمایا تو آپ کی شریعت تاقیامت جاری رکھنے کے لیے اس کی تبلیغ کا انتظام آپ کی امت کے علماء کے سپرد کیا گیا۔ اب وہی کام جو پہلے اولوالعزم رسولوں کے انتقال فرمانے پر نبی کیا کرتے تھے وہی کام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پروردہ فرمانے پر آپ کی امت کے علماء و صلحاء سرانجام دے رہے ہیں۔ اسی مضمون کو خود رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے ان الفاظ میں بیان فرمایا۔ علماء امتی کا انبیاء بنی اسرائیل۔ میری امت کے علماء، بنی اسرائیل کے نبیوں کی طرح ہیں یعنی جو کام بنی اسرائیل کے پیغمبر سرانجام دیتے رہے۔ اللہ تعالیٰ نے وہی کام میری امت کے علماء کے سپرد فرمایا۔ اس سے یہ مفہوم اخذ کرنا کہ علماء کا مرتبہ انبیاء کرام کا سا ہو گیا۔ اور مرتبہ و مقام میں دونوں برابر ہو گئے۔ صرف صائم نعت خوان کے

جاہل ذہن کی اختراع ہے۔ جناب مجدد صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہرگز ہرگز کسی عالم کو کسی پیغمبر کے ہم مرتبہ نہ مانتے ہیں۔ اور نہ ایسا لکھ سکتے ہیں۔ اُن کی اس عبارت کا یہ مفہوم ہے کہ تعلیمات مجدد کو غلط انداز میں پیش کیا گیا۔ آئیے مجدد صاحب سے اس بارے میں مزید کچھ سنیں۔

عنوان اول کی تردید

امتی کو نبی کے ہم مرتبہ کہنے والا کافر کذاب

زندیق ہے (مجدد الثانی)

مکتوباتِ امام ربانی

اذیں بیان لایع گشت کو بیع فردے از امت اگرچہ در کمالات بدرجہ علیا برسد پیغمبر خود مساوات پیدا نہ کند زیرا کہ ایں ہمہ کمالات کہ اورا حاصل شدہ است بواسطہ متابعت شریعت اُن پیغمبر است علیہ الصلوٰۃ والسلام پس ایں ہمہ کمالات مرا اُن پیغمبر را نیز ثابت باشند با کمالات متابعان دیگر و کمالات مخصوصہ علیہ الصلوٰۃ والسلام وہم چنین اُن فرد کمال ہر مرتبہ پیغمبر سے نزد اگرچہ اُن پیغمبر را پیغمبر کیے متابعت ذکر وہ باشد و دعوت او قبول نمودہ بود چہ ہر پیغمبر بالا صالت صاحب دعوت است و تبلیغ شریعت امور انکلاف متان در دعوت و تبلیغ تصور پیدا نہ کند و پُر ظاہر است کہ پیغمبر کمالے ہر مرتبہ دعوت و تبلیغ نہ رسد۔

۱۸۱

د مکتوباتِ امام ربانی دفتر دوم حصہ ہفتم مکتوب نمبر ۲۲ (۲۲)

ترجمہ: اس بیان سے ظاہر ہوا کہ اس امت کا کوئی فرد بھی خواہ

کوئی امتی کسی صحابی کے مقام و نسب کو نہیں

پاسکتا۔ نبی کے مقام و نسب تک رسائی

کیسے ممکن

مکتوباتِ اماریاتی:

جماعہ کو در صحبت اولیائے ایں امت زہد گانی می نمایند از ایں رذائل
نجات می یابند چنانچه در صحبت افضل الرسل علیہم الصلوٰۃ والسلام و التملکات عمر
خود را صرف کرده باشند و از برائے تأیید و نصرت دین اور بذل اموال
والنفس نموده بودند چه احتمال دارد که ایں ذمائم و رخصت شان تو ہم نموده آید مگر
آنکہ عظمت و بزرگی خیر البشر علیہ و آله الصلوٰۃ والسلام و التخیل از نظر ساقط شود عیاناً
باللہ سبحانہ و صحبت اولیہ و آله الصلوٰۃ والسلام از صحبت ولی امت ناقص تر
متوہم گرد و لغو و باللہ سبحانہ و حال آنکہ مقرر است کہ بیج ولی امت بجز نبی مانی
آں امت زہد فیکف بر نبی آل امت۔

(مکتوبات مکتوب ۲۴ و فتر سوم حجتہ ہشتم ص ۷۰)

ترجمہ: وہ لوگ جو اس امت کے اولیاء کی صحبت میں اپنی عمر کو صرف کرتے ہیں

وہ بھی ان رذائل سے نجات پا جاتے ہیں۔ اور وہ لوگ جنہوں نے افضل

الرسول صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں اپنی عمر کو صرف کیا دین کی مدد اور

تائید میں اپنی جانوں اور مالوں کو خرچ کیا۔ ان میں یہ احتمال کیسے ہو سکتا ہے

وہ کمالات میں کتنے ہی بلند مقام پر پہنچ چکا ہو۔ اپنے پیغمبر کے ساتھ برابر نہیں ہو
سکتا۔ کیونکہ یہ تمام کمالات جو اسے حاصل ہوئے ہیں۔ اس پیغمبر علیہ السلام
کی شریعت کی متابعت سے حاصل ہوئے ہیں۔ پس یہ تمام کمالات اس
پیغمبر کو حاصل ہیں اور دوسرے پیروکاروں کے کمالات بھی۔ اور اسی
طرح وہ فرد کامل کسی اور پیغمبر کے بھی مرتبہ تک نہیں پہنچ سکتا۔ اگرچہ اس پیغمبر
کی کسی نے بھی پیروی نہ کی ہو۔ اور اس کی دعوت کو قبول نہ کیا ہو۔ کیونکہ ہر پیغمبر
بالاصل صاحب دعوت ہے اور تبلیغ دعوت کا امور۔ اور امتوں کا انکار و رد و
تبلیغ میں کوئی قصور پیدا نہیں کرتا۔ اور یہ تو بالکل ظاہر ہے۔ کہ کوئی کمال بھی
دعوت و تبلیغ کے درجہ تک نہیں پہنچ سکتا۔

محکم فکریہ:

صائم نعتِ خزان نے اپنی تصنیف ”مشکل کش“ میں دو لوگ انداز میں لکھا ہے۔ کہ
جناب مجدد صاحب کی تعلیمات کی مخالفت کرنے والے بد نصیب اور ناقابل
معافی مجرم ہیں۔ آپ نے مسئلہ زیر بحث میں مجدد صاحب کے ارشادات ملاحظہ
کیجئے۔ صائم کہتا ہے۔ کہ علماء کرام انبیاء عظام کے ہم مرتبہ ہیں۔ اور یہ مجدد صاحب نے
کہا ہے۔ اور مجدد صاحب فرماتے ہیں کہ امتی نہ اپنے پیغمبر کا ہم مرتبہ ہو سکتا ہے۔ اور نہ
کسی دوسرے پیغمبر کا۔ انبیاء کرام کا مخصوص مرتبہ ہے۔ تو معلوم ہوا۔ کہ صائم نعتِ خزان
نے جناب مجدد پر افتراء باندھا۔

کہ برے اخلاق ان میں پیدا ہوئے ہوں گے۔ شاہد ان کی نگاہوں سے
خیر البشر صلی اللہ علیہ وسلم کی بزرگی و عظمت ماحظ ہو چکی ہے۔ اس سے خدا کی
پناہ۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت و ولی کی صحبت سے ناقص تر تصور
ہوگی۔ اس سے اللہ کی پناہ) اور حال یہ ہے کہ کسی امت کا کوئی ولی بھی
اس امت کے صحابی کے درجہ کو نہیں پہنچ سکتا۔ پھر اس امت کے نبی
کے درجہ کو کیسے پہنچے گا۔

ملحہ فکریہ:

مجدد صاحب کی اس تصریح سے ثابت ہوا کہ کوئی ولی اپنے پیغمبر کے کسی صحابی
سے ہرگز ہرگز افضل نہیں ہو سکتا مگر چہ صحابی نے جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس
اور صحبت میں رہ کر اپنے آپ کو رذائل سے نجات و لاوی۔ اسی طرح ولی بھی اپنے
مرشد کی صحبت سے رذائل سے نجات پالیتا ہے۔ لیکن دونوں کا مقام و مرتبہ برابر
ہرگز نہیں ہو سکتا۔ تو جب ایک ولی اور عالم کا مقام صحابی کے مقام و مرتبہ کے برابر نہیں
ہو سکتا۔ تو نبی کے مقام و مرتبہ کی ہم سری کیسے حاصل ہو سکتی ہے۔ مجدد صاحب کا
نظریہ ہے اور صائم نے مجدد صاحب کے حوالہ سے ان کا نظریہ یہ دکھایا کہ علماء کا مقام و
مرتبہ نبیوں کے برابر ہے۔ کیا یہ جناب مجدد صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر چھوٹ نہیں
بانہا گیا۔ لہذا مجدد صاحب کی تعلیمات کو غلط رنگ میں پیش کر کے ان کی مخالفت ہی
نہیں۔ بلکہ ان کی تعلیمات کو مسخ کیا گیا ہے۔ اس لیے صائم کی (اپنے قول کے مطابق)
یہ جرات ناقابل معافی ہے۔ اور وہ بارگاہِ مجددیت کا مجرم ہے۔

ۛ

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا سر مبارک پیغمبر کے سر سے

نچلے درجے کے بھی نیچے ہے

مکتوبات امام ربانی:

کَمَلُ تَابِعَانِ انْبِيَاءٍ عَلَيْهِمُ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ بِحَبْرَةِ كَمَالٍ مُتَابِلَتٍ وَفَرْطِ
مَحَبَّتٍ بَلَدٍ بَعْضِ عَنَائِيَتٍ وَمَوْجِبَتٍ جَمِيعِ كَلَامَاتِ انْبِيَاءٍ مَتَّبِعَةٍ خُودِ رَاجِدَةٍ مِي نَمَائِدِ
بَكْلِيَّتِ بَزْكَ اِيْشَانِ مُنْصَبِغِ مِي گِرْدَنِ سَتِي كُفْرَقِي نَمِي مَانِدِ دَرْمِيَانِ تَبْرِيْمَانِ وَتَابِعَانِ
الَا بِالْاَصَالَةِ وَالتَّبْعِيَّةِ وَالْاَوَّلِيَّةِ وَالْاٰخِرِيَّةِ مَعَ خَالِكِ
يَتَجَمَّعُ تَابِعِي اِكْرَامِ اَزْ تَابِعَانِ اَفْضَلِ الرُّسُلِ بِاَشَدِّ مَرْتَبَةٍ يَتَجَمَّعُ نَبِي اِكْرَامِ اَوْدَانِ انْبِيَاءِ بِاَشَدِّ
زَرْدِ۔ لِهَذَا حَضَرَتْ صَدِيقِ اَكْبَرِ كَرِ اَفْضَلِ بَشَرِ اسْتَبَدَّ اَزْ انْبِيَاءِ سَرَاوِ هَمِيْشَةٍ زِيْرَقْدَمِ
پِيْغَمْبَرِي بِاَشَدِّ كَرَاوِ پَايَاں تَرِ جَمِيعِ پِيْغَمْبَرَاں اسْتَبَدَّ اَزْ اِيْجَانِ اسْتَبَدَّ كَرِ مَبَاوِي تَعْيِيْنَاتِ
جَمِيعِ انْبِيَاءِ فَاَرْبَابِ اِيْشَالِ اَزْ مَقَامِ اَمَلِ اسْتَبَدَّ مَبَاوِي تَعْيِيْنَاتِ اِمْتِنَانِ
اَزْ عَالِي وَاَسْفَلِ وَاَرْبَابِ اِيْشَالِ اَزْ مَقَامَاتِ ظُلَالِ اَمَلِ عَلِي تَفَاوُتِ
الدَّرَجَاتِ فَكَيْفَ يُتَصَوَّرُ الْمَسَاوَاتُ بَيْنَ الْأَصْلِي وَالظَّلِّي قَالَ
اللَّهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى وَلَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِينَ
اَقْمِرْ لَهُمُ الْمُنْصَوْرُونَ وَإِنْ جُنَدُ نَا لَهُمُ الْعَالِيُونَ
وَاَلَمْ نَكُنْ لَكُمْ اَعْوَانًا فَاتَّعَلَقُوا بِرَبِّكُمْ فَذَلِكُمُ الْغَالِبُونَ
وَكَمَلُ تَابِعَانِ اَمَلِ سَرُورِ

را ازاں تجلی نصیب است نہ بآں معنی است کہ تجلی ذات نصیب انبیاء است
و بتبعیت نصیب کل است حاشا و کلامن ان یتصور هذا
المعنی فان خیده مزینة اولیاء علی الانبیاء بلکہ مخصوص
بودن آں تجلی بآں سرور بآں معنی است کہ دیگران را حصول ان تجلی
بطریق تبعیت اورت علی الصلوٰۃ والسلام و کل اولیاء ایں امت را بتبعیت
اولیاء الصلوٰۃ والسلام۔ انبیاء برخوان ایں نعمت عظمیٰ عظیمیٰ اویں علیہ و علیہم
الصلوات والتیمات و اولیاء غلام آں شغور او، از مجلس طفیلی تا غلام آں شغور
خو فرق بسیار است۔ ایں مقام از مظاہر اقسام است

(مکتوبات امام ربانی دفتر اول حصہ چہارم مکتوب نمبر ۲۴ ص ۴۹-۵۰)

ترجمہ:

انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے کامل تابعدار کمال متابعت اور
زیادہ محبت کے باعث بلکہ محض عنایت و بخشش سے اپنے متبعین انبیاء
کے تمام کمالات کو جذب کر لیتے ہیں۔ اور پورے طور پر ان کے رنگ
میں رنگے جاتے ہیں۔ حتیٰ کہ تابعین اور متبعین کے درمیان سوائے سمات
اور تبعیت اور اہلیت و آخریت کے کچھ فرق نہیں رہتا۔ باوجود اس امر
کے کوئی تابعدار اگرچہ افضل المرسل کے تابعداروں سے ہو کسی نبی کے
مرتبہ کو اگرچہ وہ تمام انبیاء سے کم درجہ کا ہو نہیں پہنچ سکتا۔ یہی وجہ ہے
کہ حضرت صدیق اکبر جو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بعد تمام انسانوں
سے افضل ہیں۔ ان کا سر ہمیشہ اس پیغمبر کے قدموں کے نیچے رہتا
ہے۔ جو تمام پیغمبروں کے نیچے درجے کا ہے۔ اس کا سبب یہ ہے
کہ تمام انبیاء اور ان کے ارباب کے تعینات کے مبادی مقام

اصل سے ہیں۔ اور تمام اعلیٰ و اسفل امتوں اور ان کے ارباب کے مبادی
تعینات اس اصل کے ظلال کے مقامات سے اپنے اپنے درجہ کے
موافق ہیں۔ پھر اصل وظل کے درمیان کس طرح مساوات ہو سکتی ہے۔
اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ بے شک ہمارے مرسل بندوں کے لیے ہمارا
وعدہ ہو چکا ہے۔ کہ وہ فتح یاب ہیں۔ اور ہمارا یہی لشکر غالب ہے۔ اور جو
یہ کہتے ہیں کہ تجلی ذاتی جو تمام انبیاء کے درمیان حضرت خاتم الرسل سے
مخصوص ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کامل تابعداروں کو بھی
اس تجلی سے حصہ حاصل ہے۔ وہ اس معنی کے لحاظ سے نہیں کہ تجلی
ذات انبیاء کے نصیب نہیں ہے۔ اور تابعداروں کے سبب ان کے
کاموں کو نصیب ہے۔ حاشا و کلامن اس سے یہ مطلب تصور کرے۔
کیونکہ اس میں اولیاء کی انبیاء پر زیادت ہے۔ بلکہ اس تجلی کا آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم سے مخصوص ہونا اس معنی کے اعتبار سے ہے کہ دوسروں
کو اس کا حاصل ہونا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طفیل اور تبعیت سے ہے
یعنی انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی تسلیمات کو اسی تجلی کا حاصل ہونا آنحضرت
کے طفیل ہے۔ اور اس امت کے کامل اولیاء کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کی تابعداروں کی وجہ سے ہے۔ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام، آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کی نعمت عظمیٰ کے دسترخوان پر ان کے طفیلی اور جلس ہیں۔ اور اولیاء
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام پس خور وہ کھانے والے۔ اور جلس
طفیلی اور غلام پس خور کھانے والے کے درمیان بہت فرق ہے تبصیر کے پس منظر کی نگاہ سے

توضیح:

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کچھ لوگوں کے ایک وہم کو دور فرمانے کے لیے

ارشاد فرماتے ہیں کہ تمہاری ذات جو صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہے اور آپ کے طفیل آپ کی امت کے کالمین کو حاصل ہے۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی امت کے سوا دوسرے کسی بھی پیغمبر کو حاصل نہیں اس لیے یہ کہا جائے کہ آپ کی امت کے کالمین ہر مقام و مرتبہ کے اعتبار سے تمام انبیاء کرام سے افضل و اعلیٰ ہیں۔ درصائم نعمت خوان بھی یہی وہم رکھتا ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ حضرات انبیاء کرام کو بھی وہ تمہاری ذات حاصل ہے۔ اور وہ تمام حضرات اس نعمت عظمیٰ کے حصول میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیلی اور طبیس ہیں۔ بقیہ کالمین امت خادِم مجلس اور اس نعمت کے کھانے والوں سے بچا ہوا کھانے والے ہیں۔ اس لیے بہتر ہی تو کہیاد کالمین ان انبیاء کرام کی برابری تک بھی نہیں پہنچ پاتے۔ امتیوں میں سب سے افضل و اعلیٰ ابو بکر صدیق ہیں۔ اور وہ باوجود اتنی افضلیت کے کسی نبی سے برابری نہیں بلکہ سب سے نیچے درجے والے کے پاؤں میں ان کا سر مبارک ہے۔

فرمانِ امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ امتی کی افضلیت جو نبی پر مانی جائے۔ اس پر اللہ تعالیٰ کی پناہ کی دعا مانگتے ہیں۔ یہ پناہ مانگنا ان کے نظریہ کی وضاحت کرتا ہے۔ یعنی تمہاری ذات کے حصول کے اعتبار سے کسی کامل امتی کو کسی نبی سے افضل کہنا شیطانِ وسوسہ ہے۔ میں اللہ تعالیٰ سے اس وسوسہ کے بارے میں پناہ طلب کرتا ہوں۔ امام ربانی پناہ مانگ رہے ہیں۔ اور صائم نعمت خواں اسی بات کو ان کی طرف نسبت کر رہے ہیں۔ امام ربانی نے صرف پناہ مانگنے کے الفاظ دعا یہ ذکر فرما کر اس سے نفرت کا اظہار ہی نہیں کیا۔ بلکہ اس عقیدہ کے قائل کو زندگی و کافر تک کہا ہے۔ ملاحظہ ہو۔

مکتوباتِ امام ربانی:

میر محمد نعمان صدور یافتہ درجواب سوالہائے کردہ بردنہم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ وسلم علی عبادہ الذین اصطفیٰ پر سیدہ بودند کہ گاہ است کہ سالک در وقت طریح خود در مقامات اصحاب انبیاء علیہم الصلوٰۃ والتہیات کہ با جماع انوار فضل اندری یا بدیکہ راست کہ خود در مقامات انبیاء علیہم السلام میں جہتِ حقیقت ایں معاملہ جہتِ بعضی مردم از نیچا مساوات اں سالک بار باب اں مقامات تو ہم می کنند و شکر است اور ادیں مقامات با بالی اں مقامات در تخیل می آرند و بایں تو ہم تخیل رد و وطن اومی نمایند و زبانِ علامت و شکایت در حق اور ادرازی کنند کشف غطا از روئے ایں معا باید نمود۔ جو لبش آنست کہ وصول اسافل بمقامات اعلیٰ گاہ است کہ از قبیل وصول فقراد و محتاجان بود کہ با ابواب اصحاب دول و یا ممکنہ خاصہ ار باب نعمت سرگرد و نا از نیچا حاجتے خواہند و از دول و نعم ایشاں و ریزہ نمایند و دراز کار بود کہ ایس وصول را مساوات و شکرست فہمہ۔۔۔۔۔ اگر اعتقاد دارند کہ صاحب ایں حال معتقد شکرست و مساوات است بار باب اں مقامات عالی پس اورا کافرو زندیق تصور می کنند و از زمرہ اہل اسلام می بر آرند چہ شکرست و ثبوت و مساوات با نبیاء علیہم الصلوٰۃ والتہیات کفر است۔

مکتوباتِ امام ربانی دفتر دوم حصہ ہفتم مکتوب ۹۹ ص ۱۳ تا ۱۳۵ مطبوعہ استنبول مڈف آئیڈی لاہور

ترجمہ: میر محمد نعمان کی طرف سے اور فرمایا ان کواووں کے جواب میں جو انہوں نے پوچھا تھا۔ مجھے فرمایا آپ نے پوچھا۔ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ عروج کے وقت سالک اپنے آپ کو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے صحابہ کے مقام پر پاتا ہے۔ جو کہ بالا جماع اس سے افضل ہیں۔ بلکہ کئی دفعہ تو ایسا ہوتا ہے کہ اپنے آپ کو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے مقامات میں پاتا ہے اس معاملہ کی حقیقت کیا ہے۔ بعض آدمی اس وجہ سے اس سالک

کی ان مقامات کے اہل سے مساوات کا وہم کرتے ہیں۔ اور ان کی ان مقامات والوں سے شرکت خیال میں لاتے ہیں۔ اور اس تخیل و وہم کی بنا پر اس کی تردید کرتے ہیں اور اس پر طعنہ زنی کرتے ہیں۔ اور اس کے حق میں زبانِ ملامت و شکایت دراز کرتے ہیں اس معما کے چہرہ سے پردہ ہٹا دینا چاہیئے۔

اس کا جواب یہ ہے۔ کہ نچلے لوگوں کا اوپر والوں کے مقامات پر پہنچنا کبھی تو اس طرح ہوتا ہے۔ کہ جیسے فقیر اور محتاج جو کہ دولت مندوں کے دروازے پر دربابِ نعمت کی غامی بگلوں پر اس لیے جاتے ہیں۔ کہ وہاں سے حاجت چاہیں۔ اور ان نعمت اور دولت سے گدائی کریں۔ اور جو اس وصول کو مساوات اور شرکت سمجھتا ہے۔ وہ بے ہودہ آدمی ہے۔۔۔۔۔ اگر وہ یہ اعتقاد رکھتے ہیں۔ کہ اس حال والا وہ ان مقامات والوں سے شرکت اور برابری کا معتقد ہے۔ اس کو ہم کفر اور زندقہ تصور کرتے ہیں۔ اور مسلمانوں کی جماعت سے اُسے خارج کرتے ہیں۔ کیونکہ انبیاء علیہم الصلوٰت والتیمات کے ساتھ شرکت اور مساوات کا عقیدہ رکھنا کفر ہے۔

ملحہ فکریہ:

”علماء انبیاء کے ہم مرتبہ ہوتے ہیں، صائم نعمت خوان کا یہ عنوان اور پھر اس کی تائید کے طور پر مجددِ ثالث ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا نام لینا کتنا بڑا دھوکہ ہے۔ جناب مجددِ کاملین کو حضراتِ انبیاء نے کرام کے گدا اور منگتے فرمائیں۔ اور برابری و مساوات کے قائل کو کافر و دین اسلام سے خارج کہیں۔ اور صائم نعمت خوان ان کا نام لے کر قارئین کو یہ تاثر دے کہ یہ عقیدہ اور نظریہ میرا نہیں بلکہ مجددِ ثالث ثانی کا ہے۔ تو گویا بحوالہ مذکورہ ایک تو خود اپنے آپ کو مذکورہ عقیدہ رکھنے کی بنا پر ربکم مجددِ ثالث ثانی) دارالاسلام

خارج کر رہا ہے۔ اور دوسرا خود مجددِ صاحبِ کوان کے قول کے مطابق معاذ اللہ کافرو زندقہ بنانے پر تیار ہوا ہے۔ ہذا جہتان عظیم۔
نوٹ: جناب مجددِ صاحب کے مذکورہ مکتوب سے یہ تو واضح ہو گیا۔ کہ کوئی کامل امتی حضراتِ انبیاء کرام کے مقام و مرتبہ کے مساوی نہیں ہو سکتا۔ لیکن کیا یہ ممکن ہے کہ امتی کا عروج مقامِ انبیاء تک ہو؟ اس کا جواب خود مجددِ ثالث ثانی صاحب دیتے ہیں۔ ملاحظہ ہو مکتوباتِ امام ربانی،

ارباب معقول گفتہ اند کہ دکانِ مرکب اڑا جزائے ارضی و اجزائے ناریت و قتیقہ و خانِ صعو و غایدا جزائے ارضی بمصاحبہ اجزائے ناری بالان خواہند رفت و بخصول قسراً سر عروج خواہند نمود گفتہ اند اگر دکانِ قوی باشد عروج او ماکرہ ناری متحقق میشود دریں صعو و اجزائے ارضی بمقامات اجزاءِ آبی و اجزاءِ ہوائی کہ بالطبع تفوق دارند خواہند رسید و از انجبا عروج نمودہ بالا خواہند رفت دریں صورت نمی توان گفت کہ مرتبہ

اجزائے ارضی بلند تر است از مرتبہ اجزائے آبی و ہوائی چہ آن تفوق باعتبار قاسر بودہ است نہ باعتبار ذات و بعد از وصول بحدہ نارچوں آن اجزاء ارضی بہبوط نمایند و بہر کو طبعی خود برسد ہر آئینہ مقام این با فروتر از مقام آب و ہوا خواہد بود پس در انجبا فیہ عروج آن سالک از آن مقامات باعتبار قاسر است کہ آن قاسر فراط حرات محبت است وقت جذب عشق باعتبار ذات مقام او تحت آن مقامات است (مکتوباتِ امام ربانی دفتر اول حصہ سوم مکتوب نمبر ۲۰۸ ص ۱۰۲ تا ۱۰۳) ترجمہ: مقتول یعنی اہل فلسفہ نے کہا ہے۔ کہ دھواں غائی اور آتش اجزاء

سے مرکب ہے جس وقت دھواں اوپر کو جاتا ہے۔ تو خاکی اجزاء
آتش کی اجزاء کے ہمراہ اوپر چلے جاتے ہیں۔ اور قاسم کا قسر حاصل ہونے
سے عروج کر جاتے ہیں۔ اور انہوں نے کہا ہے۔ کہ اگر دھواں قوی
ہو تو وہ کرہ نازک پڑھ جاتا ہے۔ اس وقت اجزائے خاکی، اجزائے
آبی اور اجزائے ہوائی کے مقامات میں جو بالطبع فوقیت رکھتے ہیں۔
پہنچ جائیں گے۔ اور وہاں سے عروج کر کے اوپر چڑھ جائیں گے۔
اس صورت میں یہ نہیں کہہ سکتے کہ اجزائے خاکی کا مرتبہ اجزائے ہوائی
کے رتبہ سے بلند تر ہے۔ کیونکہ وہ فوقیت باعتبار قاسم کے ہے
نہ باعتبار ذات کے۔ اور کرہ نازک پہنچنے کے بعد جب وہ اجزائے
خاکی نیچے گریں گے۔ اور اپنے اصل مرکز پر پہنچیں گے۔ تو بے شک ان
کا مقام آب و ہوا کے مقام سے نیچے ہوگا۔ پس بحث مذکورہ میں
اس سالک کا عروج بھی ان مقامات سے باعتبار قاسم کے ہے۔ اور
وہ قاسم سرگرمی محبت کی زیادتی اور جذبہ عشق کی قوت ہے۔ اور ذات
کے اعتبار سے اس کا مقام ان مقامات سے بہت نیچے ہے۔

جناب مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے ارشاد کا خلاصہ یہ کہ کسی سالک
کی مقام انبیاء تک رسائی یوں ہے۔ کہ جیسا اجزائے ارض کو اپنی ذاتی
قوت سے اجزائے ماری اوپر لے گئے۔ یا جس طرح کسی چڑیا کو باز نے
اپنے پنجوں میں پکڑا۔ اور بہت اوپر لے گیا۔ نہ اجزائے ارضی باعتبار اپنی
ذات کے اوپر گئے۔ نہ چڑیا کو اتنی بلندی میں۔ تو اسی طرح سالک کی کیا مجال
کہ از خود ان مقاماتِ انبیاء تک رسائی پاسکے۔ بس کسی نے اچھا لا۔ اور پھینکا
تو وہاں ہاتھ لگ گیا۔ جب کسی کے زور کا اثر ختم ہوا۔ تو پھر اپنی طبعی و ذاتی

حالت پر آگیا۔ خود مجدد صاحب اپنے بارے میں فرماتے ہیں۔ کہ مجھے بھی حضور
سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم ایسے مقامات پر لے گئے۔ جو میرے ذاتی نہ تھے
بہر حال ان مقامات کی حقیقت صاحب مقامات ہی جانیں۔ لیکن جنہیں علم نہیں
یا کچھ دور سے ایک کامل امتی اور کسی پیغمبر کو ایک جگہ ایک مقام پر کسی نے دیکھ
لیا۔ تو یہ خیال نہ کرے۔ کہ دونوں کا مقام برابر ہو گیا۔ جیسا کہ صائم نعمت خوان
نے محض عبارت (اور وہ بھی ایک جگہ کی) کو دیکھ کر دونوں کا مقام ایک کہہ دیا
حضرت مجدد ایسے نظریہ والے کی تردید فرماتے ہیں۔ اور اسے کافر تک قرار
دیتے ہیں۔

فاعتبر وایا اولی الابصار

ولایت کو نبوت پر ترجیح دینا یوں ہے

جیسا کہ کفر کو اسلام سے افضل کہنا ہے
مکتوباتِ امام ربانی،

فقیر در کتب و در رسائل خود نوشته است و تحقیق نموده کہ کمالات نبوت حکم در یائے محیط دارد و کمالات ولایت در جنب آن قطر حلیست محقر اما چہ توان کرد جمع از انسانی بکمالات نبوت گفتہ اند و ولایت افضل من النبوة و جمع دیگر در توجیہ آن گفتہ اند کہ ولایت نبی افضل است از نبوت او۔ ایں ہر دو فرقی حقیقت نبوت را نادانستہ حکم بر غائب کردہ اند نزدیک بایں حکم است حکم ترجیح سکر بر صحر۔ اگر حقیقت صحورامی دانستند ہرگز سکر را بہ صحر نسبت نمی دادند۔ یہ نسبت خاک را بہ عالم پاک مانا کہ صحر خواص را ممال صحر عوام دانستہ سکر را براک ترجیح دادہ اند کاش سکر خواص را نیز ممال صحر عوام دانستہ جرات بایں حکم می نمودند۔ چہ مقرر عقلا دانست کہ صحر بہتر است از سکر اگر صحر و سکر مجازی است ایں حکم ثابت است و اگر حقیقی است نیز بایں حکم ثابت ولایت را از نبوة افضل گفتن و سکر را بر صحر ترجیح دادن درنگ آنست کہ کسی کفر را بر اسلام ترجیح دہد۔ و چیل را از علم بہتر دانند۔

د مکتوبات ۱۱۱ ربانی دفتر اول حصہ چہارم مکتوب نمبر ۲۶۸

ص ۱۳۹ تا ۱۴۰

تجملہ ۱۔ فقیر نے اپنی کتابوں اور رسالوں میں لکھا ہے۔ اور تحقیق کی ہے۔ کہ کمالات نبوت در یائے محیط کا حکم رکھتے ہیں۔ اور کمالات ولایت ان کے مقابلہ میں ایک قطرہ ناچیز کا حکم رکھتے ہیں۔ لیکن کیا کریں۔ جن لوگوں کو کمالات نبوت تک رسائی نہیں ہے۔ انہوں نے کہا ہے۔ ولایت نبوت سے افضل ہے۔ اور ایک جماعت نے ان کے قول کی یہ توجیہ کی ہے۔ کہ نبی کی ولایت اس کی نبوت سے افضل ہے۔ ان دونوں گروہوں نے نبوت کی حقیقت کو نہ سمجھا اور غائب پر حکم لگا دیا ہے۔ صحر پر سکر کو ترجیح دینے کا حکم بھی اسی حکم کے نزدیک ہے۔ اگر صحر کی حقیقت کو جانتے ہرگز سکر کو صحر کے ساتھ نسبت نہ دیتے خاک کو عالم پاک سے کیا نسبت ہے۔ جن لوگوں نے خواص کے صحر کو عوام کے صحر کی مانند سمجھ کر سکر کو اس پر ترجیح دی ہے۔ کاش کہ فاضل کے سکر کی طرح سمجھتے۔ اور اس حکم پر جرات نہ کرتے۔ کیونکہ علماء کے نزدیک یہ ثابت و مقرر ہے۔ کہ صحر سکر سے بہتر ہے۔ اور صحر و سکر مجازی ہے۔ تو پھر یہ حکم مجازی ہے۔ اور اگر حقیقی ہے تو پھر ولایت کو نبوت سے افضل کہنا اور سکر کو صحر پر ترجیح دینے کا حکم ایسا ہے۔ جیسے کوئی کفر کو اسلام پر ترجیح دے۔ اور جہل کو علم سے بہتر جانے۔

صائم نعتِ خوان کے عنوان اول کی ترویج خود جناب مجددِ دلائل ثانی کے اقوال و ارشادات سے آپ نے ملاحظہ کی۔ وہ تو ولی کو نبی سے یا ولایت کو نبوت سے افضل ماننے والے پر اظہارِ افسوس فرماتے ہیں۔ اور اسے ان دونوں کی حقیقت سے نا آشنا بتا کر فرماتے ہیں۔ کہ یوں ہوگا۔ کہ کوئی شخص کفر کو اسلام سے افضل کہے تو جس طرح اسکی بات اس کے منہ پر دے مارنے کے قابل ہے۔ اسی طرح ولایت

کو نبرد سے افضل قرار دینے والا بھی انتہائی جاہل بے علم بلکہ دائرۃ اسلام سے خارج ہے۔ لہذا ان تحریرات و ارشادات کی روشنی میں وہ صائم نعت خوان، اپنے گریبان میں منہ جھانک کر دیکھے۔ کہ جنابِ مجدد کیا فرماتے ہیں۔ اور میں نے اُن کا نام لے کر ان کا کیسا نظریہ بیان کیا؟

نوٹ:

صائم نعت خوان نے اس گفتگو کے دوران لکھا ہے۔ کہ فاضل بریلوی جنابِ اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان صاحب نے تفضیلی لوگوں کو رافضی نہیں کہا۔ یعنی جو لوگ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے تمام صحابہ کرام سے افضل ہونے کے قائل ہیں۔ انہیں شیعہ رافضی نہیں کہا۔ اس سے دراصل وہ قارئین کو باور کرانا چاہتا ہے۔ کہ اگرچہ میں (صائم) علی المرتضیٰ کی افضلیت کا قائل ہوں لیکن بقولِ اعلیٰ حضرت اس عقیدہ والا رافضی نہیں۔ اس لیے مجھے اس عقیدہ کی بنا پر رافضیوں میں کہیں شامل نہ کر دینا۔ ہم نے ضروری سمجھا۔ کہ اس مقالہ کو بھی ساتھ ہی ساتھ دور کر دیا جائے۔ لہذا ہم اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے فتاویٰ مبارکہ سے آپ کا نظریہ پیش کرتے ہیں۔ ملاحظہ ہو۔

فتاویٰ رضویہ:

اے کل کے امام رافضی منکرانِ ضروریاتِ دین اور بالاجماع امتِ کفار مرتدین ہیں۔ کما حققناہ فی فتاویٰ نا و فی المقالة المسفرة عن احکام البدعة المکفرة۔ علاوہ اور کفریات کے دو کفر تو ان کے عالم و جاہل مردِ عورت سب کو شامل ہیں۔ مولانا علی کرم اللہ وجہہ کو انبیائے سابقین علیہم الصلوٰۃ والسلام سے افضل ماننا۔

اور جو کوئی کسی غیر نبی کو کسی نبی سے افضل کہے کافر ہے۔

(فتاویٰ رضویہ حصہ دوم کتاب النکاح ص ۱۱۵ مکتبہ نبویہ لاہور)

خلاصہ کلام:

مجددِ ملت ثانی اور مجددِ مائتہ حاضرہ دونوں نے کسی غیر نبی کو نبی پر افضل کہنے والے کو کافر کہا۔ اسلام سے خارج کہا۔ اور صائم نعت خوان کو اصرار ہے۔ کہ وہ علماءِ انبیاء کے ہم مرتبہ ہیں۔ اور پھر اس نظریہ کو مجددِ ملت ثانی کا نظریہ بتا کر پیش کیا گیا جب صائم نعت خوان ان دونوں بزرگوں کی قدرومنزلت تسلیم کرتا ہے۔ تو پھر ان کے ارشادات کو اپنے معتقدات کیوں نہیں سمجھتا۔ شاید یہ بھوت سوار ہو کہ وہ دونوں حضرات تشریف لے گئے۔ اب میں اپنی دوکانداری چمکاؤں۔ اور مجدد کہلاؤں۔ اگر اس کا شوق ہے۔ تو شرم کس چیز کی۔ لوگ جھوٹے پیغمبر بننے سے نہ شرمائے۔ فرشتوں تک ہونے کا دعویٰ کیا۔ کسی نے اُن کا کیا بگاڑ لیا۔ ہم اس موقع پر یہی مشورہ دیتے ہیں۔ کہ ابھی درِ توبہ کھلا ہے۔ اور ہر گناہ کی معافی مل سکتی ہے۔ اس لیے اولین فرصت میں صراطِ مستقیم کی طرف صائم کو واپس آجانا چاہیئے۔ اور رافضیوں کی خوشی کے اسباب مہیا کرنے کی بجائے اپنی آخرت کی بہتری کے اسباب مہیا کیے جائیں۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

عنوان دوم: اولیاء میں صحابہ کرام جیسے کمالات: **عنوان سوم:** ان اولیاء پر
صحابہ کو فضیلت نہیں دے سکتے۔

ان دونوں عنوانوں کے تردید۔

عنوان ثانی ”صحابہ کرام جیسے کمالات اور عنوان ثالث ”ان اولیاء پر صحابہ کو فضیلت نہیں دے سکتے“ ان دونوں کا مقصد تقریباً ایک ہی ہے۔ وہ یہ کہ مخصوص اولیاء کرام کہ جن کو صحابہ کرام جیسے کمالات عطا ہوئے۔ وہ اور صحابہ کرام فضیلت میں مساوی ہیں صحابہ کرام کو فضیلت نہیں دی جاسکتی۔ اس غلط نظریے کی تردید ہم شروع میں مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے مکتوب سے کر چکے ہیں۔ جس کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ کابین اولیاء کے کمالات اگرچہ حضرات صحابہ کرام جیسے ہیں لیکن قیاس اور رائے کے ذریعہ یہاں فضیلت کا تعین نہیں ہو سکتا۔ اور اس کی طرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث پاک کے الفاظ ”لا یدری“، دلالت کرتے ہیں۔ چونکہ لا یدری نہیں فرمایا۔ اس لیے آپ کو اللہ تعالیٰ نے اس کمال تشابہ کے ہوتے ہوئے ان میں سے افضل کا علم عطا فرما دیا ہے۔ سو آپ خدا داد علم کی بدولت فرماتے ہیں۔ کہ خیر القرون قرنی۔ جس کا مقصد یہ ہے کہ صحابہ کرام کے مراتب کسی دوسرے امتی کو حاصل نہیں۔ اس لیے ان کی فضیلت مقرر ہے۔ جناب مجدد صاحب اسی فضیلت کو دو ٹوک انداز میں ایک اور مکتوب میں ذکر فرماتے ہیں۔ ملاحظہ ہو۔

مکتوب امام ربانی:

بالجملہ مدار افادہ واستفادہ ایں طریقہ بر صحبت است۔ یگفتن و نوشتن کفایت نمی شود۔ حضرت خواجہ نقشبند فرمودہ اند قدس سرہ کہ طریقہ ماصحبت است واصحاب کرام بدولت صحبت خیر البشر علی الصلوات

والقیسات انرا اولیاء امت افضل آمدند کہ بیچ ولی برتر بہ صحابی نرسد اگرچہ اولیں قرنی باشد۔

(مکتوبات امام ربانی دفتر سوم حصہ ہشتم ص ۱۸۹ مطبوعہ رؤف اکیڈمی لاہور)

ترجمہ: مختصر یہ کہ اس طریقہ میں افادہ اور استفادہ کا دار و مدار صحبت پر ہے۔ کہنا اور کہنا کافی نہیں ہوتا۔ حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہ نے فرمایا۔ کہ ہمارا طریقہ صحبت ہے۔ اور اصحاب کرام صحبت خیر البشر علیہ علیہ وسلم کی وجہ سے ہی اولیاء امت سے افضل ہیں۔ کہ کوئی ولی کسی صحابی کے مرتبہ کو نہیں پہنچ سکتا۔ اگرچہ وہ اولیں قرنی ہی کیوں نہ ہوں۔

ملحہ فکریہ:

اس مکتوب میں مجدد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے غیر صحابی یعنی امت کے اولیاء کرام میں سے ہر ایک کے بارے میں واضح ارشاد فرما دیا۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت ایسی سعادت ہے۔ کہ کوئی بھی اس درجہ کو نہیں پاسکتا۔ حضرت اولیں قرنی کی مثال پیش فرمائی۔ یہ وہ بزرگ ہیں۔ کہ جن کی شفاعت سے ہزاروں گناہ گاروں کا کام بن جائے گا۔ جیسا کہ کتب امارت میں ہے۔ اور خود مجدد صاحب بھی اس سلسلہ سے متعلق ہیں۔ گویا حقیقت بیان کرنے وقت مجدد صاحب نے اپنے آپ یا اپنے سلسلہ کے مورث اعلیٰ کی بھی کوئی رعایت نہ کی۔ یہ تو تھا مجدد صاحب کا نظریہ۔ ماصحبت خوان ان کی طرف سے جس نظر سیئے کی تبلیغ کر رہا ہے۔ وہ اس کا اپنا بنایا ہوا ہے صرف اس میں قوت پیدا کرنے کے لیے مجدد صاحب کا نام استعمال کیا گیا ہے حالانکہ مجدد صاحب کئی ایک مقامات پر اپنے نظریے کی تشریح فرما چکے ہیں۔ ان کے نزدیک قائمہ یہ ہے۔ کہ فضائل و مناقب کی بنا پر ادنیٰ اور اعلیٰ کا فرق

نہیں۔ کیونکہ اس سے بہت سے امتی اپنے نبی سے بڑے ہوئے نظر آئیں گے۔
جس کی بنا پر امتی کو فضل
کہنا پڑے گا۔ اور یہ ہرگز درست نہیں۔

مکتوبات امام ربانی:

مجھے نظر برکثرت فضائل و مناقب دیگران انداختہ ورافضیت او
توقف می نمایند زمیند اگر سبب افضلیت کثرت فضائل و مناقب
بود بساعت کہ بعضی از اعا دامت کہ این فضائل دارند از نبی خود فضل
باشند کہ این فضائل نہ دارد۔

مکتوبات امام ربانی حصہ ہفتم دفتر دوم مکتوب نمبر ۹ مطبوعہ روف
اکیڈمی لاہور

ترجمہ: ایک جماعت نے دوسرے لوگوں کے کثرت فضائل مناقب
پر نظر رکھی ہے۔ اور ان کی افضلیت میں توقف کرتے ہیں۔ وہ نہیں
جانتے کہ اگر افضلیت کا سبب کثرت فضائل و مناقب ہوتا تو ایسا
بھی ہوتا کہ بعض اعا دامت جو یہ فضائل رکھتے ہیں اپنے نبی سے بھی
افضل ہو جاتے جو یہ فضائل نہ رکھتا۔

ماتم تحت خوان بھی اسی جماعت کا ایک فرد نظر آتا ہے۔ جو فضائل مناقب
کو وجہ افضلیت قرار دیتی ہے۔ مجدد صاحب نے ایسی جماعت کو حقیقت سے
بے علم فرمایا۔ اور ساتھ ہی اس نظریہ کی نتیجہ کے طور پر تردید و تغلیط فرمائی۔ وہ
یہ کہ اگر یہ تسلیم کر لیا جائے۔ تو پھر کسی امتی کا اپنے پیغمبر سے افضل ہونا بھی ہوت
ہوگا۔ اولیس قرنی رضی اللہ عنہ کے فضائل و مناقب سے کتب بھری پڑی ہیں
ادھر امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کے قاتل "وحشی" کے بارے میں آنے فضائل مناقب

نہیں۔ لیکن اس کے باوجود صحبت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے "وحشی"
افضل فرمایا ہے۔ حوالہ ملاحظہ ہو۔

مکتوبات امام ربانی:

نیز بخان اعظم صدور یافتہ در مداحی طریقہ علیہ نقشبندیہ قدس سرہ تعالیٰ
اسرار ہم و مناسب این طریق بطریق اصحاب کرام علی صاحبہم علیہم الصلوٰۃ
والسلام و بیان افضلیت اصحاب کرام بر دیگران اگرچہ اولیس قرنی
باشد یا علم مروانی۔ الحمد للہ و سلام علی عبادہ الذین
اصطفیٰ۔ طریق حضرات خواجگان قدس اللہ تعالیٰ اسرار ہم مبنی بر
اندراج نہایت در بدایت است۔ حضرت خواجہ نقشبند قدس اللہ تعالیٰ
سرہ فرمودہ اند کہ نہایت را در بدایت درج می کنیم و این طریقہ بعینہ
طریق اصحاب کرام است رضی اللہ عنہم۔ چہ این بزرگواراں را در اول
صحبت آن سرور علیہم علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات آن میسر می شود و کاویا
امت را در نہایت انسانیت شمع از ان کمال دست می دہد لہذا وحشی
قاتل حمزہ علیہ الرحمۃ کہ یک مرتبہ در بدو اسلام خود بشرف صحبت سید
اولین و آخرین علیہ و علی آلہ الصلوٰۃ والتسلیمات و انقیات مشرف شدہ
بود از اولیس قرنی کہ غیر التابین است افضل آمد و آنچه وحشی را در اول
صحبت خیر البشر علیہ و علی آلہ و الصلوٰۃ والسلام میسر شد اولیس قرنی را با ان
خصوصیت در انتہاء میسر نہ شد لاجرم بہترین قرون اصحاب گشت
رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کلمہ ثم کار دیگران را در پس انداخت و اشارت
یہ بعد در جہ نمود شخصے از عبد اللہ بن مبارک قدس سرہ سوال کرد۔ آیا

أَفْضَلُ مَعَاوِيَةَ أُمِّ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ قَالَ
الْغُبَارُ الَّذِي دَخَلَ آتَفَ فَرَسَيْنِ مَعَاوِيَةَ مَعَ
رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْرٌ مِنْ عُمَرَ
بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ كَذَّامَةٌ ۝

درمکتوبات امام ربانی حصہ دوم دفتر اول مکتوب ۶۷
صفحہ ۲۷ مطبوعہ رتوف اکیڈمی لاہور

ترجمہ: حضرت خراجگانِ نقشبندیہ قدس سرہ تعالیٰ کا طریقہ نہایت کی ابتداء
میں اندراج پر مبنی ہے۔ اور یہ طریقہ بعینہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا طریقہ ہے
کیونکہ ان بزرگوں یعنی صحابہ کرام کو حضور کی پہلی ہی صحبت سے وہ کچھ میسر
آگیا۔ جو کہ اولیاء امت کو نہایت انسانیت میں بھی جا کر اس کمال کا تھوڑا
ساحصہ ملتا تھا ہے۔ لہذا وحشی رضی اللہ عنہ قاتلِ امیرِ حمزہ جسے ایک
ہی مرتبہ ابتداء اسلام میں صحبت سید الاولین والآخرین صلی اللہ علیہ وسلم
کا شرف حاصل ہوا۔ اولیں قرنی سے جو کہ خیر التابلعین ہیں۔ افضل قرار
پایا۔ اور وحشی کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اول صحبت میں جو کچھ میسر آیا۔
اولیں قرنی کو اپنے خصوصیات کے باوجود انتہاء میں میسر نہ ہوا۔ لہذا
طور پر زمانوں میں بہترین زمانہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ہے۔ کلمہ تم نے
دوسروں کو پیچھے ڈال دیا ہے۔ اور ان کے درجہ کی دوری کی طرف
اشارہ کرتا ہے۔ ایک شخص نے حضرت عبداللہ بن مبارک سے سوال
کیا کہ امیر معاویہ رحمہ افضل ہیں۔ یا عمر بن عبدالعزیز۔ تو آپ نے جواب
دیا۔ وہ غبارِ حجرِ حضور کی معیت میں امیر معاویہ کے گھوڑے کی
ناک میں داخل ہوا تھا۔ وہ کئی مرتبے عمر بن عبدالعزیز سے افضل و بہتر ہے

ملحہ فکریہ:

حضرت مجددِ اہل ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنا مسلک کس واضح انداز میں ذکر
فرمایا۔ اور اس کی دو مثالیں بھی بطور شواہد ذکر فرمائیں۔ جس کا خلاصہ یہی ہے۔ کہ
حضرات صحابہ کرام کو صحبت سید البشر صلی اللہ علیہ وسلم میسر ہوئی۔ کوئی افضلیت مثبت
اس کا بدل نہیں یا مقابل نہیں ہو سکتی۔ یہ حضرات صحبت محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم
کی برکت سے تمام امت کے کاملین سے افضل و بہتر ہیں۔ اولیں قرنی رضائے
فضائل بے شک بکثرت اور وحشی کے قبل اسلام بے شک گناہ بہت بڑے
لیکن ایک کو صحبتِ زمینی تو باوجود کثرتِ فضائل کے دوسرے صحبتِ پائے
والے کے ہم پل نہیں ہو سکتے۔ بلکہ کسی صحابی کو رسولِ خدا کی معیت میں رہ کر جو گرد
غبار اس پر یا اس کی سواری پر پڑا۔ مجددِ صاحب کے نزدیک غیر صحابی اس کی برابری
نہیں کر سکتا۔ اب صائم نعتِ خوان سے کوئی پوچھے۔ تم نے مجددِ صاحب کا
نظریہ جو بیان کیا ہے۔ وہ کہاں سے لیا ہے؟ معلوم ہوا۔ کہ فریہی نے قارئین
کو دھوکہ دے کر اپنا مقصد پورا کرنے کی سعی لا حاصل کی۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

ۛ

عنوان چہارم

(۱) امت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ کمال جو انبیاء

کو نہیں ملا۔

مشکل کشا

سوال: وہ کون سا کمال ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت سے وابستہ ہے اور وہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو باوجود نبی ہونے کے نہ ملا۔

جواب: وہ کمال حقیقۃ الحقائق سے وصول و اتحاد ہے۔ جو کہ تبعیت اور وراثت سے وابستہ ہے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کے کمال فضل پر موقوف ہے۔ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں ان خاص الخواص کا حصہ ہے۔ اور جب تک امت میں سے نہ ہو اس دولت تک نہیں پہنچ سکتا۔ اور توسط کا حجاب نہیں اٹھ سکتا۔ جو کہ اتحاد کے وسیلہ سے میسر ہوتا ہے۔ شائد اللہ تعالیٰ نے اسی لیے فرمایا ہے کنتم خیر امت الخ یہ مکتوبات حصہ دوم دفتر سوم ص ۱۲۸ مکتوب نمبر ۱۲۲

(۲) امتی پیغمبر سے اوپر جاسکتا ہے

اگر امتوں میں سے کوئی فرد اپنے پیغمبر کی تبعیت کے طفیل سے بعض پیغمبروں کے اوپر بھی چلا جائے۔ تو خادیمیت اور تبعیت کے عنوان سے ہو گا۔ مکتوب ۱۲۲ ص ۱۲۲ (مشکل کش تصنیف صائم نعمت خوان فیصل آبادی ص ۱۰۰ مطبوعہ حقیقی کتب خانہ فیصل آباد)

عنوان چہارم کے تحت میں دونوں ذیلی
عنوانوں کی تردید

عنوان چہارم کے تحت جو باتیں صائم نعمت خوان نے ذکر کیں۔ اگرچہ وہ الفاظ جناب مجدد صاحب کی فارسی عبارت کا ترجمہ تو ہیں۔ لیکن صائم نعمت خواں اور جناب مجدد رحمۃ اللہ علیہ دونوں کے اس عبارت سے مقاصد و مطالب میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ صائم کے پیش نظر یہ بات ہے۔ کہ کسی نہ کسی طرح ایسی عبارت کا بہار لے کر قارئین پر یہ ثابت کیا جائے۔ کہ کچھ امتی ایسے بھی ہیں۔ جن میں نبیوں سے بھی زیادہ فضائل موجود ہیں۔ لہذا وہ امتی۔ نبی سے بڑا ہو سکتا ہے۔ جب یہ قاعدہ اور اصول طے پا گیا۔ تو اب اگر یہ کہا جائے۔ کہ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ حضرات انبیائے کرام سے افضل ہیں۔ تو اس پر اعتراض کیوں؟ لیکن کمال چالاکی سے صائم نے مجدد صاحب کے مکتوب میں سے کچھ عبارت چھوڑ کر اقول و آخر کر دیا۔ اور درمیان سے چھلانگ لگائی۔ تاکہ مجدد صاحب کا اپنا نظریہ لوگوں کے سامنے نہ آ سکے۔ اس لیے ہم اسی مکتوب کی پوری عبارت درج کر رہے ہیں۔ جس کو نیا دہنا کر عنوان چہارم اختراع کیا گیا۔

ہکتوبات - سوال:

اذیہ بیان لازم می آید فضل خواص ای امت را بر انبیاء علی نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والتسلیمات؟

جواب:

پہنچ لازم نمی آید ایں قدر ثابت شد کہ خواص ای امت با انبیاء و اولی

عنوان پنجم

امتی کے وسیلہ حضور علیہ السلام کو کمال حاصل ہوا

مشکل کشا: تاجدارِ سلطنت نقشبندیہ امام ربانی مجددِ الف ثانی مندرجہ بالا عبارت کے بعد مزید دقیق نقطے بیان کرنے کے بعد اپنے مقصد کی کھلے طور پر وضاحت فرماتے ہوئے رقمطراز ہیں کہ۔ اب ہم اصل بات پر آتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ اس دائرہ کا محیط وہ محبوبیت ہے اور محبت سے ظاہر ہے۔ تو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے افراد میں سے کسی فرد کی ولایت کا نشانہ ہے اور اس کے کمالات کو بھی حاصل کیا ہے۔ اور معلوم ہوا کہ دولت ثانی اس کو ولایت موسوی سے حاصل ہوئی ہے اور وہ دو عظیم ولایتوں کے طفیل سے مرکز و محیط کے کمال کا جامع ہوا۔ اور یہ نو طے شدہ بات ہے۔ کہ ہر وہ کمال جو امت کو میسر آتا ہے۔ وہ کمال اس امت کے نبی کو بھی حاصل ہے۔ بحکمِ مَیْنِ سَنِّ سُنَّةِ حَسَنَةٍ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اس فرد کے ذریعہ سے اس دائرہ کے محیط کے کمالات حاصل ہوئے۔ (مشکل کشا مصنفہ صائم چشتی نعمت خواں فیصل آبادی ص ۱۰۸ مطبوعہ چشتیہ کتب خانہ جھنگ بازار فیصل آباد)۔

عنوان پنجم کی تردید:

موتِ نعمت خواں صائم علیہ ما علیہ نے مندرجہ بالا عنوان اس لیے باندھا کہ ثابت کیا جس کے کہ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت سے کمالات

کسی امتی کے وسیلہ اور سبب سے حاصل ہوئے۔ آپ کی ذاتِ مقدسہ میں بالاصل نہ تھے۔ کچھ ایسی ہی مذموم و قبیح عبارت دیوبندیوں نے بھی لکھی ہے۔ یہ عنوان اور موضوع کس قدر بڑا اور قابلِ مذمت ہے۔؟ اسی لیے شیخ الحدیث قبلہ ابو البرکات سید احمد صاحب مرحوم امیر مرکزی دارالعلوم حزب الاحناف کچھ مولویوں کی ایسی عبارت کے متعلق فرمایا کرتے تھے۔ یعنی اتنی بسا اوقات اعمال میں نبی سے بڑھ جاتا ہے) اس کے معانی تو معافی ہے دیکھئے الفاظ کتنے خبیث ہیں۔ بہر حال جس خبیث نظریہ اور مفہوم کو صائم نے مذکور عنوان سے ظاہر کیا ہے۔ اس کی خیانت ظاہر و برہا ہے۔ اسی طرح اس عنوان سے جو مقصد اور مطلب اخذ کرنا جاتا ہے۔ وہ اس سے بھی زیادہ اخبث ہے۔ کیونکہ ثابت یہ کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اگرچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے امتیوں میں سے ایک امتی ہیں۔ لیکن اس کے باوجود وہ انبیاء کرام سے افضل ہیں۔ اور بلکہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے امتیوں میں سے ایک امتی ہیں۔ لیکن اس کے باوجود وہ انبیاء کرام سے افضل ہیں۔ اور بلکہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی کمال ان کے سبب سے حاصل ہوا۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے بارے میں پیغمبروں سے افضل ہونے کا عقیدہ شیعہ رافضیوں کا ہے۔ اہل سنت کا نہیں۔ اس لیے شیعہ عقیدہ کو صائم نے اہل سنت کے ایک عظیم علمی و روحانی پیشوا کی عبارت سے ثابت کرنے کی کوشش کی۔ جس سے نہ صرف صائم نے اپنا اوسیدہ ہا کرنے کی کوشش کی۔ بلکہ تاجدارِ سلطنت نقشبندیہ کو بھی بدنام اور اہل سنت سے خارج کر کے شیعہ ثابت کر دیکھانے کی مذموم جسارت کی۔ مجدد صاحب علیہ رحمۃ اللہ نے اپنے مخصوص انداز میں ولایتِ ابراہیمی کو صباحت اور ولایتِ محمدی کو ملاحت سے تعبیر کیا ہے۔ پھر اس کی وضاحت

بھی فرمائی۔ لیکن اس دقیق اور علمی مقام کو سمجھنا صائم ایسے نعت خوان کے بس کی بات نہیں۔ مجدد صاحب کی اصل عبارت اگر صحیح ترجمہ بھی نہیں کر سکے تو غنیمت ہے رہا اس کے مفہوم و مطلوب تک کی رسائی تو یہ کسی صاحب بصیرت کا کام ہے کہ باطن اسے کیا سمجھے گا۔ ہم ابھی یہ بتائیں گے کہ صائم نے اپنے مذموم عنوان کے تحت مجدد صاحب کی جس عبارت سے استدلال کیا۔ ان دونوں کا اہل میں کوئی تعلق نہیں۔ عنوان کچھ اور ہے اور عبارت مجدد کچھ اور مقصود رکھتی ہے۔ دونوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔

صائم نعت خوان نے مذکورہ عبارت سے جو اخذ کیا۔ وہ مفہوم خود مجدد صاحب نے اس عبارت (جو کہ صائم نے نقل کی) کے بعد اس کی وضاحت خود فرمائی۔ فرماتے ہیں۔

”کوئی جاہل آدمی یہ نہ سمجھے کہ نبی نے اس فراموشی سے کمال حاصل کیا ہے۔ کیونکہ حقیقت یہ ہے کہ اس فرد نے وہ کمال درحقیقت نبی سے حاصل کیا ہے۔“

پھر مجدد صاحب علیہ الرحمۃ نے اس بارے میں ایک دو مثالیں بھی بیان فرمائیں۔ مثلاً فرماتے ہیں۔ کہ کوئی بادشاہ اپنے لشکر اور اپنی فوج کی مدد سے کسی ملک کو فتح کرتا ہے۔ یا کسی قلعہ پر قبضہ کر لیتا ہے۔ تو اس میں بادشاہ کی اس مدد لینے سے فوج کو بادشاہ پر فضیلت حاصل نہیں ہو جاتی۔ کیونکہ اس فوج نے لڑائی وغیرہ کے ذریعہ جو فتح حاصل کی۔ وہ دراصل اسی بادشاہ کے ساز و سامان ہوتا کرنے کی وجہ سے تھی۔ اس ساز و سامان کی وجہ سے فوج کو کامیابی ہوئی۔ یہ کمال دراصل بادشاہ کے احسان کا نتیجہ تھا۔ اسی طرح ایک اور مثال دیکھیں۔ کہ اگر حضور شمسِ مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضراتِ صحابہ کرام کو ساتھ لے کر جنگیں لڑیں۔ تو اس کا مطلب یہ

نہیں کہ نبی میں وہ کمال نہیں جو اس نے صحابہ سے حاصل کیا۔ کیونکہ حقیقت یہ ہے کہ حضراتِ صحابہ کرام میں جو بھی کمال پیدا ہوا وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقہ اور آپ کے ہی وسیلہ سے پیدا ہوا ہے۔ اسی طرح اگر اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولؐ کے وسیلہ اور واسطہ سے لوگوں تک اپنا پیغام۔ اس کے رسولؐ نے جہاد کیا۔ اور لوگ حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔ اس کا یہ معنی نہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبروں کے وسیلہ واسطہ کے بغیر لوگوں کو ایمان و اسلام نہیں دے سکتا۔ اور اپنے بندوں کو اپنی بارگاہ میں لانے کے سلسلہ میں وہ محتاج ہے جو یہ کہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو اپنی بارگاہ میں لانے میں رسولوں کا محتاج ہے۔ وہ کافر اور دائرہ ایمان سے خارج ہے۔ لیکن اس کے باوجود اللہ تعالیٰ کی عادت کریمہ یہ ہے کہ وہ اپنے رسولوں کے ذریعہ سے اپنے بندوں کو دعوت دیتا ہے۔

اگر صائم میں تلاشِ حقیقت، دیانتداری اور ایمانداری ہوئی۔ تو مجدد ثنائی رحمۃ اللہ علیہ کی نقل کردہ عبارت کے ساتھ ان کی وضاحت والی عبارت بھی ذکر کرتا۔ تاکہ قارئین کو جناب مجدد صاحب کے ارشادات کا صحیح مفہوم معلوم ہو جاتا لیکن ایسا کرنے سے صائم کی اپنی مراد اور من گھڑت رافضی نظریہ مجدد صاحب کی عبارت سے ثابت نہ ہو سکتا تھا۔ یعنی یہ کہ وہ تمام انبیاء کرام، حضرت علی المرتضیٰؑ سے فیض لیتے ہیں، قارئین کرام کے لیے حقیقت واضح کرنے کی خاطر ہم ذیل میں حضرت مجدد و اہل ثنائی رحمۃ اللہ علیہ کی وہ عبارت درج کر رہے ہیں۔ جو صائم کی منقولہ عبارت کے بعد آپ نے تحریر فرمائی ہے۔

ہکویاتِ امام ربانی:

اما نقص آں نبی ازین لازم نیامد و آں فرد را منسبتے باین توسط
برآں نبی حاصل نہ شود چہ آں فرداں کمال را بقابلیت آں نبی

یا فتر است وہ طفیل ابوبابین دولت رسیدہ پس اُن کمال فی الحقیقت
از اُن نبی است و نتیجہ متابعت اوست و اُن فرد بیش از خادم
اولیست کہ از خزائن او خرچ کردہ بآسپاہان و فرشتہ
مزین تیار کردہ می آرد کہ باعث مزین و جمال مخدوم میگردد و در
عظمت و کبریائے اومی افزائند این جا کلام نقص مخدوم است
و کلام مزیت خادم۔

د مکتوبات امام ربانی حصہ نہم دفتر سوم مکتوب ۹ ص ۶۶ مطبوعہ
رؤف اکیڈمی لاہور

قریباً چھٹا؛ لیکن اس طرح سے نبی میں کوئی نقص لازم نہیں آتا اور اس
فرد کو اس وسیلہ بننے سے نبی پر کوئی فضیلت حاصل نہیں ہوتی
کیونکہ اس فرد نے اس کمال کو اس نبی سے ہی حاصل کیا ہے۔ اور
اسی کے طفیل سے اس دولت تک پہنچا ہے۔ پس حقیقت میں وہ
کمال اسی نبی کی ملکیت ہے اور اسی کی متابعت کا نتیجہ ہے۔ اور
وہ فرد اس کا خادم ہونے سے زیادہ کچھ نہیں ہے۔ اس نے اسی
کے خزانوں سے خرچ کیا۔ اور خرچ تمام باس اور قیمتی فرسش
تیار کر کے لایا ہے جو کہ مخدوم کے حسن و جمال میں مزید اضافہ باعث
ہیں۔ اور اس کی عظمت و کبریائی بڑھاتا ہے۔ اس جگہ مخدوم کا نقص کیا
ہے۔ اور خادم کی کون سی فضیلت ہے؟

ملحد فکریہ؛

مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی عبارت اور اپنے مافی الضمیر کا مفہوم
مطلب جہ اپنے الفاظ میں بیان فرمایا۔ اس کی صائم نعت خواں کے قائم کردہ

عنوان سے کوئی مناسبت و مطابقت نہیں۔ کیونکہ صائم کا مقصود اس کے مفروضہ عنوان
سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ "نبی بعض کمالات میں امتی کا محتاج ہوتا ہے۔ اور اس
احتیاج کی وجہ سے امتی مرتبہ میں ممتاز و بلند و بالا ہو جاتا ہے۔" مجدد صاحب نے
اس مفہوم کی صاف صاف تردید فرمائی۔ اور اس صاحب کو نبی کا خادم اور
نبی کا ہی سرس بیان کیا۔ کہاں خادم و مخدوم؟ اور کہاں مالک و مالکیت؟
مجدد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مقصود کو مزید واضح کرتے ہوئے ایک اور
مثال بھی ذکر فرمائی۔ کہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیستہ فتح
بصعۃ لیک اللفح جریح، یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم غریب مہاجرین کے
وسیلہ سے فتح طلب فرمایا کرتے تھے۔ کیا اس کا یہ معنی ہے کہ جو کمالات ان غریب
مہاجرین میں تھے ان سے اللہ تعالیٰ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم فانی تھے؟
نہیں نہیں بلکہ اس کا مطلب و مفہوم یہ ہے کہ جن غریب و مسکین مہاجرین نے
رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کی اور اللہ تعالیٰ نے اس کی برکت سے انہیں
جوشان و عظمت عطا فرمائی اُسے وسیلہ بنایا جا رہا ہے۔ جو درحقیقت رسول خدا
صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی کمال ہے۔ مہاجرین کا ذاتی نہیں بلکہ عطاء شدہ کمال ہے۔ دیکھیے
مجدد صاحب نے کتنی ملاحظہ و وضاحت کے ساتھ مثالیں پیش فرما کر اپنی
عبارت کا صحیح اور اصلی مفہوم سمجھایا۔ لیکن صائم نعت خواں اپنے مذموم و قبیح مقدمہ
کو ثابت کرنے کے لیے لوگوں کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کی ہلکا کم کوشش
کرنا نظر آ رہا ہے۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

عنوان ششم

کمالات انبیاء سے الحاق مشکل کشا:

تبعیت کے طور پر یہ دولت زیادہ تر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام و
الانبیاء کے اکابر صحابہ میں پائی جاتی ہے۔ اور قلت و ندرت کے طور پر غیر
اصحاب میں بھی متحقق ہے۔ اور فی الحقیقت یہ شخص بھی گروہ صحابہ میں شامل اور کمالات
انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام والبرکات سے ملحق ہے۔ شانِ اعلیٰ ہی شخص کے حق میں
حضور علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ نے فرمایا ہے۔ لایدری اولہم خیر ام اخرہم یعنی
معلوم نہیں کہ کیا کہا جاسکتا ہے۔ کہ ان کے پہلے بہتر ہیں یا پچھلے۔ (مکتوب نمبر ۳۹ و دفتر
دوم حصہ اول ص ۱۰۴)

مجاہد اسرار ہند شریعت حضرت مجدد الف ثانی کی ان توجیہات کو جان لینے

کے بعد اگر کوئی شخص یہ گمان کرتا ہے۔ کہ انبیاء سابقین کے کمالات سے اس امت کے کمالات
کا موازنہ کرنا غلط ہے۔ اور یہ امر عقیدہ اہل سنت کے مطابق نہیں تو اس کے اپنے فروع
کی بات ہے۔ ہم تو اس بات پر صرف یہی ایک راز منکشف کرنے پر اکتفا کریں گے

ہیں وہ دیوانے جو دیوانہ سمجھتے ہیں مجھے
ٹھو کریں دو چار دانستہ بھی کھا لیتا ہوں میں
(مشکل کشا ص ۱۰۹ مطبوعہ چشتی کتب خانہ فیصل آباد)

عنوان ششم کی تردید

انبیاء کرام اور خیر انبیاء کو کمالات میں ہم وزن قرار دینا اور وہ بھی تبعیت کے
ساتھ تفصیل طلب ہے۔ ہم اس سلسلے میں گزارش کر چکے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد
گرامی و من یطع اللہ والرسول فاولئک مع الذین انعم اللہ
علیہم من النبیین والصدیقین والشہداء والصالحین
(جو شخص اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمانبرداری کرے گا۔ وہ نیکیت
میں ان لوگوں کی معیت پائے گا۔ جن پر اللہ تعالیٰ کا انعام

ہوا۔ وہ انبیاء صدیق شہداء اور صالحین ہیں۔) اس مفہوم کو واضح کرتا ہے
لیکن صائم نعمت خوان جناب مجدد صاحب کی عبارت سے اپنے غلط مقصد
کی تائید حاصل کرنا چاہتا ہے۔ مجدد صاحب کا اس عبارت سے مقصد یہ ہے
کہ سالک اور صحابی پیغمبر کے تابع ہو کر جنت میں ان کمالات کی وجہ سے اُن
کے ساتھ ہو گا۔ جو کمالات اُسے دنیا میں تبعیت کی بدولت ملے۔ لیکن صائم
نعمت خوان کا مقصد یہ ہے۔ کہ وہ سالک اور صحابی کو انبیاء کرام کا ہم مرتبہ ثابت

کرسے۔ اور اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی لایدری اولہم خیر الخ کے ذریعہ معنی رائے اور قیاس سے استشہاد پیش کر رہا ہے۔ حالانکہ اس ارشاد میں رائے اور قیاس کو دخل ہی نہیں۔ اسی لیے آپ نے لایدری فرمایا لایدری کے الفاظ ارشاد نہ فرمائے۔ اور پھر اپنے اپنے علم و معرفت سے اس کا فیصلہ بھی فرمادیا۔ کہ خیر القرون قرنی الخ۔ اسی کی تائید اسی مکتوب میں جناب مجدد نے یوں فرمائی۔ اما قرن اصحاب از جمیع وجہ خیر است آنجا سخن کردن از فضولی است۔ (بہر حال حضرات صحابہ کرام کا دور وہ تمام ادوار سے بہتر ہے۔ اس میں گفتگو کرنا فضول است) اس طرح یہ فیصلہ فرمادیا۔ کہ حضرات صحابہ کرام کے ساتھ کسی غیر صحابی کا موازنہ کرنا غلط ہے۔ مجدد صاحب تو اسے فضول فرمائیں۔ اور صائم نعت خوان موازنہ کرینے کے حق میں ہے۔ اور اس کے خلاف کو گمان غلط کہہ رہا ہے۔ اور اس نظر سے کے منکرین کو دیوانہ کہا جا رہا ہے۔ مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا ذوق و شوق اور صائم نعت خوان کا ذوق و شوق دو مختلف چیزیں ہیں۔ ایک صاحب ذوق ”مجدد الف ثانی“ اور دوسرا صاحب ذوق ”نگ انسان“ ہے۔ اس کا خود بھی اقرار کر رہا ہے۔ ”ٹھو کریں دو چار دانستہ بھی کھالیتا ہوں“ یعنی بخوبی اسے علم ہے۔ کہ کالمین امت کبھی بھی کسی پیغمبر سے افضل نہیں ہو سکتے۔ یہی مجدد صاحب کا عقیدہ ہے۔ لیکن دانستہ طور پر میں ٹھو کریں کھا رہا ہوں اور مجدد صاحب کی تعلیمات کی غلط تفسیر پیش کر کے لوگوں کو دھوکہ دے رہا ہوں۔ یہ بڑی بد بختی ہوگی۔ کہ جب کوئی ایسا غیر کسی کامل اور پھر مجدد الف ثانی جیسے مجدد سے ٹکڑے۔ یہ سب کچھ صائم نعت خوان نے رافضیوں کو خوش کرنے کے لیے پا پڑ بیلے۔ جس طرح پہلے عنوانات میں جناب مجدد کی عبارات مکمل پیش نہ کی گئیں۔ اُن میں سے اپنے مقصد کی عبارت لے کر لوگوں کو

دھوکہ دینے کی کوشش کی۔ اسی طرح اس مکتوب کی عبارت اگر پوری ذکر کر دی جاتی تو مسئلہ واضح ہو جاتا۔ اس لیے ہم اس مکتوب کی مکمل عبارت پیش کر رہے ہیں۔ ملاحظہ ہو۔

مکتوبات امام ربانی:

بسید عبد الباقی سارنگپوری صدور یافتہ در بیان اصحاب یمنیہ اصحاب شمال و سابقاں کو یک قدم بر شمال و قدم دیگر بر یمن ہنوادہ اندو گوئے سبقت بر میدان اصل بردہ اندو ما یناسب ذالک۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ الحمد للہ و سلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ۔ بوال ارشدک اللہ تعالیٰ کہ اصحاب شمال اصحاب جبب ظلمانی اندو اصحاب یمنیہ ارباب جبب نورانی سابقاں آنکہ کاذیں جبب وازاں جبب برآمدہ اندو یک قدم بر شمال و قدم دیگر بر یمن ہنوادہ گوئے سبقت بر میدان اصل بردہ اندو از ظلال لامکانی و ظلال و ربی بالاگزشتہ و الا سم وصفت و از شان و اعتبار جز ذات نواستہ تعالیٰ و تقدس اصحاب شمال ارباب کفر و شقاوت اندو اصحاب یمنیہ اہل اسلام و ارباب ولایت اندو سابقاں بالامالت انبیاء علیہم الصلوٰت و التسلیمات و تبعیت ہر کرا بایں دولت مشرف سازندائی و لت بیشتر بتبعیت ورا کا برا صاحب انبیاء امت علیہم الصلوٰت و التسلیمات و التیمات ویر سبیل قلت و ندرت و در غیر اصحاب نیز متمتقو است و فی الحقیقہ۔ ایں شخصی نیز از زمرہ اصحاب است و ملحق بکلمات انبیاء علیہم الصلوٰت و التسلیمات و در حق او مگر فرمود علیہ و علیٰ آلہ الصلوٰۃ و السلام لایدری اولہم خیر ام آخرہم ہر چند

فرمودہ علیہ علی اہل الصلوٰۃ والسلام خیر القرون قرنی ایں را باعتبار قرون گفتہ
و ایں را باعتبار اشخاص و اللہ سبحانہ اعلم لیکن اجماع اہل سنت ست بر
افضلیت شیعین بعد از انبیاء علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات کسے نیست
کہ برابر بکر سبقت کردہ باشد اسبق سابقان ایں امت اوست و اقدم
پیشینان ایں ملت او و حضرت فاروق بن عمر اوست و بدولت افضلیت
مشرف گشتہ است و بتوسط او از دیگران بالا گشتہ از اینجا است کہ
فاروق را خلیفہ صدیقی می گفتند و در خطبہ خلیفہ علیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
شہسوار ایں معاویہ حضرت صدیقی است و حضرت فاروق روایت اوست
خوش روایت کہ شہسوار موافقت نماید و با حنفی اوصاف او شارکت
فرماید۔ بر سر اصل سخن رویم و گوئیم کہ سابقان از احکام یمین و شمال خارج
اند و از معاملات ظلمانی و نورانی فوق۔ کتاب ایشان و در اکتاب یمین
و کتاب شمال است و محاسبہ شان و محاسبہ اصحاب یمین و اصحاب
شمال کار و باب ایشان علیحدہ است و غنچ و دلال بانیاں جدا اصحاب
یمین در رنگ اصحاب شمال از کمالات شان چہ در یاد و در باب
ولایت و در رنگ عامہ مومنان از اساس و ایشاں چہ فراگیرند
حروف مقطعات قرآنی از موزا سر ایشان است و قشایات فرقانی
کنوز مدارج و موصول ایشاں و موصول باصل ایشان را از ظل فارغ ساختہ
است و در باب ظلال را از حریم خاص ایشان دور داشتہ۔
و مکتوب امام ربانی و فقر دوم حصہ ششم مکتوب نمبر ۳۹ صفحہ نمبر ۹۸۔ ۹۹۔
مطبوعہ رؤف اکیڈمی لاہور

قرصہ: سید عبدالباقی رنجپوری کی طرف صادر فرمایا۔ اصحاب یمین

اصحاب شمال اور سابقین کے بیان میں۔ جنہوں نے ایک قدم شمال اور
دوسرا قدم یمین میں رکھا ہوا ہے۔ اور سبقت کا گیند میدان اصل تک
لے گئے ہیں۔ اور اس کے مناسب امور کے بیان میں۔ اللہ تعالیٰ
مجھے رشد و ہدایت عطا کرے۔ جان کہ اصحاب شمال وہ لوگ ہیں
جو تاریک پردوں میں ہیں۔ اور اصحاب یمین نورانی پردوں والے
سابقین وہ ہیں جو ان ظلمانی اور نورانی پردوں سے باہر نکلے ہوئے
ہیں۔ اور ایک قدم شمال پر اور دوسرا یمین پر رکھ کر سبقت کا گیند میدان
اصل میں لے گئے ہیں۔ اور امکانی و جوبی ظلال سے اوپر گزر گئے ہیں
اور انہوں نے اسم و صفت اور شان و اعتبار سے سوائے ذات
تعالیٰ و تقدس کے کچھ نہیں چاہا۔ اصحاب شمال کفر و شقاوت والے
ہیں۔ اور اصحاب یمین اہل اسلام اور ارباب ولایت ہیں۔ اور بالا
اصالۃ سابقین انبیاء علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات ہیں۔ تابع ہونے کے
اعتبار سے جسے بھی اس دولت سے مشرف کر دیں تبعیت کے
طور پر یہ دولت زیادہ تر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے اکابر صحابہ
میں پائی جاتی ہے۔ اور قلت و ندرت کے طور پر غیر اصحاب میں بھی
محقق ہے۔ اور فی الحقیقت یہ شخص گروہ انبیاء میں شامل اور کمالات
انبیاء علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات سے ملحق ہے۔ شاید ایسے ہی شخص
کے حق میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ لا یدری اولہم و خیر
ام آخرہ۔ ہم نہیں معلوم کیا جاسکتا کہ ان کے اگلے بہتر ہیں یا پچھلے۔
اگرچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا ہے۔ خیر القرون قرنی یب
زمانوں سے بہتر میرا زمانہ ہے۔ کیونکہ اپنے زمانے کو قرون کے

- ۱۔ اصحاب شمال یعنی تاریک پردوں والے کافر اور بد بخت لوگ ہیں۔
- ۲۔ اصحاب یمن نورانی پردوں والے مسلمان اور اولیاء کرام ہیں۔
- ۳۔ سالبقون دراصل پیغمبر ہیں۔ اور ان کی اتباع میں یہ مقام اکابر صحابہ کرام کو بکثرت اور غیر صحابہ کو بقلبت ملتا ہے۔

۴۔ غیر صحابی کس کو درجہ سالبقین عطا ہوتا ہے وہ بھی صحابہ کرام کے زمروں اور انبیاء کرام کے کمالات سے ملحق ہے۔

۵۔ اہل سنت کا اجماع ہے کہ تمام انبیاء کرام کے بعد ابو بکر و عمر افضل ہیں۔ ان میں سے فاروق اعظم کی افضلیت ابو بکر کے توسل سے ہے۔

۶۔ سالبقون احکام میں اصحاب یمن و شمال سے جدا ہیں۔ تاریک پردوں اور نورانی پردوں سے کہیں اوپر ہیں۔ کہ ان کی کتاب اعمال ان سے علیحدہ ہے۔

۷۔ اصحاب یمن (مسلمان و اولیائے امت) سالبقون کے کمالات کو پانے سے اسی طرح قاصر ہیں جس طرح اصحاب شمال۔

۸۔ ارباب ظلال (اولیاء، اقطاب، ابدال) سالبقون کے حریم خاص سے بہت دور رہتے ہیں۔

ان امور کو مد نظر رکھ کر جناب مجدد کا نظریہ خود سمجھا جاتا ہے۔ کہ ان کے نزدیک عام مسلمان ہو یا صاحب ولایت کبھی بھی صحابہ کرام کے کمالات نہیں پاسکتا۔ لہذا اس کی افضلیت قطعاً ناممکن۔ اسی طرح امت مسلمہ کا کوئی فرد سیدنا صدیق اکبر و عمر فاروق کے مرتبہ و کمال کو حاصل نہیں کر سکتا۔ اور یہی حقیقہ اہل سنت کا جماعی عقیدہ ہے۔ جب ایک امتی کا اپنے نبی کے صحابی کے مقام کو پاتا ناممکن ہو تو یہ کیونکر ممکن کہ وہ خود نبی کے مقام کو حاصل کر سکے؟ ایک طرف

اعتبار سے بہتر فرمایا۔ اور آخری زمانے کو اشخاص کے لحاظ سے واللہ اعلم۔

لیکن انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بعد افضلیت ابو بکر صدیقؓ اور عمر فاروقؓ پر اہل سنت کا اجماع ہے۔ ایسا کوئی نہیں۔ جو ابو بکر پر سبقت لے گیا ہو۔ اس امت کے سالبقین کے پیش رو وہ ہیں۔ اور اس امت کے پہلوں کے بھی پہلے آپ ہیں۔ اور حضرت فاروقؓ آپ کے توسل کی بدولت افضلیت سے مشرف ہوئے۔ اور خطبہ میں آپ کو رسول اللہ کے خلیفہ کا خلیفہ کہتے ہیں۔ اس معاملہ کے شاہسوار حضرت صدیقؓ ہیں۔ اور حضرت فاروقؓ ان کے ردیف ہیں۔ کیا اچھا ردیف ہے جو اپنے شاہسوار سے موافقت کرتا اور اس کے خصوصی اوصاف میں شرکت فرماتا ہے۔ ہم اہل بات کی طرف آتے ہیں۔ اور کہتے ہیں۔ کہ سالبقین یمن و شمال کے احکام سے خارج ہیں۔ اور ظلمانی و نورانی معاملات سے اوپر ہیں۔ ان کے اعمال نامے کتاب یمن اور کتاب شمال سے جدا ہیں۔ ان کا محاسبہ اصحاب یمن اور اصحاب شمال کے محاسبہ کے علاوہ ہے۔ ان کے ساتھ کاروبار علیحدہ اور ان کے ساتھ کرشمہ جدا ہے۔ اصحاب یمن اصحاب شمال کی طرح ان کمالات سے کیا پاسکتے ہیں۔ اور ارباب ولایت۔ ان کے اسرار سے کیا حاصل کر سکتے ہیں۔ مقطعات قرآنی کے حروف ان کے اسرار و رموز اور تقاببات قرآنی ان کے مدارج کے وصول کے خزانے ہیں۔ اصل سے وصول نے انہیں ظلم سے فارغ کر دیا۔ اور ارباب ظلال کو ان کے حریم خاص سے دور کر دیا ہے۔

خلاصہ کلام:

مجدد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مکتوب درج بالا کے چند فوائد مندرجہ ذیل

جناب مجدد صاحب کے ارشادات اور دوسری طرف صائم نعمت خوان کی ان کے مکتوب میں خیانت کرنا اور پھر اس سے اپنا غلط مقصد پورا کر کے دکھانا کون سی دیانت داری ہو سکتی ہے؟ جنہیں خود صائم علم کے دریا کہے اور ان کی مخالفت سے ڈرائے۔ کیا یہ لوگوں کو دھمکانے کے لیے تھا۔ خود ان کے ارشادات کے سامنے سر تسلیم خم کیوں نہ کیا۔ اور ان کی مخالفت سے خوف کیوں نہ آیا؟ اہل سنت کا بقول مجدد الف ثانی اجماعی عقیدہ چھوڑ کر بمطابق فیصلہ حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم (من شذ شذ فی النار) خود صائم صاحب نے اپنی آخرت کا معاملہ سخت تر کر لیا۔ فاعتبر وایا اولی الابصار۔

عنوان ہفتم = حضرت علی خلیفہ بلا فصلؓ

مشکل کشا

حضرت علی شیر خدا علیہ السلام کا رسول کا خلیفہ اعظم اور بانٹین اول جس موت میں ہم نے بیان کیا ہے قطعی طور پر درست ہے اور اس کے لیے ہم ہزاروں مثالیں پیش کر سکتے ہیں۔ مگر امور سلطنت اسلامیہ اور حدود شرعیہ کے نفاذ کے لیے جس مسئلہ خلافت پر حضرت ابو بکر متکون ہوئے اس میں یقیناً وہی خلیفہ اول بلا فصل اور بانٹین رسول ہیں۔

خلافت اس کو کہتے ہیں:

جناب حیدر کرار رضی اللہ عنہ بلا شک وریب روحانی طور پر تاجدار انبیاء کے خلیفہ اول ہیں۔ اور اہل طریقت کے نزدیک یہ مسئلہ قطعی طور پر اجماعی ہے اگر کوئی شخص بزعیم خویش تصور کرتا ہے۔ کہ حضرت ابو بکر ہی روحانی طور پر

بھی آپ کے خلیفہ اول ہیں۔ تو یہ اس کا ذاتی فیصلہ ہوگا۔ اولیاء کرام کا کثیر گروہ اس امر پر متفق ہے۔ کہ ولایت و قطبیت کبریٰ اعلیٰ ترین مقام پر سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جس قدر تقدس ہستی کو ممکن فرمایا۔ وہ آپ کے اہل بیت کرام ہی ہیں۔ اور ان تمام ائمہ اہل بیت میں سے پہلا نمبر تاجدار اولیاء و امقیاد امیر المؤمنین سیدنا جید کرار علیہ السلام کا ملی وراثت اور روحانی خلافت جناب شیر خدا سے پہلے کسی دوسرے کے لیے ثابت کرنا محض حقائق سے اعراض اور صداقت سے انحراف کے مترادف ہے رسول اللہ کے بعد اٹھی رسول زوج تول سیدنا و مرشدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سلطنت روحانیہ کے تاجدار اول ہیں۔ اور آپ کی اس اولیت میں کوئی بھی آپ کا شریک و سیم نہیں۔ (مشکل کشادہ ۲۷ تا ۲۸)

عنوان ہفتم کی تردید

”حضرت علی خلیفہ بلا فصل ہیں“ صائم نعمت خوان نے اس عنوان میں خلافت بلا فصل کے لیے کوئی قید نہیں لگائی۔ یعنی مطلقاً خلافت بلا فصل کہہ کر تمام مقدمات سے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ”بلا فصل خلیفہ“ کہا ہے۔ عنوان میں خلافت روحانی یا خلافت سلطانی کسی کا تذکرہ نہیں تھا۔ لیکن آپ جانتے ہیں۔ کہ ہمارے اور اہل تشیع کے درمیان من جملہ اختلافی مسائل میں ایک ”خلافت بلا فصل“ کا مسئلہ بھی ہے۔ ہم صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے لیے قائل و معتقد اور اہل تشیع علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے لیے مثبت ہیں۔ صائم نعمت خوان کا عنوان کو اطلاق پر چھوڑنا شیعہ نوازی نہیں اقرار رافضیت نظر آتا ہے۔ اس اطلاق کی وجہ سے جب اس نے اپنا رافضی ہونا مان لیا۔ تو پھر یاد آیا۔ کہیں تو سنی کہلاتا ہوں۔ اور عقیدہ شیعوں والا بیان کر رہا ہوں۔ اب اس نے

اہل تشیع کا ایسے مقام پر چلایا جانے والا عرب یعنی تفتیہ کو بروئے کار لاتے ہوئے
 ”خلافت رومانی“ کا سہارا لیا۔ گویا ”لا دین لمن لا تفتیہ لہ“ کے ذریعہ اپنے دین
 کو بچانے کی کوشش کی ہے۔ اور اگر ایسا نہیں تو پھر عنوان میں دھوکہ دینے سے کیا
 مطلب؟ صائم کے کلام میں تناقض موجود ہے۔ مذکورہ عبارت کا خلاصہ یہ کہ حضرت
 علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ اعظم اور ہاشمین اول ہیں۔ آپ
 رومانی اعتبار سے قطعی اور اجماعی طور پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ اول ہیں۔ ایک
 اور جگہ صائم نعمت خوان کی تحریر ملاحظہ ہو۔

الصدیق:

نبوت اور صداقت کے درمیان کوئی واسطہ نہیں۔ اور جو ہم نے ذکر کیا صدیق
 کی اس تفسیر پر دلالت کرتا ہے۔ کہ صدیق کا مرتبہ نبوت کے بعد علم فضل کی وجہ سے
 نہیں بلکہ اس وصف کی وجہ سے ہے۔ جو صدیق انسان کے لیے بیان ہوا ہے
 اور ایسے ہی وہ دلیل ہے جو قرآن کے لفظ سے دلالت کرتی ہے۔ کہ مجی اور صدیق
 کے درمیان کوئی واسطہ نہیں۔ اس کے دل میں خبر دینے والے رسول کی بات داخل
 ہو جاتی ہے۔ اور یہ بات حقیقت الایمان میں رسول کے ساتھ اور اعلیٰ اثبات
 کے لیے قریب کی جہت سے اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایمان لانے کے متعلقات
 سے ہوتی ہے۔ اور یہ کہ نبوت اور صدیقیت کے درمیان کوئی مقام مائل نہیں
 و دل تفسیر الصدیق بما ذکرنا علی انہ لا مرتبة
 بعد النبوة فی الفضل والعلم الا هذا الوصف
 وهو کون الانسان صدیقاً و کما دل الدلیل
 علیہ فقد دل لفظ القرآن علیہ فانہ اینما ذکر الصدیق
 والنبی لم یجعل بینہما واسطۃ یدخلہا فی

قول المنبر الرسول و متعلقہ فی الحقیقۃ الایمان بالرسول
 و یكون الایمان باللہ علی جہۃ القربۃ و لیس بین النبوة
 و الصدیقۃ۔

(روح البیان جلد ۵ ص ۷۶)

الصدیق تصنیف صائم نعمت خوان فیصل آیادی ص ۲۰۳

مطبوعہ چشتی کتب خانہ فیصل آباد

مقام غور:

”الصدیق“ نامی تصنیف میں صائم نعمت خوان سے سیدنا صدیق اکبر رضی
 کے بارے میں روح البیان کے حوالہ سے یہ ذکر کیا کہ نبوت کے بعد اگر مرتبہ
 مقام ہے تو وہ صدیق اکبر کا ہے۔ لا مرتبة بعد النبوة فی الفضل
 والعلم الا هذا الوصف۔

اس عبارت میں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خلافت ظاہری نہیں بلکہ بالنی
 کا تذکرہ ہو رہا ہے۔ یہ وہی رومانی خلافت ہے۔ کہ جس کے بارے میں
 ”مشکل کش“ میں صائم نے حضرت علی المرتضیٰ کے لیے باجماع صوفیاء اور لوہیاء کلم
 اس کا قول کیا ہے۔ ان دونوں کتابوں کی عبارت میں تناقض موجود ہے۔
 واصل حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے متعلق شیعہ عقیدہ کو ثابت کرنے کے
 لیے رومانی اور ظاہری خلافت کا چکر چلایا۔ یہ اس کے ”تفتیہ“ کی کارستانی
 ہے۔ جہاں تک یہ لاف زنی کی گئی۔ کہ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا بلا فصل خلیفہ
 رومانی میں ہونا تمام اہل طریقت کا اجماعی اور متفق علیہ ہے۔
 لیکن صائم ہی اس کو جانتا ہے۔ کہ وہ کون سے اہل طریقت ہیں۔ جن کا یہ قول ہے۔ اگر

قطعی اور متفق علیہ ہے۔ تو اس کی دلیل مائے نعمت خوان کو ضرور پیش کرنی چاہیے
تھی۔ جناب مجدد صاحب جواہل طریقت کے مشہور اور معروف فرود ہیں۔ جن کی علییت و
روحانیت پر صائم کو بھی یقین ہے۔ اس بارے میں آپ کا ارشاد ہم پیش خدمت
کر رہے ہیں۔ ملاحظہ ہو۔

ہکتوبات امام ربانی:

فوق مقام ولایت مقام شہادت است ونسبت ولایت بشہادت
نسبت تجلی صوری و تجلی ذات است بل بعد ما بینہما
اکثر من بعد ہذین التجلیتین کذا صرّ
وفوق مقام شہادت صدیقیت است وتفاوتیکہ میان ابی دو مقام
است۔ اجل من ان یعبر عنہ بعبارۃ واعظم من
ان یشار الیہ باشارة وفوق اس مقامے نیست الا اللبوة علی
اہل العلوٰات والتسلیمات ونشاید کہ میان صدیقیت ونبوة مقامے
بودہ باشد بلکہ محال است وایں حکم بہ محالیت او بکشف صریح
معلوم گشتہ۔

دکتوبات امام ربانی و فتراول حصہ اول مکتوب ۱۱ ص ۳۸ مطبوعہ
رؤف اکید می لاہور

ترجمہ: مقام ولایت سے اوپر مقام شہادت ہے۔ ولایت کی نسبت
شہادت کی نسبت کے سامنے اس طرح ہے جس طرح تجلی صوری
تجلی ذاتی کے سامنے بلکہ ان دو نسبتوں میں بعد اور فاصلہ ان دو تجلیوں
کے بعد اور فاصلہ سے گئی گناہ زیادہ ہے۔ اور شہادت کے مقام
کے بعد صدیقیت کا مقام ہے۔ اور وہ فرق و تفاوت جو ان

دو مقاموں کے درمیان ہے۔ وہ اس سے زیادہ ہے کہ اسے کسی
عبارت سے تعبیر کیا جائے۔ اور اس سے بڑھ کر ہے کہ اس کی
طرف اشارہ کیا جائے۔ اور اس مقام صدیقیت سے اوپر کوئی مقام
نہیں مگر مقام نبوت ہے۔ صدیقیت اور نبوت کے درمیان اور کوئی
مقام نہیں ہے۔ بلکہ کسی اور مقام کا ہونا محال ہے اور اس کے محال
ہونے کا حکم کشف صریح صیح سے معلوم ہو چکا ہے۔

لمحہ فکریہ:

جناب مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے نبوت کے اور صدیقیت کے
درمیان کسی درجے اور مقام کو تسلیم کرنا محال قرار دیا ہے۔ اور گویا رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام و مرتبہ کے ساتھ بلا فصل اگر کسی کا مقام و مرتبہ ہے
تو وہ صدیق اکبر ہیں۔ رضی اللہ عنہ۔ مجدد صاحب کا ارشاد مرتبہ روحانی کے بیان
کے لیے ہے نہ کہ مرتبہ ظاہری کے لیے۔ جب روحانی طور پر صدیق اکبر کا مقام
فاصلہ کا محتاج نہیں۔ تو معلوم ہوا کہ روحانی طور پر خلافت بلا فصل بھی صدیق اکبر
رضی اللہ عنہ کا حق ہے۔ اور انہیں ہی مسلم ہے۔ اسی پر اہل طریقت کا اتفاق ہے
لہذا صائم نعمت خوان کا عنوان ”علی خلیفہ بلا فصل“ اور پھر اس کی روحانی خلیفہ بلا فصل
سے تو جیہہ پیش کرنا اہل سنت اور اہل طریقت سب کے نزدیک غلط اور باطل
ٹھہری۔ صرف اس عنوان نے صائم کی شیعیت ثابت کر دی۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

عنوان ہشتم = علی کیوں افضل ہیں

مشکل کشا

جناب مجدد الف ثانی کے مذکورہ بالا تصورات کو اگر درست تسلیم کر لیا جائے تو پھر اولیائے امت کے اس فرمان کی تکذیب کرنا پڑے گی جن کا دعوے ہے کہ سلسلہ عالیہ قادریہ تمام تر سلاسل روحانیہ سے افضل و اعلیٰ ہے۔ حالانکہ اولیاء کیا رکاز یہ ارشاد قطعی طور پر درست ہے کہ سلسلہ عالیہ قادریہ جناب حیدر کار پر منتہی ہونے کے ساتھ ساتھ جناب غوث اعظم سے منسوب ہے۔ اور غوث اعظم کے کمالات روحانیہ جو انہیں جناب شیر خدا حضرت علی رضی اللہ عنہ کرم وجہہ الکریم اور دیگر ائمہ اہل بیت کی وساطت سے حاصل تھے ان کا عشر عشر بھی کسی ولی کو نصیب نہیں۔ غوث اعظم کا یہ فرمان شاہ عدل ہے۔ ہمارا یہ قدم تمام اولیاء کی گردن پر ہے۔ اب وضاحت طلب امر یہ ہے کہ اگر مجدد صاحب کی یہ دلیل درست ہے کہ وہی روحانی سلسلہ افضل و اعلیٰ ہے جو امت کے افضل ترین شخص پر منتہی ہوتا ہے۔ تو پھر کسی اضطراب و اضطراب کے ساتھ تسلیم کرنا ہو گا۔ کہ جناب شیر خدا سیدنا علی کرم وجہہ الکریم تمام امت محمدیہ علی صاحبہا علیہ الصلوٰۃ والسلام سے افضل و اعلیٰ ہیں۔ کیونکہ جناب شیر خدا پر منتہی ہونے والا سلسلہ عالیہ قادریہ اولیاء کبار کے قرابہ میں کے مطابق تمام تر سلاسل روحانیہ سے افضل و اعلیٰ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مجدد ماتہ حاضرہ شاہ احمد رضا خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تفضیل حیدر کار کو فرض قرار نہیں دیا۔ (مشکل کشا ص ۲۸۴-۲۸۵)

عنوان ہشتم کی تردید

جس طرح گذشتہ عنوانات کو مجدد الف ثانی کے نام سے صائم لغت خوان نے ثابت کرنے کی کوشش کی۔ اور ہم نے اس کی قطعی کھول کر رکھ دی۔ اب اسی طرح عنوان ہشتم کو بھی ثابت کرنا چاہتا ہے۔ لیکن اس میں مجدد صاحب کے ارشادات بالکل مخالفت میں ہیں۔ اس لیے یہاں صائم کا رویہ بہت تبدیل ہو گیا۔ یہی مجدد صاحب ہیں۔ کہ جن کے بارے میں اس نے شروع کتاب میں لکھا۔ ”مجدد صاحب کے مقام ارفع و اعلیٰ اور جلالت علمی کے سامنے ان لوگوں کی کیا حیثیت ہے جو مجدد صاحب کی مخالفت کرتے ہیں؟“ اس کے بعد مزید لکھا کہ ”کس بد نصیب کو مجال دم زدنی ہے کہ اس مقبول بارگاہ اور صاحب استقامت بزرگ کے ارشادات عالیہ سے اختلاف کر کے ناقابل معافی جرم کا مرتکب ہونے کی جرأت کر سکے“ اور اب چونکہ ”علی کیوں افضل نہیں“ کے عنوان کی تائید مجدد الف ثانی کے ارشادات سے نہ مل سکی۔ تو ان کی مخالفت پر اتر آیا۔ اس مخالفت میں نہ اسے اُن کا مقام ارفع و اعلیٰ نظر آیا۔ نہ جلالت علمی کا پاس رہا۔ اور نہ ہی اپنے نصیب پر رحم کھایا۔ اور ناقابل معافی جرم کا بڑی ڈھٹائی سے ارتکاب کیا۔ گویا اپنے جال میں خود پھنس گیا۔ یہ صرف اسی عنوان میں ہی نہیں۔ بلکہ تمام گذشتہ عنوانات میں اس نے مجدد صاحب سے اختلاف ہی کیا ہے۔ لیکن وہاں دھوکہ دہی کے طور پر اُن کو اپنا مامی ظاہر کیا۔ اور اس عنوان میں بالکل کھل کر سامنے آ گیا۔

پچوں خدا خواہم کہ پردہ کس درد

میشلش اندر طعنہ پا کاں ز ند

عنوان ہشتم سے صائم کا مقصد یہ ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ تمام افراد امت سے افضل و اعلیٰ ہیں۔ ان کی افضلیت ابو بکر صدیق و عمر فاروق اور عثمان غنی پر بھی ہے۔ گویا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ افضل ترین امت نہیں بلکہ علی المرتضیٰ ہیں۔ مجدد و ثالث ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ بلکہ اہل سنت کا اجماعی اتفاقی عقیدہ ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے امتیوں میں سے افضل ترین شخصیت ابو بکر صدیق ہیں۔ اسی عقیدہ کی ترجمانی ہر سنی خطیب و دوران خطبہ کرتا ہے۔ افضل البشر بعد الانبیاء بالتحقیق ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کہا جاتا ہے۔

جناب مجدد و صاحب جو کہ نقشبندی ہونے کے واسطے اپنا سلسلہ روحانی ابو بکر صدیق سے رکھتے ہیں۔ اس لیے انہوں نے اپنے سلسلہ کی بڑائی کے لیے ایک دلیل پیش فرمائی۔ وہ یہ کہ اس سلسلہ کی افضلیت کی یہ دلیل ہے۔ کہ اس کی انتہا اس شخصیت پر ہوتی ہے۔ جو انبیاء کرام کے بعد سب سے افضل ہے۔ اور وہ ہیں۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ۔ یہ ان کی ذاتی دلیل ہے۔ اسی طرح دوسرے سلاسل کے متوسلین اپنے اپنے سلسلہ کے اعلیٰ و ارفع ہونے کی دلیل پیش کرتے ہیں اس پر کوئی جرح یا اعتراض نہ کرنا چاہیے۔ کیونکہ جو شخص جس سلسلہ سے منسلک ہے۔ وہ اسے محبوب سمجھتا ہے۔ اور اس کی افضلیت جانتا ہے۔ ہر اہل اپنے بیٹے کو ”چاند“ کہتی ہے۔ اور اس جیسا کسی کو نہیں سمجھتی۔ ہر بیٹا اپنے باپ کو اعلیٰ و ارفع سمجھتا ہے۔ اس پر اعتراض نہ کرنا بے وقوفی ہے۔ اصل سلسلہ یہ ہے کہ قطع نظر کسی سلسلہ سے وابستگی کے امت میں سے کون سا شخص افضل ترین ہے۔ جو لوگ سلسلہ نقشبندیہ سے منسلک نہیں وہ بھی اسی بات کے قائل ہیں۔ کہ وہ شخصیت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔ اس کی تائید میں ایک نہیں ہزاروں اقوال پیش کیے جاسکتے ہیں۔ لیکن ہم یاد دہانی کے لیے صرف امام اہل سنت مجددائے حاضر

جن کا ذکر خود صائم نے اس عنوان میں بھی کیا ہے (مولانا احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ کا قول پیش کرتے ہیں۔ جن کے بارے میں کہا گیا کہ وہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو افضل ترین کہنے والے پر فرض کا فتوے نہیں لگاتے۔

فتاویٰ افریقہ:

سوال میں چاروں صحابہ رضی اللہ عنہم کا مرتبہ برابر کہا۔ یہ خلاف عقیدہ اہل سنت ہے۔ اہل سنت کے نزدیک صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا مرتبہ سب سے زائد ہے۔ پھر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ پھر مذہب منصور میں عثمان غنی رضی اللہ عنہ پھر مرتضیٰ رضی اللہ عنہم جمعین۔ جو چاروں کو برابر جانے وہ سنی نہیں۔

اس فتوے کی رُوس سے صائم نعت خوان ”سنی“ ذرا۔ کیونکہ وہ علی المرتضیٰ کی افضلیت کا قائل اور مبلغ ہے۔ اور یہ عقیدہ اہل سنت کے خلاف ہے۔ بلکہ اعلیٰ حضرت کے نزدیک تو چاروں کو برابر مرتبہ و مقام دینے والا بھی ”سنی“ نہیں ہے۔

فاعتبر وایا اولی البصار

ایک مشہور اعتراض :

میں ہی صدیق اکبرؓ ہوں جو میرے بعد کسی کو صدیق اکبرؓ کہے گا کذاب ہے
(علی رضی اللہ عنہ)

ابن ماجہ شریف :

حدثنا محمد بن اسماعيل روى حدثنا عبد الله بن موسى ابنا العلاء بن صالح عن المنهال عن عباد بن عبد الله قال قال عليّ أنا عبد الله وأخو رسول الله صلى الله عليه وسلم وأنا الصديق الأكبر لا يتوّلها بعدى إلا كذاب صليت قبل الناس سبع سنين.

(ابن ماجہ شریف ص ۱۲ ذکر فضل علی بن ابی طالب

مطبوعہ نور محمد آرام باغ کراچی)

ترجمہ : عبادہ بن عبد اللہ کہتے ہیں کہ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے فرمایا : میں اللہ کا بندہ اور رسول خدا کا بھائی اور صدیق اکبر ہوں۔

میرے بعد ان باتوں میں وہی کہے گا جو کذاب ہوگا۔ میں دوسرے

لوگوں سے سات برس پہلے نمازیں پڑھیں۔

روایت مذکورہ میں ”و صدیق اکبر“ کا لقب خود علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اپنے لیے ذکر فرمایا۔ اور پھر اس شخص کو کذاب بھی فرمایا۔ جو اسے کسی اور کے لیے استعمال کرے۔ لہذا اہل سنت و جماعت اس لقب کو ”ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ“ کے لیے استعمال کر کے کذاب ہوئے۔ ان کو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدود بغض کا اظہار اس سے ہوتا ہے۔

جواب : روایت مذکورہ کے دو حصے ہیں۔ حصہ اول : علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا فرمان کہ میں صدیق اکبر ہوں جو میرے بعد کسی کو صدیق اکبر کہے وہ کذاب ہے۔ حصہ دوم :

اپنے سب سے پہلے سات سال نمازیں پڑھیں۔ روایات میں کچھ ایسی بھی ہیں۔ جن میں ان دونوں کو یکجا اور بعض میں علیہ علیہ ذکر کیا گیا ہے بہر حال ہم دونوں کا بالترتیب جواب لکھتے ہیں۔

جواب حصہ اول

اس روایت میں چار راوی یا توشیعہ ہیں یا کذاب
مجروح

ابن ماجہ شریف میں روایت مذکورہ میں دونوں سلسلے موجود ہیں۔ اور ان کی پوری سند بھی دی گئی ہے۔ اس کی سند میں عبید اللہ بن موسیٰ، علاء بن صالح منہال اور عباد بن عبد اللہ چاروں پر متذہبن کرام نے سنت جرح کی ہے۔ اس کی تفصیل ملاحظہ ہو۔

عبد اللہ بن موسیٰ : تہذیب التہذیب :

وَكَانَ يَشْتَعِبُ وَيَرْوِي أَحَادِيثَ فِي الشَّيْعِ مَنْكَرَةً وَضَعَفَ بِذَلِكَ عِنْدَ كَثِيرٍ مِنَ النَّاسِ وَحَدَّثَ يَعْقُوبُ بْنُ سَفْيَانَ شَيْعِيًّا وَإِنْ قَالَ فَتَايِدَ رَافِضِيًّا لَمْ يُنْكِرْ عَلَيْهِ وَهُوَ مِنْكَرٌ الْحَدِيثِ وَقَالَ الْحَبْرُ جَانِي وَعَبِيدُ اللَّهِ بْنُ مُوسَى أَعْلَى وَأَسْوَأُ مَذْهَبًا وَأَرْوَى لِلْعَجَائِبِ

وَقَالَ الْحَاكِمُ سَمِعْتُ قَتَادَةَ بْنَ قَاسِمٍ الْيَلْبَرِي
سَمِعْتُ أَبَا مُسْلِمٍ الْبَغْدَادِيَّ الْحَافِظَ يَقُولُ
عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ مُوسَى مِنَ الْمَثُورِينَ تَرَكَهُ
أَحْمَدُ لِشَيْعَتِهِ..... وَكَانَ يَنْفَرُ طِفْلًا فِي الشَّيْعِ
وَقَالَ أَحْمَدُ رَوَى مُنَاصِيرٌ وَقَدْ رَأَيْتُهُ
بِمَكَّةَ فَأَعْرَضْتُ عَنْهُ۔

(تہذیب التہذیب جلد ۷ ص ۵۳ حرف العین بیروت)

ترجمہ: اس میں تشیع پایا جاتا تھا۔ اور تشیع کے بارے میں منکر
احادیث کی روایت کیا کرتا تھا۔ اسی وجہ سے کثیر محدثین نے اسے
ضعیف قرار دیا ہے۔ یعقوب بن سفیان نے اسے شیعہ کہا۔ اور اگر
اسے کوئی رافضی کہتا۔ تو اس سے کوئی انکار نہ تھا۔ یہ مکر الحدیث
ہے۔ ابن جوزی نے اسے بقول عبید اللہ، ہمیں طور پر بہت غالی
اور بڑا آدمی تھا۔ عجائبات کی روایت کرنے میں سب سے بڑھ کر
ہے۔ حاکم نے کہا کہ میں نے قاسم بن قاسم سے انہوں نے ابو
مسلم حافظ بغدادی سے پرسنا۔ کہ عبید اللہ بن موسیٰ متروک راویوں
میں شامل ہے۔ امام احمد نے اسے تشیع کی وجہ سے چھوڑ دیا۔.....
تشیع میں غلو کرتا تھا۔ امام احمد نے اس کی منکرین الحدیث میں شمار
کیا۔ میں نے اسے مکہ مکرمہ میں دیکھا۔ لیکن اس سے منہ پھیر
لیا تھا۔

میزان الاعتدال؛

وَقَالَ أَبُو دَاوُدَ كَانَ شَيْعِيًّا مُذْخَرًا

وَرَوَى الْيَمُورِيُّ عَنْ أَحْمَدَ كَانَ عَبْدُ اللَّهِ
صَاحِبَ تَحْلِيلِ حَدَّثَ يَأْخُذُ بِشَيْءٍ سَوِيٍّ
وَآخَرُ بَعْضِ تِلْكَ الْبَلَدِ يَا قَدْ رَأَيْتُهُ بِمَكَّةَ
فَأَعْرَضْتُ عَنْهُ۔

(میزان الاعتدال جلد ۲ ص ۷۰ حرف العین۔)

ترجمہ: عبید اللہ بن موسیٰ کو ابو داؤد نے شیعہ اور منحرف شیعہ قرار دیا
ہے۔ امام احمد سے مروی کہ یہ عبید اللہ، احادیث کو کڑھ کر لیتا تھا۔
اس نے بڑی احادیث روایت کیں۔ اور یہ مصیبتیں اسی کی کھڑی ہوئی
ہیں۔ میں نے اسے مکہ معظمہ میں جب دیکھا تو اس سے منہ ہٹا لیا۔

علاء بن صالح: میزان الاعتدال؛

وَقَالَ أَبُو حَاتِمٍ كَانَ مِنْ عَتَقِ الشَّيْعَةِ
وَقَالَ ابْنُ الْمَدِينِ رَوَى أَحَادِيثَ مَنَاصِيرَ
..... حَدَّثَنَا عَبِيدُ اللَّهِ بْنُ مُوسَى حَدَّثَنَا
الْعَلَاءُ بْنُ صَالِحٍ عَنْ مَنَهَالِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ
عَبَادَةَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ سَمِعْتُ عَلِيًّا يَقُولُ
أَنَا عَبْدُ اللَّهِ وَأَخُو رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَا الصَّادِقُ الْأَكْبَرُ لَا يَقُولُهَا
بَعْدِي إِلَّا كَذَّابٌ صَلَّيْتُ قَبْلَ النَّاسِ سَبْعَ
سِنِينَ۔

(میزان الاعتدال جلد ۲ ص ۷۰ حرف العین مطبوعہ مصر قند)

ترجمہ: علامہ ابن صالح کو ابوحاتم نے شیعوں کا سردار کہا ہے۔ ابن مدینی کے بقول یہ منکر امام دیش روایت کرتا ہے۔ جیسا یہ حدیث کہ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں اللہ کا بندہ ہوں اس کے رسول کا بھائی اور مدنی اکبر ہوں۔ میرے بعد یہ القاب وہی اپنے لیے استعمال کرے گا۔ جو کذاب ہوگا۔ میں نے لوگوں سے قبل سات برس نمازیں پڑھیں۔

منہال بن خلیفہ: تہذیب التہذیب:

عَنْ شُعْبَةَ أَتَيْتُ مَنْزِلَ الْمُنْهَالِ فَسَمِعْتُ مِنْهُ صَوْتَ الطَّبَنُورِ فَزَجَجْتُ وَلَمْ أَسْأَلْ وَقَالَ ابْنُ الْمَدِينِ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ أَتَى شُعْبَةُ الْمُنْهَالِ بْنِ عُمَرَ وَفَسَمِعَ صَوْرًا فَزَجَجَهُ وَقَالَ الْجَوْزَجَانِيُّ سَيُّئُ الْمَذْهَبِ قَالَ وَقَفْتُ الْمَغِيرَةَ صَاحِبُ إِبْرَاهِيمَ عَلَى بَنِي مُدِّ بْنِ أَبِي رِيَادٍ فَقَالَ لَا تَعَجَبْ مِنْ هَذَا الْأَحْمَقِ إِنِّي ذَهَيْتُ عَنْهُ أَنْ يَرَوْى عَنِ الْمُنْهَالِ بْنِ عُمَرَ وَعَنْ عُبَايَةَ فَتَارَقَنِي عَلَى أَنْ لَا يَفْعَلُ ثُمَّ هُوَ سَيَرَوْى عَنْهَا فَشَدَّ تَلْكَ بِاللهِ تَعَالَى هَلْ كَانَتْ تَحْقِيقُ شَهَادَةٍ الْمُنْهَالِ عَلَى دَرَاهِمَيْنِ قَالَ اللَّهُمَّ لَا

(تہذیب التہذیب جلد ۱ ص ۳۲۰ حرف المیم)

ترجمہ: شعبہ کہتا ہے کہ منہال کے گھر گیا۔ تو اندر سے طبنور بجنے کی آواز سن کر میں واپس آگیا۔ اور میں نے منہال سے کچھ بھی نہ پوچھا۔ ابن مدینی جناب یحییٰ بن سعید سے بیان کرتے ہیں کہ جناب شعبہ ایک مرتبہ منہال کے گھر آئے۔ تو انہوں نے ایک آواز سنی۔ فوراً واپس آگئے۔ جو زجاجی نے اسے بد مذہب کہا۔ شعبہ براہیم کا ساتھی یزید بن ابی زیاد کے پاس کھڑا تھا۔ تو کہا کیا تو اس اندھے بے وقوف سے تعبیر نہیں کرتے۔ میں نے اسے منہال سے روایت کرنے سے منع کر دیا تھا۔ تو اس نے اسی عہد پر مجھ سے چلے جانے کا ارادہ کیا۔ پھر اس کے باوجود ان دونوں سے روایتیں کرتا ہے۔ میں تجھے اللہ تعالیٰ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا منہال کی دودھ ہم کے مقابلہ میں بھی گواہی تسلیم ہے۔ کہا۔ بخدا! نہیں۔

عبادہ بن اسدی: تہذیب التہذیب:

عبادہ بن عبد اللہ الاسدی الکوفی رَوَى عَنْ عَلِيٍّ وَ عَنْهُ الْمُنْهَالُ بْنُ عُمَرَ وَقَالَ الْبُخَارِيُّ قَبِيحٌ نَظَرٌ وَقَالَ عَلِيُّ بْنُ الْمَدِينِ ضَعِيفٌ الْحَدِيثُ قَالَ ابْنُ الْجَوْزِيِّ ضَرَبَ أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ عَلَى حَدِيثِهِمْ عَنْ عَلِيٍّ أَنَا الصِّدِّيقُ الْكَبِيرُ وَقَالَ هُوَ مُنْكَرٌ - (تہذیب التہذیب جلد ۵ ص ۶۸)

ترجمہ: عبادہ بن عبد اللہ اسدی، علی سے اور علی سے منہال بن عمر سے روایت کرتے ہیں۔ بخاری نے کہا اس میں نظر ہے۔ علی بن ابی طالب

نے اسے ضعیف الحدیث کہا ہے۔ ابن جوزی کا بیان ہے۔ جناب احمد بن حنبل نے اس کی حدیث کو علی المرتضیٰ نے اپنے آپ کو در صدیق اکبر فرمایا ہے۔ کہ یہ نامقبول ہے۔ اور مشکو بھی ہے۔ یاد رہے اس حدیث کو مستدرک نے بھی نقل کیا ہے تو اس کے ذیل میں علامہ ذہبی نے یوں جرح کی ہے۔

المستدرک:

قُلْتُ كَذًا قَالَ وَهُوَ عَلَى شَرْطٍ وَاحِدٍ مِنْهُمَا
بَلْ حَدِيثٌ بَاطِلٌ فَتَدْبِرُهُ وَحِيَادٌ قَالَ ابْنُ
الْمَدِينِ ضَعِيفٌ۔

(التلخیص ذیل مستدرک جلد سوم ص ۱۱۲ کتاب معرفة الصحابة
مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ:

علامہ ذہبی فرماتے ہیں۔

میں کہتا ہوں۔ کہ یہ بخاری اور مسلم میں سے کسی ایک کی شرط
پر جمع کی گئی۔ تو درکنار یہ تو حدیث باطل ہے۔ یہ حدیث صحیح نہیں
بلکہ باطل ہے۔ اس میں غور کر۔ عباد کو ابن مدینی نے ضعیف
کہا ہے۔

لمحہ فکریہ:

مذکورہ حوالہ جات سے روایت مذکور کے تین راویوں کا حال آپ نے
ملاحظہ کیا۔ عبید اللہ بن موسیٰ شیعہ رافضی ہے۔ اس سے کیا توقع کروہ تقیہ

سے دستبردار ہو کر صحیح حقیقت حال بیان کرے۔ یہی وجہ ہے کہ امام احمد بن حنبل نے
اس کی احادیث کو چھوڑ دیا ہے۔ اسی طرح علامہ ابن صالح بھی سرداران شیعہ میں سے ہے
منکر الحدیث مشہور ہے۔ تیسرا منہال نامی راوی عیش و عشرت کا دلدادہ ہے۔ اور چوتھا
بقول احمد بن حنبل ضعیف الحدیث ہے۔ ان چار راویوں پر جرح اپنے مقام پر لیکن
امام ذہبی نے اس حدیث کو باطل قرار دے کر تمام راہیں بند کر دیں۔ اس
موضوع حدیث کے ذریعہ اور اس کے سہارے اہل سنت پر اعتراض کرنا کہ وہ
علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو چھوڑ کر ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو صدیق اکبر کا لقب
دے کر کذاب بن گئے۔ کسی طرح بھی قابل استدلال نہیں۔ اور اگر یہی بات
ہے۔ تو پھر کتب شیعہ میں سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے لیے یہ لقب موجود
مذکور ہے۔ واقعہ ہجرت کے ضمن تفسیر قمی نے اسے لکھا۔ اسی طرح کشف الغمہ
فی معروفة الائمة میں تلوار پر سونا چڑھانے کا مسئلہ جب امام باقر سے پوچھا گیا۔
تو انہوں نے اس کے جواب میں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی تلوار کا حوالہ دیا۔ جب
سائل نے امام باقر سے ابو بکر کو صدیق کہنے کی بابت کچھ حیرانی میں پوچھا۔ تو
آپ نے فرمایا۔ نعم الصدیق، نعم الصدیق الخ لہذا حدیث موضوع کا سہارا لے کر
ابو بکر سے لقب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ جدا کرنا اور علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے لیے
ثابت کرنا قطعاً باطل اور اجماع امت کے خلاف بلکہ رجم است کے تحت ہے۔

جواب حصہ دوم: المستدرک:

عَنْ عَلِيٍّ قَالَ عَبَدْتُ اللَّهَ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَبْعَ سِنِينَ قَبْلَ أَنْ يُعْبَدَهُ
أَحَدٌ مِنْ هَذِهِ الْأُمَّةِ (رَقُلْتُ) وَهَذَا بَاطِلٌ

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ أَوَّلِ مَا
 أَوْحِيَ إِلَيْهِ آمَنَ بِهِ خَدَّيْجَهُ وَأَبُو بَكْرٍ
 وَبِلَالٌ وَزَيْدٌ مَعَ عَلِيٍّ قَبْلَهُ بِسَاعَاتٍ أَوْ بَعْدَهُ
 بِسَاعَاتٍ وَتَحَبُّدٌ وَاللَّهُ مَعَ نَبِيِّهِ قَائِمُ السَّبْعِ
 سِنِينَ وَكَعَلُ السَّمْعِ أَطْطَاءٌ فَيَكُونُ الْمِيرَالُومَيْنِ
 قَالَ عَبْدُ اللَّهِ وَلِي سَبْعَ سِنِينَ وَكَمْ يَضْبُطُ الرَّوْيُ
 مَا سَمِعَ ثُمَّ حَبَبَةُ شَيْعِي حَبَلٌ - (المستدرک
 جلد سوم ص ۱۱۲ ذکر معرفۃ الصحابة مطبوعہ
 بیروت جدید)

ترجمہ: حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی کہ میں نے رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سات سال تک اللہ تعالیٰ کی عبادت
 کی۔ کہ اس عرصہ میں امت کا کوئی ایک فرد بھی اللہ کی عبادت کرنے والا
 نہ تھا۔ میں صاحب مستدرک اکہتا ہوں۔ کہ یہ باطل ہے۔ کیونکہ نبی کریم
 صلی اللہ علیہ وسلم پر ابتداء وحی کے وقت ایمان لانے والے حضرت خلیفہ
 ابوبکر، بلال اور زید ہیں۔ ان کے اور علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ایمان
 قبول کرنے کے درمیان چند ساعتوں کی تقدیم و تاخیر ہے۔ ان سب
 حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کی۔ لہذا وہ سات
 سال (جو علی المرتضیٰ کے تنہا عبادت کرنے کے تھے) کہاں گئے۔ ہو سکتا
 ہے کہ راوی کو روایت کے سنتے وقت کچھ غلطی لگی ہو علی المرتضیٰ
 نے یوں فرمایا ہو کہ ایمان لانے کے وقت میری عمر سات برس تھی
 اور راوی نے اسے عدم ضبط کی بنا پر دوسرا رنگ دے دیا ہو۔ (جوڑ کر پیش)

پھر اسی روایت کا ایک راوی جس کا نام جہد ہے۔ وہ کثیر اور بہت بڑا
 شیعہ ہے۔

توضیح: ابن ماجہ میں روایت مذکورہ کے دونوں حصے تھے۔ ہم نے
 ان دونوں میں سے پہلے حصہ کی تردید بذریعہ سند کی۔ یہی تردید ابن ماجہ کی روایت کی بنا
 پر دونوں حصوں کی مشترکہ بھی بن سکتی ہے۔ جب دونوں باتوں کے راوی ایک ہی
 ہیں تو پوری روایت پر ان کی جرح کا اثر پڑتا ہے۔ اس لیے جواب اول میں دونوں
 امور غلط اور موضوع ثابت ہوئے۔ علاوہ ازیں علامہ ذہبی نے صرف دوسرے حصہ کو
 لے کر اس پر دو طرح جرح کی۔ اول یہ کہ راوی کو سننے کے بعد ضبط میں خلل واقع ہونے کی
 بنا پر سات سال عبادت کرنے کا معاملہ بیان ہوا۔ حالانکہ چند ساعتوں کی تقدیم و تاخیر
 سے علی المرتضیٰ کے ساتھ اور بھی صحابہ کرام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں اللہ تعالیٰ کی
 عبادت کرتے رہے۔ لہذا اتنا طویل عرصہ تنہا علی المرتضیٰ کا اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے
 والا ہونا "باطل" ہے۔ دوسرا یہ کہ اس روایت کا ایک راوی جہد نامی کثیر شیعہ ہے۔
 تو اس نے اپنے نظریات کے پیش نظر متنازعہ اپنی طرف سے بڑھا دیا ہو۔ اس
 طرح کی ایک باطل اور موضوع حدیث کے ذریعہ ابوبکر کو صدیق اکبر کے لقب سے
 یاد کرنے پر اعتراض اور اس لقب کو علی المرتضیٰ کے لیے مخصوص کرنے کی سعی
 دراصل ایک شیعہ چال ہے۔ جو حقیقت پر مبنی نہ ہوتے ہوئے۔ امام باقر اور
 امام جعفر صادق کی تعلیمات و ارشادات کے خلاف ہے۔ حسد و بغض کی عینک
 اتار کر معرفت حق کی آنکھ سے اکبر دیکھا جائے۔ تو صمیم اور غلط میں امتیاز کن کوئی
 مشکل نہیں رہتا۔ اللہ تعالیٰ ہدایت کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

فاعتبر فایا اولی الابصار

مَنْظُومِ
پنجابی میں

نقبتِ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ از مصنف کتاب

تمام صحابہ کرام میں سے شیخین کا مقام منفرد ہے۔

اور صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نور سے

جنت بھرا ہوا ہے۔

مکتوبات امام ربانی،

روزے شریف نقل کردہ کہ نوشتہ اند کہ نام حضرت امیرِ برادر بہشت ثبت
کردہ اند بخاطر رسید کہ حضرت شیخین از خصائص آن موطن چہ باشند۔ بعد از توجہ
تمام ظاہر شد کہ دخول این امت در بہشت باستصواب و تجویز این دو اکابر
خواہد بود گویا حضرت صدیقِ برادر بہشت ایستادہ اند و تجویز دخول مردم
می فرمایند و حضرت فاروق دمت گرفته بدروں می برند و مشہور میگردد کہ گویا تمام
بہشت بنور حضرت صدیق مملو است در نظرایں حقیر حضرت شیخین را
در میان جمیع صحابہ شان علیحدہ است و درجہ منفردہ گویا بیسیح احد سے
مشارکت ندارند حضرت صدیق یا حضرت پیغمبر علیہ و آلہ الصلوٰات
والتسلیمات گویا ہم فائز است اگر تفاوت است بعلم و فضل است
و حضرت فاروق لطیف حضرت صدیق نیز بایں دولت مشرف اند۔
و سایر صحابہ کرام بآن سرور علیہ و علیہم الصلوٰات و التسلیمات نسبت ہمسانی
دارند یا ہم شہری با ویلادامت خود چہ رسد۔۔۔۔۔ از حضرت صدیق چہ گوید
کہ جمیع حسنات حضرت عمر یک حسنه است۔ چنانچہ مبر صادق الان

ڈنگ کھاندا رہیا دکھ اٹھاندا رہیا سینے لاکے نبیوں سولاندا رہیا
موڑھے چاکے نبیوں اٹھاندا گیا پیروںوں سے ہتھی وچ دیکھا واند گیا
رب ذوالجلال داحکم آیا جدوں ثانی اثین دالقب پاوندا گیا
اذ یقول لصاحبہم آیا جدوں ان اللہ معنا دی شان پاوندا گیا
قیدی بدر سے سب اوہ چھوڑ واند گیا پھر قیدیاں نوں صحابی بت واند گیا
مال و دولت نثار کر کے سبھی اللہ رسول نوں ہی اوہ منا واند گیا
مروا بجز داحکم پاکے صدیق سب صحابہ نوں نمازاں پڑھا واند گیا
عمر عثمان رضی اللہ عنہ سب صحابہ نبی ام سب داہی اوہ کہلا واند گیا
صدیق اکبر دی شان نوں جانے کوئی ولاد بنیا ہے جس دار رسول فدائی
خلافت بلا فصل اس نے ہے پائی خلیفہ بلا فصل ہی اوہ کہلا واند گیا
قرض محبوب سے سب ادا کر داک گیا وحی بن کے نبی داد کھاندا گیا
بعد نبیاں سے شان جس نور سے ملی دین و دنیا دی دولت ہے اس نوں ملی
صداقت دی چادر بھی اس نوں ملی عتیق صدیق ہی اوہ کہلا واند گیا
اَوْصِلِ الْحَبِیْبَ اِلَی الْحَبِیْبِ دی آنند ڈیرہ نال نبی سے لگا واند گیا
طعن چنے روافض نے کیستے بھی غلام صدیق داسب اوڑاندا گیا
محمد علی نے دف عا کیتا جدوں شفاعت صدیق دی اوہ پاوندا گیا

خبر دادہ و محسوس میگردد ان خطاطی کہ حضرت فاروق را از حضرت صدیق است
زیادہ از اک ان خطاطست کہ حضرت صدیق را از حضرت پیغمبر علیہ وآلہ الصلوٰۃ
والتسلیمات پس قیاس کن کہ ان خطاط و دیگران از حضرت صدیق
چہ قدر خواہد بود و شیخین بعد از موت نیز از حضرت پیغمبر جدا نشدند
و حشر نیز در میان ایشان خواہد بود چنانچہ فرمودہ پس افضلیت بلاط
اقریبیت ایشان را بود ای حقیر قلیل البضاعت از کمالات ایشان چہ
گوید و از فضائل ایشان چہ بیان نماید زرہ را چہ یار اگر سخن از آفتاب
گوید و قطرہ را چہ جمال کہ حدیث بحرمان بر زبان آورد و اولیاد کہ برائے
دعوت خلق مرجع اند و از ہر دو طرف ولایت و دعوت بہرہ تمام دارند
و علماء مجتہدین از تابعین و تبع تابعین بنور کشف صحیح و فراست صادق
و اخبار متتابعہ فی الجملہ کمالات شیخین را دریافتہ اند و شمار از فضائل ایشان
شناختہ ناچار حکم با فضلیت شان نمودہ اند و برای معنی اجماع فرمودہ
اند و کشف کہ بر خلاف این اجماع ظاہر شدہ بر عدم صحت حمل نمودہ اعتبار
نمودہ اند کیفیت و قد صح فی الصدراول افضلیتہما
کما روی البخاری عن ابن عمر رضی اللہ عنہما
قال کنا فی زمن النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا تعدل
بابی بکر احد اثم عمر ثم عثمان ثم نترک
اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا نفاضل
بینہم۔

در مکتوبات امام ربانی دفتر اول حصہ چہارم
مکتوب ۲۵۱ ص ۵۲ تا ۵۶

ترجمہ:

ایک دن کسی شخص نے بیان کیا کہ لکھا ہے کہ حضرت امیر رضی اللہ عنہ کا نام
بہشت کے دروازے پر لکھا ہوا ہے۔ دل میں گزرا کہ شیخین رضی اللہ عنہما
کے لیے اس مقام کی خصوصیتیں ہوں گی۔ توجہ نام کے بعد ظاہر ہوا کہ بہشت
میں اس امت کا داخل ہونا ان دو بزرگواروں کی رائے اور تجویز سے
ہوگا۔ گویا حضرت صدیق بہشت کے دروازے پر کھڑے ہیں۔ اور
لوگوں کے داخل ہونے کی تجویز فرماتے ہیں۔ اور حضرت فاروق بافقہ
پکڑ کر اندر لے جاتے ہیں۔ اور ایسا مشہور ہوتا ہے۔ کہ گویا تمام
بہشت حضرت صدیق کے نور سے بھرا ہوا ہے۔ اس حقیر کی نظر میں
حضرات شیخین کے لیے تمام صحابہ رضی اللہ عنہم کے درمیان علیہ عثمان
اور الگ درجہ ہے۔ گویا یہ دونوں کسی کے ساتھ مشارکت نہیں رکھتے۔
حضرت صدیق حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گویا ہم خاد ہیں
اگر فرق ہے تو صرف بلندی اور پستی کا ہے۔ اور حضرت فاروق
رضی اللہ عنہ بھی حضرت صدیق کی طفیل اس دولت سے مشرف
ہیں۔ اور تمام صحابہ کرام تو آنحضرت کے ساتھ ہم سرائے یابم شہر
ہونے کی نسبت رکھتے ہیں۔ پھر اولیاد امت کا وہاں کیا داخل ہے
..... حضرت صدیق کی نسبت کیا بیان کیا جائے۔ جبکہ حضرت عمر
کی تمام نیکیاں ان کی ایک نیکی کے برابر ہیں۔ جیسے مخبر صادق صلی اللہ
علیہ وسلم نے اس کی خبر دی ہے۔ اور وہ ان خطاط یعنی کسی جو حضرت
فاروق کو حضرت صدیق سے ہے۔ اس خطاط وکی سے زیادہ
..... ہے۔ جو حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کو حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم

سے ہے۔ پھر قیاس کرنا چاہیے کہ دوسروں کا حضرت صدیق سے
انخطاط کس قدر ہوگا۔ اور حضرت شعیب موت کے بعد بھی پیغمبر صلی اللہ
علیہ وسلم سے جدا نہ ہوئے اور ان کا حشر بھی یکجا ہوگا۔ جیسے کہ فرمایا
ہے۔ پس ان کی فضیلت قرآنیت کے باعث ہوگی قلیل البضاعت
بے سرو سامان ان کے کمالات کو کیا بیان کرے۔ اور ان کے فضائل
کیا ظاہر کرے۔ ذرہ کی کی طاقت کہ آسمان کی نسبت گفتگو کرے۔
اور قطرہ کی کیا مجال کہ بحرِ عمان کی بات بیان کرے زبان پر لائے
ان اولیاء نے جو دعوتِ خلق کی طرف راجع ہیں۔ اور ولایتِ دعوت
کی دونوں طرفوں سے حصہ رکھتے ہیں۔ اور تابعین۔ تبع تابعین میں
سب علماء مجتہدین نے کشفِ صمغ کے نور اور اخبارِ صادقہ اور آثار
متتابعہ سے شیعین رضی اللہ عنہما کے کمالات کو دریافت کیا ہے۔ اور
ان کے فضائل کو پہچان کر ان کے افضل ہونے کا حکم دیا ہے۔ اور اس
پر اجماع کیا ہے۔ اور اس کشف کو جو اس اجماع کے برخلاف ظاہر ہو
غلط خیال کر کے اس کا کچھ اعتبار نہیں کیا۔ اور کس طرح ایسے کشف کا
اعتبار کیا جائے جب صدراول میں ان کی افضلیت صمغ ہو چکی ہے
چنانچہ امام بخاری نے ابن عمر سے روایت کی ہے۔ ابن عمر نے فرمایا
ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں کسی کو ابو بکر پھر عمر پھر عثمان
کے برابر نہیں سمجھتے تھے۔ پھر دیگر اصحاب پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے
میں ایک دوسرے کی فضیلت کا قول نہیں کرتے تھے۔

اس امت کے معزز ترین اور محترم ترین عند اللہ ابو بکر صدیقؓ ہیں
مکتوباتِ امام ربانی:

و حضرت صدیق رضی اللہ عنہ بحکم نص قرآنی اتقائے ایں امت است
زیرا کہ اجماع مفسرین است چہ ابن عباس رضی اللہ عنہ وچہ غیر ایں
بریں کہ کریمہ و سَیِّبَ جَبَّہَا الْاَثَقٰی۔ و رشان حضرت صدیق
نازل است رضی اللہ عنہ۔ و مراد از اتقائے اوست رضی اللہ عنہ
پس شخصے را کہ حضرت حق سبحانہ اتقائے ایں امت خیر الامم می فرماید
خیال باید کرد کہ مکفیر و تفسیق و تضلیل اوتا پیر سر عدش ناعت بود۔
امام فخرالدین لازمی بایں کریمہ استدلال بر افضلیت حضرت صدیق
رضی اللہ عنہ نموده است۔ زیرا کہ بحکم کریمہ اِنَّ اَکْثَرَ مَا کُفِّرَ
عِنْدَ اللّٰهِ اَتْفٰکُہُمْ، گرامی ترین ایں امت کہ مخاطب است نزد
خدا جل و علا اتقائے ایں امت است و چوں حضرت صدیق بحکم
نص اتقائے امت است باید کہ گرامی ترین ایں امت نیز نزد حق
جل و علا بحکم نص لاحق اوباشد رضی اللہ عنہ۔

د مکتوباتِ امام ربانی حصہ ہشتم و فرسوم مکتوب ۲۷ ص ۱۷ تا ۱۸
ترجمہ: حضرت ابو بکر صدیق قرآنی نص کے فیصلے کے مطابق اس امت
کے سب سے زیادہ پرہیزگار آدمی ہیں۔ کیونکہ تمام مفسرین کرام کا
اجماع ہے۔ کیا عبد اللہ بن عباس کیا دوسرے مفسرین۔ یہ آیت
کریمہ ”و سَیِّبَ جَبَّہَا الْاَثَقٰی“ (جہنم سے الگ رہے گا۔
جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہوگا۔) حضرت ابو بکر صدیق کی شان میں
نازل ہوئی ہے۔ اور اتقی سے مراد ابو بکر صدیق ہی ہیں۔ لہذا
جس شخص کو اللہ تعالیٰ اس امت کا سب سے زیادہ پرہیزگار بتائے

خلافت ظاہری کے لیے حضرت علی رضی اللہ عنہ

کے خلیفہ بلا فضل ہونے پر صائم کی ایک لالچینی دلیل

ہشکل کشاء،

ہاشمی خلیفہ - ان حقائق کے اظہار کے بعد ہم قارئین کی توجہ پھر مضمون سابعہ کی طرف مبذول کراتے ہیں۔ زیر بحث روایت میں صاف طور پر اس حقیقت کا اظہار کیا ہے۔ کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دعوت میں خاص طور پر خان دان عبدالمطلب کے افراد کو مدعو کیا تھا۔ اور اس میں سوائے آپ کے اپنے افراد خانہ کے کوئی ایک شخص بھی کسی دوسرے قبیلہ کا موجود نہیں تھا چنانچہ آپ نے اپنے قبیلہ والوں کو یہ ارشاد فرمایا۔ اگر تم میں سے کوئی شخص اس وقت اشاعتِ دین کے معاملہ میں میری معاونت کرے تو میں تم میں سے اسے اپنا خلیفہ اپنا وصی اور اپنا بھائی اور اپنا وارث بناؤں۔ اور پھر یہ اعزازات جناب علی کرم اللہ وجہہ نے حاصل کر لیے۔ چنانچہ ظاہری طور پر یہی خلافت علی منہای اللہ میں خاندان عبدالمطلب سے سوائے حضرت علی کے کوئی شخص خلیفہ رسول نہیں ہوا۔ جیسا کہ قارئین کرام جناب شیر خدا حضرت علی کی والدہ مکرمہ سیدہ فاطمہؓ رضی اللہ عنہا کے حالات میں پڑھ چکے ہیں۔ کہ آپ ہی وہ پہلی مرتبہ ہاشمیہ دعوت ہیں۔ جنہوں نے ہاشمی خلیفہ کو جنم دیا۔ (مشکل کشاء ص ۲۷۰)

جواب:

صائم نعتِ خوان نے "علی خلیفہ بلا فضل" کا عنوان بانہتے وقت شاید یہ

خیال کرنا چاہیے کہ اس کو کافر، فاسق یا گمراہ کہنا کتنی بُری بات ہے امام فخر الدین رازی نے اس آیت کریمہ سے حضرت صدیق کے انصافیت پر استدلال کیا ہے۔ کیونکہ بحکم آیت کریمہ "إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَاهُ" (اس کے نزدیک تم میں سب سے افضل وہ جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہو) اللہ تعالیٰ کے نزدیک علیؓ میں سب سے زیادہ عزت والا ہے جو سب سے زیادہ پرہیزگار آدمی ہے۔ توجہ نفس قرآنی نے ابو بکر صدیق کو اس امت کا سب سے زیادہ پرہیزگار آدمی قرار دیا ہے اس لیے وہی امت کے سب سے زیادہ عزت والے اور افضل ترین آدمی ہو سکتے ہیں۔

ملحد فکریہ:

مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ جنہیں اللہ تعالیٰ نے کشف میں منفرد مقام عطا فرمایا۔ جب علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی شان ملاحظہ فرمائی۔ تو شیخین کی علوم مرتبت کے کشف کا خیال آیا۔ تو کشف صحیح کے ذریعہ معلوم ہوا۔ کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک ہی گھر میں جلوہ فرما ہیں۔ فرق صرف علو و سفل کا ہے اس مقام میں بہت نیچے درجہ میں فاروق اعظم ہیں۔ گویا فاروق اعظم کو اس جگہ میں حضرت صدیق اکبر کے توسط سے جانا نصیب ہوا۔ کیونکہ ان کی ساری نیکیاں صدیق کی ایک نیکی کے برابر ہیں۔ باوجود ایک مکان میں ہونے کے دونوں کے درمیان بہت زیادہ اونچ نیچ ہے۔ ان دو حضرات کے علاوہ کوئی تیسرا صحابی اس مکان میں نہیں۔ بلکہ اس مکان کے شہر یا سرائے کے دیگر گھروں میں رونق افزائی انصافیت صدیق اکبر پر نفس قرآنی موجود ہے۔ اور اسی عقیدہ پر تمام امت کا اجماع ہے۔

اندازہ نہ لگایا تھا کہ اسے ثابت کرنا ناممکن ہے۔ اور اس عقیدہ کی وجہ سے میرا ”اہل سنت“ میں رہنا اور کہلانا کوئی تسلیم نہیں کرے گا۔ تو اس انجام سے ڈر کر تفتیہ کا دامن تھام کر پہلی تاویل یہ کی کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خلافت بلا فصل ”خلافت روحانی“ کے طور پر ہے۔ اس کا ہم نے مفصل جواب دیا۔ اب ڈوبتے کو تنکے کا سہارا، کے مصداق سلطنت یا خلافت ظاہری کا مفصل ہونا بھی بطور استدلال پیش کیا جا رہا ہے۔ لیکن اس کا اثبات عجیب انوکھا انداز سے ہے۔ وہ یہ کہ قبیلہ بنی ہاشم میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سوائے علی المرتضیٰ کے کوئی اور خلیفہ نہیں ہوا۔ اس لیے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور علی المرتضیٰ کے درمیان ہاشمی خاندان کے ہونے کے اعتبار سے کوئی فاصلہ نہیں۔ تو علی المرتضیٰ اس اعتبار سے آپ کے خلیفہ بلا فصل ہوئے۔ اس میں جھگڑا کس چیز کا ہے۔ کیا اہل تشیع اور اہل سنت کے مابین دو خلیفہ بلا فصل، کا ان دو مفہوموں میں سے کوئی مفہوم ہے۔؟ اگر ایسی دو لاکھ تاویلات کا سہارا لیا جائے۔ تو پھر علی المرتضیٰ کی طرح اپنے اپنے خاندان کے کیا فاروقِ اعظم اور عثمان غنی اول خلیفہ نہ تھے؟ حقیقت یہ ہے کہ ایسی باتیں ثابت تو کچھ نہ کر سکیں۔ بل ان سے صائم نعت خوان کا رافضی ہونا ضرور آشکارا ہو گیا۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

عنوانِ نہم = غیر نبی کی نبی پر فضیلت مشکل کشا،

ایک دفعہ جناب مجددِ اہل ثانی ایک ایسے رنگین مقام پر تشریف لے گئے۔ جو حضرت صدیق اکبر سے بھی بلند تر تھا۔ پھر آپ نے اپنے بیان کے خلاف شکوک و شبہات کا ناز لکرتے ہوئے فرمایا۔ علمائے کرام نے اس کا ایک حل بھی تجویز کیا ہے کہ جزئیات میں غیر نبی کو اگر نبی پر فضیلت لازم آجائے۔ تو کچھ حرج نہیں۔ مکتوبات ۱۹۲، اور پھر اس مکتوب شریف کے آخر پر فرمایا۔ تو جب غیر نبی کو نبی پر جزئی فضیلت جائز ہے۔ تو غیر نبی پر بطریق اولیٰ فضیلت جزئی ثابت ہو سکتی ہے۔ لہذا یہاں اس کلام میں بالکل کوئی اشکال نہیں۔ قارئین کرام کو مندرجہ بالا روایت پر دعوت غور و فکر دیتے ہوئے ہم پھر اپنے موضوع کی طرف آتے ہیں۔ ان الذین آمنوا و عملوا الصالحات اولئک ہم خیر البریۃ۔ (ترجمہ) بے شک جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے وہی تمام مخلوق سے بہتر ہیں روایت میں فرمایا کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب آیت کریمہ (ان الذین آمنوا و عملوا الصالحات اولئک ہم خیر البریۃ) نازل ہوئی۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو ارشاد فرمایا۔ کہ علی تو اور تجھ سے محبت کرنے والے قیامت کے دن خوش و غم اور شاد و باد ہوں گے۔ یہی روایت خود حضرت علی کرم اللہ وجہہ الحکیم روایت کرتے ہیں۔ کہ آپ نے میرے لیے فرمایا۔ کیا تم نے اپنے متعلق اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد نہیں سنا۔ (ان الذین آمنوا و عملوا الصالحات اولئک ہم خیر البریۃ)

مردم اور تمہارے شیعہ ہیں۔ اور یہ ہماری اور تمہاری وعدہ کی گئی جگہ حوض کوثر پر آئیں گے۔ اور جب امتیں حساب کے لیے آئیں گی۔ تو یہ روشن پیشانی والوں کے نام سے پکارے جائیں گے۔ (مشکل کشادہ ص ۲۸۷-۲۸۹)

عنوان نہم کی تردید

صائم نعت خواں نفیسی اس سے پہلے تمام تر عنوانات واصل اس عنوان کا پیش خیمہ تھے۔ اور ان سے جو ثابت کرنا چاہتا تھا۔ وہ اس عنوان کا عقیدہ ہے۔ جب غیر نبی کی نبی پر فضیلت ثابت ہوگئی۔ اور علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ خیر البریہ ٹھہرے۔ تو اس کا مطلب یہ ہوا۔ کہ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ تمام صحابہ کرام سے افضل بلکہ انبیائے کرام سے بھی فضیلت پر ممکن ہیں۔ یہی وہ عقیدہ ہے۔ کہ جس کے قائل کو امام اہلسنت مولانا احمد رضا خاں بریلوی اور مجدد الف ثانی وغیرہ نے رافضی شیعہ کہہ۔ اور دائرہ اسلام سے خارج ہونے کا فتوے صادر فرمایا۔ اس مقام پر ہم یہ جانتے ہیں۔ کہ صائم نے مجدد الف ثانی کے مکتوب سے غلط انداز میں جو ثابت کرنے کی کوشش کی۔ اسے واضح کریں۔ اور پھر مجدد صاحب کے مکتوب سے خود ان کا مقصد و مطلب بیان کریں تاکہ صائم کے قائم کردہ عنوان (جو کہ مجدد صاحب کے مکتوب کی طرف منسوب کیا گیا ہے) اور مجدد صاحب کی تعلیمات کا موازنہ ہو سکے۔ لہذا اولاً مکتوب امام ربانی پیش خدمت ہے۔ ملاحظہ ہو۔

مکتوبات شریف:

شیخ بدیع الدین بہارنپوری صدور یافتہ۔ وجواب استفسار کہ نمودہ بودند۔ اغوی اعزای ارشدی شیخ بدیع الدین استفسار نمودہ بودند کہ در عرضداشت یازدہم کہ بحضرت خواجہ قدس سرہ نوشتہ واقع شدہ است کہ

بقامی رنگین گشت کہ بلند تر از مقام حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ۔ معنی اس کلام چہ باشد۔ بدان ارشد کہ اللہ تعالیٰ۔ لانسلم کہ اس عبارت مستلزم تفصیل است با آنکہ لفظ ہم نیز واقع شدہ است۔ وَ تَوَسَّلُوا کَوْنِمْ کہ اس سخن و سخنان دیگر کہ در ان عرضہ داشت واقع شدہ است اور جبہ واقعات است کہ یہ پیر خود نوشتہ۔ و مقررای طائفہ است کہ ہر چہ از وقائع رومیدہ صحیح باشد یا سقیم بے تحاشی بہ پیر خود اظہار می نماید چہ در غیر صحیح نیز احتمال تاویل و تعبیر است۔ پس از اظہار اس چاہہ بود و در ان سخن فیہ بلا حظہ اس معنی، پیچ محظور لازم نمی آید و حل دیگر آنکہ تجویز نمودہ اند کہ اگر در جزئی از جزئیات غیر نبی را بر نبی فضل متحقق نشود باگے نیست بلکہ واقع است چنانچہ در مادہ شہدایا دیہا واقع شدہ است کہ در انبیاء نیست علیہم الصلوٰات والتسلیمات۔ با آنکہ فضل کلی بر نبی راست علیہ و علی آلہ الصلوٰات والتسلیمات۔ بریں تقدیر اگر سیر غیر نبی در کمالات اس جزئی واقع شود و خود را در اس مقام بلند تر یا بد ہم مجوز باشد ہر چند حصول اس مقام اور را بواسطہ متابعت نبی است و نبی نیز از اس مقام بحکم حدیث مَنْ سَنَّ سُنَّةَ سُنَّةٍ حَسَنَةً فَلَهُ أَجْرُهَا وَ آجَرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا نَصِيبُهَا مِثْلُهَا است پس ہر گاہ فضل جزئی غیر نبی را بر نبی مجوز گشت بر غیر نبی بطریق اولی مجوز نخواہد بود۔ فلما اشکال اصلاً۔ والسلام۔

(مکتوبات شریف دفتر اول حصہ سوم مکتوب ۱۹۲ ص ۶۶ مطبوعہ

رؤف اکیڈمی لاہور۔)

ترجمہ: شیخ بدیع الدین بہارنپوری کی طرف صادر فرمایا۔ میرے

عزیز اور رشد و ہدایت والے بھائی نے استفسار کیا تھا۔ کہ کیا رہیں
عرضداشت میں جو حضرت باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ کی طرف لکھی گئی تھی واقع
ہوا ہے کہ ایک رنگین مقام پر اس فقیر کا گزرا جو حضرت صدیق اکبر کے
مقام سے بلند تر تھا۔ اس کلام کے کیا معنی ہیں۔ اللہ تعالیٰ تجھے رشد و
ہدایت عطا کرے۔ تجھے معلوم ہونا چاہیے۔ کہ یہ عبارت حضرت
صدیق اکبر پر فضیلت کو مستلزم نہیں ہے۔ خاص کر لفظ وہم بھی
موجود ہے۔ جس کے معنی ”وہ بھی“ کے ہیں جس کے ایک طرف سے
شرکت ظاہر ہوتی ہے اور اگر تسلیم بھی کر لیں کہ یہ عبارت فضیلت
کو مستلزم ہے۔ تو ہم کہتے ہیں۔ کہ یہ کلمات اور اس طرح کے دوسرے
کلمات جو اس عرضداشت میں واقع ہوئے ہیں۔ ان واقعات میں
ہیں جو اپنے پیروم رشد کی طرف تحریر کیے گئے ہیں۔ اور اس گروہ
صوفیاء میں یہ بات طے شدہ ہے کہ واقعات میں سے جو کچھ صحیح یا
غلط پیش آئے اُسے بے تکلف اپنے پیروں کے سامنے ظاہر کرتے
ہیں۔ کیونکہ غیر صحیح میں یہی تاویل و تعبیر کا احتمال ہے۔ لہذا ان کے
اظہار سے چارہ نہیں۔ اور جس بات کو ہم بیان کر رہے ہیں۔ اس
میں اپنے معنی کے لحاظ سے کچھ خرابی نہیں۔ علمائے کرام نے اس کا
ایک حل بھی تجویز کیا ہے کہ جزئیات میں سے ایک جزئی میں غیر
نبی کی اگر نبی پر فضیلت لازم آجائے تو کچھ حرج نہیں۔ بلکہ ایسی فضیلت
کا وقوع بھی ہو چکا ہے۔ جیسا کہ شہداء کے بارے میں وہ فضیلت کی
باتیں وارد ہو چکی ہیں۔ جو انبیاء کرام کے متعلق وارد نہیں ہوئیں
اس کے باوجود فضل کلی نبی کی ذات کے لیے ہے۔ لہذا ایسی صورت

میں غیر نبی کو اس جزئی کے کلمات میں سیر واقع ہوا۔ اور اپنے آپ کو اس مقام
بلند پر پائے تو اس کی گنجائش ہے۔ اگرچہ وہ مقام بھی اسے نبی کی متابعت
سے ہی نصیب ہوا ہے۔ اور نبی کے لیے بھی مطابق حدیث ”جو شخص
نبی کا طریقہ جاری کرے تو اس کے جاری کرنے اور جتنے لوگ اس پر
عمل کریں گے۔ سب کا ثواب اسے ملے گا“ مکمل حصہ ملتا ہے۔ تو جب غیر
نبی کو نبی پر فضیلت جزئی جائز ہے۔ تو غیر نبی پر بطریق اولیٰ فضیلت جزئی ثابت
ہو سکتی ہے۔ لہذا اس کلام میں کوئی اشکال نہیں۔ واللہ اعلم بالصواب

توضیح:

جناب مجدد العت ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے شیخ جناب خواجہ باقی باللہ
رحمۃ اللہ علیہ کو اپنی ایک روحانی سیر کا تذکرہ کیا۔ تاکہ اس کے بارے میں کچھ ارشاد ہو
کیونکہ مرید کو اپنے اچھے بُرے حالات سے اپنے شیخ کو آگاہ کرنا ضروری
ہوتا ہے۔ تاکہ وہاں سے اس کے مناسب ہدایات عطا ہوں۔ مکتوب مذکور میں
بھی آپ کی ایک سیر کا حوالہ شیخ بدرالدین نے دیا۔ اور اس کی وضاحت چاہی
جناب مجدد نے اس کے جواب میں ارشاد فرمایا۔

(۱۔ اس سے کوئی یہ نہ سمجھے کہ میں، ابو بکر صدیق سے افضل ہو گیا۔ کیونکہ لفظ
”ہم“ بتاتا ہے۔ کہ یہاں مشارکت کسی ایک جزئی میں ہے۔ جس سے یہ لازم
ہرگز نہیں آتا۔ کہ ایسے دونوں اشخاص میں مکمل مساوات ہو جائے۔ جیسا کہ
حضرت علی المرتضیٰ اور آپ کے بھائی جناب عقیل باعتبار ایک باپ
کی اولاد ہونے کے دونوں شریک ہیں۔ لیکن اس جزئی مشارکت سے
دونوں کو درجات و کمالات میں مساوی ہرگز نہ کہا جائے گا۔ لہذا میں
(مجدد صاحب) اور ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہرگز مساوی الفضیلت

نہیں ہیں۔

ج۔ یہ ایک سیر و معانی ہے۔ اس کے اچھے یا بُرے ہونے کی وضاحت کے لیے میں نے اپنے شیخ کے ہاں اس سے گوش گزار کیا ہے۔ کیونکہ مرید کے لیے اپنے حالات سے اپنے شیخ کو آگاہ رکھنا ضروری ہوتا ہے اس درجہ میں اس روحانی سیر کو صحیح سمجھ کر ابو بکر صدیق پر میری افضلیت ثابت کرنا درست نہیں ہے۔

ج۔ اگر اس سیر کو درست تسلیم کر لیا جائے۔ تو پھر بھی فضیلت جزئی سے زیادہ کیا ثابت ہو سکتا ہے۔ علامہ نے اس انداز کی فضیلت کو تسلیم کیا بلکہ بالفعل موجود مانا ہے۔ ان علماء کرام کا نظریہ ہے کہ کسی ایک جزئی میں غیر نبی سے بڑھ سکتا ہے۔ جیسا کہ شہادت من جملہ درجات عالیہ کے ایک درجہ ہے۔ یہ کسی غیر نبی کو مل جائے۔ لیکن نبی کو یہ درجہ بظاہر نہ ملے۔ تو ایسا ہوتا رہا ہے لیکن اس جزئی فضیلت کی بنا پر اس غیر نبی کو نبی پر کُلی فضیلت دے دینا یوقوفی ہے۔ لہذا اگر اتفاقاً علماء غیر نبی، نبی سے کسی جزئی فضیلت میں بڑھ سکتا ہے تو پھر غیر نبی کا غیر نبی سے ایک جزئی میں بڑھ جانا کیوں کر ناممکن ہو گیا۔

لمحہ فکریہ:

جناب مجدد الف ثانی کے مذکورہ مکتوب اور اس کے مندرجات کو آپ نے بنظر غائر دیکھا۔ یہاں گفتگو ایک مخصوص جزئی میں تھی۔ اور صائم نعمت خواں نے اس جزئی فضیلت والے مکتوب سے جو عنوان قائم کیا۔ وہ ”غیر نبی کو نبی پر فضیلت“ ہے اور اس میں مجدد صاحب کے مکتوب کو جزئی فضیلت سے ہٹا کر کُلی فضیلت پر لایا گیا۔ کیونکہ عنوان میں جبکہ فضیلت کو علی الاطلاق ذکر کیا گیا۔ تو اس سے فضیلت مطلقہ ہی مفہوم ہوگی۔ اور اگر صائم نعمت خواں جناب مجدد کے مکتوب کے

مضمون کے مطابق صحیح عنوان دیتا۔ تو پھر کچھ اس طرح لکھتا: ”غیر نبی کو نبی پر جزئی فضیلت لیکن اس طرح اس کا اپنا مدعا ہرگز ثابت نہ ہو سکتا تھا جناب مجدد نے اس جزئی فضیلت پر لکھائے گئے نکات کا تین مختلف طریقوں سے جواب دیا ہے۔ پہلی کہ جو فضیلت کُلی کے ضمن میں اولیں قرنی ایسے بزرگ کو وحشی ایسے صحابی (جو اسلام سے قبل حضرت حمزہ کے قاتل ہوئے) پر فضیلت دینے کی اجازت نہیں دیتے۔ (جناب مجدد خود ایسی بھی ہیں) تو کیونکر متوقع ہو کہ وہ اپنے آپ کو صدیق اکبرؓ سے افضل کہیں۔ پھر جبکہ جناب صدیق اکبرؓ کی افضلیت قطعی اور اجتماعی ثابت کر چکے۔ گویا غیر نبی تو مجدد صاحب کے نظریہ کے مطابق جناب صدیق اکبرؓ کی فضیلت نہیں پاسکتا۔ اگرچہ وہ عمر بن الخطابؓ ایسا مردِ رسولؐ خدا ہی کیوں نہ ہو۔ تو غیر نبی کو نبی کے مساوی یا اس سے افضل سمجھنا قطعاً درست نہیں۔ صائم نعمت خواں نے اگرچہ ”غیر نبی کو نبی پر فضیلت“ کا عنوان مجدد صاحب کے مکتوب کے حوالہ سے باندھا۔ لیکن اس کے باوجود اس نے اس نظریہ کو اپنایا۔ اگرچہ مجدد صاحب کا نہ یہ نظریہ ہے۔ اور نہ ہی ان کے کسی مکتوب سے اس کی شہادت دستیاب اس لیے اگر صائم کی مراد یہی مراد ہے کہ غیر نبی کو نبی پر فضیلت مطلقہ حاصل ہو سکتی ہے جیسا کہ آیت کریمہ اولئک ہم خیر البریہ کو استدلال پیش کرنے سے ظاہر ہوتا ہے۔ تو وہ مرتد ہو چکا۔ اور اس کی بیوی اس کے نکاح سے نکل چکی ہے چنانچہ صائم نے جو اپنا مقصد ظاہر کیا۔ وہ یہ کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ چونکہ ”غیر البریہ“ ہیں۔ اور ”البریہ“ کا معنی تمام مخلوق ہے۔ جس میں مسلمان غیر مسلمان، صحابی غیر صحابی، نبی غیر نبی سبھی شامل ہیں۔ لہذا حضرت علی المرتضیٰ کی افضلیت تمام مسلمانوں صحابیوں اور غیر نبیوں پر ثابت ہو گئی۔ اور اس سے ثابت کرنے کے لیے جناب مجدد صاحب کے مکتوب کا سہارا لیا جب مجدد صاحب غیر نبی کو نبی پر فضیلت کے قائل ہیں تو غیر نبی کو نبی پر کُلی فضیلت سے افضل نہ ہوں گے۔ مکتوب کے علاوہ صائم نے اپنے اس مدعا کو آیت کریمہ

”إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ أُولَٰئِكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ“
سے بجا تفسیر و مفسور ثابت کیا۔ مجدد صاحب کے مکتوب کی حقیقت کے بعد
اب ہم آیت کریمہ مذکورہ کے بارے میں تفسیری حوالہ پیش کر کے اس کا مفہوم
واضح کرتے ہیں۔ ملاحظہ ہو۔

روح المعانی؛

ثُمَّ الظَّاهِرُ أَنَّ الْمُرَادَ بِالَّذِينَ آمَنُوا الْخِ مُقَابِلَ
الَّذِينَ كَفَرُوا وَالْأَقْوَمُ مِنَ الَّذِينَ أَنْصَفُوا بِمَا
فِي حَايِزِ الصَّلَاةِ بِخُصُوصِهِمْ وَزَعَمَ بَعْضُ أَتَمِّهِمْ
مَخْصُوصُونَ فَقَدْ أَخْرَجَ ابْنُ مَرْدُودٍ عَنْ
عَلِيٍّ كَرَّمَ اللَّهُ تَعَالَى وَجْهَهُ قَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَلَمْ تَسْمَعْ قَوْلَ اللَّهِ تَعَالَى إِنَّ الْكَافِرِينَ
”آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ أُولَٰئِكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ“
هُمُ أَنْتَ وَشِيعَتُكَ وَمَوْعِدِي وَمَوْعِدُكُمْ الْحَوْضُ
إِذَا حَبِطَتِ الْأَمْسَرُ لِلْحِسَابِ يُدْعَوْنَ عَرَاءَ مَجْعُوسِينَ
وَرَفَى نَحْوَهُ إِلَّا مَا مِثْلُهُ عَنْ يَزِيدَ بْنِ مَرْحُومِ بْنِ الْأَنْصَارِيِّ
كَاتِبِ الْأَمِيرِ كَرَّمَ اللَّهُ تَعَالَى وَجْهَهُ وَفِيهِ أَنَّهُ عَلَيْهِ
الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ قَالَ ذَاكَ لَكَ عِنْدَ الْوَفَاةِ وَرَأْسُهُ
الشَّرِيفُ عَلَى صَدْرِهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ وَأَخْرَجَ ابْنُ
مَرْدُودٍ بِهِ أَيْضًا عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ هَذِهِ
الْآيَةُ إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا الْخِ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِعَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ هُوَ أَنْتَ وَشِيعَتُكَ

يَوْمَ الْقِيَامَةِ رَاضِينَ مَرْضِينَ وَذَلِكَ ظَاهِرٌ
فِي التَّخْصِصِ وَكَذَلِكَ أَمَّا ذِكْرُهُ الظَّاهِرُ فِي الْإِمَامِ
فِي مَجْمَعِ الْبَيِّنَاتِ عَنْ مُقَاتِلِ بْنِ سُلَيْمَانَ عَنْ الضَّحَّاكِ
عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّهُ قَالَ فِي الْآيَةِ نَزَلَتْ فِي عَلِيٍّ
رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ وَآهْلِ بَيْتِهِ وَهَذَا إِنْ سَلِمَتْ
صَحَّتُهُ لَا مَحْذُورَ فِيهِ إِذْ لَا يَسْتَدْرِي التَّخْصِصُ
بِالْإِدْخَالِ فِي الْعُمُومِ وَهُوَ بِإِلَّا شَبْهَةً دَاخِلُونَ
فِيهِ دُخُولًا أَوْ لَيْتًا وَآمَنَّا نَقْدًا فَلَا تَسْلَمُ صِحَّتُهُ
فَإِنَّهُ يَلْزَمُ عَلَيْهِ أَنْ يَكُونَ عَلَى كَرَمِ اللَّهِ تَعَالَى وَجْهَهُ
خَيْرٌ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْإِمَامِيَّةُ
وَإِنْ قَالُوا إِنَّهُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ خَيْرٌ مِنَ الْأَنْبِيَاءِ
حَتَّى أُولِي الْعِزِّ عَلَيْهِمُ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ وَمِنْ
الْمَلَائِكَةِ حَتَّى الْمُقَرَّبِينَ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ لَا يَقُولُونَ
بِخَيْرِيَّتِهِمْ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
فَإِنْ قَالُوا يَا نَ الْبَرِيَّةِ عَلَى ذَاكَ مَخْصُوصَةٌ
وَمَنْ عَدَاهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ لِلدَّلِيلِ
الدَّالُّ عَلَى أَنَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْرٌ مِنْهُ
كَرَّمَ اللَّهُ تَعَالَى وَجْهَهُ قِيلَ إِنَّهَا مَخْصُوصَةٌ أَيْضًا عَنْ عَدَا الْأَنْبِيَاءِ وَالْمَلَائِكَةِ
وَمَنْ قَالَ أَهْلُ السَّنَةِ بِخَيْرِيَّتِهِ لِدَلِيلِ الدَّالِّ عَلَى خَيْرِيَّتِهِمْ
وَبِالْجُمْلَةِ لَا يَنْبَغِي أَنْ يُرْتَابَ فِي عَدَمِ تَخْصِصِ الَّذِينَ آمَنُوا
وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ بِالْإِمَامِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى وَجْهَهُ وَشِيعَتِهِ
وَلَا بِهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ وَآهْلُ بَيْتِهِ وَإِنْ دُونَ

اثبات صحۃ تلك الاخبار خُطِطَ قَسَدٌ - واللہ تعالیٰ اعلم۔

ترتیب روح المعانی پارہ نمبر ۳ سورۃ البینہ جلد ۳ ص ۲۰۷

ترجمہ: پھر لفظ ہر اس آیت الذین امنوا الخ سے مراد وہ لوگ مسلمان ہیں جو کفار کے مقابل میں ہیں۔ یہ نہیں کہ اس سے مراد مخصوص صاحب ایمان و اعمال صالحہ حضرات مراد ہیں۔ بعض کا یہ زعم ہے کہ اس سے مراد مخصوص حضرات ہیں۔ ابن مردویہ نے علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے علی! کیا تو نے ان الذین امنوا الخ اللہ تعالیٰ کا قول نہیں سنا؟ وہ تم اور تمہارے شیعہ ہیں۔ میرا اور تمہارا کٹھن ہونے کا مقام حوض ہے جب امتوں کو بلایا جائے گا۔ تو تم چمکتی پیشانی والوں کے ساتھ آؤ گے۔ اسی طرح کی ایک روایت امامیہ نے یزید بن شراحیل سے جو کہ علی المرتضیٰ کے کاتب تھے۔ اُن سے بیان کی ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کے نزول کے بعد علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو فرمایا۔ جبکہ وفات شریف کی صبح کے وقت آپ کا سر انور علی المرتضیٰ کی گود میں تھا۔ ابن مردویہ نے ابن عباس سے ذکر کیا۔ کہ جب آیت نازل ہوئی۔ تو حضور نے فرمایا۔ اے علی! تو اور تیرے شیعہ قیامت کے دن راضی اور مرضی ہوں گے۔ ان روایات سے آیت میں تخصیص ظاہر ہوتی ہے۔ اسی طرح طبرسی شیعہ نے مجمع البیان میں ذکر کیا ہے وہ ابن عباس سے ذکر کرتا ہے کہ ابن عباس نے فرمایا یہ آیت کریمہ

علی المرتضیٰ اور ان کے گھروالوں کے بارے میں اتنی یہ روایات اگر ان کو صحیح تسلیم بھی کر لیا جائے۔ تو بھی کوئی اعتراض نہیں آتا۔ کیونکہ عموم آیت میں مخصوص حضرات کا داخل ہونا کوئی انوکھی بات نہیں۔ مذکورہ حضرات بلاشبہ آیت میں داخل ہیں۔ اور ان کا داخل بھی اولاً ہے۔ لیکن جو پہلے گور چکا ہے۔ ہم اسے تسلیم نہیں کرتے۔ کیونکہ اس سے یہ لازم آتا ہے۔ کہ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی بہتر ہوں۔ امامیہ اگرچہ علی المرتضیٰ کی اولوالعزم انبیاء کرام اور مقرب فرشتوں پر افضلیت کے قائل ہیں۔ لیکن حضرت علی المرتضیٰ کی حضور کی ذات کرامی پر افضلیت کے قائل نہیں۔ اگر اس موقع پر امامیہ وغیرہ یہ کہیں۔ کہ آیت مذکورہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ کر پھر مخصوص ہے۔ کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تخصیص کی الگ دلیل موجود ہے۔ لہذا اس سے مراد علی المرتضیٰ اور ان کے شیعہ ہی ہیں۔ تو اس کے جواب میں کہا جائے گا۔ کہ پھر الذین امنوا الخ کے بارے میں یہ بات کیا بلا ریب ہوگی۔ کہ اس آیت سے مراد خاص کر علی المرتضیٰ اور ان کے شیعہ یا صرف علی المرتضیٰ اور ان کے گھروالے ہی ہیں؟ اس کی تائید میں ذکر کی گئی روایات کا ثبوت و صحت بھی تو در دوسرے کم نہیں ہے۔

توضیح:

صاحب روح المعانی کی تفسیر کے بموجب الذین امنوا الخ اپنے عموم پر ہے۔ اس لیے اس سے مراد عام مسلمان ہوں گے۔ جو کفار کے مقابل میں ہوتے ہیں۔ اس تفسیر میں ابو بکر صدیق۔ عمر فاروق ابو ہریرہ علی المرتضیٰ وغیرہ سب شامل ہیں کچھ لوگوں کا خیال ہے۔ کہ اس سے مراد مخصوص مومن ہیں۔ اور یہی شیعوں کا مسلک

بھی ہے۔ ان قائلین کی روایات اول تو صحت کے درجہ تک پہنچنا مشکل ہیں دوسرے
عموم پر رکھتے ہوئے آیت میں وہ مخصوص حضرات خود بخود آجاتے ہیں۔ لیکن اگر تفصیل
ایسی لی جائے کہ جس میں ان مخصوص حضرات کے علاوہ تمام خارج ہوں۔ تو یہ امامی
عقیدہ کے بھی خلاف ہے۔ کیونکہ اس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی علی المرتضیٰ
رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے شیعوں یا کفر والوں کا افضل ہونا ثابت ہوگا۔ حالانکہ
یہ درست نہیں۔

ملحہ فکریہ:

صائم نعمت خوان نے اپنے شیعہ نظریات کو ثابت کرنے کے لیے ہر حربہ
استعمال کیا۔ اگر جناب مجدد صاحب کے ارشادات کا غلط مطلب بیان کرنے سے
کام بنتا نظر آیا۔ تو اسے غلط مطلب پہنا دیا۔ اور اگر کسی حدیث کے ٹکڑے سے
مقصد برآری دکھائی دی۔ تو اس کے سیاق و سباق کو قطعاً سامنے نہ لایا گیا۔ اور
اگر کسی آیت سے اشتہاد پیش کرنا چاہا۔ تو اس کے بارے معقول و منقول دیکھنے کی
کوشش نہ کی۔ اور اپنے مقصد کے مطابق تعبیر و تفسیر کو ڈالی۔ اور اس حد تک آگے بڑھ گیا۔
کہ کفریہ عنوانات قائم کر کے ان پر بحث کی۔ اور انہیں ثابت کرنے کی کوشش کی۔
اللہ تعالیٰ ہدایت کی توفیق عطا فرمائے۔ (ذاعتبر و ایا اولی البصار)

نوٹ:

ہم آخر میں قارئین کرام کی توجہ ایک اہم بات کی طرف مبذول کرنا چاہتے ہیں۔ وہ
یہ کہ صائم نعمت خوان نے اپنی تصانیف میں اپنے نظریات کے ثبوت میں جن کتب
کا حوالہ یا عبارت درج کی۔ اولاً وہ ایسے کثیر شیعہ مصنفین کی ہیں کہ جن کے شیعہ ہونے میں
کوئی شک نہیں۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے اکثر فضائل صائم نے انہی کتابوں
سے لیے ہیں۔ حالانکہ اہل سنت کہلانے کے ناطے سے اسے اپنے ہم مسلک علماء

کی تصانیف سے حواہیات دینے چاہیے تھے۔ مسعودی کی کتاب مروج الذهب
اسی طرح ینابیع المودۃ، کشف الغمہ، اعیان الشیعہ و اشرف التنبیہ
ایسی کتابیں ہیں جو کثیر افضی شیعوں کی تصانیف ہیں۔ ان سے فضائل علی ذکر کیے گئے۔
اور کچھ ایسے لوگوں کی تصنیفات سے بھی حواہیات دیئے ہیں۔ جو "اہل سنت"
مشہور تو ہیں۔ لیکن درحقیقت وہ تشیع سے موصوف ہیں۔ ان مصنفین کی کتب کے
حواہیات اہل سنت پر بحث نہیں ہو سکتے۔ ہم نے اپنی تصنیف میزان المکتب میں اس قسم
کی تقریر بتائیں کتابوں پر بحث کی ہے تفصیل وہاں سے ملاحظہ فرمائیں۔

ان کتابوں میں سے ایک کا نام درینابیع المودۃ ہے۔ جسے حافظ سلیمان
بن ابراہیم نے لکھا۔ اس سے اکثر اقتباسات صائم نعمت خوان نے لیے۔ اور
انہیں عنوان تک اہمیت دی۔ حالانکہ شخص مذکورہ بقیہ باز شیعہ ہے۔ اور بطور بقیہ
و حنفی، تک کہلاتا ہے۔

بارہ ائمہ کی عصمت کا قائل ہے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث پاک کہ جس
میں بارہ خلفاء کا ذکر ہے۔ ان سے مراد بارہ امام لیتا رہا ہے۔

ینابیع المودۃ:

عن ابن عباس قال سمعت رسول الله صلى الله
عليه وسلم يقول انا و علي و الحسن و الحسين
و تسعة من ولد الحسين مطهرون
معو صومون۔

درینابیع المودۃ ص ۲۲۵ مطبوعہ تہران جدید

ترجمہ: ابن عباس کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے
ہوئے سنا۔ کہ میں (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) علی، حسن، حسین اور حسین کی اولاد میں

سے نرادی پاک اور معصوم ہیں۔

ینایع المودة:

عَلِمَ أَنَّ مَرَادَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
مِنْ حَدِيثِهِ هَذِهِ الْاِتِّعَاشَةُ الْاِثْنَا عَشْرَةَ مِنْ أَهْلِ
بَيْتِهِ وَحُرَّتِهِمْ إِذْ لَا يُمْكِنُ أَنْ يَحْمَلَ هَذَا الْحَدِيثَ
عَلَى الْخُلَفَاءِ بَعْدَهُ مِنْ أَصْحَابِهِ لِقَوْلِهِمْ مَعْتَبَرٌ
اِثْنَا عَشَرَ وَلَا يُمْكِنُ أَنْ يَحْمَلَ عَلَى الْمَلُوكِ
الْأُمَوِيَّةِ لِزِيَادَتِهِمْ عَلَى اِثْنَا عَشَرَ وَلِظُلْمِهِمُ
الْفَاحِشِ إِلَّا عَمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ -

(ینایع المودة ص ۲۶۶) الباب السابع والسبعون

ترجمہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث سے معلوم ہوا کہ
بارہ سے مراد آپ کی اہل بیت اور عترت سے بارہ آدمی ہیں۔
کیونکہ اس سے مراد خلفاء راشدین اس لیے نہیں ہو سکتے کہ وہ
تعداد میں بارہ سے کم ہیں۔ اور اموی خاندان کے بادشاہ بھی نہیں
ہو سکتے۔ کیونکہ ایک تو وہ بارہ سے زیادہ ہیں۔ اور دوسرا ان میں
ماسوا عمر بن عبدالعزیز کے ظالم ہوئے ہیں۔

ملحہ فکریہ:

مندرجہ بالا حدیث کا مصداق جب بارہ ائمہ اہل بیت کو بنایا گیا۔ اور
خلفاء راشدہ کا صاف صاف ذکر کر کے انہیں حدیث پاک کے مصداق
سے خارج کیا ہے۔ اس حدیث میں بارہ خلفاء کا تذکرہ ہے۔ لہذا جب
خلفاء میں سب سے پہلے خلیفہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہوئے۔ تو

خلافت برفضل بھی ثابت ہو گئی۔ اور خلفائے خلافت کا محاسبہ خلافت ہونا بھی ثابت
ہوا۔ یہی شیعہ لوگوں کا مسلک ہے۔ جب صاحب ینایع المودة بھی دے لفظوں
میں یہی کہہ رہا ہے۔ تو پھر اس کے شیعہ ہونے میں کون سی روکاوٹ رہ گئی۔ اب اس کی
تصنیف کو صائم نعمت خوان نے اپنی کتاب کی رونق بنا کر اپنا شیعہ ہونا خود
ثابت کر دیا ہے۔ کیونکہ ہر شخص اپنے مسلک کی کتب کے حوالہ جات دیتا ہے
ان سے اقتباسات پیش کرتا ہے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے
اقتابات جو صائم نے ذکر کیے ان تمام کا اٹھنا ہی کتاب ہے۔ اگر انہیں حقیقی معنوں
پر محمول کریں۔ تو اللہ تعالیٰ کے بعد بزرگ ترین شخصیت حضرت علی المرتضیٰ ہیں۔ تمام
انبیاء حتیٰ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان اوصاف سے محروم ہیں (معاذ اللہ) اسی طرح
التنبیہ والاشراف اور مروج الذهب جو سعودی کی تصانیف ہیں ان سے کتاب
کیا گیا۔ سعودی کا شیعہ ہونا مسلم ہے۔ اس سلسلہ میں الذریعہ الی تصانیف الشیعہ
الکئی واللقاب اور اعیان الشیعہ میں ان مصنفین کے حالات و عقائد دیکھ لیں۔
تین کتابیں شیعہ مصنفین کی فہرست ہیں۔ اور ان کے مختصر کوائف و حالات ان میں
درج ہیں۔ کسی غیر شیعہ کو ان میں درج ہی نہیں کیا گیا۔

صائم نعمت خوان سے اسی سعودی کو مورخ جلیل علامہ سعودی کہہ کر مشکل کشا
نامی کتاب ص ۸ پر لکھا ہے۔ مختصر یہ کہ دھوکہ دینے اور بھولے بھالے اہل سنت
کو من گھڑت سنیں کی کتابوں کے حوالہ جات دے کر بہکانے کی کوشش کی گئی۔ اور
اور ہم نے بفضلہ تعالیٰ صائم نعمت خوان کے عزائم سے آگاہ ہو کر امت مسلمہ اور
خاص کر اہل سنت کو تنبیہ کر دی ہے۔ امید ہے کہ ہماری یہ کوشش حقیقت کی
پہچان میں مدد و معاون ثابت ہوگی۔ اور نام نہاد دشمنوں کے پوسٹ ارٹم کا کام
دے گی۔

آخری گزارش:

مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے مکتوبات شریفہ سے قطع و برید کر کے صائم
نعت خواں نے جس طرح اپنی مرضی منشاء کے مطابق اپنے ہی پسندیدہ عنوانات
کے تحت ان کی تفسیر و تشریح کی۔ کہ جس کا خود مجدد صاحب کے مقصود و مراد
سے دور کا واسطہ بھی نہیں ہے۔ اس کی مکاری کو واضح کرنے کے لیے ہم نے
تردید ہی قلم اٹھایا۔ ہمارے پیش نظر تردید برائے تردید نہیں ہے۔ بلکہ احقاق حق
اور ابطال باطل ہے۔ اس لیے ہم نے مکتوبات شریفہ کی مکمل عبارت درج کر کے پھر
پھر مجدد صاحب کے مکتوبات سے ہی آپ کی مراد و مقصود کو واضح کرنے کے لیے
کئی دوسرے مکتوبات سے عبارات نقل کیں۔ تاکہ بات واضح ہو جائے
ان اصل عبارات اور تائیدی عبارات کو دیکھ کر صائم نعت خواں کی دھوکہ دہی
اور کذب بیانی کھل کر سامنے آگئی ہے حقیقت کے واضح ہو جانے کے بعد
ہم صائم صاحب کو دعوت دیتے ہیں کہ اگر ان میں رائی برابر بھی ایمان کی رقی
ہے تو اپنے عقائد باطلہ سے توبہ کر کے اپنے سابقہ موقف سے رجوع
کر لے۔

چیلنج: اور اگر ہماری پیش کردہ عبارات مکتوبات کو وہ مجدد صاحب کے
مقصود کے خلاف قرار دیتے ہوں۔ تو میں چیلنج کرتا ہوں کہ اگر اس کی تردید اور وہ
بھی حضرت مجدد صاحب کے ارشادات سے ہی پیش کر دیں۔ تو میں انہیں مبلغ
بیس ہزار روپے نقد انعام دوں گا۔ بلکہ وہ اس بارے میں اپنے تمام سنی یا شیعہ
ساتھیوں سے بھی تعاون حاصل کر لیں۔ تو بھی اس کی کھلی اجازت ہے۔

هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ أَنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ
فَإِنْ لَمْ تَفْعَلُوا وَلَكِنْ تَفْعَلُوا فَتَقُولُوا لَنَا لَيْتَ الْآيَةُ
فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِيَ الْبَصَارِ